قاموس المشاہیر

جلد اول

مرتبہ

نظامی بدایونی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری - پٹنہ

قاموس المشاہیر

جلد اول

مرتبہ

نظامی بدایونی

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری۔ پٹنہ

Qamoosul Mashaheer Vol.I
By: Nizami Badayuni

قاموس المشاہیر (جلد اوّل)

مرتبہ: نظامی بدایونی

اشاعت اول: ۱۹۲۴ء

مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں

اشاعت ثانی: ۲۰۰۴ء

ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ-4

قیمت: ۳۰۰/- روپے

Produced by: Urdu Book Review, New Delhi-2
Printed at: Aslia offset Printers, New Delhi-2

حرف آغاز

قاموس المشاہیر مولوی نظام الدین بدایونی کی انتہائی اہم اور مفید تالیف ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء میں اور دوسری جلد ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ ان کی دس سالہ محنت شاقہ کا ثمر شیریں ہے۔ اس میں ہر زمانہ، ہر ملک، ہر قوم اور ہر طبقہ کے تقریباً چھ ہزار مشاہیر کے مختصر سوانحی حالات درج ہیں۔ یہ سوانحی لغت Biographical Dictionary ہے اور اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی اور کامیاب کوشش ہے۔ اس کے بارے میں ضروری معلومات خود انہوں نے جلد اول کے دیباچے میں فراہم کر دیے ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

> ''ہماری ملکی زبان میں اس وقت تک کوئی ایسا مجموعہ موجود نہیں جو اس مقصد کو پورا کر سکے اور جس میں تمام مشاہیر کے، خواہ وہ شاعر ہوں یا عالم، بادشاہ ہوں یا وزیر، مجتہد ہوں یا متکلم، ادیب ہوں یا نجومی، طبیب ہوں یا مہندس، نجومی ہو یا فلسفی، حالات آسانی سے مل سکیں۔ اس لیے مجھ ہیچ میرز نے باوجود اپنی علمی کم مائیگی کے اس میدان میں قدم رکھنے کی جرأت کی۔ ہماری زبان میں خاص خاص طبقوں کے مشاہیر کے حالات میں علیٰحدہ علیٰحدہ کتابیں ملتی ہیں، لیکن ایک ایسا مجموعہ جو قاموس الاعلام کا کام دے اور جس میں ہر طبقے کے مشاہیر کے حالات درج ہوں، اب تک طبع نہیں ہوئی۔ اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر میں نے ۱۹۱۵ء میں مشاہیر کے حالات بہ اعتبار حروف تہجی ترتیب دینا شروع کیے۔ قاموس المشاہیر کے نام سے اس مجموعے کو موسوم کیا۔ کتاب کا حجم بڑھ جانے کے خیال سے اختصار کو ہر موقع پر مدنظر رکھا۔ قدما سے لے کر موجودہ زمانے تک کے مشاہیر کا حال درج کیا۔''

اردو میں سوانحی لغات کی روایت نہ بہت قدیم ہے اور نہ بہت زیادہ مستحکم۔ اس میدان میں قاموس المشاہیر کو اولیت کا شرف ہے۔ اس کی اشاعت کو اب پون صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن اردو میں ابھی تک اس نوع کا کوئی ایسا کام وجود میں نہیں آسکا ہے جسے ہم قاموس المشاہیر کا بدل یا ہمسر قرار دے سکیں۔ اس کی افادیت اور اہمیت سدا بہار ہے۔ ایک معرکۃ الآرا اور یادگار تصنیف کا یہی سب سے بڑا وصف ہوتا ہے۔ ایک طویل عرصہ سے اس کی جدید اشاعت کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ خود نظامی پریس کے پاس اب اتنے وسایل نہیں ہیں کہ وہ اتنی ضخیم کتاب کی طباعت کا اہتمام کر سکیں۔ اس لیے یہ کام معرض التوا میں پڑتا چلا گیا۔ اب جناب مونس کی تحریک پر خدا بخش

لائبریری نے اس کی اشاعت جدید کا اہتمام کیا ہے۔ مونس صاحب نے اس سلسلہ میں جو لائبریری کی مدد کی اور مفید معلومات فراہم کیں ان کے لیے ان کے شکر گزار ہیں۔ انہوں نے مولف مرحوم نظامی بدایونی کے احوال قلمبند فرمائے، جنہیں جلد اول کے شروع میں شامل کرلیا گیا ہے۔ آپ نے مولوی صاحب مرحوم کا فوٹو بھی فراہم کیا۔ اسے بھی کتاب کی زینت بنا دیا گیا ہے۔

قاموس المشاہر کے پہلے ایڈیشن میں بہت سی غلطیاں بھی پائی گئی تھیں۔ ان میں سے کچھ نشاندہی تو کتاب کے اختتام پر 'غلط نامہ' کے ذریعہ کردی گئی تھی۔ زیرنظر ایڈیشن میں ان کی اصلاح کردی گئی ہے۔ اس لیے اب کتاب سے غلطنامہ نکال دیا گیا ہے۔

مونس صاحب نے قاموس المشاہیر کا جو نسخہ لائبریری کو فراہم کیا تھا، وہ مولف کے مطالعے میں رہا تھا۔ اس میں انہوں نے قلم سے جگہ جگہ اصلاحیں کی تھیں۔ ہم نے زیرنظر اشاعت کے وقت ان کی روشنی میں متن کی صحت کردی ہے۔

مشہور عالم اور نامور محقق جناب امتیاز علی خاں عرشی مرحوم (سابق ناظم کتابخانہ رضا لائبریری۔ رامپور) نے بڑی محنت اور ژرف نگاہی سے اس کی فروگذاشتوں اور تسامحات کی اصلاح کی تھی۔ موجودہ ایڈیشن میں ان کی تصریحات اور اصلاحات کو اصل عبارت کے ذیل میں حاشیہ پر دیدیا گیا ہے۔ اس طرح اصل متن میں تبدیلی کیے بغیر عرشی صاحب کی اختلافی اور تصریحی عبارت کو شامل کیا گیا ہے۔ اس میں خدابخش لائبریری کے متعلقہ کو کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ اہل علم اور اہل تحقیق بخوبی کرسکتے ہیں۔

قاموس المشاہیر کے سلسلہ میں ایک تنقیدی و تحقیقی رسالہ جناب شمس اللہ قادری نے بھی تنقید قاموس المشاہیر کے عنوان سے تالیف کرکے ۱۹۳۴ء میں حیدرآباد دکن سے شایع کیا تھا۔ اس کو من وعن ضمیمہ کے طور پر شامل کیا جارہا ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ ہماری یہ کوشش بارآور ہوگی اور خدابخش لائبریری کی دیگر مطبوعات کی طرح اسے بھی قبول عام نصیب ہوگا۔

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری
ڈائرکٹر
۲۰ر جنوری ۲۰۰۴ء

نظام الدین حسین نظامی بدایونی

نظامی بدایونی

بدایوں اتر پردیش کا مشہور و قدیم ضلع ہے۔ یہ ہر دور میں اپنی مردم خیزی اور علم و فضل کے لئے مشہور رہا ہے۔ ناموراولیاء، علماء، حکماء اور شعراء و ادباء اس سرزمین سے اٹھے اور جن کی عظمت کو ایک زمانے نے تسلیم کیا۔ علامہ رضی الدین صغانی (صاحب مشارق الانوار) شہاب الدین مہمرہ، ضیاء الدین نخشبی، محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، خواجہ حسن سنجری، ملاّ عبدالقادر بدایونی مورخ دورِ اکبری وغیرہ کے نام اور خدمات کا کون معترف نہیں ہے۔ یہ چند نام محض نمونہ کے طور پر لکھ دیئے گئے ورنہ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی میں جو شعراء و ادباء بدایوں کے ادبی اُفق پر روشن نظر آتے ہیں اُن میں ایک نمایاں اور معتبر نام مولوی نظام الدین حسین نظامؔی (ف جون ۷ ۱۹۴ء) کا ہے۔ مولوی نظامی کی شخصیت اس اعتبار سے بھی منفرد تھی کہ انہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ وہ بیک وقت شاعر، ادیب، صحافی، ماہر تعلیم، سیاست داں اور مصلح قوم تھے۔ انہوں نے جس شعبے میں قدم اٹھایا اس کی بلندیوں کو چھونے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی۔

نظام الدین حسین نظامؔی بدایونی ۱۸۷۲ء میں مولوی فخر الدین کے یہاں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق بدایوں کے شیوخ صدیقی کے اُس خاندان سے تھا جس میں بڑے بڑے ناموراشخاص پیدا ہوئے۔ شیخ شمس الدین زاہد المخاطب جھجار خاں، اکبر کے عہد میں ممتاز عہدوں پر فائز رہے تھے۔ اُن کے بھتیجے ملاّ محمد یوسف جہانگیر کے اُستاد تھے۔ نظامؔی بدایونی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی بعد ازاں انگریزی تعلیم حاصل کی۔ اُن کی ملازمت کا آغاز کلکٹری شاہ جہاں پور ۱۸۹۲ء سے ہوا اور ۱۹۰۳ء میں نوکری سے مستعفی ہو گئے۔

انہیں ادبی ذوق ورثہ میں ملا تھا۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے باقاعدہ شاعری شروع کر دی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ مضمون کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ اُن کا پہلا مضمون ۱۸۹۱ء میں منشی رحمت اللہ رعدؔ (مالک نامی پریس کانپور) کے رسالے عالم تصویر کانپور میں شائع ہوا تھا۔ بعدہٗ اُن کے مضامین مہرنیم روز، الہلال (مرادآباد)، اردو اخبار (مرادآباد)، انتخاب لاجواب (لاہور)، تہذیب (لاہور)، زمانہ (کانپور)، البشیر (اٹاوہ) وغیرہ میں شائع ہوتے رہے۔

تعلیمی اور علمی تحریکوں میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور انہیں کامیاب بنانے میں وہ قلم سے ہی نہیں بلکہ تن من دھن سے لگ جاتے تھے۔ جب آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ وجود میں آئی تو انہوں نے اس میں عملی حصہ لیا اور تا حیات اس کو کامیاب بنانے میں کوشاں رہے۔ تقریباً ۲۲ سال تک پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

کے جوائنٹ سکریٹری رہے۔ کئی سال آنریری سکریٹری کے فرائض بھی انجام دیئے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قیام کے ابتدائی جلسوں میں نظامی صاحب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آخری عمر تک اس کے بہی خواہ رہے۔

آپ کی نمایاں تحریک اور جدوجہد سے بدایوں میں مسٹن اسلامیہ ہائی اسکول ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا جو آج حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج ہے۔ آپ بریلی اور اٹاوہ کے اسلامیہ کالجوں کے بھی ٹرسٹی تھے۔ اتر پردیش کے کئی ضلعوں میں ان کی کوشش سے اسلامیہ ہائی اسکول قائم ہوئے۔

مسلم یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں جب تحریری و عملی کوششیں شروع ہوئیں تو انہوں نے اس میں آگے آ کر حصہ لیا۔ اُن کا اخبار القرنین یونیورسٹی سے متعلق مضامین اور خبروں کو خصوصیت سے شائع کرتا تھا اور یونیورسٹی کی خدمت کے لیے وقف ہو گیا۔ وہ تمام زندگی یونیورسٹی کی ترقی اور بہبودی کے لئے کوشاں رہے۔

اس اخبار کی گزشتہ فائلوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ اخبار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تمام تحریکوں سے وابستہ ہے۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو یہ تمام فائل مسلمانوں کی تعلیمی جدوجہد کی تاریخ ہیں۔

۱۹۳۹ء میں کانگریس حکومت کی طرف سے ایجوکیشن ریکمنڈیشن کا قیام عمل آیا تو اس میں بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ کئی بار اور کئی سال آپ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر رہے۔

نظامی بدایونی نے حج کمیٹی کے سوال پر اُس کی پرزور تائید کی اور مدتوں اسٹیٹ حج کمیٹی کے ممبر رہے اور سنی سنٹرل وقف بورڈ کے قیام کے لئے دل و جان سے کوششیں کیں۔ بورڈ کے قیام کے بعد آپ اس کے ممبر بھی مقرر ہوئے۔

نظامی متحدہ قومیت کے قائل تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے پیروکار تھے۔ اس سلسلے میں بھی اُن کی کوششیں ہمیشہ جاری رہیں۔ جس کی پاداش میں انہیں جسمانی اور مالی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا مگر انہوں نے قومی اور ملکی مفاد کی خاطر ان سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

نظامی بدایونی کی صحافتی خدمات بڑی اہم ہیں۔ انہوں نے ۷ رجون ۱۹۰۳ء کو اخبار القرنین نکال کر اس کا آغاز کیا۔ یہ ایک اصلاحی اخبار تھا جو زندگی کے مختلف شعبوں کی نمائندگی کرتا تھا۔ خصوصیت سے ناخواندگی کے خلاف جدوجہد اس کا بنیادی مقصد تھا۔ وہ ۱۹۴۲ء تک اس کے ایڈیٹر رہے بعدہٗ اُن کے صاحبزادے احیدالدین نظامی نے اس کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اب یہ اخبار کئی سال سے بند ہے۔

نظامی بدایونی نے اپنے نام پر جون ۱۹۰۵ء میں نظامی پریس قائم کیا۔ جس نے نہ صرف بدایوں بلکہ ہندو پاک میں اپنی پہچان بنائی۔ انہوں نے پریس ٹیکنالوجی کی تعلیم کی غرض سے اپنے اکلوتے بیٹے احیدالدین نظامی کو ۱۹۲۵ء میں لندن بھیجا۔ نظامی پریس سے ۱۹۱۵ء میں غالب کا دیوان سر راس مسعود کے مشورے سے بڑی آب و تاب سے شائع ہوا۔ اس کے چھ ایڈیشن چھپے اور مقبول ہوئے۔ اس دیوان کی اشاعت نے نظامی پریس کو صف اول کے پریسوں میں لا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے علاوہ جن مشاہیر کی کتب کو شائع کیا اُن میں چند نام اس طرح ہیں—— کلیات

شیفتہ وحسرتی مع رقعات ۱۹۱۵ء، دیوان جان صاحب ۱۹۲۳ء، دیوان رنگیں و انشاء ۱۹۲۴ء، مثنوی زہرِ عشق ۱۹۳۰ء، دیوان معروف (الٰہی بخش معروف) ۱۹۳۵ء وغیرہ۔ سرراس مسعود، سرشاہ سلیمان، مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد، مرزا عظیم بیگ چغتائی، ڈاکٹر سید محمود، سلطان حیدر جوشؔ، مولانا سید طفیل احمد منگلوری وغیرہ وہ مصنفین تھے جن کی اکثر کتابیں نظامی پریس میں طبع ہوتی تھیں۔ اس پریس سے تقریباً کئی ہزار کتابیں شائع ہوئیں۔

نظامؔی بدایونی کا تصنیفی وتالیفی کام بھی خاصہ ہے۔ اُن کی جو کتابیں طبع ہوئیں اُن میں کچھ اس طرح ہیں ——

شعری کتب:- ۱۔ مثنوی صبح میلاد (۱۸۹۶ء)، ۲۔ اسلامی جوش (۱۸۹۶ء)، ۳۔ مولود کی خوشی (۱۸۹۸ء)، ۴۔ گلدستہ دکن (۱۹۲۰ء)، ۵۔ تجلیات سخن (۱۹۳۰ء)، ۶۔ قوم کی فریاد (۱۹۳۵ء)، ۷۔ لمعات نظامی (۱۹۵۵ء)۔

نثری کتب (تصانیف/ ترتیب و تدوین):- ۱۔ سیرۃ الحمد (۱۸۹۷ء)، ۲۔ رضیہ مسعود (ناول، ۱۸۹۷ء)، ۳۔ انسانی اوہام (۱۹۰۱ء)، ۴۔ کسوف الشمسین (۱۹۱۵ء)، ۵۔ دیوان غالب (۱۹۱۵ء)، ۶۔ دیوان غالب (مشرح، ۱۹۱۸ء) ۷۔ کارنامہ رامپور (۱۹۱۹ء)، ۸۔ بدایوں قدیم و جدید (۱۹۲۰ء)، ۹۔ نکات غالب (۱۹۲۰ء)، ۱۰۔ سیاحت ولی عہد (۱۹۲۱ء)، ۱۱۔ حقیقت حال (۱۹۲۳ء)، ۱۲۔ دیوان جان صاحب مع فرہنگ (۱۹۲۳ء)، ۱۳۔ قاموس المشاہیر جلد اول (۱۹۲۴ء)، ۱۴۔ رنگیں انشاء (دیوان، ۱۹۲۴ء)، ۱۵۔ قاموس المشاہیر جلد دوم (۱۹۲۶ء)، ۱۶۔ بچوں کا حساب (۱۹۳۱ء)، ۱۷۔ انقلاب دہلی (۱۹۳۱ء)، انیس کے پانچ چوٹی کے مرثیوں کا مجموعہ (۱۹۳۳ء)، ۱۹۔ مسلم اوقاف کا قانون (۱۹۲۴ء)، ۲۰۔ اثر کے ڈیڑھ سونشتر (۱۹۴۲ء)، ۲۱۔ پڑھو اور پڑھاؤ (۱۹۴۳ء)، ۲۲۔ نظیر کا دیش پریم (۱۹۴۳ء)، ۲۳۔ قومی حکومت کی کہانی (۱۹۴۶ء)، ۲۴۔ دیوان خواجہ میر درد (۱۹۳۰ء)، ۲۵۔ مراثی انیس (تین جلدوں میں، ۱۹۲۴ء) ۲۶۔ دیوان غالب لائبریری ایڈیشن مع فرہنگ (۱۹۲۵ء)، ۲۷۔ روحِ کلامِ غالب (۱۹۳۵ء)۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر یہاں طوالت کے خیال سے نہیں ہو سکا۔

نظامؔی صاحب کے مراسم ہر شعبہ کے قابل ذکر شخصیات سے تھے۔ وہ تعلقات کو اچھی طرح نبھاتے تھے۔ اُن کے خاص احباب میں خان بہادر مولوی فصیح الدین، سرراس مسعود، حسرت موہانی، شاہ علی احسن مارہروی، خان بہادر مولوی عبیدالرحمٰن خاں شیروانی علی گڑھ، منشی دیانرائن نگم کانپور، مولوی بشیر الدین اناوہ، سرشاہ سلیمان، ڈاکٹر سید محمود، خان صاحب حبیب اللہ خاں علی گڑھ، پروفیسر عبدالمجید قریشی، مولانا سید طفیل احمد منگلوری، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، نواب زادہ لیاقت علی خاں وغیرہ شامل تھے۔ نظامؔی صاحب بے حد مخلص، بیدار مغز، مستقل مزاج، ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ اس لیے ان سے لوگ بہت جلد متاثر بھی ہو جاتے تھے۔

یہاں مجھے نظامؔی صاحب کے اس کارنامے کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے جسے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری منظر عام پر لا رہی ہے یعنی قاموس المشاہیر۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصہ ۱۹۲۴ء میں اور دوسرا

سمجھتی ہیں کہ دنیا کی تاریخ بڑے آدمیوں کے کارناموں کا مجموعہ ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ سمجھنا چاہیے کہ مشاہیر دنیا کی سوانح عمریوں کے مجموعے ہی کا نام دنیا کی تاریخ ہے۔

آج یورپ کی قوموں نے تہذیب و تمدن میں جو ترقی کی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف اپنے قومی مشاہیر کے حالات کو بلکہ ہر ملک اور ہر قوم کے ناموروں کو اپنی زبان میں زندہ کر دیا ہے تا کہ ان کی آیندہ نسلیں یہ معلوم کر سکیں کہ کس شخص نے کس طریقے سے کس شعبۂ زندگی میں ترقی کر کے انسانی نسل کے عروج میں مدد دی۔ یورپ والے صرف اسی پر بس نہیں کرتے کہ اپنے مشاہیر کے حالات میں ضخیم کتابیں تصنیف کرتے ہوں اور ان کے اہل ملک ان کو سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہوں بلکہ تقریر و تحریر، نظم و نثر، افعال و حرکات وغیرہ جن ذرائع سے بھی ممکن ہوتا ہے وہ اپنے مشاہیر کی خوبیاں ظاہر کر کے اپنی قوم کے دلنشیں کرتے ہیں تا کہ آیندہ نسل میں ان مشاہیر کے اوصاف پیدا ہوں اور ہر زمانے میں بیکن، جانسن، برک، شیکسپیر، ملٹن، ٹینیسن، نیلسن، ویلنگٹن، ڈارون، مل اور گبن پیدا ہوتے رہیں۔ فی الواقع مشاہیر پرستی جس کو انگریزی میں "ہیرو ورشپ" کہتے ہیں یورپ کی سوسائٹی کا ایک جزو بن گئی ہے اور اس کو وہاں کی تمدنی ترقی میں بڑا دخل ہے۔ یورپی اقوام اپنے مشاہیر کی جس قدر عزت و احترام کرتی ہیں اس کا پتہ اس مشہور قول سے چلتا ہے کہ "انگلستان کو ہندوستان جیسی بڑی سلطنت کھو دینا گوارا ہے مگر اپنے ملک کے ہیرو شیکسپیر کا کھونا منظور نہیں"۔ جانسن یا ملٹن جیسے مصنفین کے اوٹو گراف (دستخط و تحریر) کے بدلے میں لاکھوں پونڈ دے دینا وہاں ایک معمولی بات ہے۔ وہ اس نکتے کو خوب سمجھتی ہیں کہ کسی قوم کا نشانِ عزت اس وقت تک بلند نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مشاہیر کے حالات سے واقف ہو کر گزشتہ تجربات سے فائدہ اٹھانے کے سامان بہم نہ پہنچائے۔ یہی وجہ ہے کہ فرداً فرداً مشاہیر کی سوانح عمریاں مختلف مصنفین کے قلم سے لکھے جانے کے علاوہ وہاں قریب قریب یورپ کی ہر زبان میں اس وقت ایسے مجموعے موجود ہیں جن میں ہر طبقے کے مشاہیر کے مختصر حالات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ مجموعے ایسے لوگوں کو جن کے پاس ہر نامور شخص کی سوانح عمری کے متعلق پوری ضخیم کتاب پڑھنے کے لیے وقت نہیں ہوتا یا ان طلباء کو جو اپنی کتابوں میں بعض اوقات دنیا کے بڑے آدمیوں کے ناموں کا حوالہ دیکھ کر ان کے مختصر حالات معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں اور وہ بڑے بڑے مدارس اور کالجوں کے کتب خانوں میں "ریفرنس بک" (حوالے کی کتاب) کا کام دیتے ہیں۔

ہماری ملکی زبان میں اس وقت تک کوئی ایسا مجموعہ موجود نہیں جو اس مقصد کو پورا کر سکے اور جس میں تمام مشاہیر کے خواہ وہ شاعر ہوں یا عالم، بادشاہ ہوں یا وزیر، مجتہد ہوں یا متکلم، ادیب ہوں یا نحوی، طبیب ہوں یا مہندس، نجومی ہوں یا فلسفی، حالات آسانی سے مل سکیں۔ اس لیے مجھ ہیچمیرز نے باوجود اپنی کم مائگی کے اس میدان میں قدم رکھنے کی جرأت کی۔ ہماری زبان میں خاص خاص طبقوں کے مشاہیر کے حالات میں علیحدہ علیحدہ کتابیں ملتی ہیں لیکن ایک ایسا مجموعہ جو قاموس الاعلام کا کام دے اور جس میں ہر طبقے کے مشاہیر کے حالات درج ہوں اب تک طبع نہیں ہوا۔ اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر میں نے ۱۹۱۵ء میں مشاہیر کے حالات بہ اعتبار حروف تہجی ترتیب دینا شروع کیے۔ قاموس المشاہیر کے نام سے اس مجموعے کو موسوم کیا۔ کتاب کا حجم بڑھ جانے کے خیال سے اختصار کو ہر موقع پر مدنظر

رکھا۔قدماسے لے کر موجودہ زمانے تک کے مشاہیر کا حال درج کیا۔

(۱) صرف ان مشرقی مشاہیر وعمائد کو لیا گیا ہے جن کو عربی، فارسی، اردو، ہندی، بھاشا، سنسکرت کے علوم وفنون یا زبان سے تعلق ہے۔اگر کسی نامور کا سنہ ولادت یا وفات نہیں ملا ہے مگر اس کی کوئی تالیف وتصنیف مل گئی ہے تو اس کی تصنیف کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

(۲) اہل علم کے سوا سلاطین ووالیان ملک کو بھی ان کی شخصیت کے لحاظ سے جگہ دی گئی ہے۔

(۳) مشاہیر میں ایسے لوگ (جن کو کسی نہ کسی اہم تاریخی واقعہ سے تعلق ہے) شامل کر لیے گئے ہیں۔

(۴) تاریخ ولادت ووفات اور زمانہ زندگی کو حتی الوسع التزاماً لکھا گیا ہے۔

(۵) کتاب کی تدوین لغت کی طرح بہ ترتیب حروف تہجی کی گئی ہے اور جس نامور کا حال درج کیا ہے اس میں زیادہ تر اس کے اصلی نام کے حروف کا لحاظ کیا گیا ہے مگر وہ باکمال جو اپنے تخلص یا کنیت یا خطاب سے زیادہ مشہور ہیں ان کو عرف عام کی ترتیب میں شامل کیا گیا ہے۔

اردو زبان میں یہ کتاب اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے اور ایک کمزور کوشش واحد کا نتیجہ ہے اس لیے آیندہ اس کا نقش ثانی اگر کسی زبردست قوت سے تیار کیا گیا تو یقیناً وہ زیادہ مکمل ہوگا۔لیکن بااین ہمہ مجھے فخر ہے کہ میری ادنیٰ کوشش نے اردو کے قابل مصنفین کے سامنے ایک نمونہ پیش کر دیا ہے۔مجھے اعتراف ہے کہ اس مجموعہ میں زیادہ تر ہندوستان اور اس کے بعد فارس اور عرب کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔دوسرے ایشیائی ممالک کے عمائد کو اپنا واجبی حصہ نہیں ملا ہے۔اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب ایک ہندوستانی کے قلم سے لکھی گئی، ہندوستان کے لوگوں کے لیے لکھی گئی اور اس ذخیرے سے لکھی گئی جو ہندوستان میں دستیاب ہو سکا۔اس کتاب کی ترتیب میں مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کرنی پڑی ہے۔مثلاً

(۱) ابن خلکان (۲) ابن خلدون (۳) طبری (۴) اخبار الاخیار (۵) تاریخ اکبری (۶) سیر المتاخرین (۷) منتخب التواریخ (۸) آئین اکبری (۹) دربار اکبری (۱۰) طبقات اکبری متعدد (۱۱) تذکرۃ الاولیاء (۱۲) ماثر الامراء (۱۳) ماثر الکرام (۱۴) خزانہ عامرہ (۱۵) نفائس المآثر (۱۶) سرو آزاد (۱۷) سبحۃ المرجان فی آثار الہندوستان (۱۸) مفتاح التواریخ (۱۹) آتش کدہ (۲۰) المامون (۲۱) الفاروق (۲۲) سیرۃ النعمان (۲۳) تاریخ الخلفاء (۲۴) یادگار غالب (۲۵) حیات سعدی (۲۶) صحیفۂ زریں (۲۷) تمدن عرب (۲۸) تمدن ہند (۲۹) ید بیضا (۳۰) سفرنامہ روم ومصر وشام (علامہ شبلی) (۳۱) تاریخ ہندوستان (مولوی ذکاء اللہ) (۳۲) بستان آصفیہ (۳۳) امرائے ہنود (۳۴) آثار الصنادید (۳۵) تاریخ الاطبا (۳۶) اورینٹل بایوگریفکل ڈکشنری (۳۷) امپیریل گزیٹر (۳۸) امپیریل کارونیشن دربار (۳۹) شارٹ ہسٹری آف سراسنز (امیر علی) (۴۰) بوستان اودھ (۴۱) سیرۃ النبی (شبلی) (۴۲) النبی والاسلام (۴۳) تذکرہ میر محتشم (۴۴) انسائیکلو پیڈیا برطانیکا (۴۵) محبوب الزمن (۴۶) محبوب الوطن (۴۷) محبوب ذی المنن (۴۸) مخانۂ جاوید (۴۹) نظام الملک طوسی۔

اس مجموعے کے دوران تالیف مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ یہ ایک دشوار گزار مرحلہ ہے اور اس کو آسانی سے طے کرنا مجھ جیسے بے بضاعت شخص کا کام نہیں ہے۔ لیکن میں نے اس اندیشے کو بالائے طاق رکھ کر استقلال کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے کام جاری رکھا۔ بدایوں میں کتب خانہ موجود نہ ہونے سے میری مشکلات میں اضافہ ہوا۔ میں نے اس تالیف کی تکمیل کے شوق میں علی گڑھ، رامپور، حیدرآباد کا سفر کیا اور وہاں کے کتب خانوں میں جا کر اکثر کتابوں سے مدد لی۔ مجھے اعتراف ہے کہ بعض قابل احباب کی امداد بھی اس تالیف میں میرے لیے نہایت قیمتی ثابت ہوئی۔ اس کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس وقت صرف جلد اول ناظرین کے سامنے پیش کی جاتی ہے دوسری جلد کے بھی شائع ہو جانے کی امید ہے۔ میری شبانہ روز کی مسلسل سعی اس بارے میں جاری ہے۔ خدا سے امید ہے کہ وہ میری سعی کو مشکور کرے گا۔ السعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔

خاکسار
نظامی بدایونی
بدایوں (روہیل کھنڈ) ۲۰ ستمبر ۱۹۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

الف

آبتین: فریدون کے باپ خاندان پیش دادیاں فارس کے ساتویں بادشاہ کا نام ہے جو جمشید شاہ فارس کی نسل سے تھا۔

آبرو: شاہ نجم الدین عرف شاہ مبارک۔ شاہ محمد غوثؒ گوالیاری کی اولاد میں تھے۔ طبقۂ اوّل کے مشہور شعراء میں شامل ہیں۔ صاحب دیوان تھے۔ انجمن ترقی اردو اور مولانا حسرت موہانی کے کتب خانے میں ان کا دیوان موجود ہے۔ رضا لائبریری رامپور میں بھی ایک نسخہ ہے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کا زمانہ پایا تھا۔ ۱۱۶۱ھ میں انتقال ہوا۔

آپا صاحب: رگھو جی بھونسلا کا بھتیجا اور پرس رام بھونسلا کا جو بالا صاحب کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے چچازاد بھائی تھا۔ بالا صاحب ۱۸۱۶ء میں پونا میں تخت نشیں ہوا۔ لیکن وہ اپنی انتظامی ناقابلیت اور بدعقل ہونے کے سبب سے اتار دیا گیا۔ اور آپا صاحب کا رکن مقرر ہوا۔ اس نے خفیہ طور سے بالا صاحب کو قتل کرا دیا اور اس راز کے افشاء ہونے پر وہ ۱۸۱۸ء میں گرفتار کر کے رزیڈنسی میں لایا گیا۔ لیکن اپنے محافظوں کو رشوت دے کر راستے سے فرار ہو گیا اور پنجاب پہنچ کر اس نے راجہ رنجیت سنگھ کی فیاضی پر اپنی زندگی بسر کی۔ اس کے معزول ہونے پر اس کا پوتا راگھو جی بھونسلا گدی پر بیٹھا۔

آپا صاحب: نراین راجہ ستارہ کا تیسرا بھائی تھا۔ اور ۱۸۳۹ء میں اپنے بھائی کی معزولی کے بعد انگریزی گورنمنٹ نے اس کو ستارے کی مسند پر بٹھایا۔ ۵/ اپریل ۱۸۴۸ء کو فوت ہو گیا۔ اپنی وفات سے قبل اس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ ایک لڑکے مسمّیٰ بلونت راؤ بھونسلا کو متبنّیٰ کر لے لیکن یہ تجویز نامنظور ہوئی۔ اور ستارہ انگریزی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

آتش: خواجہ حیدر علی آتش تخلص۔ خواجہ علی محسن کے بیٹے لکھنؤ کے رہنے والے شیخ مصحفی کے شاگرد تھے۔ ناسخ کے ہمعصر تھے۔ سرکار لکھنؤ سے اسّی روپیہ ماہوار بطور وظیفہ ملتے تھے۔ ناسخ کے انتقال کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کی نظر میں پھر کوئی داد دینے والا نہیں رہا۔ سپاہیانہ وضع تھی۔ ۱۲۶۳ء میں انتقال کیا۔ ان کا دیوان ان کی حیات میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا تھا۔ ان کے شاگردوں میں رند، صبا، میر دوست علی خلیل اور پنڈت دیاشنکر نسیم وغیرہ مشہور گزرے ہیں۔

آثم: حفیظ اللہ کا تخلص ہے۔ (ملاحظہ ہو حفیظ اللہ شیخ)۔

آدم علیہ السلام اوّل البشر: سب سے پہلے انسان اور بشر تھے۔ آپ کے بعد حضرت حوا پیدا ہوئیں اور واقعۂ ہجرت نبوی سے ۷ ہزار سال قبل جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور ان دونوں سے اولاد کا سلسلہ جاری ہو کر نسل انسانی کا ظہور ہوا۔

آدم جی پیر بھائی (سر): بمبئی کا مشہور تاجر تھا۔ اصل

وطن دھوراجی ریاست گونڈل کاٹھیاوار تھا۔ قوم بواہیر کے ایک غریب خاندان میں ۱۳ / اگست ۱۸۴۵ء کو اپنے وطن میں پیدا ہوا۔ ۱۷ سال کی عمر میں بمبئی پہنچ کر تجارت شروع کی۔ جس کی ابتدا ٹھیکوں وغیرہ سے ہوئی۔ خیمہ دوزی کا کارخانہ قائم کیا جو اس وقت خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کارخانہ دباغت چرم کا بھی کھولا جو مغربی ہند میں پہلا کارخانہ تھا۔ غریب یتیموں کے واسطے سوا تین لاکھ روپے کی لاگت سے پونے چھ سو فیٹ طویل عمارت تعمیر کی جس میں مسجد اور ہسپتال بھی ہے۔ یہاں یتیموں کی بود و باش اور تعلیم و پرورش کا انتظام ہے۔ اپنے وطن میں ایک لاکھ کے صرف سے ایک مدرسہ جاری کیا۔ علی گڑھ کالج کو گراں بہا چندے دیئے۔ اس کی خیرات کا اندازہ پچاس لاکھ کیا جاتا ہے۔

پبلک خدمات کے صلے میں بمبئی کا شریف مقرر ہوا۔ سر کا خطاب پایا۔ ۱۱ / اگست ۱۹۱۳ء کو بعارضۂ ذات الجنب انتقال کیا۔

آدم خاں : قوم ککھڑ کے سردار کا نام ہے۔ اس کے ملک کا اصل مالک اس کا بھتیجا کمال خاں تھا جو قید ہوگیا تھا اور جب اس پر شاہنشاہ اکبر کی عنایت مبذول ہوئی تو اس نے اپنے موروثی ملک کی خدمت کی استدعا کی۔ بادشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ نصف ملک تو کمال خاں کو دیا جائے اور نصف پر آدم خاں قابض رہے۔ لیکن آدم خاں نے اس حکم سے سرتابی کی اور افواج شاہی سے مقابلہ ہوا۔ قصبۂ ہیلان میں جو کہ جلیاں والے کے جنوب میں واقع ہے ۹۷۰ھ میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ لشکر شاہی کو فتح حاصل ہوئی۔ سلطان آدم خاں گرفتار ہو کر مقید ہوگیا اور قید ہی میں فوت ہوا۔

آدینہ بیگ خاں : چنو آریہ کا لڑکا تھا۔ سرک پور میں لاہور کے نزدیک پیدا ہوا۔ دہلی میں مغلیہ خاندان میں پرورش پائی اور سپاہی ہوا لیکن اس نے فن حساب میں بھی مہارت حاصل کی۔ جب کہ نادر شاہ بلوشاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو یہ سلطانپور کا حاکم تھا۔ بعدہٗ پنجاب کا حاکم ہوگیا۔ ۱۷۵۸ء میں اس نے افغانوں کو لاہور کے نزدیک شکست دی۔ اس کے بعد خان پور میں ہوشیار پور کے نزدیک مرگیا۔ اور کوئی جانشین نہ چھوڑا۔ اس کا شاندار مقبرہ اب تک موجود ہے۔

آذر : لطف علی بیگ مصنف تذکرۂ آتش کدہ۔ آذر تخلص ہے۔ ایک مشہور ایرانی شاعر تھا۔ اس نے یہ تذکرہ ۱۷۶۵ء میں جمع کیا جس میں شعرائے ایران کے حالات درج ہیں۔ ۱۸۸۳ء کے قریب انتقال ہوا۔

آذری شیخ (اسفرائنی): اصلی نام جلال الدین حمزہ تھا۔ خراسان کے رہنے والے باخدا مسلمان اور ایک اچھے شاعر تھے۔ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے وقت میں ایک دفعہ ۱۴۴۲ء میں دکن آئے اور مختصر قیام کے بعد اپنے وطن کو واپس گئے اور وہیں بعمر ۸۲ سال ۱۴۶۲ء مطابق ۸۶۶ء میں انتقال کیا۔ بہت سی تصنیفات چھوڑیں جن میں سے جواہر الاسرار، طغرائے ہمایوں، ثمرات مشہور ہیں۔ ایک دیوان ۳۰ ہزار اشعار کا یادگار ہے۔ بہمن نامہ منظوم بھی انھیں کی تصنیف ہے۔ ان کا مقبرہ اسفرایان میں موجود ہے۔

آرارو : صوبۂ الٰہ آباد میں موضع کوڑا جہان آباد ضلع فتح پور کا زمین دار تھا۔ جس نے محمد شاہ کے عہد میں سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نواب جاں نثار خاں کو جو وہاں کا چکلہ دار تھا ۱۷۳۱ء میں قتل کر دیا۔ اس پر جاں نثار خاں کے بیٹے نے اس کے مقابلے کو کئی مرتبہ فوج لے کر چڑھائی کی۔ ۱۷۳۵ء کی لڑائی میں

سعادت خاں صوبہ دار اودھ نے ارارو کو مروا ڈالا اور سر اتروا کر محمد شاہ بادشاہ دہلی کے پاس بھیج دیا۔

آرام بانو بیگم : بادشاہ اکبر کی دختر شاہنشاہ جہاں گیر کی بہن تھی۔ بہ عمر ۴۰ سال ۱۶۲۴ء مطابق ۱۰۳۳ء میں فوت ہوگئی۔ بمقام سکندرہ ضلع آگرہ اکبر کے مقبرے میں دفن ہے۔ اس کی ماں کا نام بی بی دولت شاہ تھا اور بہن کا نام شکرالنساء بیگم تھا۔

آرام شاہ (سلطان): اپنے باپ سلطان قطب الدین ایبک بادشاہ دہلی کے بعد ۱۲۱۰ء مطابق ۶۰۷ھ میں تخت نشیں ہوا مگر ایک سال حکومت کرنے کے بعد اس کو التمش نے (جو قطب الدین کا پسر متبنّی اور داماد تھا) معزول کر دیا اور خود شمس الدین التمش کے لقب سے تخت نشیں ہوا۔

آرزو : (ملاحظہ ہو سراج الدین علی خاں آرزو)

آریا بھٹ : ہندوستان میں علم نجوم کا آدم مانا جاتا ہے۔ پیدائش ۴۷۶ء میں بمقام پٹلی پتر یعنی پٹنہ ہوئی۔ نجوم میں ہندوستان کی سب سے زیادہ قدیم تصنیف چار رسالوں پر مشتمل تھی جو سدھانت کہلاتے تھے۔ آریا بھٹ نے ان اصول اور مسائل کو ایک نئے عملی اور جامع پیرایے میں آراستہ کیا۔ اس کی تصنیف آریا بھٹا کے نام سے مشہور ہے۔ آریہ بھٹ کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ وہ زمین کی محوری گردش کا معترف و مؤید تھا۔ اس نے اسباب کسوف اور خسوف کی بھی توضیح کی ہے۔

آزاد : مولوی محمد حسین نام دہلی کے باشندے۔ مولوی باقر علی کے بیٹے ذوق کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ۱۸۵۷ء کے آخر زمانے میں اپنے اہل و عیال کے ہمراہ لکھنؤ پہنچے۔ ۱۸۶۴ء میں لاہور آ کر ڈائرکٹر سر رشتہ تعلیم کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ ایک سرکاری اخبار اتالیق پنجاب کے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ سرکار انگریزی سے شمس العلماء کا خطاب پایا۔ استاد ذوق کا ایک دیوان خاص طور پر مرتب کیا۔ ان کی تصنیفات سے تذکرۂ آب حیات، نیرنگ خیال، سخندان فارس، دربار اکبری، مجموعۂ نظم آزاد، جامع القواعد فارسی وغیرہ مشہور ہیں۔ ۱۸۸۹ء سے جنون کی ابتداء ہوئی جس نے مرتے دم تک ساتھ دیا۔ اس حالت میں بھی وہ تصنیف و تالیف کرتے رہے۔ حالت جنوں کی ایک تصنیف سپاک ونماک مشہور ہے۔ ۲۲ رجون ۱۹۱۰ء مطابق ۹ رمحرم ۱۳۲۸ھ کو انتقال کیا۔

آزاد : میر غلام علی بلگرامی کا تخلص ہے۔ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ سید نوح نے ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ میں انتقال کیا۔ میر عبدالجلیل بلگرامی کے نواسے تھے۔ آزاد کا شمار شعراء کے طبقۂ اعلیٰ میں ہے۔ متعدد تصانیف عربی اور فارسی میں چھوڑیں جن میں قصائد غزا، سبحۃ المرجان، خزانۂ عامرہ اور تذکرۂ سرو آزاد مشہور ہیں۔ ۱۷۸۶ء مطابق ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی۔

آزاد خاں : گورنر کشمیر۔ قوم افغان سے تھا۔ اس کا باپ حاجی کریم داد خاں ابتداء احمد شاہ ابدالی کے خدام میں داخل تھا۔ تیمور شاہ نے احمد شاہ ابدالی کی وفات پر حاجی کریم داد خاں کو اس صلے میں کہ اس نے امیر سابق گورنر کے زمانے کی بغاوت کو فرو کیا تھا کشمیر کی حکومت تفویض کی۔ حاجی مذکور کے انتقال کے بعد آزاد خاں جانشیں ہوا۔

آسا اہیر : ایک گڈریا تھا۔ لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ تقریباً دو ہزار آدمیوں کی جمعیت اس کے ساتھ تھی۔ وہ ایک پہاڑی پر رہتا تھا، جہاں اس نے ایک قلعہ بنایا تھا جو اسیر گڑھ کے نام سے مشہور ہے اور ہندوستان کے

سب سے زیادہ مستحکم قلعوں میں اس کا شمار ہے۔ آسا کو ملک نصیر خاں فاروقی کے سپاہیوں نے قتل کر دیا اور قلعہ اسیر گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ دوصدی کے بعد اکبر کے زمانے میں نہ صرف قلعہ اسیر گڑھ بلکہ نماڑ سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۱۷ء میں یہ حصہ ملک برٹش گورنمنٹ کے قبضے میں آیا۔

آسکرن کچھواہا : راجہ بہاری مل کچھواہا کا بھائی تھا اور اس کے ساتھ ملازمت اکبری میں داخل ہوا۔ ۲۲ جلوس اور مکرر ۲۳ ج میں راجہ بدھکر کی لڑائی کے واسطے روانہ ہوا۔ ۳۱ ج میں صوبہ داری اکبر آباد کے معزز عہدے سے سربلند ہوا۔ ۳۴ ج مطابق ۱۵۸۹ء میں وفات پائی۔

آشنا : مرزا محمد طاہر ابن نواب ظفر خاں المخاطب بہ عنایت خاں کا تخلص ہے۔ ۱۶۶۶ء مطابق ۱۰۷۷ھ میں وفات پائی۔ اس شاعر نے شاہجہاں اور دارا شکوہ کی مدح میں اکثر قصائد لکھے ہیں جو اس کے مجموعۂ کلام کلیات آشنا میں ملتے ہیں۔

آشوب : محمد بخش لکھنوی کا تخلص ہے۔ آصف الدولہ اور اس کے باپ شجاع الدولہ کے عہد کا شاعر تھا۔ صاحب دیوان ہے۔

آصف : قم واقع ایران کا باشندہ۔ شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان آیا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔

آصف الدولہ : اسد خاں کا خطاب ہے (ملاحظہ ہو اسد خاں)۔

آصف الدولہ (نواب): شجاع الدولہ والی اودھ کا خلف اکبر تھا۔ شجاع الدولہ کی وفات پر جنوری ۱۷۷۵ء مطابق ۱۱۸۸ھ میں جانشیں ہوا۔ بجائے فیض آباد کے لکھنؤ کو دارالسلطنت بنایا۔ ۲۳ سال ۷ ماہ سلطنت کی اور ۲۱ ستمبر ۱۷۹۷ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۱۲ھ کو فوت ہوا اور اپنے امام باڑے میں جو آج تک لکھنؤ کی عمدہ شاہی عمارتوں میں سمجھا جاتا ہے اور آصف الدولہ کے نام سے مشہور ہے دفن ہوا۔ وزیر علی جو اس کا سب سے بڑا پسر متبنیٰ تھا وصیت کے مطابق مسند نشیں ہوا۔ لیکن چار ماہ بعد اس کو سر جان شور گورنر کلکتہ نے معزول کر کے سعادت علی خاں کو جو آصف الدولہ کا بھائی تھا مسند نشیں کر دیا۔ آصف الدولہ کی تصنیف سے ایک اردو فارسی کا دیوان موجود ہے۔ سخاوت اس حد کو پہنچی تھی کہ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے "جسے نہ دے مولیٰ اسے دے آصف الدولہ"۔

آصف جاہ اوّل : کا نام قمرالدین خاں تھا، شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے تھے۔ خواجہ عابد خاں نواب ان کے دادا تھے۔ سمرقند سے شاہجہاں کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ اورنگ زیب کے زمانے میں جب وہ مکّے سے واپس آئے محکمۂ صدارت کے صدر نشیں ہوئے اور چین قلیچ خاں کے خطاب اور منصب پنج ہزاری سے سرفراز کیے گئے۔ جب تانا شاہ اور عالمگیر میں لڑائی ہوئی اسوقت ان کے زخم کاری لگا۔ فرخ سیر کے عہد میں مالوے اور مراد آباد کے ناظم رہے۔ سید عبداللہ خاں اور سید حسین علی خاں بادشاہ گران کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے انھوں نے دکن کا رخ کیا اور اپنی قابلیت کے اظہار کا یہاں موقع پایا۔ دکن کی حالت اس وقت متزلزل تھی۔ آصف جاہ نے فوج فراہم کر کے یہاں نظام قائم کیا اور خود مختار حکومت قائم کر لی۔ ۱۷۱۷ء میں اسیر گڑھ کا قلعہ حاصل کر کے اپنی طاقت کو زبردست کر لیا۔ بادشاہ کو بھی وقت مقررہ پر پیشکش بھیجتے رہے۔ تیس سال تک دکن میں کامیاب حکومت کی۔ محمد شاہ اور نادر شاہ کی لڑائی میں سپہ سالار تھے اور اسی لڑائی میں ایک کاری زخم

لگا جس سے جانبر نہ ہوسکے۔فرماں روایان حیدرآباد کے مورث ہیں۔محمد شاہ کی وفات کے ۳۷ دن بعد بتاریخ ۲۲رمئی ۱۷۴۸ء مطابق ۴رجمادی الثانی ۱۱۶۱ھ انتقال کیا۔برہان پور میں دفن ہوئے۔ان کے بڑے بیٹے ناصر جنگ جانشیں ہوئے اور نواب ناصر جنگ ۱۱۶۴ھ میں پانڈیچری کی لڑائی میں شہید ہوئے۔نعش روضہ خلدآباد میں پہنچائی گئی۔وہیں آپ کا مزار ہے۔پھر نواب مظفر جنگ تخت نشیں ہوئے۔لیکن صرف دوماہ کی حکومت کے بعد یہ بھی شہید ہوگئے۔نواب مظفر جنگ آصف جاہ اول کے نواسے تھے۔

ان کے بعد آصف جاہ اول کے تیسرے فرزند نواب سید محمد خاں صلابت جنگ مسند نشیں ہوئے لیکن شاہ عالم بادشاہ دہلی کی طرف سے جب نظام علی خاں، آصف جاہ ثانی کی صوبہ داری کا فرمان پہنچا تو آپ ۱۴رذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو گوشہ نشیں ہوگئے اور ۱۱۷۷ھ میں بمقام بیدر وفات پائی۔ایک دیوان ان سے یادگار ہے جو سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں ملا تھا۔

آصف جاہ ثانی : نواب میر نظام علی خاں بہادر کیم شوال ۱۱۴۶ھ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔تاریخی نام حفیظ الدین خاں ہے۔دربار شاہان دہلی سے خان بہادر اسد جنگ کا خطاب حاصل کیا۔۱۴رذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو اپنے بھائی صلابت جنگ کو معزول کر کے تخت نشیں ہوئے۔۴۲ سال حکومت کر کے ستر برس ۶ ماہ سترہ یوم کی عمر میں ۱۷ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۲ء کو دنیا سے رحلت کی اور مکہ مسجد میں دفن ہوئے۔آپ نہایت شجاع اور صاحب تدبیر تھے۔نواب ناصر الدولہ شہید اور نواب مظفر جنگ کا بدلا پٹھانوں سے بڑی اولوالعزمی کے ساتھ لیا اور اکثر لڑائیاں آپ کے زمانے میں ہوئیں۔مرہٹوں نے آپ کے ملک کا بہت بڑا حصہ دبا لیا تھا۔آپ نے بلدۂ حیدرآباد کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔نواب سکندر جاہ ان کے صاحب زادے جانشیں ہوئے۔

آصف جاہ ثالث : سکندر جاہ۔نواب میر اکبر علی خاں بہادر آصف جاہ ثالث کیم رجب ۱۱۸۲ھ کو حیدرآباد میں تولد ہوئے۔۲۲ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ کو تخت نشیں ہوئے۔برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ کی تجدید کر کے اتحاد قائم کیا۔تعمیرات کا بہت شوق تھا۔اکثر جدید محلات کے علاوہ تالاب میر عالم و محلہ جلوخانہ قریب عیدگاہ جدید آپ کے عہد میں تیار ہوا۔نہایت وجیہ اور خوش بیان تھے۔مولوی عبدالکریم انہیں کے عہد میں مہدویوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔مہدوی خارج البلد کیے گئے۔۲۹رمحرم ۱۲۴۳ھ کو آپ کی صاحبزادی فیروز النساء بیگم نے انتقال کیا۔اس صدمے سے آپ کو دق ہوگئی اور ۱۷رذی قعدہ ۱۲۴۴ھ کو ۲۶ سال سلطنت کر کے ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔مکہ مسجد میں دفن ہوئے۔

آصف جاہ رابع : فرخندہ علی خاں میر۔نواب ناصر الدولہ بہادر خطاب سلسلۂ آصفیہ سے دکن کے چوتھے حکمراں سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کے بڑے فرزند اور جانشیں تھے۔۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔۲۰رذی قعدہ ۱۲۴۴ھ م ۱۸۲۹ء کو تخت نشیں ہوئے۔ان کے زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے جدید عہد نامہ ہوا۔حیدرآباد میں رودموسیٰ کا مشہور پل چادرگھاٹ انھیں کے زمانے میں تیار ہوا۔نواب سرسالار جنگ اعظم ان کے مشہور وزیر تھے۔ ت کی اصلاحیں ان کے زمانے میں عمل میں آئیں۔صوبۂ برار کا ٹھیکہ انھیں کے عہد میں انگریزوں کو دیا گیا۔۱۲۷۳ھ میں انتقال ہوا۔مکہ مسجد میں دفن ہوئے۔نواب منیر الملک اور راجہ

چندولال اور سرسالار جنگ اعظم آپ ہی کے عہد کے مشہور مدارالمہام ہیں۔ عربوں اور مہدویوں اور سنّی و شیعہ کے فساد آپ ہی کے وقت میں ہوئے۔

آصف جاہ خامس : نواب میر تہنیت علی خاں بہادر آصف جاہ خامس افضل الدولہ نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ ۳۰/ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۷/ ذی قعدہ ۱۲۵۰ھ کو افضل الدولہ کا خطاب پایا۔ ۲۴/ رمضان ۱۲۷۳ھ کو تخت نشیں ہوئے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے موقع پر آپ نے انگریزوں کی دامے درمے سخنے ہر طرح سے مدد کی۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں دوبارہ سلطنت انگریزی کی بنا ڈالی۔ ۲۲/ صفر ۱۲۷۸ھ کو ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب اور تمغہ دیا اور تحائف بھی ارسال کیے۔ افضل پل، افضل المساجد، شفاخانۂ افضل گنج وغیرہ متعدد عمارات آپ کے عہد میں تیار ہوئیں۔ آپ کی سخاوت اور جسمانی قوت کے متعلق متعدد روایات زبان زد ہیں۔ فقراء تک آپ کے عہد میں جاگیردار ہوگئے۔ ۱۲ سال حکومت کر کے ۴۲ برس کی عمر میں ۱۳/ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو انتقال کیا۔ مکہ مسجد میں دفن ہوئے۔

آصف جاہ سادس : حضور آصف جاہ مظفر الملک نظام الدولہ نواب میر محبوب علی خاں بہادر فتح جنگ فرماں روائے حیدرآباد دکن۔ پیدائش ۱۸/ اگست ۱۸۶۶ء۔ ۲۶/ فروری ۱۸۶۹ء کو ۳ برس کی عمر میں نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس کی جگہ تخت نشیں ہوئے۔ شعروسخن سے آپ کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ حضرت داغ دہلوی سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ ایک دیوان غیر مطبوعہ چھوڑا۔ ۲۹/ اگست ۱۹۱۱ء کو انتقال ہوا۔ آپ کے عہد میں بہت سی عمارات و باغات وغیرہ تعمیر ہوئے۔ ٹون ہال و سڑکیں بنائی گئیں۔ قطب شاہی خاندان کے مقابر کی مرمت کرائی گئی۔ میر عثمان علی خاں بہادر موجودہ نظام آپ کے جانشیں ہوئے۔

آصف جاہ سابع : نواب میر عثمان علی خاں بہادر۔ آصف جاہ سادس کے فرزند اعظم ۲۹/ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ روز شنبہ کو ۹/ بجے شب کے وقت پیدا ہوئے۔ ۲۹/ رمضان ۱۳۲۰ھ کو اپنے والد ماجد کے ہمراہ ایڈورڈ ہفتم کے دربار تاجپوشی میں دہلی گئے۔ ۱۹/ صفر ۱۳۲۴ھ کو آپ کا عقد مرشد زادہ جہانگیر بادشاہ کی صاحبزادی سے ہوا۔ ۲۹/ اگست ۱۹۱۱ھ مطابق ۵/ رمضان ۱۳۲۹ھ یوم سہ شنبہ کو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۱۲ء مطابق ذی حجہ ۱۳۳۰ھ کو جارج پنجم کے دربار تاجپوشی میں بمقام دہلی شرکت فرمائی۔ جنوری ۱۹۱۸ء میں برٹش گورنمنٹ نے معزز خطاب ''ہزاگزالٹیڈ ہائنس'' کا آپ کے سابقہ خطابات پر اضافہ کیا۔ ستمبر ۱۹۱۸ء میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے لکھنؤ میں جلسۂ عام منعقد ہوکر ''محی الملۃ والدین'' کا خطاب پیش کیا گیا۔ جس کو اعلیٰ حضرت نے شکریے کے ساتھ قبول فرمایا۔ آپ کے عہد حکومت کی برکات بے شمار ہیں۔ علماء و مشائخ، مساجد و مقابر، و مدارس اور ہر مذہب کے عبادت خانوں کو آپ کے دربار سے معقول امدادیں ملتی ہیں۔ آپ کے عہد میں شہر حیدرآباد کی از سرنو تعمیر ہوئی۔ ہر محکمے میں جدید انتظامات و اصلاحات ہوئیں۔ بالخصوص محکمۂ امور مذہبی آپ کے عہد میں اس قدر اصلاح پذیر ہوا کہ گویا بالکل جدید محکمہ بن گیا۔ صنعت و حرفت کی ترقی کے

علاوہ سب سے زیادہ قابل قدر تعلیمی ترقی ہے جو آپ کے دورِ حکومت میں ہوئی عثمانیہ اردو یونیورسٹی موسوم بہ جامع عثمانیہ قائم ہوئی۔ علوم جدید کی کتابوں کے ترجمے انگریزی وغیرہ سے زبان اردو میں ہو رہے ہیں۔ جن کی بدولت زبان اردو میں علم بن کر رہے گی۔ اس یونیورسٹی میں کل علوم اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ انگریزی بطور زبان ثانی درس میں داخل ہے۔ دینیات کی تعلیم بھی داخل ہے۔ دینیات کی تعلیم بھی داخل نصاب ہے۔ رعایائے دکن مسکرات کی بدولت تباہ و برباد تھی۔ آپ نے اس کا انسداد کیا جنگ عظیم میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جس اعلیٰ وفاداری، خلوص اور فیاضی کا عملی ثبوت دیا وہ زمانے میں اظہر من الشمس ہے۔ آپ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہنے کا اعلیٰ ملکہ رکھتے ہیں۔ چند دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ اس وقت سریر آرائے دکن ہیں۔

آصف خاں اوّل : اس کا اصل نام عبدالمجید تھا۔ سلطان اکبر کے عہد میں ایک سردار تھا۔ ۱۵۶۵ء م ۹۷۳ھ میں گڑاکوٹا کی ریاست کو جو بندیل کھنڈ کی سرحد پر دریائے نربدا کے کنارے واقع تھی، فتح کیا۔ اس ریاست پر اس وقت درگاوتی حکمراں تھی۔ اس رانی نے تاب مقابلہ نہ لا کر اپنے آپ کو خنجر سے ہلاک کر ڈالا۔ اس کا خزانہ بہت قیمتی تھا جو آصف خاں کے ہاتھ آیا۔ اس خزانے کی طمع میں بغاوت اختیار کی لیکن کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے قصور معاف کر دیا۔ چتور کا ملک فتح ہونے پر بطور جاگیر اس کو عطا ہوا۔

آصف خاں دوئم : مرزا غیاث الدین علی قزوینی کا خطاب ہے۔ آقا ملا کا بیٹا اور آصف خاں جعفر بیگ کا بھتیجا تھا۔ اکبر کے زمانے میں بخشی گیری کے عہدے پر ممتاز ہوا۔ فتح گجرات کے بعد جو ۹۸۱ھ میں واقع ہوئی بہت سے کارنمایاں کیے اور عباس خاں کا خطاب پایا۔ ۱۵۷۳ء مطابق ۹۹۱ھ میں بمقام گجرات فوت ہوا۔ اور اس کا بھتیجا جعفر بیگ جانشیں ہوا۔

آصف خاں رابع : اس کا اصل نام ابوالحسن تھا۔ اعتقاد خاں و یمین الدولہ وغیرہ کے خطابات سے ممتاز تھا۔ وزیر اعتماد الدولہ کا لڑکا اور نور جہاں بیگم کا بھائی تھا۔ شاہنشاہ جہانگیر نے ۱۶۲۱ء مطابق ۱۰۳۰ھ میں وزیر مقرر کیا۔ اس کی دختر ارجمند بانو بیگم المعروف بہ ممتاز بہ ممتاز محل کی شادی شہزادہ شاہجہاں سے ہوئی۔ ۱۰ر نومبر ۱۶۴۱ء مطابق (۱۷) شعبان ۱۰۵۱ھ کو بہ عمر ۷۰ سال انتقال ہوا۔ شہر لاہور کے مقابل دریائے راوی کے کنارے دفن ہوا۔ چار لڑکے شائستہ خاں، مرزا مسیح، مرزا حسین اور نوشہ نواز خاں چھوڑے۔

آصف خاں جعفر بیگ : عام طور پر مرزا جعفر بیگ کے نام سے مشہور ہے۔ آصف خاں مرزا جعفر بخشی بیگی بھی کہلاتا ہے۔ مرزا بدیع الزماں کا بیٹا اور آقا ملا قزوینی کا پوتا تھا۔ قزوین سے ۱۵۷۷ء م ۹۸۵ھ میں ہندوستان آیا۔ اپنے چچا مرزا غیاث کی سفارش سے جو شاہنشاہ اکبر کے دربار کا ایک سردار تھا اور جس کا خطاب آصف خاں تھا دربار شاہی میں باریابی حاصل کی اور اپنے چچا کی وفات کے بعد بخشی گیری کا عہدہ اور آصف خاں کا خطاب ۱۵۸۱ء مطابق ۹۸۹ھ میں حاصل کیا۔ دیگر قابل اشخاص کے ساتھ شاہنشاہ اکبر نے تاریخ الفی کی تالیف پر اس کو بھی مامور کیا تھا۔ شاعر بھی تھا جعفر تخلص تھا۔ کتاب شیریں خسرو اس کی مشہور تصنیف ہے۔ شاہنشاہ اکبر نے اس کو ۱۵۹۸ء مطابق ۱۰۰۷ھ میں دیوان خاص کا عہدہ عطا کیا اور جہانگیر کے عہد میں وزارت کے اعلیٰ عہدے پر مامور ہوا۔ ۱۶۱۲ء مطابق ۱۰۲۱ھ میں انتقال

ہوا۔ آصف خاں کا ایک لڑکا بھی تاریخ میں جعفر کے نام سے مشہور ہے جو ۱۶۸۲ء مطابق ۱۰۹۴ھ میں بعہد عالمگیری فوت ہوا۔

آغا احمد علی : تخلص احمد ڈھاکے کا رہنے والا فارسی صرف ونحو کا ماہر تھا۔ مؤید برہان وشمشیر تیز تر کا مصنف ہے جس میں مشہور کتاب برہان قاطع کی تائید میں مرزا غالب کے خلاف بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ اشتقاق وترانہ وہفت آسماں اور فارسی کے ادب میں صنف مثنوی کی تاریخ بھی اس کی تصنیف سے ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں اس نے قابل قدر ادبی خدمات انجام دیں۔ مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں پروفیسر فارسی بھی رہا ہے۔ جو ۱۸۷۳ء م ۱۲۸۹ھ میں انتقال ہوا۔

آغا حسین خوانساری : (ملاحظہ ہو حسین خوانساری)۔

آغا خاں اوّل : حسن علی شاہ نام۔ پیدائش بمقام ایران۔ ۱۸۰۰ء میں بمقام بمبئی گورنمنٹ کے زیر سایہ ایران سے آکر آباد ہوئے۔ نسباً سید تھے۔ خاندان فاطمیہ کے خلیفہ جو مصر کے حکمراں رہے ہیں ان کے مورثوں میں تھے۔ بزمانہ سکونت ایران شاہنشاہ فتح علی شاہ کے وقت میں کرمان کے حاکم مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ تک بادشاہ ان سے خوش رہا۔ اس کے بعد ان کے خلاف سازشیں ہوئیں جن کی وجہ سے بادشاہ ناخوش ہوگیا اور انھیں ہندوستان کو ہجرت کرنی پڑی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ پہلی جنگ افغانستان جاری تھی۔ اسی زمانہ میں ہندوستان آتے ہوئے وہ افغانستان سے گزرے اور برٹش گورنمنٹ کا ساتھ دیا۔ سندھ کی لڑائی میں بھی جنرل نیپئر کی ماتحتی میں انھوں نے برٹش گورنمنٹ کی خدمات انجام دیں۔ برٹش گورنمنٹ نے آغا خاں کا خطاب دیا جو نسلاً بعد نسلٍ جاری رہے گا۔ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوئے۔

آغا خاں دوم : ۱۸۸۱ء میں اپنے باپ کے جانشیں ہوئے لیکن لیجسلیٹو کونسل بمبئی کے ممبر رہے۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب پایا۔ ۱۸۸۵ء میں فوت ہوئے۔

آغا خاں سوم (ہز ہائی نس) : سلطان محمد شاہ نام۔ پیدائش ۱۸۷۷ء۔ ماں ایرانی شاہزادی تھیں۔ اس وجہ سے ہز ہائی نس خطاب ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ دیگر شاہان یورپ و شاہ فارس نے بھی اعزاز وخطاب دیئے ہیں۔ جب کہ آٹھویں برس میں تھے بحیثیت امام فرقۂ اسمٰعیلیہ ان کے باپ نے ان کو اپنا باضابطہ جانشیں بنادیا تھا۔ یہ اس فرقہ کے اڑتالیسویں امام ہیں۔ نواح بمبئی وغیرہ میں ان کے مرید بکثرت ہیں جو خوجے کہلاتے ہیں۔ ایک قوم جو کچھی کہلاتی ہے ان کو اپنا امام مانتی ہے۔ اس کے علاوہ اسمٰعیلیہ فرقہ کے لوگ جو آغا خاں کی امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں ایران، افغانستان، روس، وسط ایشیا، چین، ترکستان، سائبریا، مصر، شمالی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ۱۸۹۸ء سے جب کہ نواب محسن الملک کی تحریک سے پہلی مرتبہ انھیں علی گڑھ کالج دیکھنے کا موقع ملا انھوں نے مسلمانوں کے قومی معاملات میں دلچسپی لینا شروع کی۔ آل انڈیا مسلم لیگ، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ندوۃ العلما وغیرہ میں شرکت کی۔ علی گڑھ کالج کو گراں قدر عطیے دیئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم یونیورسٹی کی اسکیم کو عمل میں لانے کے لیے مختلف مقامات کے سفر کیے۔ اور اس تحریک کو زندہ کرنے کا فخر حاصل کیا۔ ان کا زیادہ وقت ممالک یورپ کے سفر میں گزرتا ہے۔ علمی قابلیت ضرب المثل ہے۔ وقتاً فوقتاً کونسل کی ممبری بھی کی۔ ۱۹۰۲ء میں

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دہلی کے صدر ہوئے۔ آج کل فرانس اور انگلستان کی سیاحت میں مصروف ہیں۔ سیاسیات ہند پر انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جو ماہ جون ۱۹۱۸ء میں ولایت سے شائع ہوئی ہے۔

آغا محمد داؤد : آپ کے اجداد قطب شاہیوں کے زمانہ میں عجم سے دکن آ کر جلیل القدر عہدوں پر سرفراز ہوئے اور جاگیریں پائیں۔ وہی سلسلہ اب تک قائم رہا۔ مگر آپ مادرزاد ولی تھے۔ کبھی دولت دنیا کی طرف توجہ نہ فرمائی یہاں تک کہ شروع شباب میں ترک ملازمت کر کے ریاضت و مجاہدہ میں عمر عزیز صرف فرمادی۔ بسا اوقات عالم وجد میں صحرانوردی فرماتے تھے۔ ایک مدرسہ یتامی کے لیے قائم کیا۔ یتیموں کی خوراک و پوشاک کا انتظام مدرسہ کی جانب سے تھا۔ بلدہ حیدرآباد دکن میں آپ کی وفات ۱۵؍ربیع الاول ۱۳۲۵ھ یوم پنجشنبہ چار بجے دن م ۱۹۰۷ء میں واقع ہوئی۔ آپ کا تخلص محو تھا۔ کلام صوفیانہ تھا۔

آغا مُلّا : بادشاہ کے یہاں سے دوات دار کا خطاب ملا تھا۔ ہر سہ آصف خاں جنھوں نے اکبر اور جہانگیر کی ملازمت کی اسی کی اولاد میں تھے۔

آغا میر : غازی الدین حیدر شاہ اودھ کا وزیر تھا۔ معتمد الدولہ خطاب تھا۔ ۱۸۲۶ء مطابق ۱۲۴۲ھ میں معزول ہوگیا۔ بروز دوشنبہ، ۷؍مئی ۱۸۳۲ء مطابق ۵؍ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ وفات پائی۔ لکھنؤ میں آغا میر کی ڈیوڑھی کے نام سے ایک محلہ اب تک موجود ہے۔

آفتاب : شاہ عالم بادشاہ دہلی کا تخلص ہے۔ (ملاحظہ ہو شاہ عالم)۔

آفتاب احمد خاں : صاحبزادہ، نواب کنج پورہ کے خاندان سے ہیں۔ آپ کے والد نواب غلام احمد خاں مرحوم ریاست گوالیار میں ممبر کونسل تھے۔ آپ مئی ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے۔ مئی ۱۸۹۱ء میں انگلینڈ گئے اور کیمبرج میں بیرسٹری پاس کر کے آخر ۱۸۹۴ء میں واپس آئے اور علی گڑھ میں پریکٹس شروع کی۔ بزمانہ طالب علمی ۱۸۸۹ء میں انجمن الفرض قائم کی جس کی بدولت مسلمان طلباء کو لاکھوں روپیہ وظائف میں دئے جاچکے ہیں۔ زمانہ بیرسٹری میں بھی اپنا زیادہ وقت کالج کی خدمت میں صَرف کرتے تھے۔ سرسید کے انتقال پر ۱۹۰۴ء میں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں سکریٹری مقرر ہوئے۔ تین سو روپیہ ماہانہ کالج کو جیب خاص سے دینا شروع کیے۔ ۱۹۰۸ء تک سکریٹری رہے۔ تقریباً ۱۹۰۰ء میں کالج کے متصل اپنا مکان بنایا۔ کالج کے مختلف شعبے مختلف اوقات میں زیر نگرانی رہے۔ مثلاً عمارات، تعلیم وغیرہ۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۷ء تک محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جوائنٹ سکریٹری رہے۔ ۱۹۱۷ء میں انڈیا کونسل کی ممبری پر آپ کا انتخاب ہوا اور انگلینڈ روانہ ہوگئے۔ وہاں ہندوستان کے ہر اہم مسئلے پر زبردست یادداشتیں لکھیں۔ معاملات ٹرکی میں غیر معمولی حصہ لیا۔ بعد واپسی دسمبر ۱۹۲۳ء میں کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے ساتھ جدید نوعیت کی نمائش قائم کی۔ ۲۴؍دسمبر ۱۹۲۳ء کو آپ کا انتخاب مسلم یونیورسٹی کی وائس چانسلری پر ہوا۔ یکم جنوری ۱۹۲۴ء سے مستقلانہ پانچ چھ گھنٹے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔

آفشین : حیدر ابن کاؤس کا خطاب تھا۔ بغداد کے خلیفہ المعتصم باللہ کا سپہ سالار ترکی النسل تھا۔ خلیفہ کے دربار میں بطور غلام پرورش پائی اور ترکی فوج میں انتظام قائم رکھنے پر تقرر ہوگیا۔ اس نے ایک بڑے کپتان کی حیثیت سے خوب شہرت حاصل کی مگر خلیفہ

نے اس جرم پر کہ وہ اس کے دشمنوں سے خط و کتابت رکھتا تھا۔ ۸۴۰ء میں قتل کرا دیا۔

آفی : احمد یار خاں نام۔ فارسی میں اس کی ایک نظم مشہور ہے جس کا نام مثنوی گلزار خیال ہے اور جس میں شاہزادہ اور گدا کی کہانی ہے۔ یہ نظم ۱۸۴۸ء میں لکھی گئی تھی۔

آقا رضی : ایران کا ایک شاعر تھا جو ہندوستان میں بھی آیا تھا۔ ۱۶۱۵ء مطابق ۱۰۲۴ھ میں اپنے وطن میں واپس جا کر انتقال کیا۔

آقا محمد خاں قاچار: فارس کا بادشاہ خاندان قاچار سے تھا۔ اس کے باپ کا نام محمد حسن خاں قاچار تھا جو ماژندران کا حاکم تھا۔ عادل شاہ نے بہ زمانۂ طفولیت اس کو اپنے خواجہ سراؤں میں داخل کر لیا تھا۔ عادل شاہ کے مرنے پر اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے باپ کو کریم خاں ژند بادشاہ فارس نے قتل کرا دیا۔ آقا محمد نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا تھا۔ بادشاہ نے اس کو شیراز میں قید کر دیا۔ عرصے تک شہر سے باہر جانے کی اجازت نہ ملی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شکار کے لیے باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ ایک روز کریم خاں کی سخت علالت کی حالت میں شکار کے حیلے سے فرار ہو گیا اور اپنے وطن ماژندران میں جا کر دم لیا۔ وہاں اعلان کر دیا کہ میں مدعیان تخت فارس سے ہوں۔ علی مراد خاں بادشاہ فارس کے فوت ہونے پر ۱۷۸۵ء میں خاموشی کے ساتھ اصفہان اس کے قبضہ میں آ گیا۔ لیکن اس کو لطف علی خاں آخری بادشاہ خاندان ژند سے کئی سال تک لڑنا پڑا۔ بالآخر ۱۷۹۵ء مطابق ۱۴ رمحرم ۱۲۱۲ھ کو لطف علی خاں کے قتل کے بعد سارا فارس آقا محمد خاں کے قبضے میں آ گیا۔ اس نے بیس سال تک فارس کے بڑے حصۂ ملک پر سلطنت کی۔ ۶۳ سال کی عمر تھی کہ ۱۷۹۷ء میں اپنے دو ملازموں کے ہاتھ سے جن کو پھانسی کا حکم دیا تھا قتل ہوا۔ موجودہ خاندان قاچار حکمران فارس کا مورث تھا۔ فتح علی شاہ اس کا بھتیجا جانشیں ہوا جو ۱۸۳۴ء مطابق ۱۲۵۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد محمد شاہ بن عباس مرزا تخت نشیں ہوا جو ۱۸۴۷ء میں فوت ہو گیا۔ بعدہٗ اس کا پسر ناصر الدین شاہ کج کلاہ ایران کا بادشاہ ہوا۔

ناصر الدین کے بعد مظفر الدین شاہ قاچار تخت نشیں ہوا اور اس نے ۱۹۰۷ء میں اپنے فرزند محمد علی شاہ کو سلطنت اور اپنی رعایا کو پارلیمنٹ عطا فرمائی۔ بعدہٗ پارلیمنٹ نے محمد علی شاہ کو معزول کر کے اس کے نابالغ فرزند احمد شاہ کو ۱۹۱۲ء میں تخت نشیں کیا۔ روسی چالیں اس وقت تک ایران میں بدامنی پھیلاتی رہیں جب تک کہ ۱۹۱۷ء میں یورپ کی جنگ عظیم نے خود روس کو مبتلائے مصیبت نہ کر دیا۔ ۱۹۱۲ء میں روسیوں نے بدامنی کی آڑ میں جس وقت اپنی فوجوں کو ایران میں اتارا اسی زمانے میں عاشورۂ محرم کے دن روسی فوج نے تبریز کے علماء و مجتہدین کو بے گناہ شہید کر ڈالا اور مشہد مقدس میں روضۂ امام علی رضا کے جو کروڑوں روپے کی مالیت تھی لوٹ لیا۔ اس بادشاہ کے وقت میں واقعی طور پر اس سلطنت اسلامی کا جو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں تھی خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت برائے نام نابالغ بادشاہ حکمراں ہے۔

آگاہ : مولوی محمد باقر کا تخلص ہے۔ اس کے والدین بیجاپور میں رہتے تھے۔ لیکن وہ الورا (دکن) میں ۱۷۴۵ء مطابق ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوا۔ ۳ر مارچ ۱۸۰۶ء مطابق ۱۴ر ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال کیا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔

آگاہ : نواب سید محمد رضا عرف احمد مرزا خاں خلف

نواب معظم الدولہ محمد خاں مغفور ۱۲۵۷ھ م ۱۸۴۹ء بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ حضرت غالب کے ارشد تلامذہ سے تھے۔ حضرت ظہیر مرحوم کے برادر نسبتی تھے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں دہلی سے جے پور آئے اور مہاراجہ رام سنگھ کے روزینہ داروں میں شامل ہوئے۔ بقیہ عمر نہایت وضع داری کے ساتھ وہیں بسر کی۔ تقریباً ۱۳۲۹ھ میں وفات پائی۔ کلام میں اپنے استاد کا رنگ زیادہ تر تھا۔ صاحب دیوان غیر مطبوعہ تھے۔

آگاہ خاں : شاہنشاہ شاہجہاں کا خواجہ سرا تھا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۶۷ھ میں وفات پائی۔ اس کا مقبرہ آگرہ میں تاج گنج کے قریب ہے۔

آل احمد : حضرت سید شاہ شمس الدین آل احمد عرف اچھے میاں صاحبؒ۔ صاحب سجادہ برکاتیہ مارہرہ۔ آپ سید شاہ حمزہ صاحبؒ کے خلف تھے۔ ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء میں تولد ہوئے۔ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کی کرامتیں بہت کچھ زبان زد خاص و عام ہیں۔ مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق بدایونی آپ ہی کے خلیفہ تھے جن کے خاندان میں اب تک پیری مریدی اور درس و تدریس کا شغل جاری ہے۔ ان کے علاوہ اور خلفاء بھی نامور ہوئے۔ حضرت کا وصال ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۱۹ء میں بمقام مارہرہ ہوا۔ مزار مبارک درگاہ برکاتیہ میں ہے۔

آل عمران : خطیب جامع مسجد شمسی بدایوں۔ علوم ظاہری میں صاحب تکمیل ہونے کے علاوہ نسبت باطنی کے لحاظ سے زبردست باخدا بزرگ تھے۔ ہمیشہ وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مثنوی مولانا رومؒ کے مع تمام مالہٗ و ماعلیہ کے حافظ تھے۔ درس کے وقت عجیب و غریب نکات و رموز، اسرار و حقائق کا انکشاف فرماتے۔ ۱۲۴۴ھ میں وصال ہوا۔ جامع مسجد میں حوض کے شرقی کنارے آپ کا مزار ہے۔ ''امروز علم مثنوی مرد'' آپ کے وصال کی تاریخ ہے۔

آلھا اُودَل : یہ دونوں بھائی مہوبہ ضلع ہمیر پور کے راجہ تھے۔ اہل ہنود میں اپنی بہادری کے باعث مشہور ہیں۔ مسلمانوں سے لڑے تھے۔ ہنود کا یہ عقیدہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف اپنی بہادری کی وجہ سے بلکہ کالکا دیوی کی مدد سے مسلمانوں پر فتح پائی۔ اس فتح کی یادگار میں اور ان کی بہادری کے متعلق بھاشا میں ایک نظم ہے جو اسی راجہ کے نام سے آلھا مشہور ہوگئی ہے۔ عوام ہند اس کو متبرک سمجھ کر گاتے ہیں۔

آل محمد : حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء میں قصبۂ بلگرام میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ برس ریاض و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ تین برس اعتکاف کیا۔ حبس دم اس قدر کمال کو پہنچا کہ اس ضمن میں تین ماہ تک ایک قطرہ پانی نہ پیا۔ ۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰ء کو بمقام مارہرہ وصال فرمایا۔

آملی : (ملاحظہ ہو بہاءالدین آملی شیخ)۔

آہ : مولوی غلام یٰسین نام۔ ابونصر کنیت۔ اصل وطن دہلی۔ مگر قیام زیادہ تر کلکتے میں رہتا تھا۔ بہت کم سنی میں جید عالم ہوئے۔ مصر اور بغداد میں تکمیل علوم معقول و منقول کی۔ تحریر و تقریر دونوں میں سحر بیانی کا ملکہ حاصل تھا۔ کلکتے سے ایک رسالہ الصدق نامی جاری کیا تھا۔ علاوہ نثر کے نظم میں بھی خاصی دستگاہ تھی۔ نواب فصیح الملک داغ دہلوی سے تلمذ تھا۔ اس ہونہار نوجوان نے ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں رحلت کی۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا ابوالکلام آزاد باوجود کمسنی فی زمانا علماء ہند کی صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں۔

آمنہ : حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی بی بی۔ حضور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ وہب بن عبدالمناف کی دختر تھیں۔ اپنی قوم میں نہایت خوبصورت، ہوشیار اور نیک بخت خاتون سمجھی جاتی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۶ سال کے بعد ۵۷۷ء میں وفات واقع ہوئی۔

ابا بکر مرزا : سلطان بن شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور اپنے بھائی مرزا انوع بیگ کے حکم سے ۱۴۴۸ء مطابق ۸۵۲ھ میں قتل کیا گیا۔

اباقاآن : یا ابقا خاں یا اباقاخاں بادشاہ فارس یا تاتاریوں کے خاندان سے چنگیز خاں کی اولاد میں تھا۔ فروری ۱۲۶۵ء مطابق ربیع الثانی ۶۶۳ھ میں اپنے والد ہلاکو خاں کے بعد جانشین ہوا۔ اس شہزادہ کے مزاج میں دلیری اور دانائی کے ساتھ اعتدال پسندی رحم اور انصاف بھی تھا۔ ۱۲۷۴ء میں لائنس کے مذہبی جلسے میں اس بادشاہ کے سفیر موجود تھے۔ بیت المقدس کے عیسائی اس کو اپنا ایک مہیب ہمسایہ سمجھتے تھے۔ اس بادشاہ کے دربار کی سازشوں نے اس کی حکومت کے آخری ایام کو تلخ کر دیا تھا۔ یکم اپریل ۱۸۸۲ء مطابق ۲۰ رذی الحجہ ۶۸۰ھ میں ۱۷ سال اور کچھ ماہ حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ مشہور ہے کہ اس کے وزیر خواجہ شمس الدین نے اس کو زہر دیا تھا۔ اس نے عیسائی شاہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس کا بھائی تکودر خاں اس کا جانشین ہوا جس نے مذہب اسلام قبول کر کے احمد کا لقب اختیار کیا۔

ابجدی : تخلص میر۔ محمد اسمٰعیل خاں نام۔ نواب کرناٹک عمدۃ الامراء کا استاد تھا۔ نواب موصوف نے اس شاعر کو تاریخ انوار نامہ کے تصنیف کے صلے میں مبلغ چھ ہزار سات سو روپے عطا کیے تھے۔ تاریخ انوار نامہ ایک مثنوی ہے۔ جس میں نواب انور خان پدر نواب عمدۃ الامراء موصوف اور میجر لارنس کے کارنامے درج ہیں۔ یہ کتاب ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں لکھی گئی اور اس کو انوار الدین نواب کرناٹک کے نام معنون کیا گیا ہے۔ جنوبی ہند میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کی جنگ کی مستند تاریخ ہے۔ ۱۷۷۴ء میں اس شاعر کو ملک الشعراء کا خطاب عطا ہوا۔

ابدال : تبت کوچک کا حاکم عہد شاہجہاں میں تھا۔ اسے قید کر لیا گیا۔ اور ادہم خاں تبت کوچک کا گورنر مقرر ہوا۔

ابدال چک : یوسف خاں چک آخری فرمانروائے کشمیر کا چچا تھا۔ جس نے شاہنشاہ اکبر کی اطاعت قبول کی۔

ابدالی : (ملاحظہ ہو احمد شاہ ابدالی)۔

ابراہیم علیہ السلام : آذر کے فرزند۔ مشہور پیغمبر تھے۔ خلیل اللہ آپ کا لقب تھا۔ آتش نمرود آپ پر گلزار ہوئی۔ مذہب اسلام نے آپ ہی کے دین کی تکمیل کی۔

ابراہیم ادہم : بلخ کے بادشاہ تھے۔ ایک عبرتناک خواب دیکھ کر تخت و تاج سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور درویش کامل ہوگئے۔ ۱۱۰ سال کی عمر پائی۔ مشہور اولیاء میں گزرے ہیں۔ ۸۷۵ھ و ۸۸۰ھ کے درمیان انتقال ہوا۔

ابراہیم بادشاہ : مراکو جو بارہویں صدی عیسوی میں گزرا ہے اس کے معزول ہونے پر عبدالمومن بادشاہ ہوا۔

ابراہیم استرابادی : ابوالفتح رازی مکی کی عربی کتاب الحسنیہ کا بہ زبان فارسی ۱۵۵۱ء مطابق ۹۵۸ھ میں ترجمہ کیا۔

ابراہیم، مالک بن الاشتر کا بیٹا تھا۔ ۶۹۰ء مطابق ۷۱ھ میں خلیفہ عبدالملک اور مصعب ابن زبیر کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس میں مصعب کی طرف سے شرکت کی اور کام آگیا۔

ابراہیم بن ایوب ابرش حکیم : خلیفہ متوکل کے زمانہ میں ایک مشہور طبیب تھا۔ خلیفہ متوکل کے بھائی کا علاج بڑے معرکے کا کیا تھا۔ اس وجہ سے جب وہ مسند خلافت پر بیٹھا تو دربار میں ابراہیم کی بہت قدر بڑھ گئی۔

ابراہیم برید شاہ : اپنے والد علی برید کے بجائے حکومت احمد آباد بیدر پر ۱۵۶۲ء مطابق ۹۷۰ء میں مسند نشیں ہوا۔ ۷ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۶۹ء مطابق ۹۷۰ھ میں مرگیا اور اس کا بھائی قاسم برید ثانی جانشیں ہوا۔

ابراہیم بن اغلب : ایک عربی سپہ سالار تھا اور خلیفہ ہارون الرشید نے اس کو ۸۰۰ء مطابق ۱۸۴ھ میں مصر اور افریقہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس حاکم کی اولاد جو افریقہ میں رہی اغلبیہ کہلائی۔ اسی نام سے مصر کا خاندان شاہی مشہور ہوگیا۔ جو ۹۰۰ء مطابق ۲۹۶ھ تک حکمراں رہا بعدہٗ فاطمیہ خاندان کا عروج ہوا۔

ابراہیم بن بکس حکیم : بغداد کے شفاخانہ عضدی میں طب کا درس دیتا تھا۔ بہت سی کتابیں اس کی مصنفہ ہیں مثلاً بیاض طب، قرابادین ومقالۂ چیچک وغیرہ۔

ابراہیم بن حریری : تاریخ ابراہیمی اس کی تصنیف ہے جو ابتدائی زمانہ سے لے کر بابر شاہ کی فتح ہند تک ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ ۱۵۲۸ء/م ۹۳۴ھ میں یہ کتاب بابر شاہ کو نذر کی گئی۔

ابراہیم بن رئیس موسیٰ ابو عمران : ابوالمنیٰ ابراہیم بن رئیس موسیٰ بن میمون۔ اس کا مقام پیدائش مصر کا شہر قسطاط ہے وہ ایک فاضل طبیب تھا۔ قاہرہ کے شاہی شفاخانہ میں مہتمم اور طبیب اعلیٰ کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ ۶۳۰ھ کے بعد مصر میں فوت ہوا۔

ابراہیم بن علی : مجمع الانساب کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں ایران کے مختلف خاندانوں کا حال ۱۲۳۳ء مطابق ۶۳۱ھ تک درج ہے۔

ابراہیم بن عیسیٰ : اپنے زمانے کا نامور طبیب تھا۔ بغداد میں یوحنا بن ماسویہ کی صحبت اور اس کے درس سے مستفید ہوا اور وہیں مطب سے فراغت حاصل کی تھی۔ احمد بن تولون حاکم مصر کا طبیب رہا۔ اس نے تقریباً ۸۰۲ء/۱۸۶ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) : بی بی ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۹ھ، مطابق ۶۳۰ء میں پیدا ہوئے اور پندرہ ماہ کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں وفات پائی۔ پیدائش سے ساتویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا عقیقہ کیا یعنی دو بکرے ذبح ہوئے۔ بچے کا سر مونڈا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی گئی۔ عقیقے کی یہ رسم مسلمانوں میں آج تک جاری ہے۔

ابراہیم بن نیال : طغرل کا ماموں تھا۔ طغان شاہ اول شاہزادہ سلجوقی خاندان پر ایک لڑائی میں غالب آیا اور طغان شاہ کو قید کر کے اندھا کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم ۱۰۵۹ء مطابق ۴۵۱ھ میں طغان شاہ کے چچا طغرل بیگ نے قتل کر دیا۔

ابراہیم بن ولید ثانی : خاندان بنی امیہ کا خلیفہ تھا بجائے اپنے بھائی یزید ثالث کے ۷۴۴ء/م ۱۲۶ھ میں جانشیں ہوا۔ صرف ۷۰ دن حکومت کو گزرے تھے کہ معاویہ ثانی نے اس کو معزول کر کے قتل کر دیا اور خود تخت شام پر بیٹھ گیا۔

ابراہیم پاشا : محمد علی پادشاہ مصر کا متبنی تھا۔ ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۱۹ء میں وہابیوں کی شورش رفع کر کے اپنی بہادری اور سپہ سالاری کا پہلا ثبوت دیا۔ اس کے بعد چند اور فتوحات کیں۔ ۱۸۴۸ء میں جب محمد علی حکومت کرنے کے ناقابل ہو گیا ابراہیم قسطنطنیہ چلا گیا۔ اس کو بالعالی نے خدیو مصر کا نائب تسلیم کیا۔ انگلستان بھی گیا۔ وہاں تھوڑے عرصہ ٹھہرنے کے بعد قاہرہ آ گیا۔ وہیں ۹ رنومبر ۱۸۴۸ء کو انتقال کیا۔

ابراہیم حسین خواجہ : شہنشاہ اکبر کی ملازمت میں ایک مشہور خوش نویس تھا۔ ۱۵۹۳ء مطابق ۱۰۰۱ھ میں فوت ہوا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کی تاریخ وفات ''ابراہیم حسین خواجہ'' سے نکالی ہے۔

ابراہیم حسین لودی سلطان : اپنے باپ سکندر شاہ لودی کے بعد فروری ۱۵۱۰ء مطابق ذی قعدہ ۹۱۵ھ میں آگرہ کے تخت پر بیٹھا۔ ۱۶ سال حکومت کی۔ بابر شاہ نے اس کو بتاریخ ۲۰ راپریل ۱۵۲۶ء مطابق ۷ رجب ۹۳۲ھ بروز جمعہ پانی پت کے میدان میں قتل کیا اور شکست دی۔ اس لڑائی سے لودی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سلطنت مغلیہ کی بنا پڑی۔ ہمایوں اس کا جانشیں ہوا۔ لیکن افغانوں نے ہمایوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ ۹۴۵ھ میں شیر خاں افغان باغی ہو کر شیر شاہ بن گیا۔ بنگالہ اور آگرہ وغیرہ فتح کر لیا۔ ہمایوں ہندوستان چھوڑ کر ایران کی جانب مفرور ہو گیا۔ ۱۶ برس بعد ہمایوں پھر ہندوستان آیا اور ۹۶۲ھ میں سرہند کی مشہور لڑائی کے بعد اس نے دوبارہ ہندوستان کو فتح کر لیا۔

ابراہیم حسین مرزا : شاہنشاہ ہمایوں کا داماد تھا۔ اس کے چار بھائی اور تھے جو اکبر کے زمانے میں اپنی بداعمالی کی وجہ سے قید کر دیئے گئے۔ لیکن ۱۵۶۱ء میں جب بادشاہ اکبر مالوہ کی مہم پر گیا تو ان سب کو فرار ہونے کا موقع ملا اور چنگیز خاں نامی سردار بھڑوچ کے پاس پناہ لی اور اس کی مدد سے چمپانیر، سورت اور بھڑوچ پر ۱۵۶۹ء میں اس نے قبضہ کر لیا اور اس کے گردونواح میں بدامنی پیدا کر دی۔ ۱۵۷۳ء میں قید کر دیا گیا۔ جس کے تھوڑے ہی دن بعد مخصوص خاں حاکم ملتان نے اس کا سر اتار کر شاہنشاہ کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بھائی مسعود حسین مرزا کو قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔ جہاں کچھ مدت بعد وہ مر گیا۔

ابراہیم خاں : مشہور امیر الامراء علی مراد خاں کا بیٹا۔ عالمگیر کے زمانے میں پنج ہزاری منصب دار مقرر ہوا اور مختلف اوقات میں کشمیر، لاہور، بنگال، بہار اور دیگر مقامات کا ناظم رہا۔ اور بہادر شاہ کے عہد میں فوت ہوا۔

ابراہیم خاں سور : غازی خاں ناظم بیانہ کا بیٹا۔ محمد شاہ عدلی کا بہنوئی تھا۔ ۲۸ رفروری ۱۵۵۵ء مطابق ۶ رجمادی الاول ۹۶۴ھ میں اس نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ ہنوز تخت پر بیٹھنے بھی نہ پایا کہ شیر شاہ کا بھتیجا احمد خاں پنجاب میں اس کے مقابلے پر اٹھ کھڑا ہوا جس نے اس کو شکست دے کر سنبھل کو بھگا دیا اور خود آگرہ و دہلی پر قبضہ کر کے سکندر شاہ سور کے نام سے مئی ۱۵۵۵ء میں بادشاہ بن گیا۔ سلیمان بادشاہ بنگال نے سکندر شاہ سور کو ۱۵۶۷ء میں اڑیسہ کی لڑائی میں قتل کر دیا۔ وہ وہیں مدفون ہوا۔ اس کے زمانہ کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ قلعہ آگرہ اڑا دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ پتھر اور دیواریں کوسوں تک اُڑ کر جا پڑیں اور صدہا بندگانِ خدا ہلاک ہو گئے۔

ابراہیم خاں فتح جنگ : قسیم خاں نبیرہ شیخ سلیم چشتی کی جگہ وہ ۱۲ جلوس جہانگیری مطابق ۱۶۱۶ء مطابق

۱۰۲۹ھ میں دربار شاہی میں واپس ہو کر حکومت بہار پر سرفراز کیا گیا۔ اور منصب چہار ہزاری عطا ہوا۔ ڈھاکے کی لڑائی میں جو شاہ جہاں اور اس کے باپ جہانگیر کے باہم ۱۶۲۳ء م ۱۰۳۲ھ میں ہوئی تھی کام آیا۔ اس کی بی بی روح پرور خانم عہد عالمگیری تک زندہ رہی۔

ابراہیم سلطان : سلطان مسعود اول غزنوی کا بیٹا تھا۔ بجائے اپنے بھائی فرخ زاد کے ۱۰۵۹ء مطابق ۴۵۰ھ میں جانشیں ہوا۔ نیک فیاض اور عادل بادشاہ تھا۔ پہلے سال حکومت میں اس نے سلطان سنجر سلجوقی سے صلح نامہ کیا اور اس کے بیٹے مسعود نے سلطان سنجر کی بہن اور ملک شاہ کی بیٹی سے شادی کر لی اور اس طرح دو قوموں کے درمیان سلسلہ اتحاد قائم ہو گیا۔ بعدۂ وہ ہندوستان آیا اور بہت سے قلعے فتح کیے اس وجہ سے فاتح کا خطاب پایا۔ مختلف بیویوں سے ۳۶ بیٹے اور ۴۰ لڑکیاں اولاد میں ہوئیں۔

ابراہیم سلطان ترکی : ترکی بادشاہ احمد کا بیٹا اپنے بھائی مراد رابع کے بعد ۱۶۴۰ء مطابق ۱۰۴۹ھ میں بادشاہ ہوا۔ اس کی توجہ زیادہ تر جنگ کریٹ میں مصروف رہی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۶۴۹ء مطابق ۱۰۵۲ھ میں اپنی عیاشی اور ظلم کی وجہ سے قتل ہوا۔ اس کا بیٹا محمد رابع تخت نشیں ہوا۔

ابراہیم شاہ شرقی سلطان : اپنے بھائی مبارک شاہ کی وفات کے بعد ۱۴۰۲ء مطابق ۸۰۴ھ میں جونپور کا بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنے زمانے میں ادب کو بہت ترقی دی اور اسوقت جب کہ ہندوستان لڑائیوں اور خونریزیوں سے پائمال ہو رہا تھا۔ جونپور تعلیم کا مرکز تھا۔ ۱۴۴۰ء م ۸۴۲ھ میں ۴۰ سال حکومت کے بعد انتقال کیا۔ یہ بادشاہ رعایا میں ہر دلعزیز تھا اس کے مرنے سے رعایا کو عام طور پر بہت رنج ہوا۔ محمود شاہ شرقی اس کا جانشیں ہوا۔

ابراہیم شیخ : شیخ موسیٰ کا بیٹا اور شیخ سلیم چشتی کا بھائی تھا۔ اکبر کے زمانے میں جنگی مہمات پر مامور رہا اور جب اکبر اپنے بھائی محمد حکیم کی وفات کے بعد کابل جا رہا تھا شیخ ابراہیم ساتھ تھا۔ تھانیشر میں وہ بیمار پڑا۔ ستمبر ۱۵۸۵ء مطابق شوال ۹۵۲ھ میں فوت ہو گیا۔ لیکن صاحب مآثر الامراء نے لکھا ہے کہ شاہنشاہ نے اس کو واپسی میں آگرہ چھوڑ دیا اور قلعہ آگرہ کا اہتمام اس کے سپرد کیا تھا جہاں وہ ۱۵۹۱ء مطابق ۹۹۹ھ میں فوت ہو گیا۔

ابراہیم شیخ قادری : سید تھے۔ حضرت محمد غوث گوالیاری کے خلیفہ نے غوث الاولیاء کا خطاب دیا تھا۔ تیس سال تک روزانہ جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر لاتے اور فروخت کرتے۔ اپنی اور اپنے مرشد کی قوت لایموت میں صرف کرتے۔ برہان پور کی مسجد خانقاہ میں گیارہ سال امامت کی اور وہیں ۹۹۱ھ مطابق ۱۵۸۳ء میں رحلت کی۔

ابراہیم شیخ (ابن مفرج الصوری) : تاریخ السکندر ذوالقرنین الروی و وزیرۃ الخضر عربی میں اس کی تصنیف ہیں۔

ابراہیم شروانی شیخ : نویں صدی ہجری میں شروان کا حاکم تھا۔ مولانا کاتبی اسی کے زمانے میں گزرے ہیں۔ ۱۴۳۵ء میں فوت ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ اول : بن اسمٰعیل عادل شاہ۔ اپنے بھائی ملوک عادل شاہ کے بعد ۱۵۳۵ء مطابق ۹۴۱ھ میں بیجاپور کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے مذہب اثنا عشری چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا۔ حساب کا دفتر جو فارسی زبان میں تھا اس کو مرہٹی زبان میں تبدیل کیا۔ ۶۴

سال حکومت کر کے ۱۵۸۸ء مطابق ۹۶۵ھ میں فوت ہوا۔ علی عادل شاہ اس کا بیٹا جانشیں ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی : بیجاپور کا بادشاہ تھا۔ علی عادل شاہ کی وفات کے بعد اپریل ۱۵۸۰ء مطابق صفر ۹۸۸ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کی عمر نو برس کچھ مہینے کی تھی۔ کامل خاں دکنی اور چاند بی بی بیوہ شاہ سابق نابالغ بادشاہ کے ولی اور سرپرست رہے اور کل امور سلطنت انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصے بعد چاند بی بی نے کامل خاں کی گستاخی سے ناراض ہو کر کامل خاں کو قتل کرا دیا اور حاجی کشور خاں کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس کے قتل کے بعد اخلاص خاں وزیر با اختیار ہوا لیکن اس کو بھی دلاور خاں نے قید کر کے آنکھیں نکلوا لیں اور وزیر بن بیٹھا۔ بادشاہ نے ۱۵۹۰ء میں وہی برتاؤ دلاور خاں کے ساتھ کیا جو کہ دلاور خاں نے اخلاص خاں کے ساتھ کیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ ۴۰ سال حکومت کر کے ۱۰۳۶ھ میں مر گیا۔

محمد عادل شاہ اس کا جانشیں ہوا۔ بیجاپور میں مقبرۂ ابراہیم عادل شاہ ایک اعلیٰ درجے کی عمارت ہے۔ اس مقبرے میں ایک خوش نما مسجد اور پتھر کے چبوترہ پر ایک حوض بنا ہوا ہے۔ سنگ موسیٰ پر عربی عبارت میں آیات قرآنی کندہ ہیں۔

ابراہیم علی خاں : نواب ٹونک۔ مشہور پنڈاروں کے سردار امیر خاں کے پوتے ہیں۔ سرکار انگریزی نے بدنظمی کی وجہ سے ان کے والد محمد علی خاں کو معزول کر دیا۔ ۱۹ر جنوری ۱۸۷۱ء کو ان کی رسم مسند نشینی ہوئی۔ جی۔ سی۔ آئی کا خطاب ہے۔ حافظ کلام مجید ہیں۔ خلیل تخلص ہے۔ ٹونک ایک چھوٹی ریاست ہے جس کی سالانہ آمدنی ۱۱ لاکھ روپیہ ہے۔

ابراہیم قلی قطب شاہ : سلطان قلی قطب شاہ بادشاہ گول کنڈہ کا چھٹا بیٹا تھا۔ ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء میں پیدا ہوا۔ قلعہ دیور کنڈہ میں اپنے باپ کے حکم سے سکونت پذیر تھا۔ سلطان قلی کے مرنے پر اس کا بھائی جمشید قلی تخت پر بیٹھا جس نے ابراہیم کو قید کرنا چاہا۔ راجہ رام راج والیِ بیجانگر کے یہاں جا کر پناہ لی۔ جمشید قلی کے مرنے پر سبحان قلی اس کا بیٹا بادشاہ ہوا جس کی عمر اس وقت سات برس کی تھی۔ لیکن ایک گروہ نے سبحان قلی کو قید کر کے ابراہیم کو بیجاپور سے بلا کر بادشاہ بنا دیا۔ ۱۲ر رجب ۹۵۷ھ مطابق ۲۸ر جولائی ۱۵۵۰ء کو رسم تاج پوشی عمل میں آئی۔ اس کے زمانے میں سب سے بڑی لڑائی راجہ رام راج والیِ بیجانگر سے ۲۰ر جمادی الاول ۹۷۲ھ مطابق ۱۵۶۵ء کو ہوئی جس میں اور بادشاہ بھی شریک تھے۔ رام راج کو شکست ہوئی اور قتل ہوا۔ اس لڑائی میں سلطان ابراہیم کو اپنے ملک کا وہ حصہ جو رام راج نے دبا لیا تھا واپس مل گیا۔ قلعہ ورنگل بھی اسی کے زمانے میں فتح ہوا۔ اس بادشاہ کے عہد میں بہت سی عمارتیں تعمیر ہوئیں جن میں سے سنگین حصار قلعۂ گولکنڈہ، تالاب حسین ساگر، پرانا پُل وغیرہ حیدر آباد میں اب تک موجود ہیں۔ لنگر بارہ امام اور عرس کوہ مولیٰ اسی بادشاہ نے قائم کیے۔ نعل صاحب بیجاپور سے اسی کے زمانہ میں لائے گئے۔ ابراہیم ۳۲ سال کی کامیاب حکومت کے بعد یکایک بروز پنجشنبہ ۵ر جون ۱۵۸۰ء مطابق ۲۱ر ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں ۵۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ بادشاہ ہوا۔

ابراہیم مرزا : (ملاحظہ ہو ادھم)

ابراہیم مرزا : بدخشاں کے مرزا سلیمان ثانی کا بیٹا ۱۵۳۴ء مطابق ۹۴۱ھ میں پیدا ہوا۔ جب اس کا باپ بلخ کو فتح کرنے کے ارادہ سے وہاں گیا ابراہیم اس کے

ساتھ تھا۔ پیر محمد خاں حاکم بلخ کے حکم سے گرفتار ہو کر ستمبر ۱۵۶۰ء مطابق ذی الحجہ ۹۶۷ھ میں قتل ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ : اپنے والد برہان نظام شاہ ثانی کے بعد احمد نگر دکن کا اپریل ۱۵۹۵ء مطابق شعبان ۱۰۰۳ھ میں بادشاہ ہوا۔ چار مہینے کے بعد بیجاپور کے بادشاہ ابراہیم عادل شاہ ثانی سے جنگ کی۔ اسی لڑائی میں اگست ۱۵۹۵ء مطابق ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ میں قتل ہو گیا۔ میاں منجو وزیر مملکت نے نظام شاہی خاندان کے احمد نامی لڑکے کو تخت پر بٹھایا۔

ابن ابی اصیبعہ :
''عیون الانبا فی طبقات الاطبا'' اس کی عربی میں تصنیف ہے۔ تیرہویں صدی کے آغاز میں مصنف نے اس کتاب کو سنسکرت سے ترجمہ کیا۔ اس کتاب کے بارہویں باب میں ہندوستان کے تمام اطبا کے حالات ہیں۔ ۱۲۶۹ء مطابق ۶۶۸ھ میں فوت ہوا۔

ابن ابی رمشہ تمیمی : حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ میں علاج اور جراحی میں مشہور تھا۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں شانہ ہائے مبارک کے مابین مہر نبوت کو دیکھ کر سمجھا کہ یہ کوئی مسا یا داغ ہے۔ حضور انورؐ سے عرض کی میں طبیب ہوں اجازت ہو تو اس داغ کا علاج کردوں۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا ''تم رفیق ہو اور طبیب اللہ جل جلالہٗ ہے''۔

ابن ابی صادق : شہر نیشاپور کا باشندہ ایک فاضل طبیب تھا۔ فصیح اور زبان دان بھی تھا۔ حسین بن اسحاق کی کتاب المسائل پر ایک مفصل شرح لکھی اور تقدمۃ المعرفت اور الفصول پر حاشیہ لکھا۔
جالینوس کی کتاب منافع الاعضا کا بھی شارح ہے اور کتاب التاریخ بھی اسی کی تصنیف ہے۔

ابن ابی طے : کتاب الروضتین کا مصنف ہے۔

ابن اثال : دمشق کا نامور عیسائی طبیب تھا۔ امیر معاویہؓ کی ملازمت میں داخل تھا۔ اس کو زہریلی ادویات کی تیاری اور شناخت میں بڑا ملکہ تھا۔ اپنے فن کی مہارت کے سبب امیر معاویہؓ سے تقرب ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی کے ذریعہ سے بہت سے خطرناک دشمنوں کا کام تمام ہوا کرتا تھا۔ خالد بن ولید کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

ابن اثیر : نام ابوالحسن عزالدین علی ابن ابی الکرم۔ پیدائش ۵۵۵ھ بمقام قریہ ابن عمر۔ تعلیم و تربیت موصل میں ہوئی۔ حافظ علم حدیث تھا۔ علم انساب کا امام سمجھا جاتا تھا۔ کتاب کامل التواریخ کا مصنف ہے جو ۱۲ جلدوں پر منقسم ہے۔ اس میں ابتدائے آفرینش سے اپنے زمانے تک کے حالات درج کیے ہیں۔ ۱۸۶۶ء میں سب سے پہلے لندن میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد مصر میں بھی چھپی۔ دوسری کتاب اسد الغابہ ہے جس میں صحابہ کرام کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔ اس کی پانچ جلدیں ہیں جو ۱۲۸۰ھ میں قاہرہ میں چھپی ہیں۔ سمعانی کی کتاب الانساب کی تصحیح اور اس کا اختصار بھی کیا جس کی تین جلدیں ہیں۔ ۶۳۰ھ میں بمقام موصل انتقال ہوا۔ ابن اثیر کے نام سے دو مصنف اور بھی گزرے ہیں۔ لیکن یہ سب سے زیادہ مشہور تھا۔

ابن الجزار : ابوجعفر احمد نام قروان کا باشندہ اور خاندانی طبیب تھا۔ خلیفہ معد عباسی کا عہد پایا۔ اس کی تصانیف سے چھبیس کتابیں یادگار ہیں۔ مثلاً علاج الامراض، الاعتماد، کتاب التعریف، تصحیح التاریخ وغیرہ۔

ابن الخساب : ابومحمد عبداللہ نام تھا۔ خوش نویس تھا۔ ۱۱۷۲ء مطابق ۵۶۷ھ میں بمقام بغداد انتقال کیا۔

ابن السویدعزالدین : ابواسحاق نام، ۶۰۰ھ میں بمقام دمشق پیدا ہوا۔ اپنے زمانے کا ایک جلیل القدر حکیم اور علامۂ وقت تھا۔ دمشق کے مشہور شفاخانہ نوری میں عرصہ تک مامور رہا۔

خوشنویس بھی تھا۔ کتاب الباہر فی الجواہر اور کتاب تذکرۃ الہادیہ والذخیرۃ الکافیہ بڑے پائے کی طبی تصانیف چھوڑیں۔

ابن السمح : اصبغ بن محمد بن السمح نام کنیت ابوالقاسم وطن غرناطہ۔ خلیفہ الحکم اموی اندلسی کے زمانہ میں ایک طبیب اور مشہور مصنف تھا۔ ۸ رجب ۴۲۶ھ م ۱۰۳۴ء کو بمقام غرناطہ بعمر ۵۶ سال فوت ہوا۔ علم ہندسہ اور دیگر علوم میں اس کی قابل قدر تصانیف ہیں۔

ابن الشبل بغدادی : ابوعلی کنیت۔ حسین بن عبداللہ بن شبل نام۔ مقام پیدائش بغداد ہے۔ فیلسوف، حکیم، فاضل، متکلم، ادیب و شاعر تھا۔ ۴۷۴ھ مطابق ۱۰۸۱ء میں بمقام بغداد فوت ہوا۔

ابن الصالح : ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن نام ہے۔ شافعی مذہب تھا۔ فتاوائے ابن الصالح اس کی تصنیف ہے۔ ۱۲۴۴ء مطابق ۶۴۲ھ میں انتقال کیا۔

ابن الصفار : احمد بن عبداللہ بن عمر نام۔ علم الاعداد اور ہندسہ و نجوم میں محقق کامل تھا۔ امیر المجاہد عامری کے پایہ تخت شہر دانیہ میں بعد فساد قرطبہ سکونت اختیار کی۔ کتاب زیج سند ہندو کتاب العمل بالاصطرلاب اس کی نادر تصانیف ہیں۔

ابن الصلاح : نجم الدین ابوالفتوح احمد بن محمد السبری امام زمانہ شیخ وقت علوم حکمیہ میں ماہر فصیح و زبان داں تھا۔ اصل وطن ہمدان تھا۔ لیکن بغداد میں بودوباش اختیار کر لی تھی۔ آخر میں دمشق کو چلا گیا جہاں ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۳ء میں فوت ہوا۔ صوفیہ میں مدفون ہے۔

ابن العین زربی : اس کا مقام سکونت عین زربہ ہے جو مصر کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ ابن زربی ادیب اور شاعر بھی تھا۔ منطق، طب، سیاسیات میں اس کی تصانیف موجود ہیں۔

ابن المقوی (قاضی) : ایک بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنا کتب خانہ اپنی وفات سے پہلے قاہرہ کے اس مشہور مدرسہ کو جو ملک اشرف نے قائم کیا تھا۔ دے دیا تھا۔ بدرالدین انیقی مورخ نے اس کا صرف اسی قدر حال لکھا ہے۔

ابن النجارؒ : اصل نام حافظ محب الدین محمد بن محمود ہے۔ آپ چھٹی اور ساتویں صدی کے علماء میں مشہور عالم ہوئے۔ پیدائش ۱۱۸۲ء مطابق ۵۷۸ھ میں ہوئی۔ اور ۱۲۴۵ء مطابق ۶۴۳ھ میں وفات پائی۔

علم حدیث، تاریخ اور دوسرے کئی علموں میں وسیع معلومات تھی۔ احادیث طیبہ کی سماعت کے واسطے شام، مصر، حجاز، اصفہان، خراسان، نیشاپور، ہرات وغیرہ کا سفر کیا۔ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کا تتمہ لکھا جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ بہت سی اور کتابیں بھی مختلف علوم میں لکھیں مثلاً کنز الامام فی معرفت السنن الاحکام، نسبۃ المحدثین الی الآباء والبلدان فیہ الناظرین، فی معرفت التابعین، الکمال فی معرفت الرجال، القمر المنیر فی مسند الکبیر، العقد الفائق فی عیون اخبار الدنیا و محاسن تواریخ الخلائق، الازہار فی انواع الاشعار جس کی چھ جلدیں ہیں، اخبار المشتاق فی اخبار العشاق، الشافی (طب) وغیرہ ابن النجار کے نام سے بعض اور تصانیف بھی مشہور ہیں۔

ابن الوردا : عربی زبان میں مختصر جامع التواریخ کا مصنف ہے جس میں ۱۰۹۷ء سے ۱۵۴۳ء تک کے

جامع حالات لکھے گئے ہیں۔

ابن اعرابی : ابوعبداللہ محمد ابن زیاد کوفے کا ساکن مشہور نحوی تھا۔ لغت، ادبیات، اور اشعار میں مستند تھا۔ اس کے استادوں میں ابومعاویہ ضریر کسائی جیسے نحو کے امام ہیں اور نیز ابن سکیت ثعلب جیسے بڑے لوگ اس کے بڑے شاگردوں میں ہیں۔ دور دور سے لوگ آکر اس کے درس سے نفع حاصل کرتے تھے۔ درسی کتب از بر یاد تھیں۔ ان کو بغیر مطالعہ کے شاگردوں کو پڑھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے شاگردوں میں کچھ نزاع ہوئی اس پر اس نے ان کی سکونت کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک مشرقِ اقصیٰ میں سے اسپیجان کا اور دوسرا بلادِ مغرب میں سے اندلس کا رہنے والا ہے۔ اس قدر بعید فاصلوں سے آنے والے شاگردوں کا حال معلوم کر کے متعجب ہوا۔ پیدائش ۱۵۰ھ اور وفات ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء بمقام سرمن رائے ہوئی۔ تصانیف میں سے کئی کے نام یہ ہیں: کتاب النوادر، کتاب الانوار، کتاب صفت النخل، کتاب صفت الزرع، کتاب النبات، کتاب الخیل، تاریخ القبائل، معانی الشعر، تفسیر الامثال، کتاب الالفاظ، کتاب نوادر بن فقعس، کتاب الذباب وغیرہ۔

ابن انباری : ابوبکر محمد ابن محمد ابن انباری۔ پیدائش ۲۷۱ھ مطابق ۸۸۴ء وفات ۳۲۸ھ مطابق ۹۳۹ء۔ آپ بہ اعتبار قوت حافظہ کے ایک مشہور شخص گذرے ہیں۔ نحو اور ادبیات میں اپنے زمانے کے فرد تھے۔ علم تفسیر و حدیث میں بڑے پایہ کے عالم تھے۔ آپ کی بہت سی تالیفات ہیں۔ ان میں سے ''غریب الحدیث'' نامی ایک کتاب ہے جو پینتالیس ہزار صفحوں پر لکھی گئی تھی۔

ابن بابویہ : (ملاحظہ ہو ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ)۔

ابن باجہ : (ابوبکر محمد بن یحییٰ بن صایغ) اندلس کے حکماء اور اطباء سے ہے۔ (سرقسطہ) کے قریب شہر (تجیب) میں پیدا ہوا۔ حالت جوانی میں تیس یا پینتیس سال کی عمر میں ۵۲۳ھ مطابق ۱۱۲۸ء یا اس کے قریب انتقال ہوا۔ چھوٹی سی عمر میں بہت سی تصانیف کیں۔ یہ کتابیں مختلف علوم میں ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: شرح کتاب السماع الطبعی الارسطا طالیس، قول علی بعض المقالات الاخرۃ من کتاب الحیو انات، کلام علی بعض کتاب النبات، کتاب الاتصال العقل بالانسان، کتاب تدبیر المتوحد، تعالیق علی کتاب ابی نصر فی صناعۃ الذہنیہ، فصول قلیلۃ فی سیاسۃ المدنیۃ و کیفیت المدن و حال المتوحد فیہا، جواب المسائل عن الہندسہ والہیئۃ، کتاب التجر بتین علی ادویۃ ابن واقد، کلام فی الغایۃ الانسان، علوم فلسفہ، حکمت، ریاضی، طبیعات، طب میں اپنے وقت کا امام تھا۔ ابوالحسن علی بن امام غرناطہ والے نے اس کے مختلف رسالے ایک جگہ جمع کیے ہیں۔ اس مجموعہ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ اہل اسلام میں فارابی کے بعد ابن باجہ سے بڑا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور اس کو ابن سینا اور امام غزالی سے افضل قرار دیا ہے اور وجہ ترجیح کی یہ بتائی ہے کہ ابن باجہ کے دلائل لاجواب ہوتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے یہ علم و فضل اس کے لیے باعث مصیبت ہوا۔ یعنی بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔ حتی کہ شبہ ہے کہ زہر دے کر اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کی اکثر کتابوں کا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا ہے۔ اور یہ کتابیں مدتوں یورپ میں رائج رہی ہیں۔ لاطینی میں اس کا نام آون پاچہ مشہور ہے۔

ابن بازری : (اشرف الدین ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن نجم الدین حموی)۔ شہر حمایا حماۃ شام کے ایک شہر کا نام

ہے وہاں قاضی تھا۔ کئی علموں میں دست گاہ تھی۔ ابوالفدا جو ایک مشہور مؤرخ گزرا ہے ابن بازری کا شاگرد تھا۔ اس کی تصانیف میں سے ایک تفسیر دو جلدوں میں ہے۔ جس کا نام کتاب البستان ہے۔ علم حدیث میں بارہ جلدیں ہیں۔ اس کی ایک کتاب روضت الجنان المبین ہے۔ ۴ جلدوں میں ایک دوسری کتاب حدیث کی الجرد من السند ہے۔ ایک کتاب فقہ میں تیسر الفتاویٰ ہے اور دیگر متعدد کتابیں بھی چھوڑیں۔ شاعر بھی تھا۔

ابن بطوطہ : ایک عربی سیاح تھا جس کو محمد تغلق نے قاضی القضاۃ بنا دیا تھا۔ سفر نامہ ابن بطوطہ اس کی مشہور تصنیف ہے جس کا پادری ایس۔ کے۔ بی۔ ڈی ناکس نے بمقام لندن ۱۸۲۹ء میں عربی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ابن بطوطہ نے ۱۳۳۲ء مطابق ۷۳۲ھ میں حج بیت اللہ کیا۔ اپنے حج اور سفر حجاز کا حال بھی اس نے اپنے مشہور سفرنامے میں لکھا ہے۔ لیکن زیادہ تر یہ سفرنامہ ہندوستان کے حالات پر مشتمل ہے۔ اور محمد شاہ تغلق کے وقت میں دہلی کی بربادی کا حال اس میں نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

ابن بیطار : محمد ضیاء الدین عبداللہ بن احمد نام ہے۔ علم نباتات میں یہ مصنف بے مثل گزرا ہے۔ اس علم میں واقفیت کی وجہ سے اس کا لقب نباتی اور عشاب پڑ گیا تھا۔ اندلس کے شہر ملاقہ میں پیدا ہوا۔ ۶۴۶ھ مطابق ۱۲۴۸ء میں بمقام دمشق انتقال کیا۔ وہ سوائے بلاد اسلامیہ کے اٹلی اور یونان میں نباتات کی تحقیق اور تلاش کے لیے ایک مدت تک پھرتا رہا اور اس زمانے کی عربی کتابوں میں جو یونانی وغیرہ اجنبی ادویات کے نام کسی قدر غلط لکھے تھے ان دواؤں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ان کی تصحیح کی۔ جب مصر گیا تو اس زمانے میں ملک کامل محمد ابن ابی بکر (خاندان ایوبیہ) کی حکومت تھی۔ اس بادشاہ نے ابن بیطار کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور علمائے نباتات کا افسر مقرر کیا۔ اس زمانے میں نام میں موفق الدین ابن ابی اصیبعہ بھی علم نباتات کا عالم تھا۔ اس نے ابن بیطار کی تحقیقاتوں کو حیرت اور تعجب کے ساتھ قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ملک کامل کے مر جانے کے بعد اس کے جانشیں ملک صالح نجم الدین نے ان کو بہت عزت سے رکھا۔ اس کی تصانیف میں سے چند کتب کے یہ نام ہیں:

کتاب الابانۃ والاعلام بما فی المنہاج من الخلل والاوہام، شرح ادویہ کتاب دیسقوریدس، المغنی فی الادویۃ المفردۃ، کتاب الافعال الغریبہ والخواص العجیبہ، الجامع فی الادویۃ المفردۃ۔ آخری کتاب ملک صالح کے نام پر لکھی گئی ہے اور یہ کتاب علم نباتات میں مکمل کتاب ہے۔

ابن تمیمہ : تقی الدین بن احمد بن عبدالحلیم حرانی نام تھا۔ حران (الجیریا) کا رہنے والا۔ علم تفسیر میں خاصی شہرت تھی۔ تصانیف بکثرت ہیں۔ کتاب موافقت بین المعقول والمنقول۔ سیاست الشریعہ فی اصلاح الراعی وغیرہ اس کی تصنیف ہیں۔ اس کے سیاسی خیالات سے ناخوش ہو کر حکومت نے قید کر دیا۔ ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۷ء میں جب وفات ہوئی تو عوام نے بہت اظہار افسوس کیا۔ تقریباً ساٹھ ستر ہزار آدمی دفن میں شریک تھے۔

ابن جزار : ابو جعفر احمد بن ابراہیم چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے مشہور طبیبوں میں ہے۔ قیروان میں پیدا ہوا۔ اس کے والد اور چچا بھی طبیب تھے۔ فن طب اور تاریخ میں اس کی بکثرت تالیفات ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں : زاد المسافر، اس کی دو جلدیں۔

کتاب فی الادویۃ المفردۃ، کتاب فی الادویۃ المرکبہ، کتاب العدۃ فی طول المدۃ، کتاب التعریف بصحیح التاریخ، کتاب فی المعدۃ وامراضہا و مداواتہا، مقالہ فی الجذام واسبابہ وعلاجہ، قوت المقیم جو بیس جلدوں میں ہے۔ تاریخ الحکماء، کتاب الفصول فی سائر العلوم والبلاغات، کتاب المکلل فی الادب وغیرہم۔

ابن جزلہ : یحییٰ بن عیسیٰ۔ وفات ۴۹۳ھ۔ ابتداء میں عیسوی مذہب کا پیرو تھا۔ ۴۶۶ھ میں دین اسلام سے مشرف ہوا۔ خلیفہ عباسی مقتدی بامراللہ کی سرپرستی میں طب کی بہت سی کتابیں لکھیں۔ محتاج اور غریبوں کے علاج کے واسطے مفت ان کے گھروں پر دیکھنے کو جاتا اور دوا دیتا۔ اس کی تصانیف میں ایک کتاب منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان ہے جس میں حروف تہجی کی ترتیب سے دواؤں کے نام اور خاصیت لکھی ہے۔ علاوہ ازیں تقویم الابدان، کتاب الاشارات، رسالہ فی مدح الطب والموافقۃ الشرع وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ایک کتاب ردّ نصاریٰ میں بھی ہے۔

ابن جوزی : (ملاحظہ ہو ابوالفرج ابن جوزی)۔

ابن جہاں : نام اثیر الدین محمد بن یوسف ہے۔ کئی کتب کا مصنف ہے۔ ۱۳۴۴ء مطابق ۷۴۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

ابن حاجب : عربی میں چند کتب اس کی تصنیف ہیں۔ اسکندریہ میں ۱۲۴۸ء مطابق ۶۴۶ھ میں انتقال کیا۔ کافیہ اور شافیہ مشہور عربی کتب کا مصنف ہے۔

ابن حجر عسقلانی : ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی۔ محدثین کبار میں شمار ہے۔ ۷۷۳ھ مطابق ۱۳۷۱ء میں مصر میں ولادت ہوئی اور ۸۵۲ھ مطابق ۱۴۴۸ء میں یہیں رحلت کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مزید تکمیل کے واسطے مصر سے حجاز اور شام کے ملکوں کا سفر کیا۔ علم حدیث میں ڈیڑھ سو سے زائد تصانیف چھوڑیں۔ ان میں چند نام یہ ہیں :

فتح الباری فی شرح البخاری، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابناء الغمر فی ابناء العمر، تقریب التہذیب، نخبۃ الفکر و نزہۃ النظر، بلوغ المرام فی ادلۃ الاحکام، بذل الماعون فی فوائد الطاعون، لسان المیزان، تخریج احادیث الکشاف، نصب الرایہ، الاحادیث الہدایہ وغیرہ وغیرہ۔

ابن حجر ہیثمی* : بدرالدین** کا بیٹا تھا۔ صواعق محرقہ وغیرہ اُس*** کی تصنیفات سے ہیں۔ ۱۵۶۶ء مطابق ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔

ابن حسام : خواف کا رہنے والا۔ شمس الدین نام ہے۔ حضرت علیؓ کی تعریف میں ایک رزمیہ نظم لکھی ہے۔ اس میں آپ کی زندگی کے خاص خاص واقعات بھی درج ہیں۔ اس کتاب کا نام خاور نامہ ہے۔ ۱۴۷۰ء مطابق ۸۷۵ھ میں فوت ہوا۔

ابن حنبلی : محمد بن ابراہیم نام ہے۔ عدت الحاسب و عمدۃ الحاسب، کتاب ہندسہ اس کی مشہور تصنیف ہے۔ اور کتب کا بھی مصنف ہے۔ ۱۵۶۳ء مطابق ۹۷۱ھ میں انتقال کیا۔

ابن حوقل : عربی الاصل تھا اور بقول بعض المسالک و الممالک اس کی تصنیف ہے۔ اس میں مختلف ممالک کے نقشہ جات اور جغرافیہ ہے۔ ۹۷۷ء مطابق

* ابن حجر الہیثمی (عرشی)

** شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ متاخرین علما میں آپ کا پایۂ حدیث دانی بہت بلند ہے۔ آپ کو حافظ الحدیث کہا جاتا تھا۔ (عرشی)

*** تصنیفات ہیں (عرشی)

۶۷ ۳ھ میں یہ کتاب لکھی گئی۔

ابن خلدون : افریقہ کا فلسفی تھا۔ پورا نام ولی الدین ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد حضرمی الاشبلی ہے۔ مگر یہ ابن خلدون کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے والد کا نام خلدون تھا جو بربر کا رہنے والا تھا۔ اس کی والدہ کا خاندان عربی صوبۂ حضرموت سے تعلق رکھتا تھا اسی کی نسبت سے اس کے نام میں الحضرمی شامل کیا گیا۔ طونس میں ۱۳۳۲ء میں پیدا ہوا۔ بچپن مصر میں گزرا۔ تھوڑے عرصے تک تیمور کی طرف سے دمشق کا قاضی القضات رہا۔ اس کے بعد مصر میں قضا کا عہدہ پایا۔ ۱۴۰۶ء میں وفات ہوئی۔ اس کی مشہور کتاب اہل عرب، اہل ایران اور اہل بربر کی تاریخ ہے جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہے۔

ابن خلکان : اس کا نام شمس الدین ابوالعباس احمد ابن محمد۔ ابن ابوبکر ابن خلکان ہے۔ جعفر بن یحییٰ بن خالد برمکی کی نسل سے مشہور شافعی عالم بلخ کے ایک خاندان سے تھا۔ شہر آربلہ میں پیدا ہوا۔ دمشق میں رہتا تھا۔ جہاں ۱۲۸۱ء مطابق ۶۸۰ھ تک قاضی رہا۔ بعدہٗ برخاست ہو گیا۔ اس وقت سے آخر وقت تک دروازے سے باہر نہ نکلا۔ یہ مشہور عالم اور مختلف علوم میں کامل اور نہایت باکمال شخص تھا۔ شاعر و مورخ بھی تھا۔ اپنے کمال و تحریرات کی وجہ سے عالم اجل کا خطاب پایا۔ اس کی مشہور کتاب وفیات الاعیان ہے جو مشاہیر اسلام کی سوانح عمریوں کا مجموعہ ہے جو ۶۵۴ھ مطابق ۱۲۵۶ء بمقام قاہرہ ترتیب دی گئی۔ اس عربی کتاب کا ترجمہ زبان انگریزی ۱۸۴۲ء میں شائع ہوا۔ پیدائش بروز پنجشنبہ ۲۲ر ستمبر ۱۲۱۱ء مطابق ۱۱ر ربیع الثانی ۶۰۸ھ کو ہوئی تھی اور پنجشنبہ ہی کے دن ۱۳۱ر اکتوبر ۱۲۸۲ء مطابق ۲۶ر رجب ۶۸۱ھ کو ۷۳ برس کی عمر میں دمشق کے مدرسے نجیبیہ میں وفات پائی۔ جبل قاسیون میں مدفن ہے۔

ابن درید : غریب القرآن اس کی بیش بہا تصنیف ہے جو ایک قسم کی لغت ہے۔ جس میں کلام مجید کے مشکل الفاظ اور دقائق کی فرہنگ دی گئی ہے۔ بغداد میں ۹۳۳ عیسوی مطابق ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔

ابن رجب : (ملاحظہ ہو زین الدین بن احمد)۔

ابن رشد : ابوالولید کنیت۔ محمد نام ۱۱۲۶ء مطابق ۵۲۰ھ میں شہر قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ابن رشد کے باپ دادا اندلس میں عہدۂ قضا پر مامور رہے تھے۔ اس خاندان میں علم و فضل کے چرچے رہتے تھے۔ چونکہ وہ فطرتاً ذکی و ذہین تھا اس لیے علم و فضل کا آفتاب ہو کر چمکا۔ مشہور فلسفی، علم الہیئت، حکمت، طب ریاضی میں یگانۂ روزگار تھا۔ ابن رشد باپ کی وفات کے بعد شہر اشبیلیہ کا قاضی القضاۃ ہوا۔ باوجود اس مصروفیت کے تصنیف و تالیف جاری رکھی۔ ارسطو کی کتاب الحیوان کی ایک شرح لکھی ہے۔ امام فخر الدین رازی کو جو اس وقت میں بے نظیر علامہ اور امام تھے۔ ابن رشد کے ملاقات کا شوق ہوا اور وہ اسی غرض سے عازم سفر ہوئے چنانچہ مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے تھے کہ ابن رشد کے قید ہونے کی خبر پا کر قصد سفر ملتوی کیا۔ ابن رشد کے قید ہونے کا واقعہ یہ کہا جاتا ہے کہ دیگر علمائے معاصر کی سمجھ میں اس کے فلسفیانہ خیالات اور پرزور عقلی دلائل نہ آئے۔ اس وجہ سے کفر و ارتداد کے فتوے لگائے گئے اور سلطان یعقوب المنصور کو بدظن کر دیا گیا۔ ممالک یورپ میں ابن رشد کا فلسفہ یہودی طلباء کے ذریعہ سے پھیلا۔ مشہور مورخ ابن خلکان کی رائے ہے کہ وہ فلسفے کے مسئلوں کی شرع شریف کے اصولوں سے تطبیق کرنا چاہتا تھا۔ اس کی فلسفیانہ

تصانیف کا ترجمہ عبرانی اور لاطینی زبانوں میں ہو گیا۔ اصل تصانیف تو اب مفقود ہیں۔ صرف انھیں زبانوں کے ترجموں سے ان کے خیالات دنیا میں باقی ہیں۔ ۱۱۹۸ء میں قید سے رہائی کے بعد پھر وہی عروج پایا اور سلطان المنصور نے عزت وحرمت کے ساتھ اسی رتبہ پر جگہ دی مگر چند ہی روز بعد ۱۱۹۸ء میں انتقال ہوا۔ مختلف فنون میں چالیس تصانیف کیں۔ المقدمات فقہ میں اور الکلیات طب میں مشہور ہیں۔ یہ حکیم موجودہ فلسفے کا بانی مانا جاتا ہے۔ یورپ والوں کے یہاں فلسفے نے جو جدید صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کی بنا اس کی تصانیف سے شروع ہوتی ہے۔ بعض اہل الرائے کے نزدیک علم کے اعتبار سے ارسطو کے بعد ابن رشد دنیا کا دوسرا بڑا شخص ہے۔

ابن رضوان : ابوالحسن علی ابن رضوان ملک مصر کے جیزہ نامی گاؤں میں پیدا ہوا۔ ۴۵۳ھ مطابق ۱۰۶۱ء میں رحلت کی۔ یہ ایک نہایت مشہور طبیب تھا۔ اس کا باپ کھانے پکانے کا پیشہ کرتا تھا اور غریب خاندان سے تھا۔ ابتداءً نجوم کا شوق ہوا اس سے جو کچھ کمایا اس کو فن طب کی تکمیل میں خرچ کیا۔ اپنے پیشے میں یہاں تک شہرت حاصل کی کہ ملک حاکم بامر اللہ کا افسر الاطباء مقرر ہوا۔ اعتراض کا مادہ بہت تھا۔ اپنے زمانے کے طبیبوں پر اعتراض کیے بغیر نہ مانتا تھا۔ اسلاف کی کتابوں اور تحریروں کو بھی نکتہ چینی کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ اپنے کتب خانے میں چند کتابیں رہنے دی تھیں۔ باقیوں کو غیر معتبر قرار دے کر دور کر دیا تھا۔ خود بھی ایک بڑا مصنف اور مؤلف ہوا اس کی لکھی ہوئی بیسیوں کتابوں کے نام تاریخ کی کتابوں میں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

شرح کتاب الفرق جالینوس، شرح کتاب الصناعۃ الجلالی طوسی، رسالہ فی علاج الجذام، کتاب تتبع المسائل جنین، مقالہ فی الرد علیٰ افرائیم و ابن زرعہ فی الاختلاف فی الملل، مقالہ فی الادویۃ المسہلہ، کتاب فی حل الشکوک الرازی علی کتب جالینوس، مقالہ فی اکتساب اطفال من الیال، کتاب فی الرد علی الرازی فی العلم الالٰہی و اثبات الرسل۔

ابن زکریا : رازی محمد بن زکریا نام، ابوبکر کنیت، وطن قصبہ رے ہے۔ یہ سب سے پہلا مشہور طبیب ہے جس نے مسلمانوں کو عیسائی اور یہودی طبیبوں کی غلامی سے نجات دلائی۔ ابتدائے شباب میں علم موسیقی سیکھا پھر فلسفہ اور منطق میں کمال پیدا کیا۔ چالیس سال کی عمر میں طب کا شوق ہوا۔ چنانچہ حکیم وقت حکیم ابوالحسن طبری وارد رے سے تلمذ حاصل کیا۔ اپنے وطن ہی میں شفاخانے کا افسر الاطباء مقرر ہوا۔ بغداد میں شفاخانۂ اعظم کا افسر اعلیٰ ہوا اور اس کا رسوخ اکثر شاہان اسلام کے یہاں بڑھ گیا یہاں تک کہ سلطان السلاطین منصور بن اسحٰق بن احمد بن اسد نے اپنے واسطے ایک کتاب المنصوری تصنیف کرائی۔ اس نے منصور کے نام سے فن کیمیا پر بھی ایک کتاب لکھی جس کو پیش کرنے پر ایک ہزار دینار انعام پایا۔ علم نجوم میں بھی کافی مشق تھی۔ علم طبعی والٰہی اور دیگر علوم وفنون میں تقریباً دو سو کتب تصنیف کیں۔ جن میں سے الجامع الحادی، کتاب الاقطاب، الطب الملکی، حصول کتاب الشکوک وغیرہ کے علاوہ کتاب الجدری والحصبہ اس کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس کو ایک عرصے کے بعد بیروت کے ایک عیسائی نے ۱۸۷۲ء میں طبع کیا۔ ۳۲۰ھ مطابق ۹۳۲ء میں وفات پائی۔

ابن سراج : اس کا نام ابوبکر محمد ہے۔ ایک عربی مصنف گزرا ہے۔ ۹۲۸ء مطابق ۳۱۶ھ میں انتقال کیا۔

ابن سینا : (ملاحظہ ہو ابوسینا)۔

ابن صباغ الشافعی : ابونصر عبدالسعید بن محمد نام ہے۔ عدت العالم والطریق السالم اس کی تصنیف ہے۔ ۱۰۸۴ء مطابق ۴۷۷ھ میں انتقال کیا۔

ابن عباد : ابوالقاسم اسمٰعیل کافی نام ہے۔ نہایت آزاد خیال اور فیاض تھا۔ کافی الکفات کے لقب سے مشہور ہے۔ نامور ادیب تھا۔ موئد الدولہ اور فخر الدولہ کا وزیر رہا۔ اس کا گھر علماء اور فضلاء کا مرکز رہتا تھا۔ بڑا سخی تھا۔ ۳۲۶ھ مطابق ۹۳۷ء میں بمقام طالقان پیدا ہوا اور ۳۸۵ھ مطابق ۹۹۵ء میں بمقام رے انتقال کیا۔ اس کی تصانیف سے ''المحیط'' مشہور ہے۔ جس کی سات جلدیں ہیں۔ الکافی، کتاب الاعیاد وفضائل النیر وز اور کتاب الامامہ، کتاب الکشف عن مساوی شعرا المتنبی وغیرہ کے علاوہ ایک دیوان بھی چھوڑا۔ اس کے کتب خانے میں ایک لاکھ بارہ ہزار کتابیں تھیں۔

ابن عرب شاہ : احمد بن محمد نام ہے۔ دمشق کا رہنے والا۔ ایک مجموعہ قصص کا مصنف ہے۔ اس کے علاوہ اور مفید کتب بھی لکھیں جن میں سے عجائب المقدور (سوانح عمری امیر تیمور) مشہور کتاب ہے۔ دمشق میں ۱۴۵۷ء م ۸۵۴ھ میں وفات پائی۔ عرب شاہ بھی کہلاتا ہے۔

ابن عربی : اصلی نام محمد ہے۔ محی الدین لقب۔ ابوبکر کنیت، والد کا نام علی بن محمد عربی ہے۔ جائے پیدائش اندلس۔ ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۴ء سن ولادت ہے۔ دمشق کے مشہور امام تھے۔ چار سو کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے اکثر معدوم ہوگئیں۔ جس قدر تصانیف ملتی ہیں ان میں سے فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ زیادہ مشہور ہیں۔ اُناسی برس ۶ یوم کی عمر پائی۔ ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء میں دمشق میں وصال ہوا۔

ابن عربی : یہ دوسرا ابن عربی ہے جو سر من رائے واقع بغداد میں ۱۰۴۰ء مطابق ۴۳۱ھ میں فوت ہوا۔ یہ بھی کئی کتابوں کا مصنف تھا۔

ابن عساکر : کنیت و نام ابوالقاسم علی بن حسن۔ مؤرخ، فقیہ، محدث۔ پیدائش دمشق۔ ۴۹۹ھ میں دمشق کی مشہور تاریخ اسّی جلدوں میں لکھی۔ ۵۷۱ھ م ۱۱۷۵ء بمقام دمشق فوت ہوئے۔

ابن عقبہ : جمال الدین احمد نام ہے۔ عمدۃ الطالب اس کی تصنیف ہے۔ ۱۴۲۴ء مطابق ۸۲۸ھ انتقال کیا۔

ابن عقدہ : (ملاحظہ ہو ابوالعباس احمد بن محمد)۔

ابن عماد : خراسان کا شاعر تھا۔ چودھویں صدی کے آخر میں گزرا۔ بلدۂ شیراز میں رہتا تھا۔ فارسی میں دہ نامہ اسی کی تصنیف ہے۔

ابن غیاث : (ملاحظہ ہو کمال الدین ابن خواجہ)۔

ابن فضل اللہ : (شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محی الدین)۔ شعر وسخن اور علم وادب میں اپنے زمانے کا فرد تھا۔ جغرافیہ، تاریخ اور تراجم اور فن سوانح عمری میں بہت بڑی واقفیت تھی۔ ۷۴۹ھ مطابق ۱۳۴۸ء میں رحلت کی۔ اس کا باپ ملک ناصر کا پرائیوٹ سکریٹری تھا۔ فضل اللہ بھی عرصے تک اپنے باپ کی نیابت میں ملازم رہا۔ چار جلدوں میں اس کی ایک کتاب ''فواضل السمر فی فضائل آل عمر'' مشہور ہے۔ ایک دوسری کتاب مسمی مسالک الابصار فی ممالک الامصار ۲۰ بڑی جلدوں میں ہے۔ صبابۃ المشتاق لغت میں لکھی اس کے سوا الدعوۃ المستجابہ، سفر السفرہ، دمعۃ الباکی، بقظۃ الساہر وغیرہ متعدد کتابیں اس کی تصنیف سے مشہور ہیں۔ ولادت ۷۰۰ھ م ۱۳۰۰ء بمقام دمشق۔

ابن فورق : (ملاحظہ ہو فورق)

ابن قایماز ذہبی : (ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد

ایک بڑے محدث اور مورخ تھے۔حافظ ذہبی کے لقب سے شہرت پائی۔ پیدائش ۶۷۳ھ مطابق ۱۲۷۴ء۔ وفات ۷۴۸ھ مطابق ۱۳۴۷ء۔ایک کتاب تاریخ الاسلام بیس جلدوں میں ہے۔ایک دوسری کتاب تاریخ النبلا بیس جلدوں میں ہے۔ایک کتاب طبقات القراء دو جلدوں میں۔اختصار التذ ہیب پانچ جلدوں میں۔اختصار السنن البیہقی تین جلدوں میں۔المقتضی فی الضعفا دو جلدوں میں۔العبر فی خیر من غبر دو جلدوں میں۔اختصار المستدرک للحاکم دس جلدوں میں۔مختصر تاریخ ابن عساکر دو جلدوں میں ہے۔علاوہ ان کے اور بہت سی کتابیں ہیں۔

ابن قتیبہ : شیخ الامام ابو محمد عبداللہ بن مسلم دین داری لقب ہے۔عیوان الاخبار کے مصنف۔ ۸۸۹ء مطابق ۲۶۷ھ میں انتقال کیا۔

ابن قدامہ : ابو محمد عبداللہ بن احمد نام۔ ۵۴۱ھ م ۱۱۴۶ء میں دمشق میں پیدا ہوا۔ ۶۲۰ھ م ۱۲۲۳ء میں رحلت کی۔فقہ، اصول فقہ، نحو اور ادب کا زبردست عالم تھا۔ علاوہ ان علوم کے ہیئت نجوم وغیرہ میں بھی کمال تھا۔یہ ایک بڑا مصنف گزرا ہے۔علم فقہ میں الاعتقاد، ذم التاویل، فضل عاشورہ، ذم الوسواس، الرقتہ والبکا وغیرہ متعدد کتابیں لکھیں۔ابن قدامہ ایک دوسرا مصنف بھی ہے جس کا نام ابو محمد شمس الدین عبدالرحمٰن بن محمد ہے جو اول الذکر ابن قدامہ کا بھتیجا ہے جس نے اپنے چچا کی لکھی ہوئی کتاب المقنع کی شرح دس جلدوں میں لکھی ہے۔ پیدائش ۵۹۷ھ م ۱۲۰۰ء۔ وفات ۶۸۲ھ م ۱۲۸۳ء میں ہوئی۔

ابن قطاع : علی بن جعفر صقلی کا لقب یا کنیت ہے۔ ایک عربی مصنف تھا۔ ۱۱۲۱ھ مطابق ۵۱۵ھ میں وفات پائی۔

ابن کمال پاشا : مفتی شمس الدین احمد بن سلیمان نام ہے۔حدیث العربین کی شرح لکھی۔ ۱۵۳۳ء مطابق ۹۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابن ماجہ : ان کا نام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجۃ القزوینی ہے۔کتاب السنن، کتاب احادیث جو سنن ابن ماجہ کہلاتی ہے اور تفسیر القرآن ان کی تصنیف ہیں۔ ۸۲۴ء مطابق ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۸۶ء مطابق ۲۷۳ھ میں انتقال کیا۔

ابن مالک : (ملاحظہ ہو عبداللہ ابن مالک)

ابن مردویہ : اس نام سے زیادہ مشہور ہے مگر اس کا نام ابوبکر ہے۔مستخرج بخاری اور ایک شرح اور ایک تاریخ اس کی تصانیف سے ہیں۔ ۴۱۰ھ مطابق ۱۰۱۹ء میں انتقال ہوا۔

ابن معلم : (ملاحظہ ہو شیخ مفید)

ابن مقلہ : بغداد کے خلیفہ القاہر باللہ کا وزیر تھا۔اس نے دوسرے امراء کے مشورے سے خلیفہ کو معزول کرا کر اندھا کر دیا۔الراضی باللہ کو تخت پر بٹھایا۔اس کے کچھ عرصے بعد راضی نے اس کے ہاتھ اور زبان کٹوا دیئے۔اس قصور میں کہ اس نے الراضی کی لاعلمی میں اس کے دشمن کو ایک خط لکھا تھا۔ بعدہٗ تکالیف کے اثر سے ۹۳۹ء مطابق ۳۲۷ھ میں مر گیا۔ ابن مقلہ موجودہ عربی خط نسخ کا موجد ہے۔

ابن ہشام : سیرت الرسول اس کی تصنیف ہے۔اس کا قدیم وطن قاہرہ تھا جہاں ۸۲۸ء مطابق ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ احمد ابن ابراہیم نے اس کی کتاب کا خلاصہ دمشق میں ۱۳۰۷ء مطابق ۷۰۷ھ میں کیا۔

ابن ہشام بن یوسف : چند عربی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے توضیح، شرح الفیہ وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ۱۲۶۱ء مطابق ۷۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابن ہشیم : اس کا وطن بصرہ تھا۔ لیکن بعد کو مصر چلا گیا۔ اور وہیں اپنی بقیہ عمر صرف کی۔ اقلیدس، ہندسہ، علم الاعداد، حساب، مناظرہ، مرایا، جبر و مقابلہ، مساحت اصولی، علم آلہ قبلہ نما، دھوپ گھڑی، عرض البلد، طول البلد اور جغرافیے کے متعلق اس کی پچیس کتابیں ہیں۔ علم طبیعات اور علم ہیئت میں چوالیس کتابیں ہیں۔ خوش نویس بھی تھا۔ طب میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ مگر کبھی طب کو پیشہ نہیں بنایا۔ بادشاہ مصر حاکم بامر اللہ فاطمی کا عہد پایا۔

ابن ہلال : یہ علائی بھی کہلاتا ہے۔ منہاج الطالبین اس کی تصنیف ہے جس کا دوسرا نام تاریخ علائی بھی ہے جو شاہ شجاع کرمانی کے نام پر معنون کی گئی تھی۔

ابن ہمام : ہدایہ کی شرح فتح القدیر کا مصنف ہے جس کا نام شرح ہدایہ بھی ہے۔ ۱۴۵۷ء مطابق ۸۶۱ھ میں انتقال کیا۔ ہمام کے نام سے علمی دنیا میں مشہور ہے۔

ابن یمین : (ایک مشہور شاعر تھا اس کا نام امیر محمود تھا۔ ملاحظہ ہو امیر محمود)۔

ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی : باپ کا نام یحییٰ المزنی تھا۔ فقہ شافعیہ کا مشہور مصنف ہے۔ بہت سی کتابیں اس کی تصنیف سے موجود ہیں۔ ۸۷۸ء مطابق ۲۶۴ھ میں انتقال ہوا۔ علاوہ اور کتابوں کے مختصر، منصور، رسائل المعتبرہ، کتاب الوثائق مشہور تصانیف ہیں۔ مختصر وہ کتاب ہے کہ جس کی بنیاد پر فقہ مذہب شافعی کی دوسری کتابیں لکھی گئی ہیں۔

ابو احمد بن قاسم : اس کے باپ کا نام قاسم ہے۔ امیسیا واقع اناطولیہ میں ۱۴۸۳ء مطابق ۸۸۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے اس کتاب کی جو اس کے والد بزرگوار احمد بن عبداللہ کری نے اسلام کی بنیادی اصولوں کے متعلق تصنیف کی تھی شرح تصنیف کی ہے۔

ابو اسحاق : والد کا نام الپتگین تھا۔ غزنی کا خود مختار حاکم تھا۔ ابو اسحاق نے سلطنت کی باگ سبکتگین کے ہاتھ میں چھوڑ دی تھی جو ۹۷۷ء مطابق ۳۶۸ھ اسحاق کی وفات پر سلطنت کا مالک بن بیٹھا۔

ابو اسحاق : حلاج اطمعہ (ملاحظہ ہو اسحاق)

ابو اسحاق احمد : یا ابو اسحاق ابراہیم بن اسمٰعیل قصص الانبیاء کا مصنف ہے جس میں دنیا کی پیدائش کا حال درج ہے اور ان نبیوں کی تاریخ ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں اور آں حضرت کے زمانے کا بھی حال جنگ اُحد تک کا لکھا گیا ہے۔ وفات ۱۰۳۶ء مطابق ۴۴۱ھ میں ہوئی۔

ابو اسحاق اسفراینی : بن محمد مصنف جامع الجلا جس میں بہت سے مذاہب کے عقائد کی تکذیب کی ہے۔ ۱۰۲۷ء مطابق ۴۱۸ھ میں انتقال کیا۔

ابو اسحاق بن محمد : شام کا رہنے والا ہے۔ مشہور عربی دیوان متنبی کی ایک شرح لکھی ہے۔ ۱۰۴۹ء مطابق ۴۴۱ھ میں وفات پائی۔

ابو اسحاق الکازرونی : ایک بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ مدرسہ تخت سراج کی مسجد میں انھوں نے ایک چراغ روشن کیا تھا جو چار سو سال تک یعنی بن قاسم کے زمانے تک روشن رہا۔

ابو اسحاق شامی : شام کے ایک مشہور ولی اللہ تھے جنھوں نے ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ کو وفات پائی اور مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔

ابو اسحاق شاہ شیخ : اس کا باپ امیر محمد شاہ جو خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد سے ہے سلطان ابوسعید خاں کے دوران حکومت میں حاکم شیراز تھا۔ ارپا خاں کے زمانۂ حکومت میں ۱۳۳۵ء مطابق ۷۳۶ھ میں قتل ہوا۔ اس کا بیٹا امیر مسعود بھی جو اس کا جانشیں ہوا

تھا تھوڑے عرصے کے بعد مارا گیا۔اس کے قتل ہونے پر اس کی بھائی ابواسحاق نے شیراز پر ۱۳۳۶ء میں قبضہ کرلیا۔۱۸ سال تک حکومت کی مگر جب امیر محمد مظفر نے ۱۳۵۳ء مطابق ۷۵۴ھ میں شیراز کا محاصرہ کیا ابواسحاق اصفہان کو بھاگ گیا جہاں وہ ۴ سال کے بعد بروز جمعہ بتاریخ ۱۲رمئی ۱۳۶۷ء مطابق ۲۱رجمادی الاول ۷۵۵ھ قتل ہوا۔

ابواسحاق شیرازی : مصنف طبقات الفقہاء جومشہور فقہاء کی سوانح عمریوں کا ایک مجموعہ ہے۔ ۱۰۸۳ء مطابق ۴۷۶ھ میں انتقال کیا۔

ابواسمٰعیل محمد : مشہور تاریخ فتوح الشام کا مصنف ہے۔ یہ کتاب فارسی طبقات واقدی سے اردو میں ترجمہ اور خلاصہ کی گئی ہے۔حضرت عمر کے زمانے کی اسلامی فتوحات جو ملک شام میں ہوئیں اس کتاب میں درج ہیں۔

ابوایوب انصاری : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ جب آں حضرت صلعم ہجرت کے بعد سے خاص مدینے میں پہنچے تو انھیں کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔آں حضرت سات ماہ تک آپ کے مہمان رہے۔ جہاں اب مسجد نبوی واقع ہے اسی کے متصل ان کا گھر تھا۔آپ بدر اور اُحد کی لڑائی میں آں حضرتؐ کے ساتھ تھے اور بعہد امیر معاویہ ۴۸ھ مطابق ۶۶۸ء میں قسطنطنیہ کی مہم میں شہید ہوئے۔ آپ کا مزار قسطنطنیہ میں ہے۔ان کے مزار کا مسلمان نہایت اعزاز و احترام کرتے ہیں۔قسطنطنیہ میں اب تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ تخت نشینی کے وقت بادشاہ وہاں حاضر ہوکر تلوار زیب کمر کرتے ہیں۔

ابوالبرکاتؒ : سید شاہ برکت اللہ اپنے وطن بلگرام میں ۱۰۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔سادات زیدی حسینی واسطی تھے۔ بعہد عالمگیر مارہرہ تشریف لائے اور اپنے جد امجد سید شاہ عبدالجلیل بلگرامی کی خانقاہ میں قیام کیا۔ ۱۱۱۸ھ میں چودھری فریدون نے آپ کے لیے محل سرا اور خانقاہ اور مسجد تعمیر کی جو برکات نگری کے نام سے موسوم ہے۔ آپ پانچوں سلسلوں میں صاحب اجازت تھے مگر سلسلہ قادریہ کو زیادہ رائج کیا۔ ۱۰محرم ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء کو وصال ہوا۔

ابوالبرکات شیخ : ابوالفضل کے بھائی تھے۔آپ کا سن پیدائش ۱۵۵۲ء ہے۔

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد : (ملاحظہ ہو نسفی)۔

ابوالبرکات نیشاپوری : آپ دستور الکتابت کے مصنف ہیں۔

ابوالحرث المشہور بہ ذوالرمہ بن عقبہ : ایک عربی شاعر اور فرزدق کا ہم عصر تھا۔وفات ۷۳۵ء مطابق ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

ابوالحسن : ایک شاعر تھا۔دیوان انوری کی شرح لکھی جو شرح دیوان انوری کے نام سے مشہور ہے۔

ابوالحسن اشعری ابن اسمٰعیل : پہلے معتزلہ تھے پھر سنی ہوگئے۔ آپ نے قریب چار سو کے قریب کتب تصنیف کیں۔ ۹۳۶ء مطابق ۳۲۴ھ میں اس دنیا کو خیر باد کہا۔

ابوالحسن بن اعتمادالدولہ : (ملاحظہ ہو آصف خاں)

ابوالحسن تربتی الملقب بہ رکن السلطنت : عہد جہانگیری میں پنج ہزاری کے درجے پر ممتاز تھا۔وفات بہ عمر ۷۰ سال شاہ جہاں کے چھٹے سال جلوس میں یعنی ۱۶۳۲ء مطابق ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔

ابوالحسن جرجانی : آپ جرجان کے رہنے والے اور فقیہ تھے۔(ملاحظہ ہو جرجانی)

ابوالحسن خاں مرزا : دربار برطانیہ میں ۱۸۰۹ء و

۱۸۱۹ء میں ایرانی سفیر تھا۔ حیرت نامہ اس کی یادگار ہے۔ یہ نام فتح علی شاہ ایران نے اس کتاب کا رکھا تھا۔ اس میں مصنف کے ہند، ترکی، روس، انگلستان وغیرہ کے سفر کا حال درج ہے۔

ابوالحسن رضین بن معاویہ العبدری : آپ کی تصنیف سے جامع بین الصحیحین ہے۔ یہ کتاب مجموعۂ احادیث ہے۔ اس میں بخاری اور مسلم موطی جامع الترمذی، سنن ابوداؤد اور نسائی کی احادیث شامل ہیں۔ وفات ۱۱۲۶ء مطابق ۵۲۰ھ میں ہوئی۔

ابوالحسن عبداللہ بن مقفع : اس نے ابوجعفر منصور خاندان عباسیہ کے خلیفہ ثانی کے حکم سے جو بغداد میں ۷۵۴ء سے ۷۷۵ء تک حکمراں رہے جانوروں کی کہانیاں Pilpay's Tables پہلوی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کیں یہ کتاب کلیلہ دمنہ کے نام سے مشہور ہے۔

ابوالحسن علی: سنن اور علل کے مصنف گزرے ہیں۔ ۹۹۰ء مطابق ۳۷۰ھ میں وفات پائی۔

ابوالحسن علی بن الحسین القمی بابویہ : آپ کی وفات ۹۴۰ء مطابق ۳۲۹ھ میں مذکور ہے۔ کئی مشہور کتب کے مصنف ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب الشریعہ ہے۔ آپ سے زیادہ شہرت آپ کے صاحب زادہ ابوجعفر محمد ابن بابویہ کی ہے۔ جب یہ دونوں حضرات یک جائی مذکور ہوتے ہیں صدوقین کہلاتے ہیں۔ آپ کی تصنیف کتاب الموارث ہے جو فن توریث کا ایک رسالہ ہے۔

ابوالحسن علی بن سلطان مسعود : بروز جمعہ ۲۹ ردسمبر ۱۰۴۹ء مطابق یکم شعبان ۴۴۱ھ غزنی میں تخت نشیں ہوا۔ دو سال سے زائد حکومت کی اور عبدالرشید نے جو اس کا بھائی تھا اس کو ۱۰۵۲ء مطابق ۴۴۳ھ میں معزول کر دیا۔

ابوالحسن قطب شاہ : تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطب شاہ کا داماد تھا جس کی وفات کے بعد ۱۶۷۲ء مطابق ۱۰۸۳ھ میں دکن حیدرآباد میں گولکنڈے کا بادشاہ ہوا۔ پوری عمر ۵۶ سال کی اس طرح تقسیم ہوئی کہ چودہ برس عہد طفولیت پھر چودہ سال خدمات پیر طریقت سید شاہ راجو پھر چودہ سال سلطنت اور چودہ برس قیدی عالمگیر۔ اپنے اسلاف کی طرح تعمیر عمارات کا شوق تھا۔ چنانچہ ۱۰۸۳ھ میں آٹھ لاکھ روپیہ کے صرف سے ایک عظیم الشان عمارت ساحل رود موسیٰ پر بنام چار محل بنوائی اور پھر اسی نام سے ایک محلہ آباد ہوا۔ مکہ مسجد کی تعمیر جاریہ کی تکمیل پر آٹھ لاکھ روپیہ صرف کیا۔ پہلے اس کا نام بیت العتیق تھا اور ۱۰۹۸ھ میں مکہ مسجد نام ہوا۔ دکھنی زبان کا شاعر تھا۔ تاناشاہ تخلص تھا۔ اسی پر قطب شاہی خاندان کا اختتام ہو گیا۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۴ء میں وفات پائی*۔ گولکنڈہ میں مقبرہ ہے۔ محی الدین اورنگزیب غازی نے گولکنڈہ کو ۷ ماہ کے محاصرے کے بعد ۱۲ ستمبر ۱۶۸۷ء مطابق ۲۴ ذی قعدہ ۱۰۹۸ھ کو مسخر کیا اور ابوالحسن کو قید کر کے دولت آباد کے قلعے میں عمر بھر کے لیے نظر بند کر دیا۔ گولکنڈہ ملک ہندوستان کا ایک صوبہ بن گیا۔

ابوالحسین احمد بن علی النجشی : مشہور کتاب "کتاب الرجال" کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں شیعہ مشاہیر کے سوانح ہیں۔ ۴۰۵ھ مطابق ۱۰۱۴ء میں وفات پائی۔

ابوالحسین ابوعلی : طبقات حنبلیہ کے مصنف ہیں جس میں ابن حنبل کے فرقے کے نہایت مشہور فقہاء کی

* خلدآباد ضلع اورنگ آباد میں سید راجو قتال کی درگاہ میں دفن ہے۔ (عرشی)

سوانح عمریاں درج ہیں۔ اس کتاب کو ابوالحسین نے شروع کیا اور شیخ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد عرف ابن رجب نے اس کا درمیانی حصہ لکھا۔ بالآخر یوسف بن حسن المقدسی نے ختم کیا۔ یہ تینوں بزرگ یکے بعد دیگرے ۱۱۳۱ء مطابق ۵۲۶ھ اور ۱۳۹۲ء مطابق ۷۹۵ھ و ۱۴۶۶ء مطابق ۸۷۱ھ میں فوت ہوئے۔

ابوالحسین زریں: (ملاحظہ ہو ابوحسین زریں)

ابوالحسین خرقانی: ان کی تصنیف سے شرح مخزن الاسرار اور مراءت المحققین ہے۔ اس کتاب میں ان رسوم کی تشریح ہے جو ایک مرشد کو اپنے مرید کی تصوف کی تعلیم شروع کرنے پر عمل میں لانا چاہئیں۔ ۹۸۶ء مطابق ۳۷۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

ابوالحسین علی بن عمر دارقطنی: آپ ایک سنی محدث ہیں۔ جن کا مجموعہ احادیث ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی کی احادیث کی طرح نہایت مستند ہے۔ وفات ۹۹۵ء مطابق ۳۸۵ھ میں ہوئی۔

ابوالخیر حسن بن سوار: ربیع الاول ۳۳۱ھ میں پیدا ہوا۔ کئی کتابیں سریانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیں۔ فن طب میں اس کی قابل قدر تصانیف موجود ہیں۔ مقالہ باری تعالی، کتاب تدبیر المشائخ وغیرہ وغیرہ بھی اسی کی تصنیف ہیں۔

ابوالخیر خوارزمی مولانا: طبیب اور شاعر تھا۔ اس کا تخلص عاشق ہے۔ سلطان حسین مرزا کے آخری زمانۂ حکومت میں خوارزم سے چلا گیا اور اس وقت تک باہر رہا جب تک کہ محمد شیبانی عرف شاہی بیگ خاں نے ازبک کو شکست دے کر اس صوبے کو فتح نہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ ماوراءالنہر کو چلا گیا۔ جہاں ۱۵۵۰ء مطابق ۹۵۷ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ وفات ''فوت عاشق'' سے نکلتی ہے۔

ابوالسعادت مبارک ابن اثیر الجرزی: عربی زبان میں ایک لغت تصنیف کیا جس کا نام النہایۃ فی غریب الحدیث ہے۔ کامل الاصول اور کامل التواریخ بھی انھیں کی مصنفہ ہیں۔ ۱۲۰۹ء مطابق ۶۰۶ھ میں انتقال کیا۔ (ملاحظہ ہو ابن اثیر)۔

ابوالعباس احمد بن محمد: آپ عام طور سے ابن عقدہ کہلاتے ہیں۔ علم حدیث میں بہت بڑے ماہر گزرے ہیں اور نہایت محنت و کاوش کے ساتھ احادیث کو جمع کر کے ترتیب دیا اور اس مقصد کے لیے دور دراز کے سفر کیے۔ الدارقطنی جو سنی محدث تھے فرماتے تھے کہ ابن عقدہ کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں جو براہ راست اہل بیت و بنو ہاشم سے مروی ہیں۔ وفات ۹۴۴ء مطابق ۳۳۲ھ میں ہوئی۔

ابوالعباس بن محمد: اس کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں سے خاص عربی تصنیف معرفۃ الصحابہ ہے۔ ۱۰۴۱ء مطابق ۴۳۲ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔

ابوالعباس فضل بن احمد: اصفہان کا رہنے والا۔ محمود غزنوی کا وزیر تھا۔

ابوالعلا: یہ گنجہ کا ملک الشعراء شروان کے حکمراں منوچہر کے زمانے میں تھا۔ فلکی اور خاقانی اس کے شاگرد تھے اور خاقانی کا داماد بھی تھا۔

ابوالعلا احمد بن عبداللہ المعری: ایک عربی حکیم، آزاد خیال شاعر گزرا ہے۔ اس کی پیدائش ملک شام میں بمقام معرہ ۱۶ دسمبر ۹۷۳ء مطابق یکم ربیع الاول ۳۶۳ھ بروز جمعہ ہوئی۔ چیچک کی وجہ سے تیسرے برس میں اس کی نظر جاتی رہی۔ اس کی شاعری جذبات سے لبریز اور طرز بیان دلکش اور دلفریب تھا۔ اس کی وفات بروز جمعہ ۹ مئی ۱۰۵۷ء مطابق یکم ربیع الاول ۴۴۹ھ ہوئی۔ القائم باللہ خلیفہ بغداد کا مداح تھا۔ اس

کی یادگار ایک عربی کا دیوان ہے۔

ابوالعلا اکبرآبادی : آگرہ کے رہنے والے میر ابوالوفا حسنی کے صاحبزادے تھے۔ پیدائش ۱۵۸۲ء مطابق ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے جد بزرگوار میر عبدالسلام سمرقند سے ہندوستان کو تشریف لائے تھے۔ یہاں سے مکے معظمے کو بقصد حج تشریف لے گئے اور کچھ عرصے کے بعد انتقال فرمایا۔ آپ کے والد ماجد میر ابوالوفا فتح پور سیکری میں واصل حق ہوئے۔ ان کی نعش دہلی کو بھیجی گئی۔ وہاں لال دروازہ کے پاس مدرسے میں دفن ہوئے۔ جب راجہ مان سنگھ حاکم بنگال مقرر ہوئے امیر ابوالعلا ان کے ہمراہ تھے اور سہ ہزاری کے درجے پر ممتاز تھے۔ مگر آپ نے راجہ کی ہمراہی چھوڑ کر اجمیر کی طرف مراجعت کی اور وہاں سے آگرہ آئے جہاں اپنی باقی عمر صرف کی۔ آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔ جمعہ کے روز ۲۱ر جنوری ۱۶۵۱ء مطابق ۹ر صفر ۱۰۶۳ھ ۷۱ برس کی عمر میں انتقال کیا اور آگرہ میں کربلا کے قریب جہاں ہر سال ایک بڑا میلہ ہوتا ہے، مدفون ہوئے۔ آپ نقشبندی تھے اور خواجہ ابرار کی اولاد میں تھے۔

ابوالعینا : ایک فقیہ گزرے ہیں اور اپنی ذکاوت کے سبب مشہور ہیں۔ جب خلیفہ عبدالملک کے بیٹے موسیٰ نے ابوالعینا کے ایک دوست کو مروا ڈالا اور خبر مشہور کی کہ فرار ہو گیا ابوالعینا نے یہ کہا کہ ''موسیٰ نے اس کو سزا دی وہ مر گیا''۔ یہ جملہ شہزادے نے سنا اور ابوالعینا کو بلوایا۔ ظالم موسیٰ سے ڈرنے کی بجائے انھوں نے دلیرانہ جواب دیا جو انجیل کی دوسری کتاب میں سے تھا کہ ''کیا آپ مجھے بھی قتل کریں گے جس طرح کل آپ نے دوسرے آدمی کو قتل کیا تھا''۔ اس طرز گفتگو نے موسیٰ کا غصہ رفع کر دیا اور شہزادے ابوالعینا کو تحائف سے مالا مال کر دیا۔

ابوالغازی بہادر : تاتاریوں کا سردار اور چنگیز خاں کی اولاد میں تھا۔ اپنے بھائی کی وفات کے بعد خوارزم کا بادشاہ ہوا۔ بیس سال کے عرصے کے بعد بادشاہت اپنے صاحبزادے انوش محمد کو دی اور خود تصنیف وتالیف کے کام میں مصروف ہوا۔ شجرے کے طور پر تاتاریوں کی ایک تاریخ لکھنا شروع کی مگر وہ ختم نہ ہوسکی۔ تاتاریوں کی صرف یہی ایک تاریخ ہے جو یورپ میں مشہور ہے۔ ۱۶۶۳ء مطابق ۱۰۷۴ھ میں انتقال کیا اور اپنے بیٹے کو مرتے وقت وصیت کی کہ تاریخ کو مکمل کردے۔ اس سعادت مند پسر نے حکم کی تعمیل کی اور اس کو دو برس میں پورا کر دیا۔ اس کتاب کا جرمنی ترجمہ کونٹ اسٹرلہن برگ Count Strahlen berg نے کیا اور ایک فرانسیسی ترجمہ لیڈن میں ۱۷۲۶ء میں شائع ہوا۔

ابوالغازی بہادر : (ملاحظہ ہو سلطان حسین مرزا)۔

ابوالفتح بستی : مقام بست کے ایک عالم اور مشہور شاعر تھے۔ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ پایا تھا۔ جولائی ۱۰۳۹ء مطابق شوال ۴۳۰ھ میں انتقال کیا۔ ایک عربی دیوان کے مصنف ہیں اور الٰہیات پر آپ کی ایک عربی نظم مشہور ہے۔

ابوالفتح بلگرامی قاضی : عام طور پر شیخ کمال کے نام سے مشہور ہیں۔ پیدائش ۱۵۱۱ء مطابق ۹۱۷ھ میں ہوئی۔ شاہنشاہ اکبر کے زمانے میں آپ بلگرام کے قاضی تھے۔ ۱۵۹۲ء مطابق ۱۰۰۱ھ میں رحلت فرمائی۔ فیروز عثانی نے آپ کے نام نامی ''شیخ کمال'' سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

ابوالفتح رکن الدین بن حسام ناگوری : فتاویٰ حمادیہ آپ کی قابل قدر تصنیف ہے جس کو تصنیف کر کے

اپنے استاد حماد الدین احمد قاضی القضاۃ نہروالہ (پٹن) واقع گجرات کے نام سے معنون کیا۔ یہ اصل کتاب بزبان عربی کلکتے میں ۱۸۲۵ء میں طبع ہوئی ہے۔

ابوالفتح عثمان : ملک العزیز عماد الدین نام ہے۔ مصر کے خاندان ایوبی کا دوسرا بادشاہ تھا۔ جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب اس کا باپ شام میں تھا اس وقت مصر کی عنان حکومت بطور نائب السلطنت کے اس کے پاس رہی۔ دمشق میں ۱۱۹۳ء میں اپنے والد کی وفات پر سلطنت کے بڑے بڑے سرداران فوج کی خفیہ رضامندی سے سلطنت پر قبضہ حاصل کیا۔ اس کی پیدائش ۷ رجنوری ۱۱۷۲ء مطابق ۸ ر جمادی الاول ۵۶۷ھ کو بمقام قاہرہ ہوئی۔ پانچ سال حکومت کرنے کے بعد قاہرہ سے ۲۳ رنومبر ۱۱۹۸ء مطابق ۲۱ رمحرم ۵۹۵ھ کو سپرد خاک کیا گیا۔

ابوالفتح گیلانی : اس کا نام مسیح الدین ہے۔ والد کا نام عبدالرزاق تھا جو گیلان کا ایک امیر تھا۔ ابوالفتح شاہنشاہ اکبر کے دربار کا ایک طبیب تھا اور اس کے مزاج میں بہت کچھ دخیل تھا۔ ۱۵۸۹ء میں بادشاہ کے ہمراہ کشمیر کی مہم پر گیا اور کشمیر سے کابل کو جاتے ہوئے بمقام دھنتور اسی سال کی ۲۰ رجون کو مطابق ۱۶ رشعبان ۹۹۷ھ میں انتقال کیا اور بمقام باباحسن ابدال دفن ہوا۔ وہ اپنے دو برادران ذی شان حکیم ہمام اور حکیم نورالدین قراری کے ہمراہ ۱۵۶۷ء مطابق ۹۷۴ھ میں ہندوستان آیا تھا۔ ایک فارسی کتاب ''چہار باغ'' کا مصنف ہے جس میں خطوط کے نمونے ہیں جو مختلف مضامین پر لکھے گئے ہیں۔

ابوالفتح لودی : ملتان کا سردار تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے ملتان کو ۱۰۱۰ء میں فتح کیا اور سردار مذکور کو قیدی بنا کر غزنیں لے گیا۔

ابوالفتح محمد الشہر ستانی : ایک عربی کتاب مسمی کتاب الملل والنحل کا مصنف ہے۔ اس کتاب کو جس میں مختلف سنّی فرقوں کا مفصل ذکر ہے لاطینی زبان میں ڈاکٹر ہاربروکر نے ۱۸۵۰ء میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ ریورنڈ ڈاکٹر کیورٹن نے کیا ہے۔ شہرستانی نے ۱۱۵۳ء مطابق ۵۴۸ھ میں انتقال کیا۔

ابوالفتح محمد بن ابوالرغانی السمر قندی : آپ فصول العمادیہ کے مصنف ہے جس میں تجارتی معاملات کے متعلق چالیس فتاویٰ ہیں۔ ۱۲۵۳ء مطابق ۶۵۱ھ میں آپ نے وفات پائی۔ اس وقت یہ کتاب نامکمل تھی۔ جمال الدین بن عمام الدین نے اس کو مکمل کیا۔

ابوالفتح ناصر ابوالمکارم مطرزی : عربی لغت موسومہ ''مغرب'' کے مصنف ہیں۔ ۱۲۱۳ء مطابق ۶۱۰ھ میں خوارزم میں انتقال کیا۔ وہ معتزلی مذہب رکھتے تھے اور لوگوں کو اس مذہب کی دعوت دیتے تھے۔ آپ شرح مقامات حریری اور کتاب اظہری کے مصنف ہیں۔ اہل خوارزم آپ کو استاد مقشری کہتے تھے اور آپ کی وفات پر شعراء نے سات سو سے زیادہ مراثی لکھے

ابوالفتح ناصر بن محمد : جامع المعارف کے مصنف تھے۔

ابوالفتوح رازی مکی : عربی کتاب حسینہ کا مصنف تھا۔ یہ کتاب اہل تشیع خاص کر ایران میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔ اس میں ایک شیعہ کنیز اور سنی فقیہ کا ایک قصہ مکالمہ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ فریقین نے اپنے اپنے عقائد کی تائید میں خوب جوہر دکھائے ہیں۔ بالآخر مصنف نے شیعہ لڑکی کو جتا دیا ہے۔ مصنف نے اس رسالے میں اپنے مذہب کے عقائد کو ایک دلچسپ پیرایہ میں مع دلائل کے لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کو ابراہیم استرآبادی نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔

ابوالفدا اسمٰعیل حموی : پورا نام ملک مؤید اسماعیل

ابوالفدا ا ابن ملک الافضل ہے۔ یہ ایک عالم اور مشہور شاہزادہ تھا جو ملک شام کی حکومت پر ۱۳۴۲ھ مطابق ۷۴۳ میں اپنے بھائی احمد کا جانشین ہوا اور تخت نشین ہونے سے پہلے علم جغرافیے میں ایک کتاب لکھی جو تقویم البلدان کے نام سے مشہور ہوئی جس کو بمقام لندن گریویس نے لاطینی میں ترجمہ کر کے ۱۶۵۰ء میں شائع کیا۔ اور بعدہ ہڈسن نے آکسفورڈ میں ۱۷۱۲ء میں طبع کیا۔ جب عمر ۷۲ سال کی ہوئی بمقام حمات پیام اجل آیا۔ دیگر تصانیف بھی ہیں۔ مگر خاص تصنیف المختصر فی اخبار البشر ہے جو عوام میں تاریخ ابوالفدا کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں حضرت آدمؑ سے لے کر ۷۲۹ھ تک کے واقعات ہیں۔ یہ ایک انصاف پسند مورخ تھا۔ اور طرز ادا خوب پایا تھا۔ اسی وجہ سے اس کی تصانیف نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

ابوالفرج : بعض کتب سوانح میں ابوالفراجیس کے نام سے منسوب ہے۔ اس کے باپ کا نام اعارون تھا جو ایک عیسائی تھا۔ اس کی پیدائش آرمینیہ ہے۔ بمقام ملیشیا جو دریائے فرات کے پاس ایک مقام ہے ۱۲۲۶ء میں ہوئی۔ طبابت پیشہ تھا۔ بعد کو مشرقی زبانیں اور علم الٰہیات پڑھا اور بیس برس کی عمر میں گویا کا پادری ہوا۔ جہاں سے وہ حلب میں منتقل ہو گیا۔ اس کی تصنیف سے ایک تاریخ کی کتاب موسومہ مختصر الدول ہے، جو دنیا کی پیدائش سے اس کے زمانے تک کل تاریخ کا ایک خلاصہ ہے۔ اس تصنیف کا سب سے عمدہ حصہ وہ ہے جس میں ساسانیوں، مغلوں اور چنگیز خاں کے فتوحات کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر پوکوک پروفیسر عربی و عبرانی آکسفورڈ کالج نے اس عربی کتاب کو ۱۶۶۴ء میں مع ترجمۂ لاطینی شائع کیا تھا۔ ابوالفرج ۱۲۸۶ء مطابق ۶۸۵ھ میں فوت ہوا۔

ابوالفرج اصفہانی : اصل نام قاضی علی بن حسین بن محمد بن احمدی تھا۔ پیدائش ۲۸۴ھ بمقام اصفہان۔ عنفوان شباب زیادہ تر بغداد میں بسر ہوا۔ اس کو عربی اشعار اور راگنیاں بکثرت حفظ تھیں۔ اس کے علاوہ فن تاریخ، علم حدیث، لغت، نحو، طب، نجوم، بیطاری وغیرہ میں بدرجہ کمال مہارت تھی۔ پچاس برس میں ایک نسخہ "کتاب الاغانی" تصنیف کر کے سیف الدولہ بادشاہ ہمدان کی خدمت میں پیش کیا جہاں سے ایک ہزار دینار عطا ہوئے۔ عضد الدولہ اس کے وزیر نے اس کتاب کا وہی مسودہ دو ہزار دینار میں خرید کر قدردانی کی۔ یہ کتاب عام طور پر یورپ میں متداول ہے۔ یہ عرب کی شاعری کی ایک مستند تاریخ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پیرس کے ایک کتب خانۂ شاہی میں اب تک موجود ہے۔ اس کتاب کو سب سے پہلے گورنمنٹ مصر نے ۱۸۶۸ء میں مطبع بولاق میں طبع کرا کے شائع کرایا تھا۔ اس کتاب میں مختلف قسم کی سو راگنیوں کا بیان ہے۔ جس کو مغنیوں نے ہارون رشید کے لیے ایجاد کیا تھا۔ اس کتاب میں علاوہ راگنیوں کے بیان کے اخبار، اشعار، انساب و ایام عرب اور ان تمام مغنیوں اور شعراء کے حالات بھی درج ہیں جن کا کلام اس کتاب میں شامل ہے۔ اس میں بعض بعض بیانات پر تاریخ اور سائنس سے بھی بحث کی گئی ہے۔ جرمنی زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ابوالفرج نے ۱۴ ذی الحجہ ۳۵۶ھ مطابق ۹۶۷ء بروز چہارشنبہ بغداد میں انتقال کیا۔

کتاب مذکور کے علاوہ ان کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً کتاب القیان، کتاب دعوۃ الاطباء، کتاب مجرد الاغانی، مقاتل الطالبین، کتاب الحانات،

کتاب نسب بنی عبد شمس، کتاب ایام العرب، کتاب الغلمان المغنین وغیرہ۔

ابوالفرج الخالدی : یہ دونوں جلیل القدر

ابوالفرج البغوی : شاعر تھے۔ خاندان ہمدان کے سلطان سیف الدولہ کے دربار کے حاضر باش تھے۔ سلطان مذکور علماء کا قدردان تھا اور ان کے بڑے بڑے وثیقے مقرر کر دیئے تھے۔

ابوالفرج ابن جوزی : لقب شمس الدین تھا۔ اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدث، عالم اور واعظ تھے۔ آپ نے مختلف علوم میں کتابیں لکھی تھیں۔ حضرت سعدی شیرازی کے استاد تھے۔ وصال ۱۶ر جون ۱۲۰۱ء مطابق ۱۲ر رمضان ۵۹۷ھ کو ہوا۔ بغداد میں مدفون ہوئے۔ ان کے دادا کا نام علی اور والد ماجد کا نام جوزی تھا۔ تلبیس ابلیس آپ ہی کی تصنیف سے ہے۔

ابوالفرج رونی : وطن رون ہے جو لاہور کے قریب کہا جاتا ہے۔ اس کی تصنیف ایک دیوان ہے۔ وہ سلطان ابراہیم کا جو سلطان محمود غزنوی کا پوتا تھا اور جس نے ۱۰۵۹ء سے ۱۰۸۸ء مطابق ۴۵۱ھ سے ۴۸۱ھ تک حکومت کی مداحی کی تھی۔ انوری نے اس کے طرز کی تقلید کی ہے۔

ابوالفرح سجزی : ایک ایرانی شاعر تھا جو مشہور شاعر عنصری کا استاد اور آل بجور کا معاصر تھا*۔ سجستان کا رہنے والا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سجزی مشہور ہوا**۔ لیکن سجزی کو عام طور پر سنجری پڑھا جانے لگا ہے جو بالکل غلط ہے۔ اس شاعر نے سلطان امیر بوعلی کی مدح میں کئی قصائد کہے ہیں*** جس نے ۴۱۰ھ سے قبل وفات پائی۔

ابوالفرح واسطی : آپ بارہہ، بلگرام، مارہرہ، خیرآباد، فتح پور، ہسوہ وغیرہ کے سادات زیدی کے مورث اعلیٰ ہیں۔

ابوالفضائل بن ناقد : یہودی مذہب کا حاذق طبیب تھا۔ اس کا لقب مہذب تھا۔ علاج جسم میں زیادہ مصروف رہتا۔ درس و تدریس کا اس درجہ شائق تھا کہ مریضوں کے دیکھنے کو روانہ ہوتا تو طلبا کا گروہ ہمراہ سبق پڑھتا چلتا۔ اس کی تصانیف سے صرف مجربات طب پائی جاتی ہے۔ بمقام قاہرہ ۵۸۴ھ/ ۱۱۸۸ء میں انتقال کیا۔ اسکا بیٹا ابوالفرج بھی اچھا طبیب تھا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ابوالفضل بن ابی الوقار : ملک شام کے شہر معرہ کا باشندہ تھا مگر دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہ سلطان نورالدین محمود بن زنگی کا درباری طبیب تھا۔ ۵۵۴ھ میں بمقام حلب انتقال ہوا۔

ابوالفضل بن عبدالکریم المہندس : مؤیدالدین نام، وطن دمشق۔ علم ہندسے کی مہارت کے سبب مہندس کہلایا۔ ابتداء نجاری اور سنگتراشی کا کام کیا کرتا تھا۔ اس فن میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے اس کو اقلیدس پڑھنے کا خیال آیا۔ رفتہ رفتہ ہندسہ، نجوم، زائچوں کا علم حاصل کیا۔ طوس کا نامور عالم حکیم شرف الدین طوسی دمشق میں آ گیا۔ اس کی صحبت سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔ پھر محمد بن ابی الحکم سے طب کی تکمیل کی۔ وہ ۶۹۹ھ م ۱۲۹۹ء میں بعارضہ اسہال شہر دمشق میں فوت ہوا۔ منجملہ دیگر تصانیف کے کتاب فی الحروب والسیاست اس کی مشہور تصنیف ہے۔

ابوالفضل بیہقی : ملاحظہ ہو بیہقی

ابوالفضل جعفر : خلیفہ المکتفی کا لڑکا تھا۔ علم ہیئت میں

---

* اس نے چنگیز خاں کا زمانہ پایا تھا۔ (عرشی)

** سنجری غلط ہے (عرشی)

*** اس سلطان نے (عرشی)

کمال حاصل تھا۔(ملاحظہ ہوالتوکل)۔

ابوالفضل شیخ : درباری اکبری کے مشہور وزیر اور مصنف ہیں۔ علامی تخلص ہے۔ یہ شیخ مبارک ناگوری کے دوسرے بیٹے اور شیخ فیضی کے بھائی تھے۔ ۱۵۵۱ء مطابق ۹۵۸ھ کو پیدا ہوئے اور انیسویں سن جلوس میں دربار اکبری میں شامل تھے۔ دربار میں باریاب ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے علامہ تھے۔ اکبرنامہ، آئین اکبری، عیار دانش اور مکتوبات علامی کے مصنف ہیں۔ انھوں نے شاہان مغلیہ کی تاریخ شیخ جلال الدین محمد اکبر کے پینتالیسویں سال حکومت تک لکھی ہے۔ اسی سال میں ان کا قتل واقع ہوا۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ شاہزادہ سلطان مراد کے ہمراہ مقدمۃ الجیش عساکر دکن بنا کر ۱۵۹۷ء مطابق ۱۰۰۶ھ میں بھیجے گئے اور پانچ سال کے بعد واپس بلائے جانے پر جب کہ وہ نرور کی طرف تھوڑی سی فوج کی ہمراہی میں بڑھ رہے تھے ایک کمیں گاہ میں پھنس گئے۔ جس کو بیر سنگھ دیو بندیلہ نے جو بندیل کھنڈ میں ارچھہ کا راجہ تھا شہزادہ سلیم کے اشارہ سے جو بعد کو جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا تھا تیار کیا تھا۔ شیخ کے ساتھ شہزادہ سلیم کی ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ اس کو شیخ مذکور کی نسبت یہ شبہ تھا کہ وہ ایک مرتبہ اس کے اور شاہنشاہ اکبر کے درمیان بدمزگی پیدا کرنے کا باعث ہوا تھا۔ اس موقع پر شیخ نے اپنے کو بڑی بہادری سے بچایا لیکن آخر کار اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ میدان میں جان دی۔ اس کا سر شہزادہ سلیم کے حضور میں بمقام الہ آباد بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ جمعہ کے روز بتاریخ ۱۳ر اگست ۱۶۰۲ء مطابق ۴ر ربیع الاول ۱۱۱۱ھ ہوا۔ اکبر کو اس واقعہ سے بہت صدمہ ہوا۔ اکبر نے متواتر دو روز تک کھانا اور سونا مطلقاً حرام کر دیا تھا۔

ابوالفضل طاہر بن محمد ظہیر الدین فاریابی : (ملاحظہ ہو ظہیر الدین فاریابی)

ابوالفضل محمد : آپ کی تصنیف سے عربی لغت موسومہ صراح مشہور ہے۔

ابوفیض : (ملاحظہ ہو فیضی)۔

ابوالفیض محمد بن حسین بن احمد الملقب بہ کاتب : ابن احمد کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ سلطان رکن الدولہ بویوی کا وزیر تھا۔ مقرر اور شاعر تھا۔ عربی خوش نویسی میں کمال حاصل تھا۔ ۹۶۱ء مطابق ۳۶۰ھ کو انتقال کیا۔

ابوالقاسم الصحراوی : ۱۰۸۵ء مطابق ۴۷۸ھ میں ایک عربی طبیب تھا اور التصریف اس کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب فن طب میں ہے اور ۳۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔

ابوالقاسم الحلی : شیخ موئد کے نام سے مشہور ہیں اور شرائع الاسلام کے مصنف ہیں۔ یہ ممنوع ومشروع اشیاء کا ایک رسالہ ہے۔ شیعوں کے نزدیک ایک بڑی مستند کتاب ہے۔ نجم الدین ابوالقاسم جعفر بن موئد بھی ان ہی کا نام ہے۔ ۱۲۷۷ء مطابق ۶۷۶ھ میں انتقال ہوا۔ حلّہ (عراق) کے ساکن تھے۔

ابوالقاسم بن عباد : شاہزادہ فخر الدولہ بوئدی کا وزیر تھا۔ اس نے ایک بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب خانے کی بار برداری کے لیے چار سو اونٹ درکار ہوتے تھے۔

ابوالقاسم عبداللہ : محمد بغوی کا لڑکا تھا۔ معجم اور دوسری کتابوں کا مصنف ہوا۔ ۹۲۹ء مطابق ۳۱۷ھ کو وفات پائی۔

ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ بن خورداہبہ : ابن خورداہبہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ کتاب المسالک

والمما لک اس کی تصنیف ہے۔ ۳۰۰ھ مطابق ۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔

ابوالقاسم کاہی : اصفہان کا رہنے والا تھا۔ بعض لوگ غلط طور پر کابلی مشہور کرتے ہیں۔ آگرہ میں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو قاسم کاہی)۔

ابوالقاسم مرزا : باپ کا نام کامران مرزا تھا جو شاہنشاہ ہمایوں کا بھائی تھا۔ ۱۵۵۷ء مطابق ۹۶۴ھ میں اکبر نے قلعۂ گوالیار میں نظر بند کر دیا اور جب اکبر خاں زمان کو تنبیہ و تہدید کرنے جا رہا تھا اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

ابوالقاسم تمکین : ہرات کے ایک سید تھے۔ اکبر اور جہانگیر کی ملازمت میں مامور رہے۔ بعدہ بھکر (سندھ) کی زمینداری کا تعلقہ حاصل کیا۔ سکھر میں ایک عالیشان مسجد ان کی یادگار ہے۔ آپ کی اولاد شاہجہاں، عالمگیر اور فرخ سیر کی ملازمت میں رہی۔

ابوالقاسم نیشاپوری : اصول اخلاق میں ایک کتاب موسومہ گنج گنج کا مصنف تھا۔ ان کی دوسری تصنیف حلیۃ المتقین ہے۔

ابوالکلام آزاد مولانا : غلام محی الدین نام۔ وطن آبائی دہلی۔ آپ کے والد ماجد غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ملک کی تباہی و بربادی سے دل برداشتہ ہو کر حجاز کو گئے تھے۔ مولانا ۱۸۸۹ء میں بمقام مکہ معظمہ پیدا ہوئے اور حجاز و مصر میں تعلیم پاکر پندرہ سال کی عمر میں جید عالم ہوئے۔ ہند آئے آپ کے خاندان میں صدیوں سے علم و رشاد کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس خاندان میں متعدد مشائخ پیدا ہوئے۔ اکبر اعظم کے زمانۂ سلطنت میں شیخ جمال الدین اور جہانگیر کے عہد میں شیخ محمد زبردست عالم اور صوفی گزرے۔ شاہ جہاں بادشاہ کو حضرت شیخ محمد صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ مولانا کے نانا مولوی منورالدین صاحب شاہ عالم اور اکبر شاہ ثانی کے عہد میں رکن المدرسین تھے جس عہدے کو اب وزیر تعلیمات کہتے ہیں۔ حسباً نسباً صدیقی ہیں۔ مولانا آزاد تحریر و تقریر میں و نظم و نثر کے میدان میں اپنے معاصرین میں آپ ہی اپنی نظیر ہیں۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ کی اسپیچوں اور شاعری کا عام شہرہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مضمون نگاری کا مشغلہ بھی ابتدا ہی سے رہا۔ مختلف اخباروں اور رسالوں کی ایڈیٹری کی۔ بالآخر لسان الصدق نامی علمی ادبی مذہبی میگزین کلکتے سے جاری کیا۔ اس کے بعد مذہبی نقطہ نظر پر غور کر کے الہلال اخبار جاری کیا جس کے خاص طریقۂ تحریر اور طرز ادا نے اردو ادب میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ جب وہ اپنا وقت پورا کر چکا تو البلاغ اسی مقصد کو پورا کرتا رہا۔ بزمانۂ جنگ یورپ ۱۹۱۶ء میں بمقام رانچی نظر بند کر دیے گئے۔ اسی حالت میں اپنی انتھک کوشش سے ایک اسکول اور دارالاقامہ رانچی میں بنوایا۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو نظر بندی ختم ہوئی تو کانگریس اور خلافت کے لیڈران* شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۲ء میں بمقام کلکتہ ایک سال کے لیے پھر مقید کر دیے گئے۔ اور پھر رہا ہوئے۔ مولانا کی تصانیف علوم و مباحث مختلفہ میں قریب چالیس کے اب تک شائع ہو چکی ہیں۔

ابوالمحاسن : منہل صافی کا مصنف ہے۔ مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

ابوالمعالی : اصلی نام محمد صدرالدین ہے۔ ترک ان کو اپنا پہلا شاعر بتاتے ہیں مگر ان کی شاعری فقط ترکی زبان تک محدود نہ تھی۔ عربی میں بھی شعر کہتے تھے اور فارسی میں ناصرالدین کے مدمقابل تھے۔ جلال الدین رومی

* لیڈروں میں آکر

کے ہم عصر تھے۔ ۱۲۷۰ء میں انتقال کیا۔ معرفت کی طرز ترکی شاعری میں سب سے پہلے انھیں کی ایجاد ہے۔ ان کی تصانیف مثلاً کلید اسرار اور مہر تکمیل ان کے ذوق سلیم کا پتہ دیتی ہیں۔

ابوالمعالی الٰہ آبادی شیخ : تحفۃ القادریہ کے مصنف ہیں۔ اس کتاب میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری ہے۔ مسکن لاہور تھا اور وہیں ۶/اپریل ۱۶۱۵ء م ۱۶/ربیع الاول ۱۰۲۴ھ کو انتقال کیا۔

ابوالمعالی بن عبدالمجید المعروف بہ حمید الدین نصراللہ : عبدالمجید کا لڑکا تھا جو سلطان بہرام شاہ غزنوی کے زمانے میں ایران میں نہایت فصیح اور بلیغ شاعر تھا۔ اس نے ۱۱۱۸ء مطابق ۵۱۲ھ میں کلیلہ دمنہ زبان عربی سے فارسی میں ترجمہ کی۔ اسی اصل نسخے کو رودکی نے نظم کیا ہے۔ بعدہٗ ۱۵۰۵ء مطابق ۹۱۰ھ میں امیر شیخ احمد سہیلی وزیر عمر شیخ پسر ثانی امیر تیمور کے حکم سے حسین واعظ نے اس کتاب کو ترمیم کر کے انوار سہیلی کے نام سے شائع کیا۔ تیسری مرتبہ ابوالفضل وزیر اکبر نے عیار دانش کے نام سے اس کا خلاصہ لکھا۔ انوار سہیلی اب تک مقبول خاص و عام ہے اور فارسی درس میں شامل ہے۔

ابوالمعالی شاہ : اکبر بادشاہ کی ملازمت میں تھا بعدہٗ علم بغاوت بلند کیا اور اس وجہ سے کابل بھاگنے پر مجبور ہوا۔ یہاں مرزا محمد حاکم برادر شاہنشاہ اکبر نے منصب جلیلہ عطا کیا اور اپنی ہمشیرہ مہر النساء بیگم کے ساتھ نکاح کر دیا۔ لیکن ہوس تاجداری نے اس کو اپنی خوش دامن کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ یہ قابل شہزادی فی الواقع اس وقت کابل کی حکمراں تھی کیونکہ اس کا بیٹا نابالغ تھا اور تمام کام سلطنت کا یہ قابل عورت انجام دیتی تھی۔ اس کے ہلاک ہوجانے پر ابوالمعالی نابالغ شاہزادے کا مدارالمہام بن بیٹھا۔ اس پر بھی بس نہ کیا بلکہ امرائے سلطنت کو اس امر پر متفق کرنا چاہا کہ وہ براہ راست ابوالمعالی کو جس کو شاہی داماد ہونے کی عزت حاصل ہو چکی تھی تخت پر بٹھائیں۔ لیکن یہ منصوبہ ہنوز پورا نہ ہونے پایا تھا کہ مرزا سلیمان شاہزادہ بدخشاں نے حملہ کر کے ۱۳/مئی ۱۹۶۴ء مطابق یکم شوال ۹۷۱ھ میں اس کو ملک عدم پہنچا دیا اور سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ ابوالمعالی شاعر بھی تھا۔

ابوالمعشر : المامون خلیفہ بغداد کے زمانے میں ایک عربی عالم تھا۔ پورا نام جعفر بن محمد بن محمد بن عمر ابوالمعشر ہے۔ عربی ہیئت دانوں کا استاد مشہور ہے۔ مولد بلخ ہے۔ اس نے عربی میں ایک کتاب الموسوم بہ کتاب الالوف علم ہیئت میں سنسکرت سے ترجمہ کی۔ وفات ۸۸۵ء مطابق ۲۷۲ھ میں ہوئی۔ اس کتاب کا ترجمہ لاطینی زبان میں آٹھ جلدوں میں ۱۵۸۹ء میں وینس میں طبع ہوا تھا۔

ابوالمکارم بن عبداللہ : کتاب نقایہ مصنفۂ عبداللہ بن مسعود پر جو تین شرح لکھی گئی ہیں اور جو بہت مقبول ہیں ان میں سے سب سے پہلی شرح کا مصنف ہے جس کو اس نے ۱۵۰۱ء مطابق ۹۰۷ھ میں لکھا تھا۔ دوسری شرح ابوعلی بن محمد البرجندی نے ۱۵۲۸ء مطابق ۹۳۵ھ میں لکھی۔ تیسری شرح شمس الدین محمد الخراسانی نے ۱۵۳۴ء مطابق ۹۴۱ھ میں تیار کی۔

ابوالمفاخر رازی : سلطان محمود سلجوقی کے زمانے میں ایک شاعر تھا۔

ابوالنجیب البخاری : تخلص عمق ہے۔ یہ قدر خاں خاقان ترکستان کے دربار میں پانچویں صدی ہجری میں ایک ایرانی شاعر تھا۔ خان مذکور نے شعرا کی ایک

ادبی انجمن ترتیب دی تھی اور ابوالنجیب کو اس کا صدر نشین منتخب کیا تھا۔ سب سے پہلے یوسف زلیخا کو اسی نے نظم کیا جو ذو بحرین ہے۔ مراثی لکھنے میں خاص ملکہ تھا۔ سو برس کی عمر پائی۔ تقریباً ۱۱۴۵ء مطابق ۵۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

ابو معشر نجیح المدنی: ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے۔ ثوری اور واقدی نے ان سے روایت کی ہے گو محدثین نے روایت حدیث میں ان کی تضعیف کی ہے۔ لیکن سیرت و مغازی میں ان کی جلالت شان کا اعتراف کیا ہے۔ امام ابن حنبل کہتے ہیں کہ وہ اس فن میں صاحب نظر ہیں۔ ابن ندیم نے ان کی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔ کتب سیرت میں ان کا نام کثرت سے آیا ہے۔ ۱۷۰ھ م ۷۸۶ء میں وفات پائی۔

ابو بکر احمد: حسین بیہقی کا لڑکا تھا۔ (ملاحظہ ہو بیہقی)۔

ابو بکر احمد بن عمر الخصاف: آداب القاضی کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں ایک سو بیس باب ہیں اور بہت سے فقہا نے اس کی شرحیں لکھی ہیں جن میں سب سے زیادہ مقبول عمر بن عبدالعزیز ابن ماجہ المعروف بہ حسام الشہید کی شرح ہے۔ ۸۷۴ء مطابق ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

ابو بکر باقلانی: باپ کا نام طیب تھا۔ التوحید و اعجاز القرآن اور چند دیگر کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۱۰۱۲ء مطابق ۴۰۳ھ میں انتقال کیا۔ مذہب مالکی تھا۔

ابو بکر بن ابی شیبہ: ایک عربی مصنف تھا۔ ۸۴۹ء مطابق ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

ابو بکر بکندی: ابو عبداللہ مغربی کے شاگردوں میں نویں صدی ہجری کے مشاہیر میں تھا۔

ابو بکر بن مسعود الکاشانی: مصنف بدائع جو فقہ کا ایک رسالہ ہے اور بدائع وصنائع کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ۱۱۹۱ء مطابق ۵۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

ابو بکر سعد زنگی: فارس کے بادشاہان اتابک میں تھا۔ ۳۵ برس تک شیراز میں حکومت کی اور ۱۲۶۰ء مطابق ۶۵۸ھ کو انتقال کیا۔ سعدی شیرازی نے اپنی مشہور کتاب گلستان ۱۲۵۸ء میں اسی ابو بکر سعد زنگی کے نام سے معنون کی تھی۔

ابو بکر تغلق: شہزادہ ظفر خاں کا بیٹا اور فیروز شاہ تغلق کا پوتا تھا۔ اپنے چچا غیاث الدین تغلق کے مرنے کے بعد فروری ۱۳۸۹ء مطابق ۷۹۱ھ میں دہلی میں تخت نشین ہوا۔ اس نے ڈیڑھ برس تک حکومت کی اس کے بعد اس کے چچا شہزادہ محمد تغلق بن فیروز شاہ نے جونگر کوٹ کانگڑہ میں تھا اپنے آپ کو بادشاہ مشہور کر دیا اور ایک فوج کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھ گیا۔ کئی مرتبہ پسپا ہونے کے بعد فتح یاب ہوا۔ اگست ۱۳۹۰ء مطابق رمضان ۷۹۲ھ کو دہلی میں تخت نشین ہوا۔ ابو بکر میوات کی طرف بھاگ گیا۔ مگر تین ماہ کے بعد پکڑا گیا اور میرٹھ کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ جہاں تھوڑے عرصے کے بعد انتقال کر گیا۔

ابو بکر شاداں شیخ قزوینی: ایک مشہور بزرگ تھے۔ ۱۱۱۳ء مطابق ۵۰۱ھ قزوین میں انتقال کیا۔

ابو بکر شبستانی: ایک بہادر سردار تھا۔ صوبۂ ماژندران کے قصبہ شبستان میں پیدا ہوا اور امیر تیمور کے ایشیائی حملوں میں مزاحم رہا۔

ابو بکر شبلی شیخ: بمقام سامرہ ۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار صرف اپنے زمانے کے صوفیہ ہی میں نہ تھا بلکہ محدثین کے گروہ میں بھی شامل تھے۔ فقہ مالکی کے مقلد تھے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے خلیفہ و مرید تھے۔ جمعہ کے روز ۳۱ر جولائی ۹۴۵ء مطابق ۲۷ر ذی الحجہ ۳۳۴ھ بعمر ۸۷ سال بمقام بغداد وصال ہوا۔

ابوبکر صدیقؓ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ آں حضرت کی وفات کے بعد عام مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ ہے۔ ۱۱ھ سے ۱۳ھ تک آپ نے خلافت کی۔ عراق و فلسطین و شام و بصرہ آپ کے عہد میں فتح ہوئے۔ اسی عہد میں قرآن مجید جمع کیا گیا۔ جنگ تمامہ میں مسیلمہ کذاب کو شکست ہوئی۔ تمام عرب جو مرتد و باغی ہو گئے تھے مطیع ہو گئے اور بیعت کی۔ ۶۳ برس کی عمر پائی۔ بروز جمعہ ۲۳/اگست ۶۳۴ء مطابق ۲۲/جمادی الآخر ۱۳ھ وفات ہوئی۔ دنیوی لحاظ سے نہایت زبردست مظفر و منصور بادشاہ ہوئے۔ دین و اخلاق کے لحاظ سے تمام صحابۂ کرام آپ کو پیشوا مانتے تھے۔ کسر نفسی کا یہ حال تھا کہ زمانۂ خلافت میں سوداگری کا مال کندھے پر اٹھائے ہوئے مدینے کی گلیوں میں بے تکلف بیچتے پھرتے اور اسی کے منافعے سے اپنے اہل و عیال کی پرورش و بسر اوقات کرتے۔ مزار حضور سرور عالم کے روضۂ مقدس کے اندر مدینہ طیبہ میں ہے۔

ابوبکر زین الدین مولانا: لقب زین الدین تھا۔ ایک زبردست عالم تھا۔ انتقال جمعرات کے دن ۲۸/جنوری ۱۳۸۹ء مطابق ۳۰/محرم ۷۹۱ھ کو ہوا۔

ابوبکر کتانی شیخ محمد بن علی جعفر: ایک مشہور ولی کامل تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ ۹۵۴ء م ۳۴۳ھ میں انتقال کیا۔

ابوبکر محمد السرخسی: لقب شمس الائمہ تھا۔ بمقام اوزجند بحالت قید ایک فقہ کی کتاب لکھی ہے جو نہایت مستند اور مفصل کتاب ہے۔ اس کتاب کا نام مبسوط ہے۔ المحیط بھی اس کی تصنیف سے ہے۔ ۱۰۹۶ء مطابق ۴۹۰ھ میں انتقال کیا۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی: ابی بکر کنیت محمد نام۔ ایران کی مردم خیز سرزمین رے کا باشندہ تھا۔ تیس سال سے زائد کی عمر میں بغداد آیا۔ ابتدائے عمر سے اس کو علوم کا شوق تھا۔ ایک روز بغداد میں وہ عضدالدولہ کے شفاخانے میں گیا اور وہاں کے دواسازوں سے ادویات کے متعلق چند سوالات کیے اور ان کے جوابات دلچسپی سے سنے۔ رفتہ رفتہ اس کا شوق طب کی طرف مائل ہوا اور اس فن میں وہ رتبہ پایا کہ جالینوس العرب کہلایا۔ رازی اسحٰق بن حسین عبادی کا معاصر تھا۔ اس کا سنہ وفات ۲۹۹ھ م ۹۰۷ء یا ۳۰۰ھ مطابق ۹۱۲ء بتایا جاتا ہے۔ وہ مختلف مضامین کی ایک سو پچیس کتابوں کا مصنف ہے۔

ابوبکر یحییٰ: مصنف بہجۃ المحافل۔ اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے چاروں خلیفہ اور دوسرے مشہور بزرگوں کے حالات عربی میں درج ہیں۔

ابوتراب میر: شیراز کے سادات سے تھے۔ جنھوں نے اپنے بیٹے میر گدائی کے ساتھ گجرات میں اور پھر اکبر کی ماتحتی میں کام کیا۔ ۱۰۰۵ھ م ۱۵۹۶ء میں انتقال کیا اور احمد آباد میں دفن ہوئے۔

ابوتمام حبیب ابن اوس الطائی: ایک عربی شاعر تھا۔ ہمدان میں عبدالوفا بن سلمہ نے اس کا نہایت عزت و احترام کے ساتھ خیر مقدم کیا اور اپنا کتب خانہ اس کے حوالہ کر دیا۔ وہ اس علمی خزانہ کو پا کر نہایت مسرور ہوا اور سفر کی زحمت بھول گیا۔ اس کتب خانے سے مستفید ہو کر اس نے مختلف تصانیف کیں۔ مجموعہ کلام شعراء مسمّی حماسہ اس مطالعے کا خاص نتیجہ تھا۔ دوسری تصنیف فحول الشعراء ہے۔ بمقام جاسم دمشق کے متصل ۸۰۴ء مطابق ۱۸۸ھ میں پیدا ہوا اور ۸۴۵ء مطابق ۲۳۱ھ میں فوت ہوا۔

ابوجعفر: (ملاحظہ ہوالمنظور)۔

ابوجعفر احمد بن حسان : وطن غرناطہ ہے۔ خلیفہ المنصور کا شاہی طبیب تھا۔ ایک کتاب تدبیر الصحۃ اس کی تصنیف ہے۔ خلیفہ المنصور کے واسطے تالیف کی تھی۔

ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی : طحی وطن تھا جو ملک مصر میں ایک موضع ہے۔ مذہبا حنفی تھے۔ ان کی تصانیف سے تفسیر قرآن شریف موسومہ احکام القرآن اختلاف العلماء، معانی الآثار، ناسخ والمنسوخ مشہور ہیں۔ ۹۳۳ء مطابق ۳۲۱ھ میں انتقال ہوا۔ ایک مشہور تصنیف مختصر الطحاوی بھی ہے، جس میں حنفی عقائد کا خلاصہ درج ہے۔

ابوجعفر الطبری ابن جریر : تاریخ طبری کے مصنف ہیں جو عربی کی ایک مستند تاریخ ہے اور ۹۱۲ء میں لکھی گئی۔ ابومحمد تبریزی نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ طبری ایک جدید سنی فرقے کے بانی تھے۔ مگر یہ فرقہ ان کی وفات کے بعد زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہا۔ ۹۲۲ء مطابق ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ ایک تفسیر قرآن کے بھی مصنف ہیں اور ان کے پسر محمد طبری بھی مصنف تھے۔ انھوں نے اپنے باپ سے بیس سال بعد انتقال کیا۔

ابوجعفر الحداد : } یہ دونوں روحانیت کے
ابوجعفر الصفار : } زبردست ہادی گزرے ہیں۔

ان میں سے ایک قفل سازی اور دوسرے ٹھٹھیرے کا کام کرتے تھے۔ ابوجعفر الصفار کو مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں الحفار (گورکن) کے لقب سے یاد کیا ہے۔

ابوجعفر بن احمد : فن طب کا بہترین فاضل اور جالینوس اور بقراط کی تصانیف کا عالم تھا۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں گزرا ہے۔ الشرح المامونی اس نے ماموں ہی کے نام پر لکھی اور اسی کے نام پر معنون کی۔ اس کی بہت سی دیگر طبی تصانیف بھی پائی جاتی ہیں۔

ابوجعفر محمد بن علیٰ بابویہ الصدوق : شیعہ متقدمین، مفسرین و مجتہدین میں تھے۔ اجتہاد میں مہارت کلی رکھتے تھے۔ سن ہجری کی چوتھی صدی میں تھے اور رکن الدولہ دیلمی کے ہمعصر تھے۔ شیعہ فرقے کی احادیث کے جامعین اعظم سے ہیں اور ملک فارس میں قم کے امامیہ فقہا میں سب سے زیادہ مشہور فقیہ ہیں۔ ایک بڑی اور ایک چھوٹی تفسیر لکھی۔ ان کے زمانہ زندگی کی بابت بہت اختلاف ہے۔ شیخ طوسی نے الفہرست میں لکھا ہے کہ ابوجعفر نے بمقام رے ۳۳۱ھ مطابق ۹۴۲ء میں انتقال کیا مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نجاشی جنھوں نے ۱۰۱۴ء میں انتقال کیا۔ لکھتے ہیں کہ ابوجعفر عالم شباب میں بغداد میں آئے۔ یہ زمانہ ۳۵۵ھ مطابق ۹۶۵ء کا تھا۔ یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیونکہ ابوالحسن علی بن بابویہ نے جو آپ کے پدر بزرگوار تھے ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء میں انتقال کیا ہے۔ قاضی شوشتری نوراللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر رکن الدولہ کے زمانے میں تھے اور انھوں نے رکن الدولہ سے کئی بار ملاقات کی۔ رکن الدولہ ۳۳۰ھ سے ۳۶۶ھ مطابق ۷۶-۹۴۹ء تک حکمراں رہا۔

ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی شیخ : ان کا شمار امامیہ مذہب کے مستند مجتہدین میں ہے اور آپ فہرست کتب الشیعہ و اسماء المصنفین کے مصنف ہیں۔ یہ شیعہ تصانیف کی ایک فہرست ہے جس میں کتابوں کے نام مع ان کے مصنفین کے حالات کے بہ ترتیب حروف تہجی درج ہیں۔ ان کی تصانیف کا زیادہ تر حصہ بغداد میں اس زمانے میں جل گیا جب ۱۰۵۶ء میں سنی و شیعہ کے باہم جھگڑا ہوا تھا۔ آپ کا انتقال ۱۰۶۷ء میں [illegible]۔ آپ

نے قرآن مجید کی ایک مشرح تفسیر ۲۰ جلدوں میں لکھی ہے جو عام طور پر تفسیر طوسی کے نام سے مشہور ہے۔ مصنف نے اس کا نام مجمع البیان بعلوم القرآن رکھا تھا۔ شیعہ حدیث کی چار کتابوں میں جو کتب اربعہ کے نام سے مشہور ہیں پہلی دو کتابیں جو تہذیب الاحکام و استبصار کے نام سے موسوم ہیں ان کی تصنیف ہیں۔ ان کی خاص تصانیف مبسوط اور خلاف ہیں جو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ نحایہ اور محیط بھی آپ ہی کی تصنیف ہیں۔ رسالہ جعفریہ آپ کا ایک فقہی رسالہ ہے جس کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے۔

ابو جہل : آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ ابو جہل کے لفظی معنی جہالت کے باپ ہیں۔ یہ جناب مصطفے محمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین متین کا سخت دشمن تھا۔ اگر چہ ابو جہل کے پسر عکرمہ نے دین اسلام قبول کر لیا تھا مگر وہ خود ایمان نہیں لایا۔ ابو جہل بدر کی لڑائی میں ہلاک ہوا۔ اس کی ہلاکت ستر برس کی عمر میں بہ ماہ مارچ ۶۲۴ء مطابق ۲ ررمضان المبارک ۲ھ کو واقع ہوئی۔

ابو حاتم : (حاتم ملاحظہ ہو)۔

ابو حاتم بستی : ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان البستی بنی تمیم کے قبیلے سے بست کے رہنے والے تھے۔ فرقۂ اہل سنت کے بڑے محدث اور عالم ہیں۔ تحصیل علم کا یہ شوق تھا کہ حوالی ترکستان سے اسکندریہ اور مصر تک جہاں کہیں فقیہ یا محدث کا پتا معلوم ہوتا ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ ابوبکر بن محمد بن اسحق بن خزیمہ سے زیادہ استفادہ کیا اور سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے اور جو کچھ علمی مطالب سنتے تھے لکھتے جاتے تھے۔ تکمیل علوم کے بعد تالیف وتصنیف کا سلسلہ شروع کیا اور کوئی فن ایسا نہیں ہے جس میں آپ کی تصنیف نہ ہو۔ سمرقند کے کل شہروں کی حکومت شرعیہ اور قضا سپرد تھی۔ ۳۳۴ھ میں نیشاپور گئے تھے وہاں بھی حدیث کے شائقین کا مجمع کثیر ہو گیا۔ پھر وہاں سے اپنے وطن کو آ گئے۔ ۳۵۴ھ م ۹۶۵ء میں انتقال ہوا اور بست میں دفن ہوئے۔ حاسدوں نے آپ پر طعن بھی کی ہے جو بالکل مردود ہے۔ آپ کی تصانیف سے یہ کتابیں ہیں: کتاب الصحابہ، کتاب التابعین، کتاب علل حدیث الزہری، کتاب علل حدیث مالک، کتاب علل مناقب ابی حنیفہ و مثالب، کتاب علل ماستند الیہ ابوحنیفہ، کتاب الفصل والوصل، کتاب الفصل بین المکحول الشامی و مکحول الازدی، کتاب مناقب الشافعی، کتاب مناقب مالک بن انس، کتاب المعجم علی المدن، کتاب الہدایہ الی علم السنن، کتاب صفۃ الصلوۃ وغیرہ۔ اپنی کل کتابوں کو وقف کر دیا تھا اور شرط یہ تھی کہ کتاب خانے سے باہر کتاب نہ نکلے لیکن اس ملک میں ہنگامے ہوئے اور وہ تمام سرمایہ غارت ہو گیا۔ اس لیے اب کوئی تصنیف میسر نہیں آتی۔

ابو حاتم سجستانی : ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان بن یزید الجشمی النحوی اللغوی۔ علوم قرآن میں قراءت تفسیر۔ اسباب نزول وغیرہ میں اور لغت اور صناعت شعر میں اپنے وقت کا امام تھا۔ صاحب ورع اور تقویٰ تھا۔ ایک دینار روز صدقہ کرتا تھا۔ اصل وطن سجستان ہے۔ آغاز جوانی میں تحصیل علم کے لیے سفر کیا۔ یعقوب مقری سے قراءت اور اخفش سے نحو پڑھی اور کتاب سیبویہ کے اول سے آخر تک دو دور اخفش سے کیے۔ حدیث ابوعبیدہ بصری، عبدالملک اصمعی حسین بن فضل ہاشمی، ابوزید انصاری، عمرو بن کرکرہ اور روح بن عبادہ سے اخذ کی۔ بعد تکمیل کے خود پڑھانا شروع کیا۔ محمد بن

درید لغوی اور ابوالعباس بردنحوی وغیرہ علماء اس کے شاگرد ہیں۔ کچھ روز ابوحاتم بغداد میں بھی رہا اور وہاں سے بصرے کو گیا اور زندگی وہیں ختم کر دی۔ جس زمانے میں والی بصرہ سلیمان بن جعفر بن عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس تھا ابوحاتم کے ساتھ بڑی رعایت کرتا تھا۔ ابوحاتم کی وفات رجب یا محرم ۲۶۸ھ یا ۸۵۰ء یا ۸۵۴ء میں ہوئی۔ والیٔ بصرہ سلیمان بن جعفر ہاشمی نے نماز پڑھائی۔ سیرۃ المصلیٰ میں دفن کیا۔ کتابوں کی تجارت پر بسر تھی۔ بعد مرگ چودہ ہزار دینار کی قیمتی کتابیں نکلیں۔ ابن سکیت نحوی نے یہ سب کتابیں کچھ کم قیمت میں خرید لیں۔ مؤلفات سے یہ کتابیں ہیں : کتاب اعراب القرآن، کتاب ما یحن بہ العابد، کتاب لطیر، کتاب المذکر و مؤنث، کتاب النبات، کتاب المقصور والمدور، کتاب الفرق، کتاب القرات، کتاب المقاطع والمبادی، کتاب الفصاحۃ، کتاب النخلہ، کتاب للاضداد وغیرہ۔

بجستان معرب سیتان کا ہے۔

ابوحامد محمد : (ملاحظہ ہو غزالی)۔

ابوحسین زین : ہرات کا رہنے والا۔ ابوعبداللہ مغربی کا استاد تھا۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

ابوحفص البخاری : بخارا میں مشہور عالم گزرے ہیں۔ وہاں منصب افتاء حاصل تھا۔ لقب الکبیر اعظم ہے۔ ان کے لڑکے کا لقب الصغیر ہے۔ اس لیے اپنا لقب اعظم اختیار کیا تھا۔ الصغیر بھی ایک عالم تھا مگر اپنے باپ کے برابر مشہور نہیں تھا۔

ابوحفص حداد عمر : ان کے باپ کا نام سلامہ ہے۔ یہ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ اولیاء اللہ میں تھے۔ ان کا انتقال ۲۶۴ھ میں ہوا ہے۔

ابوحفص عمر الغزنوی سراج الدین : لقب اس کا سراج الدین ہے۔ حنفی مذہب تھا۔ زبدۃ الاحکام کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں چار مختلف سنّی فرقوں کے عملی قوانین بیان کیے گئے ہیں۔ وفات ۱۳۷۱ء مطابق ۷۷۳ھ میں ہوئی۔

ابوحفص عمر بن احمد : اس کے باپ کا نام احمد ہے۔ یہ تین سو کتب کا مصنف ہے۔ ترغیب، تفسیر اور سند بھی اسی کی تصانیف سے ہیں۔ انتقال ۹۹۵ء مطابق ۳۸۵ھ میں ہوا۔

ابوحمارہ : سلطنت مراکش میں ایک دعویدار سلطنت نیا بن گیا تھا۔ جب وہ جنگ میں قیدی پکڑتا تو ان کو توپ سے اڑاتا یا پیٹھ پر صابون لگا کر لوہے کی زنجیروں سے پٹوا کر قتل کرتا۔ کبھی ایک قیدی کو دوسرے قیدی کے سامنے بٹھاتا۔ ان کے گوشت کے ٹکڑے کٹوا کر سیخ پر لگا کر ان قیدیوں کو کھانے پر مجبور کرتا۔ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں سلطان مراکش نے گرفتار کر کے قتل کیا۔

ابوحمزہ الثمالی کوفی : ثابت ابن دینا نام ہے۔ ابوصفیہ کنیت ہے۔ مذہب امامیہ کے ثقاۃ میں سے ہیں۔ بڑے محدث ہیں۔ حضرت علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور موسیٰ بن جعفر الکاظم رضی اللہ عنہم کی خدمت سے فیضیاب ہوئے۔ انتقال ۷۶۷ء مطابق ۱۵۰ھ میں ہوا۔ تفسیر القران، کتاب نوادر فن حدیث، کتاب زہد، رسالۃ الحقوق آپ کی تصانیف سے ہیں۔ علی و حسین دو بیٹے ان کے روات محدثین میں ہیں اور نوح، حمزہ و منصور تین بیٹے زید بن علی بن حسین کے لشکر میں تھے اور مارے گئے۔

ابوحمزہ بن نصر الانصاری : عرف عوس بن مالک۔ آپ علم حدیث کے چھ مسلم الثبوت مصنفین سے مانے جاتے ہیں۔ ۷۱۰ء مطابق ۹۱ھ میں ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ میں تھے۔

ابوحنیفہ امام : (ملاحظہ ہوحنیفہ)۔

ابوحنیفہ : نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد شیعی مغربی مشہور ہیں۔ مالکی تھے پھر شیعہ ہو گئے۔ فقہ، تفسیر اور دیگر علوم دینیہ میں کمال تھا۔ خلفائے اسمٰعیلیہ مصر کے عہد میں تھے۔ اپنی تالیفات میں صرف چھ اماموں کی مدح کی ہے۔ حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظم رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں لکھا اس لیے بعض ان کو اسمٰعیلی کہتے ہیں اور بعض تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ ابوتمیم المعز الدین اللہ علوی کے پاس افریقہ میں قاضی رہے پھر اس کے ساتھ مصر آئے۔ غرہ رجب ۳۶۳ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔ آپ کی تالیف سے کتاب المناقب والمثالب، کتاب الرد علی ابی حنیفہ، کتاب الرد علی مالک، کتاب الرد علی شافعی، کتاب الرد علی ابن سریج، کتاب اختلاف الفقہاء، کتاب اصول المذاہب، کتاب ابتداء دعوۃ، کتاب الاختیار، کتاب الاقتصار، منظومہ فی الفقہ ہیں۔

ابوحیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان غرناطی۔ اندلس کے رہنے والے۔ آٹھویں صدی ہجری میں ان کی علمی شہرت مشرق و مغرب میں محیط تھی۔ نحو میں گویا سیبویہ تھے۔ شوال ۶۵۴ھ میں غرناطہ میں پیدا ہوئے۔ مغرب میں تحصیل علوم کے بعد جہاں کسی صاحب کمال کا پتا لگا وہاں جا کر علم حاصل کیا۔ ساڑھے چار سو اساتذہ کی تعداد ہے۔ چھ سو اناسی ہجری میں مصر آئے۔ کچھ دن اسکندریہ میں قیام کیا۔ ۲۸ رصفر ۷۴۳ھ یا ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں انتقال ہوا۔

ابوخالد کابلی : نام درداں لقب کنکر ہے۔ اصحاب امامیہ سے ہیں۔ پہلے محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔ اس عقیدہ سے تائب ہو کر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی امامت پر قائم رہے اور ان کے اصحاب میں داخل ہو گئے۔ کتب امامیہ میں ان کے مناقب کثیر منقول ہیں۔

ابوداؤد سلیمان بن الاشعث : لقب السجستانی ہے۔ کتاب السنن کے مصنف ہیں۔ اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو احادیث درج ہیں اور یہ پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کی گئی ہیں۔ یہ کتاب ان کتابوں میں سے جو صحاح ستہ کہلاتی ہیں چوتھی کتاب ہے۔ ۸۱۷ء مطابق ۲۰۲ھ کو پیدا ہوئے اور بصرے میں ۸۸۸ء مطابق ۲۷۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ابوداؤد سلیمان بن عقبہ الظاہری : اس نے اقلیدس کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کی شرح کی۔ سنی مذہب میں ایک نئی شاخ نکالی۔ اس جدید مذہب کا اس نے یہ اصول قرار دیا کہ فقہ کی بنیاد قرآن اور احادیث کے ظاہری یا لفظی معنی پر رکھی جائے۔ اس کے پیرو بہت کم ہوئے۔ اس فرقے کے بانی ہونے کی وجہ سے اس کا لقب الظاہری ہوا۔ اس کی پیدائش کوفے میں ۸۱۷ء مطابق ۲۰۷ھ میں واقع ہوئی اور وفات بمقام بغداد ۸۸۳ء میں واقع ہوئی اور بقول بعض مؤرخین ۲۷۵ھ مطابق ۸۸۸ء میں ہوئی۔ مذہب شافعی کا بہت بڑا حامی تھا۔

ابوداؤد سجستانی : نام سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی ہے۔ علمائے حفاظ حدیث سے صاحب کتاب سنن ہیں۔ آپ کا تفقہ صلاح اور ورع ایسا تھا کہ لوگوں نے امام احمد بن حنبل سے تشبیہ دی ہے۔ ۲۰۲ھ میں ولادت ہوئی۔ بہت سے شہروں میں پھر کر امام احمد حنبل، احمد بن صالح، مسلم بن ابراہیم اور احمد بن عبید جیسے علماء سے استفادہ کیا۔ سنن ابوداؤد کو جس وقت لکھا پانچ لاکھ حدیثوں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں اس

میں صحیح جانچ کر درج کیں۔ امام احمد بن حنبل نے اس کو دیکھ کر بہت پسند کیا۔ اہل سنت و جماعت کے درس میں داخل ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری اولیاء اللہ میں مشہور ہیں۔ انھوں نے ابوداؤد کی زبان کو اس لیے بوسہ دیا کہ اس پر احادیث رسول اللہ جاری ہیں۔ بہت بار بغداد کا سفر کیا۔ اخیر میں بصرے میں قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن ۱۵ رشوال کو ۲۷۵ یا ۲۷۳ یا ۲۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔

ابودرداء : پیغمبر خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تھے اور حضرت عمر خلیفہ دوم کے زمانے میں شام کی حکومت ان کے تحت میں تھی۔

ابوذر قرمطی : خورستان کا رہنے والا تھا۔ خلیفہ معتمد کے عہد میں سوادِ کوفہ میں داخل ہوا۔ ابتدا میں یہ ایک پکا مسلمان تھا۔ زہد و تقویٰ میں غلو رکھتا تھا۔ بعد کو وحی و الہام کا مدعی بن کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ عراق و شام میں اس کے مرید بکثرت ہو گئے۔ یہ اپنے مقلدین کے سوا دوسروں کو کافر کہتا تھا۔ اس کا فرقہ قرامطہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۳۴۲ھ مطابق ۹۵۳ء میں فوت ہوا۔ اس نے سماوا میں ابوالقاسم یحییٰ کو اپنا جانشیں مقرر کیا۔ اس کے بعد ابوسعید خلیفہ القرامطہ ہوا۔ رفتہ رفتہ یہ فتنہ بصرہ، ہجر قطیف اور بحرین میں پھیل گیا اور شام، مصر، یمن، حجاز اور عراق میں اس کا زور بڑھ گیا۔ ابوسعید ایک جنگ میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا مقتدر تیسرا خلیفہ ہوا جو قتل کیا گیا۔ اس کے بعد ابوطاہر قرامطہ کا چوتھا امام ہوا۔ خلیفہ مقتدر کے عہد میں قرامطہ کا فرقہ شباب پر تھا۔ مقام ہجر کو ان لوگوں نے اپنا نہ صرف دارالسلطنت بنایا بلکہ کعبے کی بجائے اس کو مقام حج قرار دیا۔ مکہ جانے والے قتل کیے جاتے اور لوگ مجبور کیے جاتے تھے کہ ہجر میں حج کے لیے جائیں۔ ۳۱۷ھ میں تین ہزار حاجیوں کو عین حج کے دن اہل قرامطہ نے مکہ معظمہ میں شہید کر ڈالا۔ حرم کعبہ کی سخت بے حرمتی کی۔ خانۂ کعبہ کا دروازہ اکھاڑا گیا۔ مکہ میں لوٹ مار کی گئی۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر کو لے گئے۔ اس ظالم فرقے کا زور ۲۷۷ھ سے ۳۷۸ھ تک رہا۔ بہت سی خونخوار جنگوں کے بعد خلیفہ طالع کے عہد میں یہ فرقہ بالکل نیست و نابود ہو گیا اور حجر اسود نے پھر کعبۃ اللہ میں جگہ پائی۔

ابوذر غفاری : اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا ساتواں نمبر تھا۔ جب آپ نے اپنے اسلام کا اعلان سب سے پہلے کعبے میں کیا تو قریش نے ان کو بے حد تکلیف پہنچائی۔ مشہور صحابہ میں گزرے ہیں۔ اپنی قوم کے معزز سردار اور حسن خلق، فہم و دانائی کی وجہ سے ممتاز تھے۔ وہ تمام عمر دنیاوی تعلقات سے الگ رہے۔ زر و مال کی محبت کو برا سمجھتے تھے۔ حضرت عثمان کے زمانے تک زندہ رہے اور مدینہ سے کچھ دور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

ابوذر فقیہ : قاضی ابوذر عمر بن ذر بن عبداللہ ہمدانی زمرۂ صلحاء و زہاد سے تھے۔ اکتساب علم مجاہد اور عطا سے کیا۔ آپ کے بیٹے کا نام ذر تھا۔ اس لیے ابوذر کنیت ہوئی۔ یہ لڑکا ایسا سعید تھا کہ ہمیشہ باپ کے ساتھ دن میں پیچھے چلتا تھا اور رات کو آگے چلتا۔ بیٹا آپ کے سامنے نوجوان مر گیا۔ حالت نزع میں فرزند سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ امید رکھی نہ رکھتا ہوں۔ تیرے انتقال سے میرے کاموں میں خلل نہ پڑے گا۔ جب انتقال ہو گیا تو خود نماز پڑھائی اور دعا کی کہ میں نے اپنے حقوق معاف کیے۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر رحم فرمائے۔ کہتے ہیں کہ مرجیہ کے عقائد ابوذر کے تھے۔ ۵۰۵ھ یا ۵۰۶ھ میں انتقال ہوا۔

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی : ملک خوارزم میں بمقام شہر بیرون ۹۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ مباحث علمی پر ایک سو سے زیادہ کتب اس فاضل شخص نے تصنیف کیں جن میں سے اکثر نایاب ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر لشکرکشی کے زمانہ میں البیرونی ہندوستان ہی میں موجود تھے۔ یہاں رہ کر سنسکرت کے عالم ہوئے اور کتاب الہند تصنیف کی جو اہل ہنود کے فلسفۂ ہیئت اور تاریخ پر مشتمل ہے اور جس سے قابل مصنف کی انصاف پسندی اور بے تعصبی اظہر من الشمس ہے۔ اس کے سوا آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ و قانون مسعودی جیسی معرکتہ الآرا کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آثار الباقیہ میں مختلف اقوام کی تقادیم و تاریخی حالات درج ہیں۔ اور یہ کتاب ۱۸۷۸ء میں یورپ میں طبع ہوئی ہے۔ اور قانون مسعودی علم ہیئت کی ایک نادر المثال کتاب ہے جو سلطان محمود غزنوی کے نام سے معنون کی گئی تھی جس کے صلے میں سلطان نے ایک ہاتھی پر بار کر کے زر نقد سکہ رائج الوقت عطا کیا تھا۔ اس کتاب کا یورپ کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ البیرونی کو مسلمانوں کا ارسطو سمجھنا چاہیے۔ حال میں آپ کی سوانح عمری زبان اردو میں انجمن ترقی اردو نے شائع کی ہے۔ ۴۳۰ھ مطابق ۱۰۳۹ء میں انتقال ہوا۔ علم اقلیدس، ہیئت، تاریخ، ادب اور منطق میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ علم معقول اور فن طلسمات میں خاص شہرت رکھتے تھے۔

ابوسعد بن عبداللہ : ایک عربی شاعر تھا جو صلاح الدین کے دربار میں رہتا تھا اور اس کا وزیر بھی تھا۔ ۱۲۰۱ء مطابق ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

ابوسعد عبدالرحمٰن بن مامون التولی : فرائض متولی کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب قانون وراثت پر ہے۔

۱۰۸۵ء مطابق ۴۴۸ھ میں وفات پائی۔

ابوسعید ابوالخیر : ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر اپنے زمانے میں ہر طرح کے علوم وفنون کے ماہر زہد وتقویٰ میں راسخ تھے۔ آپ کے باپ ابوالخیر اپنے وطن غزنی میں نباتات کی فروخت سے گزر کرتے تھے۔ امرائے محمود سے ہم صحبت رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی سلطان محمود کی بزم میں بھی شریک ہوتے تھے۔ اسی عہد میں ابوسعید پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھال کر علوم وفنون حاصل کیے۔ حدیث وفقہ میں بے مثل تھے۔ علوم ظاہری سے فراغ کے بعد علم باطنی پر توجہ کی۔ باپ سے کہہ کر علیحدہ مکان بنوایا اور اس کی دروں پر کلمۂ شہادت لکھوایا۔ والد نے دیکھ کر کہا کہ یہ کیا ترکیب آرائش ہے۔ جواب دیا آپ نے اپنے مکان پر محمود کی تصویریں بنائی ہیں تا کہ اس کی محبت غالب ہو۔ میں نے خدا کا نام لکھوایا ہے کہ اس سے اُنس پیدا ہو۔ باپ نے شرمندہ ہو کر اپنے مکان سے تصویریں محو کر دیں۔ ابوسعید مرو گئے اور وہاں پانچ سال عبداللہ حصیری اور قفال فقیہ کی خدمت سے ظاہری و باطنی فیض پایا۔ سرخس میں ابوعلی فقیہ سے تفسیر وفقہ حاصل کی۔ ایک روز لقمان مجذوب سے سامنا ہوگیا۔ وہ ہاتھ پکڑ کر ابوالفضل کی خانقاہ کو لے گیا اور ابوالفضل سے کہا اس نوجوان کو اپنے پاس رکھو۔ وہ ابوالفضل کی خدمت میں مدت تک رہے۔ ابوالفضل نے حکم دیا مھینے میں جا کر چلہ کشی کرو۔ مھینے میں سات سال رہے۔ ابوالفضل نے پھر آپ کو بلا کر ابوعبدالرحمٰن سلمی کے پاس بھیجا۔ وہاں سے خرقۂ خلافت لے کر پھر ابوالفضل کی خدمت میں آئے۔ ابوالفضل نے اجازت دی کہ مھینے کو آؤ۔ مدتوں تک صحرا میں پتے کھا کر بسر کردی۔ گرمی اور سردی کا حس نہ تھا۔ اخیر میں طریق ارشاد وتعلیم شروع کیا۔ ہزاروں

آدمی تائب ہوکر مرید ہوئے۔شب جمعہ ۴ رشعبان ۴۸۰ ہجری میں وفات ہوئی۔تراسی برس چار مہینے کی عمر ہوئی۔آپ کی رباعیاں فارسی کی مشہور ہیں۔

ابوسعید عبداللہ بیضاوی: (ملاحظہ ہو بیضاوی قاضی)۔

ابوسعید بن کلب : شاشی مسند کبیر کے مصنف تھے۔ ۹۴۶ء مطابق ۳۳۵ھ میں وفات پائی۔

ابوسعید خاں بہادر بن الجاتیو : الجاتیو المعروف محمد خدابندہ کا فرزند خاندان ہلاکو خاں سے فارس کا بادشاہ ہوا۔شوال ۷۱۶ھ مطابق ۱۳۱۶ء میں بہ عمر بارہ سال اپنے باپ کی جگہ تخت نشیں ہوا۔اس کے زمانے میں رشید الدین مصنف جامع التواریخ قتل کیے گئے۔اس کو ہلاکو خاں کے خاندان کا بااقتدار آخری بادشاہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کے بعد چند شاہزادے جو اس خاندان میں تخت نشیں ہوئے۔اپنے امرا کے ہاتھوں میں تھے جو اپنے حسب منشاء عزل ونصب کرتے رہتے تھے۔ابوسعید نے اُنیس سال تک حکومت کی اور ۳۰ر نومبر ۱۳۳۵ء مطابق ۱۳ر ربیع الثانی ۷۳۶ھ میں بعارضہ بخار انتقال ہوا۔

ابوسعید زاہد العلماء : نطوری فرقے کا عیسائی تھا۔ ابوسعید منصور نام۔حلب کے حاکم نصیر الدولہ مروان کا خاص طبیب رہا ہے۔اس کی پانچ تصانیف ہیں۔ان میں کتاب شفاخانہ جات، کتاب امراض چشم وغیرہ خاص ہیں۔

ابوسعید سنان بن ثابت بن قرہ : یہ حکیم خلیفہ مقتدر باللہ القاہر باللہ کے زمانہ میں تھا۔جب اس کو اسلام قبول کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ بغداد سے بھاگ گیا۔مگر بعد کو اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا۔اس کے بیٹے نے اس کی سوانح عمری لکھی ہے۔ ۳۰۶ھ میں سنان بن ثابت نے ایک نیا شفاخانہ موسومہ مارستان السیدہ کھولا۔یہ شفاخانہ بغداد کے بازار سوق یحیٰی میں تھا۔ اس کا ماہواری خرچ چھ سو دینار (اشرفی) تھا۔خلیفہ کے حکم سے تمام غیر مشہور اطباء کا ممتحن مقرر ہوا۔تقریباً سات سو غیر معروف طبیب شامل تھے۔ابن ثابت نے جس طبیب کو جس علاج میں قابل پایا اس مرض میں دست اندازی کی سند دی۔اس کی مختلف آٹھ تصانیف یادگار ہیں۔زیادہ تر سلاطین کی تاریخ ہیں۔ ۳۳۱ھ م ۹۴۱ء میں فوت ہوا۔

ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر : ابوالفضل لقمان سرخسی صوفی کے مرید تھے۔بحالت ریاضت چودہ سال تک جنگل میں بسر کی۔رباعیات ابوسعید ابوالخیر آپ کی ایک مشہور تصنیف ہے۔ ۱۰۶۸ء مطابق ۴۴۰ھ میں بہ عمر ۴۴ سال انتقال کیا۔

ابوسعید مرزا سلطان بن سلطان محمد مرزا بن میراں شاہ بن تیمور لنگ۔پیدائش ۱۴۲۷ء مطابق ۸۳۰ھ ۲۵ سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ ۱۸ سال تک سلطنت کی۔ترکستان، ماوراء النہر، بدخشاں، کابل، غزنین، قندھار اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔آخر کو عراق بھی تسخیر کرلیا۔ ۸۷۲ھ میں آزوں حسین عاق تویلو پر لشکر کشی کی۔آزوں حسین غالب آیا۔ابوسعید ۲۵ر رجب المرجب ۸۷۳ھ میں مطابق ۸ر فروری ۱۴۶۹ء کو قتل ہوا۔(مقتل ابوسعید) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔گیارہ بیٹے چھوڑے۔بابرنامے میں بابر نے اس کو جاہل اور غیر تربیت یافتہ لکھا ہے۔لیکن باایں ہمہ دولت کا نشہ اس پر غالب نہیں آیا۔وہ ہمیشہ درویشوں اور گوشہ نشینوں سے عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتا تھا۔

ابوسفیان بن حرب : سردار قریش عبدالشمس کا پرپوتا۔ اپنے قبیلے میں دولتمند اور باا ثر۔اسلام لانے سے قبل آں حضرت صلعم کی مخالفت میں پیش پیش۔جناب

امیر معاویہ، بنی امیہ کے پہلے خلیفہ انھیں کے فرزند تھے۔ ۸ ہجری میں اسلام لائے۔

ابو سہیل مسیحی: عیسائی مذہب۔ جرجان گورگاں کا باشندہ تھا۔ فن طبابت میں کامل تھا۔ اس کی تصانیف اعلیٰ پایے کی ہیں۔ مشہور ہے کہ شیخ الرئیس کا فن طب میں استاد تھا۔ علم طب اور دیگر مضامین پر اس کی آٹھ تصانیف ہیں۔ جن میں سے کتاب المائۃ، علم الطبعی، تعبیر الرویہ وغیرہ مشہور ہیں۔

ابوسلمۃ بن الفضل الابرش الانصاری: ابن اسحٰق کے شاگرد اور ان کی سیرت کے راوی ہیں۔ رے کے قاضی تھے۔ اہل نقد کے نزدیک قابل احتجاج تھیں لیکن ابنِ معین جو اسماء الرجال کے بڑے ماہر ہیں مغامی میں ان کی توثیق کرتے ہیں اور ان کی سیرت کو بہترین سیرت ہائے نبوی کہتے ہیں۔ طبری میں ان کے واسطے سے اکثر روایتیں مروی ہیں۔ ۱۹۱ھ مطابق ۸۰۶ میں وفات پائی۔

ابوسلیمان داؤد: فخر الدین بناکتی نام۔ تاریخ بناکتی کا مصنف تھا۔ اس کتاب کا پورا نام روضۃ الالباب فی تواریخ الاکابر والانساب ہے۔ یہ تاریخ جامع الرشیدی کا خلاصہ ہے۔ جو سلطان ابوسعید نویں شاہ فارس کے نام پر معنون کی گئی۔ مصنف کو سلطان غازی خاں نے اپنے دربار کا ملک الشعراء مقرر کر دیا۔ ۱۰۳۰ء مطابق ۷۳۱ھ میں وفات پائی۔

ابوسلیمان منطقی: محمد ابوسلیمان منطقی محمد طاہر بن ہرامر کا فلسفۂ ادبی، حکمت الٰہی، فن منطق میں بڑا رتبہ ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے حکماء میں مشہور ہے۔ متی بن یونس وغیرہ سے علوم حاصل کیے۔ عضد الدولہ دیلمی کا ہم عہد ہے اور اس کے دربار میں بہت عزت تھی۔ ارسطو کی کتاب کی جو شرح لکھی ہے اس کو عضد الدولہ کے نام پر معنون کیا ہے۔ اس کا قول ہے کہ یونانیوں کی نحو ایک قطعہ ہے اور عربوں کی نحو ایک قطرہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یک چشم تھا اس لیے لوگوں سے کم ملتا تھا۔

ابو سہل ارجانی: ابو سہل ارجانی طبیب۔ ولادت ارجان ملک فارس کی ہے۔ طبیب اور معالج کامل تھا۔ جراحی بھی آتی تھی۔ شباب میں شیراز میں جا کر تکمیل فن کی اور وہیں مدت تک مطب کیا۔ اس کی تدابیر کی شہرت نے شاہان دیالمہ کے دربار تک پہنچایا۔ ابو کالنجار حسام الدولہ مرزبان ابن سلطان الدولہ کا حکمراں آل بویہ کے دربار میں اس قدر رسوخ ہوا کہ لوگ دشمن ہو گئے۔ ابو کالنجار کی بیوی نے اس کے اعتبار کو سازش سے کھو دیا۔ بادشاہ نے قید کر دیا۔ اور مال و متاع ضبط کر لیا۔ اس صدمے سے ۴۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ بادشاہ کو اس کے انتقال سے صدمہ ہوا۔ اور مال و متاع اولاد کو دلا دیا۔ ارجان فارس کا بڑا شہر ہے۔ عجمی اس کو ارغان کہتے ہیں۔ یہ شہر دریا سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔

ابوسینا: ایک طبیب اور حکیم تھا۔ کم عمری ہی میں علوم ریاضی و ادب اور نباتات حاصل کر لیے۔ ۱۸ سال کی عمر میں دربار بغداد کا طبیب ہو گیا۔ پیدائش ۹۸۳ء مطابق ۳۷۳ھ میں بمقام بخارا ہوئی اور جولائی ۱۰۳۷ء مطابق ۴۲۷ھ ۵۴ سال کی عمر میں بمقام ہمدان انتقال کیا۔ آخر حصہ عمر میں عیاشی اور مے نوشی کی طرف راغب ہو گیا تھا۔ علم طب کی تقریباً ایک سو کتب اس کی تصنیف سے کہی جاتی ہیں جن میں سے بیشتر ضائع ہو گئیں۔

ابوسینا محمد: کتاب حدیث دقائق الحقائق کا مصنف تھا۔

ابوشاکر بن ابی سلیمان: لقب موفق الدین اور سلاطین ایوبیہ کے دربار میں معزز و مکرم رہا اور ملک العادل کے دربار میں نہایت رسوخ پیدا کیا۔

۶۱۳ھ مطابق ۱۲۱۶ء میں فوت ہوا اور قاہرہ کے متصل دہر الخندق میں دفن کیا گیا۔

ابوطالب : حضرت علی مرتضٰی کے والد اور رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کی وفات حضرت خدیجہ الکبریٰ سے جو آں حضرت کی پہلی بی بی تھیں تین روز پہلے ۶۱۹ء میں بہ عمر ۸۰ سال ہوئی۔

ابوطالب حسینی : ترک تیموری کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں امیر تیمور لنگ کی زندگی کے ابتدائی سینتالیس سال کے حالات ہیں جو اس نے خود ترکی زبان میں لکھے تھے۔ ابوطالب نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور شاہ جہاں کو پیش کی۔ میجر چارلس اسٹورٹ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

ابوطالب خاں مرزا : حاجی محمد بیگ خاں کے صاحبزادے۔ ترکی النسل تھے۔ بمقام لکھنؤ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ کے نواب آصف الدولہ کے وزیر مختار الدولہ نے آپ کو ۱۷۷۵ء میں اٹاوہ و دیگر اضلاع دوآبہ کا عامل مقرر کر دیا۔ اس کے بعد آپ کی زندگی میں کئی مرتبہ انقلاب ہوا۔ سب سے آخر مرتبہ کیپٹن ڈیوڈ رچرڈسن کے ساتھ ۱۷۹۹ء مطابق رمضان المبارک ۱۲۰۳ھ میں انگلستان کا سفر کیا۔ اس سفر میں ان کو نہ صرف انگلستان بلکہ دیگر حصص یورپ کی سیر کا موقع ملا۔ لندن میں ایرانی شاہزادے کے نام سے مشہور ہوئے۔ یورپ میں انھوں نے ہر چیز کو نظر غور سے مطالعہ کیا۔ چنانچہ جب ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۰۸ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ اپنا سفرنامہ بنام مآثر الطالبی فی بلاد افرانجی کے نام سے شائع کیا جس کا انگریزی ترجمہ چارلس اسٹورٹ نے لندن میں ۱۸۲۴ء میں طبع کرایا۔ ابوطالب نے ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۲۱ھ میں وفات پائی۔ خلاصۃ الافکار بھی انھیں کی تصنیف سے ہے۔

ابوطالب شیخ : شیخ محمد علی حزیں کے والد تھے اور اصفہان میں ۱۷۱۵ء مطابق ۱۱۲۹ھ میں فوت ہوئے اور مقبرہ موسومہ مزار بابا رکن الدین میں شیخ الاسلام گیلانی کے مزار کے قریب مدفون ہوئے۔

ابوطالب کلیم ہمدانی : تخلص کلیم تھا۔ ہمدان کے ایک بڑے شاعر تھے اور پہلی مرتبہ جہاں گیر بادشاہ کے دوران حکومت میں ہندوستان تشریف لائے اور ۱۶۱۹ء مطابق ۱۰۲۸ھ میں وطن کو واپس گئے۔ کچھ سال کے بعد شاہ جہاں کے زمانے میں پھر آئے اور ملازمت شاہی میں داخل ہو کر ملک الشعراء کا درجہ حاصل کیا۔ دو مرتبہ بادشاہ نے شاعرانہ قابلیت کے صلے میں ان کے جسم کے برابر زر و سیم انعام میں دیا۔ ظفر نامہ شاہ جہاں اور ایک دیوان فارسی اپنی تصنیف سے یادگار چھوڑا۔ ۱۹ر نومبر ۱۶۵۱ء مطابق ۱۵ر ذی الحجہ ۱۰۶۱ھ کو بمقام کشمیر انتقال کیا۔ بقول مولانا آزاد بلگرامی ان کی قبر محمد تقی سلیم کی قبر کے متصل ہے۔ غنی کشمیری نے تاریخ وفات لکھی ہے* ؎

گفت تاریخ وفات او غنی
طور معنی بود روشن از** کلیم

ابوطالب مرزا : (ملاحظہ ہو شایستہ خاں)۔

ابوطاہر : ملک اسپین طور طاسہ کا رہنے والا۔ کتاب داراب نامے کا مصنف جس میں ضحاک اور سکندر اعظم، جالینوس اور دیگر حکماء یونان کی سوانح عمریاں درج ہیں۔

ابوطاہر خاتونی : بارھویں یا تیرھویں صدی عیسوی میں ایک شاعر تھا۔ تاریخ السلجوقی اور مناقب الشعراء اس کی

---

* جس کا آخری شعر یہ ہے۔ (عرشی)
** بے کلیم (عرشی)

تصنیف ہے۔

ابو طیب المتنبی : (ملاحظہ ہو متنبی)۔

ابو عباس : خلفائے عباسیہ میں سے پہلا خلیفہ بغداد تھا۔ (ملاحظہ ہو ابو العباس)۔

ابو العباس السفاح : (ملاحظہ ہو السفاح)۔

ابو عبداللہ : اس نام کے تین بزرگ گزرے ہیں جن کے تذکرے ابو جعفر نے لکھے ہیں۔ پہلے ابو عبداللہ قریشی ہیں جو خاندان قریش مکہ سے تھے۔ دوسرے ابو عبداللہ اسکندر اور تیسرے ابو عبداللہ جوہری تھے۔

ابو عبداللہ : معروف بہ ابن مالک مصنف صحیح بخاری دمشق میں ۱۲۷۳ء مطابق ۶۷۲ھ میں فوت ہوئے۔

ابو عبداللہ : محمد بن ادریس ملاحظہ ہو (شافعی امام)۔

ابو عبداللہ بن الکنانی : ابو عبداللہ محمد بن حسین المعروف بہ ابن الکنانی۔ طب میں اپنے زمانے کا ممتاز عالم تھا۔ اندلس میں ایک مشہور فساد کا آغاز ہوتے ہی قسطنطنیہ کو چلا گیا۔ خلیفہ منصور بن ابی عامر اور اس کے بیٹے المظفر باللہ کے دربار میں طبی خدمت میں مامور رہا۔ ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۹ء میں بعمر ۴۹ سال فوت ہوا۔

ابو عبداللہ بن سفیان : ساکن قیروان ملک افریقہ مصنف کتاب موسومہ ہادی ۱۰۲۴ء مطابق ۴۱۵ھ میں فوت ہوا۔

ابو عبداللہ بخاری : (ملاحظہ ہو محمد اسمٰعیل بخاری)۔

ابو عبداللہ محمد فاضل بن سید احمد بن سید حسین۔

ابو عبداللہ محمد فاضل مظہر الحق بن سید احمد بن سید حسن ساکن آگرہ، کتاب مخبر الواصلین کا مصنف تھا۔ عہد عالمگیری میں گزرا۔ ۱۶۹۶ء مطابق ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ مخبر الواصلین ۱۱۰۶ھ میں تصنیف ہوئی۔ جیسا اس کے تاریخی نام "مخبر الواصلین" سے ظاہر ہے۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضور کی اولاد امجاد میں جس قدر مشاہیر گزرے ہیں ان سب کی وفات کا مادہ تاریخ اس کتاب میں منظوم ہے۔

ابو عبداللہ بن احمد انصاری قرطبی : قرطبہ کے مشہور مصنفین میں گزرا ہے۔ ۶۷۱ھ مطابق ۱۲۷۲ء میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ حمیدی بن ابو نصر کتاب الجمع بین الصحیحین و تواریخ اندلسیہ موسوم بہ تاریخ اندلس کا مصنف ہے۔ پہلی کتاب البخاری و مسلم کا مشہور مجموعہ ہے۔ وفات ۴۸۸ھ مطابق ۱۰۹۵ء میں ہوئی۔

ابو عبداللہ مغربی : اصلی نام محمد بن اسمٰعیل ہے۔ ابراہیم خورجی و ابراہیم شعبان کرمان شاہی و ابو بکر بی قندی اس کا استاد اور ابو الحسن زریں ساکن ہرات کا شاگرد تھا۔ ۹۱۱ء مطابق ۲۹۹ھ میں فوت ہوا۔ اور کوہ سینا میں دفن ہوا۔

ابو عبداللہ محمد بن علی الراہبی : ایک چھوٹے رسالے موسوم بہ غایت البحث کا مصنف ہے۔ اس رسالے میں زید بن ثابت کی روایات کے مطابق مسائل وراثت کا خلاصہ نظم کیا گیا ہے۔

ابو عبداللہ محمد حاکم کبیر : مصنف کتاب مستدرک ۱۰۱۴ء مطابق ۴۰۵ھ میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ صالح : (ملاحظہ ہو ابو علی وزیر منصور اول)۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ طہمانی۔ نیشاپور کے رہنے والے نامور فقیہ اور محدث تھے۔ پیدائش ۳۲۱ھ وفات ۴۰۵ھ۔ الصحیحین، العلل، الامالی، فوائد الشیوخ، تاریخ علمائے نیشاپور ان کی تصنیفات ہیں۔ کل ایک ہزار پانچ سو اشعار اس کی تصنیف سے بتلائے جاتے ہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن حسین الشیبانی : المعروف بہ امام محمد۔ عراق عرب میں مقام وسط میں ۷۷۹ء مطابق ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور شہر رے دارالخلافت خراسان میں ۸۰۲ء مطابق ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ وہ ابویوسف کے ہمعصر اور ہم سبق اور امام ابوحنیفہ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ بعد وفات امام ابوحنیفہ تعلیم کی تکمیل ابویوسف سے کی۔ چھ مشہور تصانیف چھوڑیں جس کے مجموعے کو ظاہر الروایات کہتے ہیں۔ اس مجموعے میں سے پانچ کتابیں بہت زیادہ مشہور اور مفید سمجھی جاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ جامع الکبیر، جامع الصغیر، مبسوط فی فروع الحنفیہ، زیادات فی فروع الحنفیہ، سیر الکبیر والصغیر اور نوادر۔

ابوعبداللہ محمد بن عمر الواحدی : طبقات واقدی کا مشہور مصنف تھا۔ تاریخ عربی کی مشہور ومستند تاریخ ہے جس میں فتوحات فاروقی شام وغیرہ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ تاریخ وفات ۲۱۹ھ مطابق ۸۳۴ء ہے۔ بعض نے ۲۰۹ھ لکھی ہے جو غلط ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں خلیفۃ المعتصم باللہ کے عہد کے حالات لکھے ہیں جو ۸۳۳ء مطابق ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا ہے۔

ابوعبداللہ : محمد بن محمد النعمانی نام۔ شیخ مفید کنیت۔ ابن معلم لقب تھا۔ مشہور شیعہ فقیہ تھے۔ الطوسی نے اپنی فہرست میں ان کو اپنے زمانے کا مشہور فصیح البیان اور فقیہ لکھا ہے اور قدیم مجتہدین میں ان کو اعلیٰ درجے کا منطقی مانا گیا ہے۔ اہل تشیع میں ان کے فتوے مستند مانے جاتے ہیں۔ انھوں نے دوسو کتابیں اپنی تصنیف سے چھوڑیں جن میں ''ارشاد'' مشہور کتاب ہے۔ ان کی سب سے زیادہ تصنیفات توریث پر ہیں۔ ۴۱۳ھ مطابق ۱۰۲۵ء تاریخ انتقال ہے۔

ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی : مصنف سنن کبریٰ وسنن صغریٰ۔ سنن کبریٰ حدیث کی بہت بڑی کتاب ہے مگر خود بقول نسائی کے اس میں بہت سی احادیث ضعیف درج ہیں۔ بعدہٗ نسائی نے سنن صغریٰ کے نام سے دوسری کتاب لکھی جس میں صرف احادیث صحیحہ لکھیں۔ اس رسالہ کا نام المجتبیٰ رکھا جس کو سنن صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ سنن صغریٰ احادیث کی ان مشہور کتابوں میں سے ہے جو صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ نسائی ۸۳۰ء مطابق ۳۰۳ھ بمقام نسا جو خراسان کا ایک شہر ہے پیدا ہوئے اور مکے شریف میں وفات پائی۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی : ملاحظہ ہو عبدالرحمٰن سلمی۔

ابوعبدالرحمٰن یونس : اس کے والد کا نام حبیب ہے۔ علم صرف ونحو میں بہت مشہور تھا۔ ۷۹۸ء مطابق ۱۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

ابوعبیدہ : جرار بن جراح الملقب بہ امین الامت جو اول المومنین میں تھے اور آں حضرتؐ کے صحابہ میں داخل تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں فلسطین کے پہلے معرکے کے وقت ۱۲ھ مطابق ۶۳۴ء اسلامی لشکر کے سپہ سالار بنائے گئے اور ملک شام کی طرف کی کمان آپ کے سپرد ہوئی۔ جب خلیفہ وقت کو یہ معلوم ہوا کہ ابوعبیدہ آگے نہیں بڑھے تو خلیفہ نے ان کے رحمدل اور رقیق القلب ہونے کا لحاظ کر کے دیگر صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ شام کی کمان خالد ابن ولید سیف اللہ جو اس وقت عراق کی سرحد پر مامور تھے لے لیں اور رومیوں کا مقابلہ کریں۔ ابوعبیدہ یہ حکم پا کر بلا کسی ناراضگی اور تردد کے اس کی تعمیل پر آمادہ ہوگئے۔ حالانکہ وہ اس حکم کے پہنچنے سے پہلے بصرہ کو فوج روانہ کر چکے تھے۔ حضرت خالد سیف اللہ کی سپہ سالاری میں بھی ابوعبیدہ ان کے ساتھ مصروف

جنگ رہے۔ دوبارہ پھر حضرت عمرؓ کے عہد میں آپ کو کمان دی گئی اور فتح فلسطین اور شام کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔ یہ ۱۸ھ مطابق ۶۳۹ء کا زمانہ تھا۔ اسی سال ملک شام میں طاعون نمودار ہوا اور بہت سے نامور مسلمان جن میں ابوعبیدہ بھی شامل تھے اس مرض میں راہی ملک بقا ہوئے۔

ابوعبیدہ ابن مسعود : خلیفہ ثانی عمرؓ کے زمانے میں سپہ سالار تھے۔ ایک لڑائی میں شکست کھائی اور فرخ زاد نے جو ملکہ توران دخت کی فوج کا سپہ سالار تھا، مار ڈالا۔

ابوعبیدہ قاسم بن سلّام : ادیب۔ بڑے عالم اور دیندار تھے۔ قراءت، فقہ، ادب اور اخبار میں بڑا پایہ ہے۔ دینی معاملات میں کسی نے ان پر طعن نہیں کیا۔ ابن راہویہ ان کے ہمعصر لکھتے ہیں کہ ان کی علمی جامعیت ایسی ہے کہ ہم ان کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ ہلال بن علارقی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار شخصوں سے احسان کیا۔ فہم حدیث اور استنباط احکام میں امام شافعی سے، صبر میں احمد بن حنبل سے اگر وہ لغزش کھا جاتے تو کوئی آدمی دین پر نہ رہتا، احادیث کی تنقید میں یحییٰ بن معین بغدادی سے اور تفسیر غریب حدیث میں ابوعبید قاسم بن سلام سے ورنہ لوگ خطا میں مبتلا ہو جاتے۔ کہتے ہیں ابوعبیدہ کے والد سلام رومی تھے۔ ابوعبیدہ کی ولادت ایک سو چار ہجری میں ہرات میں ہوئی۔ شریک قاضی، عبداللہ مبارک، ابوعبیدہ لغوی، ابوزید انصاری، فرانحوی، علی بن حمزہ کسائی، ابومحمد یزیدی، عبدالملک اصمعی اور دیگر جلیل القدر علما اور محدثین سے علم حاصل کیا۔ طرسوس کے قاضی مقرر ہوئے۔ بیس جلدوں کے قریب تفسیر قرآن اور توضیح مشکلات حدیث میں کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی کتاب غریب المصنف پہلی کتاب حل غریب علم حدیث میں ہے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر عبداللہ بن طاہر ذوالیمین نے دس ہزار درہم ماہانہ مقرر کر دیا۔ دو سو بائیس یا تیئیس یا چوبیس ہجری میں حج کیا۔ واپسی کا ارادہ تھا کہ آں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی اور خواب میں اشارہ قیام کعبۃ اللہ کا ہوا۔ صبح کو اٹھ کر ارادہ واپسی فسخ کیا اور اسی سال مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ بعض راوی یہ واقعہ مدینۂ منورہ کا بیان کرتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات سے یہ کتابیں ہیں: کتاب امثال السائرہ، کتاب معانی الشعر، کتاب المقصور والممدود، کتاب القراءت، کتاب المذکر والمؤنث، کتاب النسب، کتاب الاموال، کتاب الاحداث وادب القاضی۔ طرسوس ساحل شام میں سیس اور مصیصہ کے پاس شہر ہے۔ مہدی بن منصور عباسی خلیفہ نے ۱۶۸ھ م ۷۸۴ء میں آباد کیا تھا۔

ابوعبیدہ کام بن سلام : قراءت پر ایک کتاب کے مصنف تھے۔

ابوعبیدہ لغوی : ابوعبیدہ معمر بن مثنی البصری النحوی اللغوی لغت اور نحو کے امام۔ عبدالملک بن قریب اصمعی کے معاصر ہیں۔ لغات غریبہ، اخبار عرب اور عربوں کے جنگی کارناموں پر خوب اطلاع تھی۔ ماہ رجب ۱۰۸ھ یا نو یا دس یا گیارہ یا چودہ ہجری میں ولادت ہوئی۔ نحو اور ادب یونس بن حبیب نحوی اور ابوعمرو بن العلاء سے، فن اخبار ہشام بن عروہ وغیرہ سے حاصل کیا۔ نحو، لغت اور فقہ میں ان کے کلام کو ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ علی بن مغیرہ اثرم، ابوعبید قاسم بن سلام، ابوعثمان مازنی، ابوحاتم سجستانی، عمر بن شیبہ نمیری، ابوعمرو صالح بن اسحاق جرمی، اصمعی اور ہارون رشید خلیفہ اور ابونواس آپ کے شاگرد ہیں۔

ایک بار فضل بن ربیع وزیر ہارون رشید کے حسب الطلب بغداد میں بھی گئے۔ وہاں سے واپس ہو کر کتاب المجاز تصنیف کی۔ لوگوں پر ردّ وقدح کی عادت تھی۔ اس لیے بعض ان سے رنجیدہ رہتے۔ ۲۰۹ یا دس یا گیارہ یا تیرہ ہجری میں* وفات ہوئی۔ کہتے ہیں تقریباً دوسو کتابیں تصنیف کیں۔ غریب الحدیث بھی آپ کی تصنیف ہے اور احادیث غریبہ کو سب سے پہلے آپ ہی نے جمع کیا۔

ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ : صرف ونحو عربی کا ایک مشہور عالم۔ بصرے میں پیدا ہوا۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں تھا۔ ۸۲۴ء مطابق ۲۰۹ھ ۹۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابوعبدالواحد : ترکی کا فصیح البیان شاعر تھا۔ سترہویں صدی کے شروع میں قسطنطنیہ میں اس کا دورہ تھا۔

ابوعثان سعید بن یعقوب دمشقی : بغداد کے قابل تذکرہ اطبا میں تھا۔ بہت سی طبی کتابیں اس نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ بغداد اور مدینہ منورہ کے شفاخانے اسی کی زیر نگرانی تھے۔ اس کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) چند مسائل جن کو جالینوس کی کتاب الاخلاق میں جمع کیا تھا۔

(۲) مقالہ نبض کے بیان میں جسے شجرہ نما لکھا ہے اور جو جالینوس کی تصنیف النبض الصغیر کا خلاصہ ہے۔

ابوعثمان خالدی : ابوعثمان سعید بن ہاشم خالدی ابوبکر خالدی کا چھوٹا بھائی ہے۔ سیف الدولہ کا کتاب خانہ سپرد ہوا تو اس نے کئی کتابیں تالیف کیں۔ ان میں سے ایک حماسۃ الشعراء ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی زندگی میں اپنے اور اپنے بھائی کے اشعار کو جمع کر لیا تھا۔ ہجو بھی خوب بے باکانہ لکھتا تھا۔ تقریباً ۴۰۰ ہجری میں وفات پائی۔

ابوعلی : خراسان کے سامانی خاندان کے شہزادہ نوح کا بیٹا اور منصور اول کا وزیر تھا۔ ۹۶۳ء مطابق ۳۵۲ھ میں تاریخ طبری کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب میں ابتدائے آفرینش سے ۳۰۰ھ مطابق ۹۱۲ء تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد آٹھویں صدی میں جب کہ ابوعلی کی لکھی ہوئی فارسی زبان کا رواج جاتا رہا۔ عبداللہ صالح بن محمد نے بہ تحریک نوراللہ خاں شہزادہ توران اس کتاب کو نئی فارسی میں دوبارہ لکھا۔

ابوعلی احمد بن محمد : رے (خراسان) کا رہنے والا۔ بارہویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ عربی کتاب 'کتاب الطہارت' کا مصنف ہے۔

ابوعلی اسمعیل : عربی کا مصنف تھا۔ انتقال ۹۶۷ء م ۳۵۶ھ میں ہوا۔

ابوعلی بن ابوالخیر مسیحی : بغداد کے طبیبوں میں جودت ذہن اور رائے مستقیم میں مشہور تھا۔ ابوالفرج ثوما وغیرہ علمائے بغداد سے فنون طبیہ حاصل کیے اور ابوالخیر نے اپنے باپ سے صنائع عملیہ سیکھے۔ باپ کی زندگی میں مطب کی شہرت ہو چکی تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد بہت سا مال ورثہ میں ملا۔ طبابت چھوڑ کر فسق وفجور میں مبتلا ہو گیا۔ شب جمعہ ۱۱ ربیع الاول ۶۱۰ھ میں بستی شرف نامی ایک عورت فاحشہ سے مصروف عیش تھا۔ محتسب بغداد نے پکڑ کر قید کیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر عورتوں سے اس کا تعلق ہے۔ عورتیں گرفتار ہو کر طرارات جیل خانے میں قید ہوئیں۔ طرارات نامی جیل خانہ عورتوں کے لیے مخصوص تھا۔ ابوعلی کے قتل کا حکم ہوا مگر سفارش سے بچ گیا۔ شاہی وظیفہ بند ہو گیا۔ مال تلف ہو گیا۔ محتاجی میں ۶۲۰ھ میں مر گیا۔

* ۹۹ برس کی عمر میں (عرشی)

ابو علی جبائی معتزلی : ابو علی محمد بن عبد الوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن آبان معتزلہ کا امام تھا۔ ۲۳۵ھ میں شہر جبا میں ولادت ہوئی۔ جوان ہو کر علوم ابتدائی کے بعد عقائد کلامیہ کے شوق میں بصرہ کو گیا۔ ابو یوسف یعقوب بن عبداللہ الشخام المصری سے جو اس وقت معتزلہ کا پیشوا تھا استفادہ کیا اور پھر خود مرجع طلاب بن گیا۔ شیخ ابوالحسن اشعری بھی اس کے شاگرد ہیں۔ مگر استاد سے مخالفت عقیدہ کی وجہ سے علیحدگی ہوگئی اور استاد کی کتابوں پر خوب رد لکھا۔ رفتہ رفتہ معتزلہ اور اشعریہ میں سخت مخالفت پیدا ہوگئی۔ علمائے شیعہ کا خیال ہے کہ وہ تفضیلیہ تھا۔ مگر اس کے مؤلفات سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ ابو علی آخر عمر میں بصرے سے بغداد آیا اور ۳۲۶ھ میں رحلت کی۔

ابو علی فارسی : ابو علی فارسی حسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد بن سلیمان۔ شیراز میں ۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۰۷ھ میں طلب علم میں بغداد کو آئے۔ ابن سراج اور زجاج وغیرہ سے تکمیل کی۔ ابوالعباس مبرد سے لوگوں نے برتر شمار کیا ہے۔ ابن جنی، علی بن عیسیٰ اور اربعی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ نحو، حدیث اور عروض میں بلند مرتبہ تھا۔ بغداد سے تحصیل علم کے بعد شام کا سفر کیا۔ حلب میں سیف الدولہ بن حمدان کے دربار میں کچھ دن رہے اور وہاں سے فارس آ کر عضد الدولہ کے دربار میں خوب رسائی ہوئی۔ بعض لوگ آپ کو معتزلی کہتے ہیں۔ ۳۷۷ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ کتاب تذکرہ، کتاب مقصور ممدود، کتاب الیضاح درنحو، کتاب تکملہ صرف وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔

ابو علی زرعہ : عیسیٰ نام، ابو علی کنیت۔ ۳۷۱ھ مطابق ۹۸۱ء میں بمقام بغداد پیدا ہوا اور ۴۴۸ھ مطابق ۱۰۵۶ء میں فوت ہوا۔ فن طب اور علم فلکیات میں اس کی پانچ چھ تصانیف ہیں۔ مقالہ در معانی اور ایساغوجی دوسرا مقالہ در بیان عقل مشہور ہے۔

ابو علی سینا : ملاحظہ ہو (ابو سینا)۔

ابو علی عمر بن محمد : مصنف تفسیر شرح کبیر و شرح صغیر۔ ۶۴۵ھ مطابق ۱۲۴۷ء میں انتقال فرمایا۔

ابو علی قلندر : شیخ شرف الدین نام۔ کنیت ابو علی۔ لقب قلندر۔ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے عہد میں ایک بزرگ کامل تھے۔ بادشاہ نے اپنے فرزند شاہ مبارک خاں کو جو نہایت حسین و جمیل تھے شیخ کی سپرد کر دیا تھا اور شیخ اس سے بے حد الفت رکھتے تھے۔ شاہ مبارک خاں نے ۹ رجمادی الثانی ۷۱۵ھ کو انتقال کیا۔ ان کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ان کے والد ماجد عراق سے ہندوستان آئے تھے اور پانی پت میں سکونت اختیار کی تھی۔ یہاں شیخ کی پیدائش ہوئی۔ والدہ کا نام بی بی حافظہ تھا۔ ۹ ررمضان المبارک ۷۲۴ھ کو ۱۲۲ سال کی عمر میں واصل بہ حق ہوئے۔ مزار شریف بمقام پانی پت زیارت گاہ خاص و عام ہے۔*

ابو علی مہندس : علم ہندسے میں مشہور تھا۔ اس کا لقب مہندس ہو گیا تھا۔ اس کا زمانہ بارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں گزرا ہے۔ اس وقت الحافظ لدین اللہ مصر کا خلیفہ تھا اور الرشید باللہ بن المسترشد بغداد میں خلافت کرتا تھا۔

ابو عمر منہاج الجرجانی : ایک مشہور تاریخ طبقات ناصری کا مصنف ہے۔ یہ کتاب ۱۲۵۲ء مطابق ۶۵۰ ہجری سلطان ناصر الدین محمد شاہ دہلی کے نام نامی پر معنون کی گئی۔

* آئینہ محمدی میں بحوالہ شاہد صادق لکھا ہے کہ ۷۰۹ھ میں وفات پائی۔ (عرشی)

ابولہب بن عبدالمطلب : خاندان قریش کا ایک دولتمند اور معزز شخص تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ اس کا دوسرا نام عبدالعزیٰ بھی تھا۔ آں حضرتؐ اور مذہب اسلام کا سخت دشمن تھا۔ تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ جب کسی مجمع عام میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام کا وعظ فرماتے تو ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ جاتا اور آپ کے ہر بیان کے بعد یہ کہتا کہ یہ جھوٹ ہے۔ ۶۲۴ء کی جنگ میں مسلمانوں نے بدر میں ابوسفیان کو شکست دی۔ اس کے صدمے سے ایک ہفتے کے اندر ابولہب مر گیا۔ ام جمیل ہمشیرہ ابوسفیان اس کی زوجہ تھی۔

ابولیث نصر سمرقندی : آپ نے زبان عربی میں اصول فقہ پر ایک کتاب جس کا نام فقہ ابواللیث اور غنیۃ المبتدی ہے تصنیف کی۔

ابومحمد بن عباس : ابوجعفر بن محمد بن جریر الطبری کے بھانجے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو مختلف مصنفین کے ایک لاکھ اشعار یاد تھے۔ ۹۹۲ء مطابق ۳۸۳ھ میں وفات پائی۔ مشہور کتاب "عیار" کے مصنف کے ہمعصر تھے۔

ابومحمد تبریزی : فارسی زبان میں تاریخ طبری کے ترجمے کی تکمیل کی۔ اس تاریخ کو عربی میں جعفر بن جریر طبری نے ۹۱۲ء مطابق ۳۰۰ھ میں لکھا تھا۔ ابومحمد نے اپنے فارسی ترجمے کو ابوصالح بن نوح کے نام پر ۱۱۱۸ء مطابق ۵۱۲ھ میں معنون کیا تھا۔

ابومحمد حشام بن الحکیم القندی الشبانی : ہارون رشید کے زمانے میں تھے۔ ۷۹۵ء مطابق ۱۷۹ھ میں وفات ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ شیعہ مذہب کی احادیث سب سے پہلے انھوں نے جمع کیں۔

ابومحمد حسین بن مسعود فراء البغوی : عربی میں ایک مجموعۂ احادیث کے مؤلف تھے۔ معالم التنزیل اور شرح السنّت بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۱۲۲ء مطابق ۵۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ آپ سمور فروخت کرتے تھے۔ اس لیے فرا کہلائے۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ بن سعید ابن مخنف بن سلیم بن الحارث بن عوف بن ثعلبہ بن سعد بن مناۃ بن غامد الغامدی الازدی۔ امامیہ مذہب میں علمائے فن تاریخ و سیر و حدیث میں ان کا شمار ہے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب السقیفہ، کتاب فتوح الشام، کتاب فتوح العراق وغیرہ۔ علامۂ مجلسی نے علمائے سنت میں ان کو داخل کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔

ابومحمد شاطبی : ایک عالم اور قصیدہ شاطبیہ کا مصنف تھا۔ ۱۱۹۴ء مطابق ۵۹۰ھ میں انتقال کیا۔ اصلی نام قاسم تھا۔ ملک اندلس بمقام شاطبیہ پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے "شاطبی" مشہور ہوا۔ دوسری کتابوں کا بھی مصنف ہے۔

ابومحمد روز بہاں تقلی شیرازی : تفسیر کلام مجید موسومۂ تفسیر آرائش صفوۃ المشارب اور دیگر کتب کا مصنف تھا۔ جولائی ۱۲۰۹ء مطابق ۶۰۶ھ میں انتقال کیا۔

ابومحمد مکی : آپ کے والد ماجد کا نام ابوطالب تھا۔ قرآن پاک کی تفسیر لکھی اور دیگر تصانیف بھی چھوڑیں۔ ۱۰۴۵ء مطابق ۴۳۷ھ میں وفات ہوئی۔

ابومحمد ناصحی : سلطان مسعود اول غزنوی کے زمانے میں ایک متبحر عالم تھا۔ عقائد مذہب حنفی پر ایک کتاب الموسوم بہ مسعودی لکھی اور اس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ۱۰۳۵ء میں زندہ تھا۔

ابومحمد یحییٰ بن سعید بن آبان الاقوی : ہشام بن عروہ اور ابن صریح سے تلمذ تھا۔ ابن سعد نے لکھا ہے

کہ گو قلیل الروایت ہیں لیکن ثقہ ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے مصنفین مغازی میں ان کا نام بھی لیا ہے۔ ۱۹۴ھ مطابق ۸۰۹ء میں وفات پائی۔

ابو مسعود المخاطب بہ شیخ الاسلام : قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا۔ کلام مجید کی تفسیر ارشاد العقل اس کی لکھی ہوئی ہے۔ سلطان سلیم قیصر روم کا زمانہ پایا تھا۔ ۹۲۲ء مطابق ۳۴۵ھ میں وفات پائی۔

ابو مسلم : یہ ایک بڑے ہوشیار اور مستعد سپہ سالار اصفہان کے رہنے والے تھے۔ بنوامیہ کے خلیفہ ولید دوئم کے بعد مروان کے قاضی وقت ہوئے۔ جب سلطنت میں عام بغاوتیں پھیل گئی تھیں انھوں نے اہل بیت اور بنی ہاشم کے حقوق کا اعلان شروع کیا اور فوج جمع کر کے بنی امیہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہوگئے۔ مروان ثانی کو محصور کر لیا اور بنی امیہ کے تخت کو الٹ دیا۔ ابوالعباس عبداللہ خلیفہ بنائے گئے۔ اور اسی طرح ۱۳۲ھ مطابق ۷۵۰ء میں خلافت عباسیہ کی بنیاد پڑی۔ جس کا اصل بانی ابو مسلم کو سمجھنا چاہیے۔ خلیفہ منصور کے وقت میں ان کی عزت و وقعت اور عوام پر اثر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ خلیفہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا ابو مسلم خود خلیفہ بن بیٹھے۔ اس لیے ۱۳۵ھ مطابق ۷۵۵ء میں بلوا کر قتل کرادیا۔

ابو معاذ مسلم : صرف ونحو عربی کا مشہور عالم تھا۔ ۵۰۳ھ مطابق ۱۱۸۷ء میں وفات پائی۔

ابو معشر منجم بلخی : ابو معشر جعفر بن محمد بن عمر المنجم البلخی اپنے عصر میں نجوم میں خصوصاً اور علم تاریخ و سیر میں عموماً پیشوا تھا۔ خلیفہ الموفق باللہ عباسی کے دربار میں ملازم تھا۔ عنفوان شباب میں بغداد میں آیا۔ جانب غربی بغداد حوالی دروازہ خراسان میں رہتا تھا۔ فیلسوف تبحر یعقوب بن اسحاق صباح کندی پر اعتراض کیا کرتا تھا کہ تمام عمر فلسفہ میں خراب کی۔ ابو معشر نے خود ۴۷ برس کے سن میں علم نجوم کی تحصیل شروع کی۔ محمد بن سنان نسائی اور سند بن علی مامونی کا ہم عصر ہے۔ کہتے ہیں دائم الخمر تھا۔ خلیفۃ المستعین باللہ عباسی کے عہد میں کوئی حکم علم نجوم سے لگایا۔ حکم موافق واقعہ کے ہوا۔ خلیفہ کو یہ بات ناپسند ہوئی اور ابو معشر کو کوڑے لگوائے۔ ابو معشر کہا کرتا تھا کہ صحیح حکم کی تو یہ سزا ملی۔ خدا جانے غلط کی کیا تعزیر ہو۔ ابو معشر کے احکام کے متعلق بہت سے قصے دور از خیال کتابوں میں درج ہیں۔ بعض نے ان واقعات کو دوسرے منجمین کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابو معشر کی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہوئی۔ ۲۷۲ھ میں واسط میں انتقال ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ چڑھتے چاند میں اس کو صرع کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ اس کی تصانیف سے یہ کتابیں ہیں : کتاب الطبائع، کتاب الالوف، المدخل الکبیر، کتاب القرانات، کتاب الدول والملل، کتاب الملاحم، کتاب الاقالیم، کتاب الہیلاج والکدخدا، کتاب المقالات، کتاب النکت، زیچ کبیر، زیچ صغیر معروف بہ زیچ قرانات، مدخل صغیر، زیچ ہزارات، کتاب موالید کبیر، کتاب موالید صغیر، کتاب بینات فلک، کتاب الاختیارات علی منازل القمر وغیرہ۔

ابو منصور : لقب الحاکم امر اللہ ہے۔ تخت مصر پر ۹۹۰ء مطابق ۳۸۱ھ میں ۱۱ سال کی عمر میں اپنے والد العزیز کا جانشیں ہوا۔ اس نے حکومت کے آخری دور میں خدائی کا دعویٰ کیا۔ صرف سولہ ہزار اشخاص نے اس کے دعویٰ کی تائید کی۔ ۱۰۲۰ء میں قتل ہوا۔ اس کا بیٹا طاہر تخت پر بیٹھا۔

ابو منصور : کتاب التوحید اور بعض دوسری کتابوں کا مصنف تھا۔

ابومنصور بخاری : ابومنصور حسن بن نوح القمری۔ بخارا میں سلطنت سامانیہ کے دور میں چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوا۔ اپنے طبعی شوق سے ادب اور طب کو حاصل کیا۔ علم و عمل طبیہ اور اصول و فروع میں وحید عصر تھا۔ امیر منصور سامانی کے دربار میں تو یہ رسوخ تھا کہ زنانے میں بھی یہی معالج تھا۔ یہ واقعہ بھی امیر منصور سامانی ہی کے دربار کا ہے کہ ایک عورت جھکی اور پھر سیدھی نہو سکی۔ امیر نے فوری تدبیر کی فرمائش کی اور ابومنصور کو اس کے ساتھ برہنہ کرنے کا حکم دیا۔ جس کی حرارت طبعی سے کر سیدھی ہوگئی۔ شیخ بوعلی سینا نے ابتداء میں ابومنصور سے بھی پڑھا ہے۔ محمد بن زکریا سے جورازی کا ہمعصر ہے ۳۸۰ھ تک اس کی حیات ثابت ہے۔ کتاب غنی و منی، کتاب علل العلل، مجموعہ کبیر درادویہ مفردہ، معالجات منصوری، مقالہ در بحران، رسالہ در علاج امراض صدر، رسالہ در حمیات دائرہ مقالہ درمرض استسقا اس کی یادگار ہیں۔

ابومنصور جوالیقی : ابومنصور موہوب بن ابی طاہر احمد بن محمد بن حضر الجوالیقی البغدادی۔ ۴۶۵ یا ۴۶۶ھ میں بغداد میں محلہ باب المواتب میں پیدا ہوئے۔ ہوشیار ہو کر تحصیل کمالات پر توجہ کی۔ ابتداءً خوش نویسی سیکھی اور خوب مشق پیدا کی۔ سترہ برس خطیب ابوذکریائے تبریزی کی خدمت میں رہ کر ادب حاصل کیا اور امام وقت تسلیم ہوئے۔ حدیث کو ابوالقاسم بشری ابوطاہر بن ابی الصقر اور ابوالحسین سے حاصل کیا اور حلقہ درس اپنا علیحدہ قائم کیا اور امام وقت تسلیم ہوئے۔ ابوالفرج ابن جوزی آپ کے شاگرد ہیں۔ خطیب ابوذکریائے تبریزی کے بعد مدرسہ نظامیہ میں علی بن محمد فصیحی مدرس مقرر ہوئے۔ مگر بوجہ تشیع کے وہ علیحدہ ہوگئے تو ابومنصور جوالیقی کو یہ خدمت ملی۔ المقتفی بامراللہ خلیفہ عباسی نے اپنا امام مقرر کیا۔ پانچوں وقت کی نماز جماعت آپ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ پہلے ہی ملاقات میں خلیفہ سے جا کر سلام علیک کہی۔ باوجود ثروت لباس سادہ تھا۔ باتیں کم کرتے تھے۔ مباحثات علمیہ میں جہاں کوئی چیز معلوم نہ ہوتی لاعلمی کا بیساختہ اقرار کرتے۔ یکشنبہ کے دن ۱۵ر محرم ۵۳۵ھ انتقال ہوا۔ قاضی القضاۃ زینبی نے جامع قصر میں نماز پڑھائی۔ بغداد کے باب الحریش میں دفن کیا۔ کتاب شرح ادب الکاتب، کتاب المغرب، تتمہ درۃ الغواص آپ کی تصنیف سے ہیں۔

ابومنصور عبدالقاہر : فقہ شافعی میں قانون وراثت پر ایک رسالہ لکھا۔ وفات ۱۰۳۷ء مطابق ۴۲۹ھ میں واقع ہوئی۔

ابوموسیٰ عشری : جنگ صفین کے آٹھ ماہ بعد ۳۷ھ مطابق ۶۴۹ء میں جب حضرت علی امیر معاویہ کو تین بڑی شکستیں دے چکے تھے رفع نزاع کے لیے فریقین کی طرف سے عمر بن العاص کی تحریک پر یہ قرار پایا تھا کہ دو منصف قرار دیئے جائیں اور فریقین ان کے فیصلے کے پابند ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی طرف سے ابوموسیٰ منصف مقرر کیے گئے۔ اور معاویہ طرف سے عمر بن العاص خود پنچ ہوا اور اس نے یہ چال کی کہ ابوموسیٰ اشعری کو یہ رائے دی کہ چونکہ حضرت علی اور معاویہ دونوں کی وجہ سے فساد ہو رہا ہے عافیت مسلمین کے لحاظ سے ان دونوں کو معزول کر دیا جائے اور یہ قرار پایا کہ پہلے ابوموسیٰ حضرت کی معزولی کا اعلان کر دیں۔ بعد کو معاویہ کی معزولی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ابوموسیٰ نے اپنی نیک نہادی سے اول حضرت علی کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن العاص نے یہ فیصلہ سنایا کہ میں ابوموسیٰ اشعری کے فیصلہ کو منظور

کر کے معاویہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔

ابو موسیٰ جعفر الصوفی : تخلص جبر ہے۔ عربی مدرسۂ کیمیا سازی کا بانی تھا جو آٹھویں صدی کے آخر میں یا نویں صدی کے آغاز میں قائم تھا۔ اکثر مؤرخین کا قول ہے کہ طوس ملک خراسان میں پیدا ہوا تھا۔ کیمیا کے متعلق بہت رسالے لکھا اور ہیئت میں بھی ایک تصنیف کی۔ اس کی تصانیف کا ترجمہ زبان لاطینی بمقام ڈینٹ زک Dantzic ۱۶۲۲ء میں شائع ہوا اور بعدہٗ ۱۶۷۸ء میں یہ تصانیف بزبان انگریزی مترجمہ رسل شائع ہوئی تھیں۔

ابو نصر : فارسی میں انیس الطالبین کا مصنف ہے۔

ابوالفرا اسمٰعیل بن حماد الجوہری : صحیح اللغات تصنیف کی۔ فاراب میں پیدا ہوا اور ۹۰۳ء مطابق ۳۹۴ھ میں انتقال کیا۔

ابو نفر خاں : شاہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں ایک امیر تھا۔ اس نے ۱۶۸۷ء مطابق ۱۰۹۸ھ بمقام جاج نگر ملک اڑیسہ مسجد تعمیر کی۔

ابو نصر سعید بن ابی الحسن بن عیسیٰ المسیحی : زمرہ اطباء میں بصیرت کامل تھی۔ ابتداً الناصر لدین اللہ عباسی خلیفہ کے محل کے متصل معالجہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی خادمان حرم خلیفہ کا بھی علاج کرتا تھا۔ ۵۹۸ھ میں خلیفہ مذکور کو پتھری کا عارضہ ہوا۔ ابوالخیر مسیحی طبیب خاص دزبار سے تدبیر مفید نہ ہو سکی۔ ابن عکاشہ جراح کی تحریک سے ابو نصر سے علاج رجوع ہوا اور آرام ہو گیا۔ خلیفہ نے خود بھی انعام دیا اور اولاد مصاحبین سے بھی دلایا۔ کتاب خانۂ امین الدولہ بن تلمیذ کا بھی اس کے سپرد کر دیا۔ ۶۰۸ھ میں دربار کی عزت اور دولت فراوان میں مر گیا۔

ابو نصر صبور : اردشیر کا بیٹا تھا۔ بغداد میں ۹۵۴ھ میں ایک عمارت تعمیر کی۔ اس کو علمی اغراض کے لیے وقف کر دیا۔ عامہ مسلمین کے نفع کے لیے ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں مختلف قسم کی دس ہزار چار سو کتب تھیں اور سو قرآن شریف تھے، جن کو مشہور خوش نویس ابن مُقلَہ نے لکھا تھا۔

ابو نصر فارابی : ملاحظہ ہو فارابی۔

ابو نصر فراہی : بہرام شاہ بن تاج الدین حاکم سیستان کے زمانہ میں ۱۲۲۰ء میں تھا۔ ''نصاب الصبیان'' تصنیف کی۔ اصلی نام بدرالدین تھا۔ مقام فرخ ملک سیجستان وطن تھا۔

ابو نصر مسقطی : مسقط کا رہنے والا تھا اور ایک کتاب جس کا نام مقامات ہے تصنیف کی۔

ابو نعیم بن عبداللہ : علیا اور دلائل نبوت کا مصنف ہے۔ ۱۰۱۲ء مطابق ۴۰۳ھ میں وفات پائی۔

ابو نواس الحسن بن جانی : ایک مشہور عربی شاعر تھا۔ بصرہ میں پیدا ہوا۔ اس کی قابلیت خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں مسلمہ تھی۔ اس کی تصانیف مختلف اشخاص نے جمع کی ہیں۔ اصلی نام ابو علی تھا۔ ۸۱۰ء مطابق ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔

ابو دلف قاسم بن عیسیٰ بن معقل : سلسلہ نسب بکر بن وائل قوم بنی عجل تک منتہی ہوتا ہے۔ ادیب، شاعر اور سخی امیر تھا۔ شجاعت اور فرزانگی میں بھی مشہور تھا۔ باوجود سامان عیش، تحصیل لغت اور ادب میں خوب محنت کی۔ عیسیٰ اس کے باپ نے ہمدان اور اصفہان کے درمیان شہر کرج بنانا شروع کیا۔ تعمیر سے پہلے وہ مر گیا تو ابو دلف نے اس کو آباد کیا۔ اور خود بھی وہاں جا رہا۔ کہتے ہیں کہ پہلے محمد امین کے سرداروں میں تھا۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان کو طاہر ذوالیمین نے قتل کر دیا تو ابو دلف ہمدان کو چلا گیا۔ طاہر نے بیعت خلیفہ مامون

کے لیے بلایا مگر وہ نہ گیا اور پھر کرج میں ہی رہنے لگا۔ مامون نے حملۂ رے کے وقت ابودلف کو بلوا کر سرداروں میں شامل کیا۔ معتصم باللہ خلیفہ کے عہد تک منصب پر بحال رہا۔ موسیقی میں بھی مہارت کامل تھی۔ اس کے اشعار ضرب المثل ہیں۔ ۲۲۵ھ یا ۲۲۶ھ میں وفات ہوئی۔

ابو ہاشم جبائی : ابو ہاشم عبدالسلام بن ابی علی جبا بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن حمران بن آبان۔ اپنے باپ کی طرح یہ بھی علم کلام اور ادب میں کامل تھا۔ اس کا دادا ابان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے موالی سے تھا۔ ابو ہاشم ۲۴۷ ہجری میں بصرے میں پیدا ہوا۔ علم ادب میں باپ سے بڑھ گیا اور کلام میں اپنے ہم عصروں سے فائق تھا۔ کلام میں اس کی طرف فرقہ معتزلہ کا رجوع زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کے نام سے ایک فرقہ بھشمیہ پیدا ہوگیا۔ بعض مسائل کلامیہ میں اپنے باپ سے اختلاف کیا۔ ۳۲۱ھ میں بغداد میں مرگیا۔ ابو ہاشم کے بیٹے کی کنیت ابوعلی تھی۔ وہ علم سے بے نصیب رہا۔

ابو یحییٰ النوادی : نوادی ملاحظہ ہو۔

ابو یحییٰ بن داؤد : اصلاً سنی تھا۔ بعدہٗ شیعہ مذہب اختیار کرلیا۔ کتاب فی معرفت الرجال جس میں شیعہ مشاہیر کے حالات لکھے ہیں، تصنیف کی۔

ابو یحییٰ بن سنجر : ایک عربی دیوان کا مصنف تھا۔ ۱۲۳۴ء مطابق ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یزید مکتب دار : اس نے مصر کے وزیر اعظم کے خلاف جو کہ فاطمی نسل میں دوسرا خلیفہ تھا۔ علم بغاوت بلند کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منصور نے شکست دیکر پنجرے میں قید کردیا اور اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہوگیا۔

ابو یعقوب الوراق : (ملاحظہ ہو محمد بن اسحاق الندیم)۔

ابو یوسف امام بن حبیب الکوفی : حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں میں تھے۔ ہادی اور ہارون رشید خلفائے بغداد کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ امام ابوحنیفہ کے مسائل کے مقلد تھے۔ ۷۳۱ء مطابق ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ ستمبر ۷۹۸ء مطابق ۷۲ رجب ۱۸۲ھ کو ۶۹ برس کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی۔ آپ کی تصانیف میں آداب القاضی مشہور کتاب ہے جس میں ایک قاضی کے فرائض پر بحث کی گئی ہے۔

ابو یوسف یعقوب بن سلیمان ذکریا : ابو یوسف یعقوب بن سلیمان شرائط الخلافت کا مصنف تھا۔ ۱۰۹۵ء مطابق ۴۸۸ھ میں وفات ہوئی۔

ابھی سنگھ راجہ جودھپور : شروع عہد محمد شاہ بادشاہ دہلی ۱۷۲۶ء مطابق ۱۱۳۹ھ میں اپنے باپ راجہ اجیت سنگھ راٹھوری کو قتل کر کے اس کا جانشیں بن گیا۔ وہ شاہی ملازم تھا اور سر بلند خاں غاصب گجرات کو ایک لڑائی میں شکست دے کر ۱۷۲۷ء مطابق ۱۱۴۰ھ میں وہاں کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا۔ ابھی سنگھ کو ۱۷۵۴ء میں زہر دیا گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بجے سنگھ اس کا جانشیں ہوا۔

ابی بکر عمر بن جزم الانصاری : سب سے پہلے فن حدیث کی تدوین کی۔ ان کے رشتہ کی دادی عمرۃ حضرت عائشہ کی تربیت یافتہ تھیں۔ یہ خود سیر و مغازی کے عالم تھے۔ اپنے باپ اور چچا سے تعلیم پائی تھی۔ خلیفہ ہارون رشید کے حالات میں ان کی ایک تصنیف کتاب المغازی بھی ہے۔ ۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

ابی بکر محمد : ایک عربی کتاب موسوم بہ آداب الکتاب کا مصنف ہے جو نشر میں ہے اور ۹۸۴ء مطابق ۳۷۴ھ میں لکھی گئی ہے۔

ابی بن کعب: آں حضرت کے مشاہیر انصار میں ہیں۔ ہجرت کے بعد مدینے میں جب آں حضرت صلعم نے مہاجرین وانصار میں مواخات کا رشتہ قائم کیا تو سعید بن زید کی اخوت ان کے ساتھ قائم کی گئی تھی کیونکہ انھیں کی طرح یہ بھی علم وفضل میں ممتاز تھے۔ بارگاہ نبوت میں منصب انشاء پر سب سے پہلے فائز ہوئے۔ فن قرأت کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ حضرت عمران کو سید المسلمین کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

اتا بک: ابوبکر بن سعد بن زنگی ملاحظہ ہو سنقر۔

اتا بک یا اتا بیگ: یہ ترکی خطاب ہے اور مرکب ہے لفظ اتا بمعنی باپ یا معلم اور لفظ بیگ بمعنی صاحب سے۔ خاندان سلجوقی کے زمانہ سے لے کر ہلاکو خاں کے فتح ایران تک جو ایک صدی سے زائد کا زمانہ ہے ملک فارس متعدد چھوٹے چھوٹے شہروں یا صوبوں میں جو اتا بک کہلاتے تھے منقسم ہوگیا تھا۔ انھوں ن آخر بادشاہ خاندان سلجوقی کی کمزوری سے نفع اٹھا کر سلطنت کے بہترین صوبوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان اتا بکوں میں سب سے مشہور یلدگز تھا جو ایک ترکی غلام تھا اور اس کی اولاد نے آذر بائیجان میں سلطنت کی۔ فارس کے اتا بک سلغر ترکی جنرل کی اولاد میں تھے۔

اتا بک ابوبکر: ولد اتا بک محمد ولد اتا بک یلدگز اپنے چچا قزل ارسلاں کی بجائے طغرل ثالث سلجوقی کا وزیر اعظم ۱۱۹۱ء مطابق ۵۸۷ھ میں ہوا۔ اس نے صرف صوبۂ آذر بائیجان پر قناعت کی اور اپنی سکونت تبریز میں اختیار کی۔ اس کے عہد حکومت میں صرف ایک لڑائی اس کے بھائی قتلق سے ہوئی جس میں یہ کامیاب ہوا۔ قتلق خوارزم کو بھاگ گیا اور اس نے علاء الدین تاکش کو ترغیب دی کہ وہ طغرل ثالث کے خلاف فوج کشی کرے۔ طغرل ثالث نے ۱۱۹۴ء مطابق ۵۹۰ھ میں شکست کھائی اور مارا گیا۔ ابوبکر ۱۲۱۰ء مطابق ۶۰۷ھ میں مرا۔ اس کا بھائی اتا بک مظفر اس کا جانشیں ہوا۔

اتا بک سعد بن زنگی: ملاحظہ ہو سنقر۔

اتا بک علاء الدولہ: ولد اتا بک سام دیلمی الاصل اصفہان کے اتا بک میں سے تھا۔ ۱۲۲۶ء مطابق ۶۲۴ھ میں بعمر ۸۴ سال فوت ہوا۔

اتا بک محمد: یلدگز کا بڑا لڑکا تھا اور اپنے باپ کی جگہ ۱۱۷۲ء مطابق ۵۶۸ھ میں وزیر اعظم ہوا۔ اس وقت طغرل ثالث سلجوقی خاندان کا شہزادہ سات سال کی عمر کا تھا اور تخت پر ۱۱۷۶ء میں بٹھایا گیا تھا۔ محمد جو اس کا چچا تھا ایران کا حاکم ہوگیا۔ یہ سردار ۱۳ سال تک صاحب اختیار رہنے کے بعد مارچ ۱۱۸۶ء مطابق ذی الحجہ ۵۸۱ھ میں مرگیا۔ اس کا بھائی قزل ارسلان اس کا جانشیں ہوا۔

اتا بک مظفر: خلف اتا بک محمد اپنے بھائی ابوبکر کا جانشیں ۱۲۱۰ء مطابق ۶۶۲ھ میں ہوا۔ اور اس کو وراثت میں علاوہ آذر بائیجان کے عراق کا بڑا حصہ بھی ملا۔ وہ ۱۵ سال تک حکمراں رہا۔ بعدۂ سلطان جلال الدین شاہ خوارزم نے ۱۲۲۵ء مطابق ۶۶۲ھ میں آذر بائیجان پر حملہ کرکے فتح کرلیا۔ مظفر قلعہ علنجق میں محصور ہوا اور وہیں مرگیا اور خاندان یلدگز کا اس کے ساتھ خاتمہ ہوگیا۔

اتا بک مظفر الدین زنگی: شیراز کا شاہزادہ اور سنقر کا بھائی تھا۔ ملاحظہ ہو سنقر۔

اتا بک یلدگز: ملاحظہ ہو یلدگز۔

اتسز: خوارزم کا سلطان تھا۔ ابن خلکان نے اس کو اتسز بن قطب الدین محمد بن انشکین لکھا ہے۔ یہ سلطان سنجر سلجوقی کا ہمعصر تھا اور اس سے لڑائیاں

ہوئیں۔ ۱۱۶۶ھ مطابق ۶ رجمادی الثانی ۵۵۱ھ میں آتسز نے وفات پائی اور اس کا بیٹا الپ ارسلان جس کو آپا ارسلان بھی کہتے ہیں جانشین ہوا جو ۱۱۷۲ء مطابق ۱۹ رجب ۵۵۷ھ میں مرا۔

آتسز بن علاء الدین حسن جہاں سوز بادشاہ غور۔ بہاء الدین شام کے بعد تخت نشیں ہوا۔ تاج الدین یلدز شہزادہ غزنی سے لڑائی ہوئی اور قریب ۱۲۱۱ء مطابق ۶۰۸ھ میں مارا گیا۔ یہ اس خاندان غور کا آخری بادشاہ تھا۔

اثل : میر عبدالجلیل دہلوی نے اپنے کلام ریختہ میں اثل تخلص اختیار کیا۔ اور جعفر زٹلی سے روحانی فیض حاصل ہونے کا اعلان کیا۔ فارسی اور اردو میں شعر لکھے۔

اثر : اخوند۔ شافعی شیرازی کا تخلص ہے۔ بمقام لار ۱۷۰۱ء مطابق ۱۱۱۳ھ میں وفات پائی۔ اس کی تصنیف سے ایک دیوان ہے جس میں دس ہزار اشعار ہیں۔

اثر : شمس العلماء نواب سید امداد امام۔ ۱۷ر اگست ۱۸۴۹ء کو بمقام پٹنہ ولادت ہوئی۔ علوم مشرقی و مغربی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ طبابت میں زیادہ تر توغل ہے۔ ان کی شاعری فطری جذبات اور محققانہ مسائل سے مملو ہے۔ دیوان طبع ہو چکا ہے۔ ایک کتاب کاشف الحقائق بھی ان کی تصنیف سے ہے۔

اثیر الدین : اخسکتی۔ اخسکت جو صوبہ فرغانہ میں ایک شہر ہے وہاں کا باشندہ تھا۔ نہایت اچھا شاعر۔ خاقانی کا ہمسر تھا۔ ۱۲۱۱ء مطابق ۶۰۸ھ میں وفات پائی۔ بڑا حصہ اس کی زندگی کا اتابک کے دربار میں گزرا۔ ارسلان شاہ خلف طغرل یلدگز اور قزل ارسلان کے زمانے میں بہت اعزاز پایا۔

اثیر الدین ابن عمر الابہری کشف : زبدہ اور ہدایہ کے مصنف ہیں۔ ہدایہ کو ہدایۃ الحکمت بھی کہتے ہیں۔

۱۳۴۴ء مطابق ۷۴۵ھ میں وفات پائی۔

اثیر الدین رومانی : ہمدان کا رہنے والا۔ سفیر الدین طوسی کا شاگرد تھا۔ ایک فارسی و عربی کے دیوان کا مصنف ہے۔

اجمیری خاں : اجمیر کا باشندہ۔ شاہنشاہ اکبر کے ساتھ آگرہ سے اجمیر تک پیدل سفر کیا۔ اس وجہ سے بادشاہ نے اجمیری کا خطاب دیا۔ آگرہ میں ۲۸ بیگہ زمین پر ایک باغ بنایا تھا جو کہ اجمیری خاں کا ٹیلہ کہلاتا ہے۔

اجے پال : ۱۱۸۳ء میں اس راجہ نے اجمیر کی بنیاد ڈالی۔

اجیت سنگھ : ایک سکھ سردار۔ مہاراجہ شیر سنگھ لاہوری کا قاتل ہے۔ اس نے سردار دھیان سنگھ کو بھی قتل کیا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں دھیان سنگھ کے لڑکے ہیرا سنگھ کے ہاتھ سے مع اپنے گروہ لینا سنگھ وغیرہ کے مارا گیا۔

اجیت سنگھ : جسونت سنگھ راٹھور کا بیٹا اور رانا صاحب اودے سنگھ کا داماد تھا۔ ۱۱۲۷ھ میں اجیت سنگھ کی لڑکی کی شادی بہادر شاہ کے فرزند فرخ سیر کے ساتھ ہوئی اور یہ آخری راجپوت کی لڑکی تھی جو خاندان مغلیہ کے محل سرا میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد خاندان مغلیہ اور راجپوتوں کے درمیان سلسلۂ قرابت منقطع ہو گیا۔ پھر اجیت سنگھ گجرات کا صوبیدار بنایا گیا۔ مگر فرخ سیر کے قتل کے بعد رفیع الدولہ کے عہد میں ۱۱۳۰ھ م ۱۷۱۷ء اپنی بیٹی کو بھی محل سرائے شاہی سے مع تمام اسباب قیمتی بیش از ایک کرُور کے لے گیا۔

اچانک بیگم : شاہنشاہ اکبر کی ملکہ تھی۔ آگرہ میں جمنا کے کنارے ایک باغ جس کا نام اچانک باغ رکھا اور جس کے نشانات اب تک دیکھے جاتے ہیں تعمیر کرایا۔

اچھے : شاہزادہ بلند اختر برادر محمد شاہ سلطان دہلی کا تخلص تھا۔ چونکہ عموماً اچھے صاحب کہلاتے تھے اس لیے اچھے

تخلص اختیار کیا۔ ایک نہایت عمدہ نظم "ناہید و اختر" لکھی جس میں ۳۵۵ اشعار ہیں۔ ۱۷۲۶ء مطابق ۱۱۳۹ھ میں فوت ہوئے۔

احتشام خاں : فرید نام اور لقب فرید الدین اخلاص خاں احتشام خاں تھا۔ نواب قطب الدین خاں گورنر بنگال کے بیٹے تھے۔ شیخ فرید کا سلسلہ ۱۲ واسطے سے حضرت بابا گنج شکر تک اور ۳۰ واسطے سے حضرت عمر فاروق ؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے مورث بابر شاہ کے عہد میں بدایوں میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۸ھ میں شیخ فرید پیدا ہوئے اور شاہ پرور سے جو کہ آصف خاں کی لڑکی تھی اور تاج محل کی بہن تھی، شادی ہوئی۔ ۱۰۲۸ء سے ۱۰۳۰ھ تک چھوٹی چھوٹی شاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد بائیس سال کی عمر میں ناظم سرکار بدایوں مقرر ہوئے۔ ۱۰۳۵ء تک یعنی پانچ سال تک ناظم سرکار بدایوں رہے اور یہاں فرمان شاہی سے زمین حاصل کر کے شیخو پور کی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد میں مقتدر رہے۔ سہ ہزاری منصب پایا۔ ۱۶۶۴ء مطابق ۱۰۷۵ھ میں انتقال کیا۔ آپ کی اولاد اب تک شیخو پور و بدایوں میں موجود ہے۔

احسان : مرزا احسان اللہ کا تخلص ہے۔ نواب ظفر خاں کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ کابل کا گورنر بھی رہا ہے۔ اسی زمانے میں جب وہ کابل کا گورنر تھا محمد علی صائب جو ایران کا مشہور شاعر تھا اس سے ملاقات کرنے کابل آتا تھا۔ ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۷۳ھ میں اس نے وفات پائی۔

احسان : عبدالرحمٰن خاں دہلوی کا تخلص ہے جو اردو میں عمدہ شعر لکھتے تھے اور ۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۱ھ کے بعد فوت ہوا۔

احسان : ایک ہندو شاعر چنی لال کا تخلص ہے جو آگرہ میں ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں گزرا ہے۔

احسان : ابوالاعجاز منشی احسان علی خاں شاہجہاں پوری شاگرد حضرت جلال لکھنوی اردو کے مشہور شاعر تھے۔ عرصہ تک شاہجہاں پور سے شاعری کا ایک اردو رسالہ ارمغان نکالتے رہے۔ فن صنائع بدائع میں رسالہ شبیہ یاران کی تالیف سے ہے۔ جولائی ۱۹۱۴ء میں بمقام شاہجہاں پور انتقال ہوا۔ صاحب دیوان ہیں۔

احسن : سید علی احسن نام۔ مارہرہ ضلع ایٹہ میں بماہ شوال ۱۲۹۲ء پیدا ہوئے۔ پیرزادگان مارہرہ میں سے ہیں۔ استاد داغ مرحوم کے شاگرد ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں ماہانہ گلدستہ ریاض سخن جاری کیا۔ اس کے بند ہو جانے پر حیدرآباد گئے۔ وہاں حضرت داغ کی سوانح عمری لکھی۔ ۱۹۰۳ء میں اپنے وطن مارہرہ آئے اور فصیح الملک کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ جاری کیا۔ جس میں فصیح اللغات باقساط شائع ہوتی تھی۔ کسوف الشمسئین، اردو لشکر وغیرہ آپ کی مطبوعہ نظمیں ہیں۔ سنہ... سے انٹرمیڈیٹ کالج یونیورسٹی علی گڑھ میں اردو کے پروفیسر ہیں۔

احسن اللہ خاں حکیم : دہلی کے ایک نامور طبیب تھے۔ ستمبر ۱۸۷۳ء میں وفات پائی۔

احمد : ایک عربی مصنف تھے۔ ایک کتاب تعبیر رؤیا لکھی۔ اس کا ترجمہ یونانی اور لاطینی زبان میں آرٹی میڈورس کی کتاب کے ساتھ جو اس مضمون پر لکھی گئی ہے ریگالٹ نے ۱۶۰۳ء میں پیرس میں شائع کیا۔ یہ مصنف چوتھی صدی ہجری میں گزرا ہے۔

احمد ابن طولون : مصر کے خاندان طولونیا کا بانی۔ یہ ایک ترک غلام تھا۔ اس کو المعتمد خلیفہ بغداد نے مصر اور شام کی سلطنت کا حاکم ۸۷۹ء میں کر دیا۔ بعدہٗ وہ

خود بادشاہ بن بیٹھا اور خود مختاری اختیار کی۔ خلیفہ نے بہت کوشش اس کو تخت سے اتارنے کی کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دمشق وغیرہ کو تاخت و تاراج کیا۔ قاہرہ میں اس کی بنائی ہوئی مسجد اب تک موجود ہے۔ ۸۸۴ء مطابق ۲۷۰ھ میں وفات ہوئی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا خمارویہ تخت نشیں ہوا۔ مصر میں اس کی اولاد اس وقت تک حکومت کرتی رہی جب تک کہ ۹۵۰ء میں محمد نے جو خلیفۃ المکتفی کے سپہ سالار تھے مصر کو فتح کر لیا۔ الاشہد مصر کے آخری خلیفہ نے اپنے والد کو مار کر اپنے کو خطرناک حالت میں ڈال دیا۔ ۵۳۳ء میں تاج کے لڑکے محمد نے خلیفۃ الراضی باللہ کے زمانے میں شام اور مصر پر قبضہ کر لیا اور اس کا خاندان سوائے تھوڑے حصے کے سب ملک کا مالک رہا۔ یہ حصہ عبیداللہ المہدی نے جو کہ فاطمیہ خاندان کا بانی تھا اور جس کی سلطنت کا دارالحکومت ٹیونس کے قریب قیروان تھا ۹۱۰ء میں فتح کر لیا تھا۔ عبیداللہ المہدی کے جانشیں ابوتمیم معاونی جس کا لقب معزالدین تھا مصر کا بقیہ حصہ اپنے سپہ سالار جعفر کی مدد سے ۹۷۰ء میں فتح کر لیا۔ جعفر نے ایک شہر القاہرہ بنایا جہاں کہ اس کے بادشاہ نے اپنا پایۂ حکومت تبدیل کر دیا۔ فاطمیہ خاندان ۱۱۷۶ء میں ختم ہو گیا۔ اور اس خاندان کے آخری شاہزادے کے مرنے پر صلاح الدین نے اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔

احمد المقری : اندلس کے مشہور مؤرخ ہیں۔ تاریخ اسپین عہد اسلام کے مصنف ہیں۔ نفح الطب بھی انھیں کی تصنیف ہے جس کا ترجمہ اردو انجمن ترقی اردو نے شائع کیا ہے۔ سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور بمقام دمشق ۱۶۳۱ء مطابق ۱۰۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس مصنف نے محمد ابن الخطیب مشہور وزیر غرناطہ کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے۔ اس کے مقدمے میں اسپین میں غزنیوں کی حکومت کی تاریخ ابتدائے فتح سے آخر تک شامل کی ہے۔

احمد امیٹھی شیخ : المعروف بہ ملاجیون امیٹھوی کہلاتے ہیں۔ شاہنشاہ عالمگیر کے استاد اور تفسیر احمدی کے مصنف ہیں۔ ۱۷۱۷ء مطابق ۱۱۳۰ھ میں وفات۔ (ملاحظہ ہو ملاجیون)۔

احمد ایاز ملک خواجہ جہاں : محمد شاہ بن تغلق شاہ دہلی کا ممتاز امیر تھا۔ جب کہ بادشاہ ۱۳۵۲ء مطابق ۷۵۲ھ میں بمقام ٹھٹہ مر گیا اس نے دہلی کے تخت پر بادشاہ کے کمسن لڑکے کو بٹھانے کی کوشش کی لیکن فیروز شاہ سوم اس پر غالب آیا۔ فیروز شاہ کے دہلی میں با فتح و نصرت داخل ہونے سے پیشتر سامانہ کے راستہ میں شیر خاں کے ہاتھ سے امرائے دربار فیروزی کی سازش سے ۷۸۰ھ میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ خواجہ جہاں کی عمر اس وقت اسی سال کی تھی۔

احمد ایلقانی : (حسن بزرگ ملاحظہ ہو)۔

احمد برنی : فارسی کی کتاب سفر السیر کا مصنف تھا۔

احمد بن ابراہیم دوئیم : اپنے بھائی سلیمان دوم کے مرنے کے بعد ۱۶۹۱ء مطابق ۱۱۰۳ھ میں قسطنطنیہ کا بادشاہ ہوا۔ ۱۶۹۵ء مطابق ۱۱۰۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد مصطفیٰ دوم محمد چہارم کا لڑکا تخت نشیں ہوا۔

احمد بن ابوبکر : ایک عربی مصنف ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی ہے جو مشرع المناقب کے نام سے موسوم ہے اور حالات حضور رسالت مآب و صحابۂ کرام پر مشتمل ہے۔

احمد بن ابوبکر بن ناصر مصطفیٰ الکزونی : ملاحظہ ہو حمداللہ مستوفی۔

احمد چہارم بن احمد : ان کا نام عبدالحامد بھی ہے۔ احمد

سوم شاہ ترکی کا لڑکا تھا۔ اپنے بھائی مصطفٰے سوم کے بعد ۱۷۷۴ء مطابق ۱۱۸۸ھ میں تخت نشیں ہوا۔ پندرہ برس حکومت کرنے کے بعد ۷/اپریل ۱۷۸۹ء مطابق رجب ۱۲۰۳ھ میں وفات پائی اور ان کے بعد سلیم سوم تخت نشیں ہوا۔

احمد بن ادریس : مالکی فقیہ تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۸۵ء مطابق ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔

احمد بن اسرائیل : واثق باللہ خلیفہ بغداد کے عہد میں علم نجوم کے ماہرین میں شمار تھا۔

احمد بن حسن میمندی خواجہ : سلطان محمود غزنوی کے ہم سبق اور رضائی بھائی تھے۔ ابوالعباس فضل کے معزول ہونے پر سلطان محمود کی تخت نشینی کے دو برس بعد خواجہ احمد وزیر اعظم مقرر کیے گئے۔ اور اسی عہدہ پر ۱۸ برس تک مسلسل رہے۔ جب تک کہ التونتاش سپہ سالار اور چند امرائے شاہی نے ان پر الزامات قائم نہ کیے جن کی وجہ سے وہ ۱۳ برس تک قلعہ کالنجر میں قید رہے۔ سلطان مسعود کی تخت نشینی پر قید سے رہا ہو کر وزارت کے عہدے پر ممتاز ہوئے۔ ۱۰۳۳ء مطابق ۴۲۴ھ میں وفات پائی۔

احمد بن حنبل : (ملاحظہ ہو حنبل امام)۔

احمد بن خضرویہ : خواجہ حاتم آصم کے خلفاء میں سے تھے۔ اولیاء کرام میں آپ کا شمار ہے۔ ۸۵۴ء م ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ بلخ میں آپ کا مزار ہے۔

احمد بن عبداللہ کریمی : ملاحظہ ہو ابو احمد پسر قاسم۔

احمد بن علی الخطیب قسطلانی : ملاحظہ ہو قسطلانی۔

احمد بن علی رازی شیخ : المعروف بہ جصاص ایک مشہور فقیہ گزرے ہیں۔ پیدائش ۹۱۷ء مطابق ۳۰۵ھ وفات ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ء۔

احمد بن کثیر : (ملاحظہ ہو فرغانی)۔

احمد بن محمد اول : شاہ ترکی محمد سوم کا لڑکا۔ جنوری ۱۶۰۴ء مطابق شعبان ۱۰۱۲ھ میں تخت نشیں ہوا۔ یہ شہزادہ مشہور اور طاقتور تھا۔ وہ دس یا نو پونڈ کے وزن کا گرز اپنے ہر ایک درباری سے زیادہ دور پھینک سکتا تھا۔ ہوائے نفسانی و عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ ۳۰۰۰ کنیزیں تھیں۔ ۱۵/نومبر ۱۶۱۶ء مطابق ۱۵/ذی قعدہ ۱۰۲۵ھ تیس سال کی عمر میں چودہ برس حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بھائی مصطفٰے اول تخت نشیں ہوا۔

احمد سویم بن محمد : محمد چہارم کا بیٹا تھا۔ ۱۷۰۳ء مطابق ۱۱۱۵ھ میں ایک فرقے کے سرداروں نے مصطفٰے دویم کو معزول کر کے اس کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے چارلس دوازدہم شاہ سوئڈن کو پلٹوا کی لڑائی کے بعد دوستانہ پناہ دی اور یہ مہمان نوازی اس کی قابل تعریف سمجھی جاتی ہے۔ فارس پر حملہ کرنے کی تیاری کے زمانے میں یکا یک ایک شورش کے نمودار ہونے پر تخت سے اتار دیا گیا۔ ملکی سرداروں نے اس کے بھتیجے محمد اول کو قید خانے سے رہائی دے کر ۱۷۳۰ء مطابق ۱۱۴۲ ہجری میں تخت نشیں کیا۔ معزول بادشاہ ۱۷۳۴ء مطابق ۱۱۴۰ھ میں ۶۷ برس کی عمر میں بعارضہ صرع فوت ہوا۔

احمد بن محمد الغفاری : مشہور کتاب نسخۂ جہاں آرا کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب تاریخ مختصر کے نام سے مشہور ہے جس میں ایشیائی مختصر تاریخ حضرت آدم سے لے کر ۱۵۲۵ء تک یعنی شاہ طہماسپ کے زمانے تک لکھی گئی ہے۔ اسی بادشاہ کے نام پر یہ کتاب معنون کی گئی تھی۔ ۱۵۶۱ء مطابق ۹۷۱ھ میں تصنیف ہوئی۔ اسپین کی اسلامی حکومت کے بھی مختصر حالات ۷۵۵ھ سے ۱۰۳۶ھ تک کے اس میں درج ہیں۔ دوسری کتاب نگارستان بھی آپ کی تصنیف سے ہے۔ آخر عمر

میں حج سے ہندوستان واپس ہونے پر سندھ کے ایک بندرگاہ میں اترے اور ۱۵۶۷ء مطابق ۹۷۵ھ میں وہیں انتقال کیا۔

احمد بن محمد القسطلانی : (ملاحظہ ہو قسطلانی)۔

احمد بن محمد بن علی بکر الحنفی : خزانۃ الفتویٰ کا مصنف ہے جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھی گئی۔ یہ مجموعہ نادر الوقوع مسائل کے متعلق فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

احمد بن محمد قدوری : فقہ کی مشہور کتاب قدوری انھیں کی تصنیف سے ہے۔ ۱۰۴۶ء مطابق ۴۳۸ھ میں وفات پائی۔

احمد بن یحییٰ : شرح وقایہ کے مصنف۔ آپ نے ایک جغرافیہ بھی لکھا ہے جس کا نام کتاب البلدان ہے۔

احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری : آپ کا نام ابوجعفر اور ابوالحسن بھی ہے۔ المتوکل کے خاندان کے شہزادوں کے اتالیق تھے۔ ۸۹۲ء مطابق ۲۵۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کتاب فتوح البلدان عرب کی قدیم تاریخوں میں سے ہے۔

احمد بن یوسف : مؤرخ تھے۔ ایک کتاب اخبار الدول ۱۵۹۹ء میں لکھی جو جنابی کی تاریخ جنابی کا خلاصہ ہے جس کا نام بحر الذخار ہے۔

احمد بیگ خاں : محمد شریف نور جہاں کے بھائی کا لڑکا تھا۔ جہاں گیر کے عہد میں بنگال میں رہا۔ شاہجہاں کی بغاوت میں مدد کی۔ شاہجہاں نے ملتان، ٹھٹھہ اور سیوستان کا گورنر مقرر کر دیا۔ اودھ میں جائس اور امیٹھی کی جاگیر ملی اور وہیں مرگیا۔

احمد بیگ کابلی : محمد حکیم اکبر کے بھائی کے یہاں کابل میں ملازم رہا۔ اس کے بعد اکبر اور جہاں گیر کی ملازمت کی۔ کچھ دنوں کے لیے کشمیر کا حاکم ہوگیا۔ ۱۶۱۴ء میں وفات پائی۔

احمد پاشا : سلطان ترکی سلیمان اول کا سپہ سالار تھا۔ مصر کا حاکم مقرر ہوا۔ اپنے بادشاہ سے ۱۵۲۴ء میں بغاوت کی۔ ابراہیم نے جو کہ سلیمان کا مصاحب تھا شکست دے کر احمد بادشاہ کا سر قسطنطنیہ بھیج دیا۔

احمد جام*شیخ الاسلام : آپ کا لقب ابونصر زندہ پیل ہے۔ نیشاپور کے مشہور ولی اللہ۔ ۱۰۴۹ء مطابق ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ برس تک پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ اس کے بعد شادی کر لی۔ ۳۹ لڑکے اور تین لڑکیاں خدا نے عنایت کیں۔ وصال کے وقت تین لڑکیوں کے علاوہ ۱۴ لڑکے بھی زندہ تھے۔ جن میں سے سب عالم گزرے اور کتابیں لکھیں۔ احمد جام خود بھی مصنف تھے اور آپ کی تصنیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں: رسالۂ سمرقندی، انیس الطالبین، مفتاح النجات، بحر الحقیقت، سراج السائرین۔ سلطان سنجر کے زمانے میں فروری ۱۱۴۲ء مطابق رجب ۵۳۶ھ میں وفات پائی۔

احمد جعفری خواجہ : (ملاحظہ ہو احمدی)۔

احمد جلال بخاری سید : سید محمد بخاری کا لڑکا تھا۔ (ملاحظہ ہو جلال بخاری سید)

احمد جلائر : آپ کا نام القانی بھی ہے۔ حسن بزرگ کی اولاد میں ہیں۔ (حسن بزرگ ملاحظہ ہو)۔

احمد خاں : الملقب بہ نکودر۔ پسر ہلاکو خاں۔ اپنے بھائی اباقا خاں کے مرنے پر اپریل ۱۲۸۲ء مطابق ذی الحجہ ۶۸۰ھ میں فارس کے تخت پر بیٹھا۔ وہ چنگیز خاں کی نسل کا پہلا بادشاہ تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ اس کے عہد کے پہلے سال میں مجد الملک یزدی جو اس کے دربار کا امیر تھا جادوگری کے جرم میں مارا گیا۔ اس

* جامی (مرثی)

نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد ارغون خاں اپنے بھتیجے کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ آخر کار امرائے مغلیہ کی مدد سے اس نے نہ صرف ان تکالیف سے نجات پائی بلکہ احمد خاں کا ۱۱راگست ۱۲۸۴ء مطابق ۲۶رجمادی الاول ۶۸۳ھ کو کام تمام کر دیا اور شاہزادہ ارغوان خاں خود تخت نشیں ہوا۔

احمد خاں بنگش : نواب فرخ آباد محمد خاں بنگش کا دوسرا لڑکا تھا جب کہ وزیر صفدر جنگ نے احمد خاں کے بھائی قائم خاں کے مرنے پر اس کی ریاست پر قبضہ ناجائز کر لیا تو احمد خاں نے افغانوں کی ایک فوج جمع کی۔ نول رائے کو جس کو صفدر جنگ نے اس کے مقابلے کے لیے بھیجا شکست دی۔ نول رائے لڑائی میں مارا گیا۔ اس طرح سے احمد خاں نے اپنے خاندانی ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ۲راگست ۱۷۵۰ء مطابق ۱۰ررمضان ۱۱۶۳ھ کو ہوا۔ اس کے بعد احمد خاں نے اپنے ملک پر ۲۲ سال تک حکومت کی اور نومبر ۱۷۷۱ء مطابق شعبان ۱۱۸۵ھ میں وفات پائی۔ بعد ازاں اس کا لڑکا دلیر ہمت خاں تخت نشیں ہوا جس کو عالم شاہ نے مظفر جنگ کا خطاب دیا۔

احمد خاں سلطان : ہرات کا بادشاہ تھا۔ ۶راپریل ۱۸۶۳ء مطابق ۱۷رشوال ۱۲۷۹ھ کو مر گیا اور شاہنواز خاں اس کا لڑکا جانشیں ہوا۔

احمد خاں سور : (ملاحظہ ہو سکندر خاں سور)۔

احمد خاں میواتی : حاکم میوات تھا۔ اس نے سلطنت دہلی کے خاص حصوں پر پندرہویں صدی کے شروع میں سیدوں کے زمانے میں قبضہ غاصبانہ کر لیا تھا۔ اس کو بہلول لودی سے مغلوب ہونا پڑا۔

احمد رضا خاں : (روہیل کھنڈ) بریلی کے ساکن مولوی محمد نقی علی خاں کے پسر۔ حنفی عالم، حاجی حرمین شریفین تھے۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی کے خلیفہ و مرید تھے۔ تقریباً پچھتر کتابیں مختلف مباحث پر تصنیف کی ہیں۔ سفر حجاز میں علمائے عرب سے سند و حدیث و فقہ و اصول و تفسیر حاصل کی۔ آخر عمر تک شغل تصنیف و تالیف جاری رہا۔ فتاوائے رضوی ان کی ایک مبسوط کتاب مسائل فقہ میں آج کل زیر طبع ہے۔ طویل علالت کے بعد ۲۵رصفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸راکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ انتقال ہوا۔ دوسرے روز محلہ سوداگران بریلی میں دفن ہوئے۔

احمد رومی : کتاب فائق الحقائق کا مصنف ہے جو مولانا روم کی مثنوی کے طرز پر لکھی گئی۔

احمد زورق : ابو العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ مصنف شرح اسماء الحسنیٰ۔ ۱۴۹۳ء مطابق ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

احمد سامانی امیر : خلفائے سامانیہ کا تیسرا خلیفہ گزرا ہے۔ اپنے باپ اسمٰعیل کے مرنے پر ۹۰۷ء مطابق ۲۹۵ھ میں صوبۂ خراسان وغیرہ کا بادشاہ ہوا۔ یہ ظالم شاہزادہ تھا۔ اپنے چچا اور بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں سے اپنے ملک کو بڑھانے کے لیے لڑا۔ زیادہ تر بغداد کے دربار میں سازشوں سے کام لیا۔ ۷ برس سلطنت کرنے کے بعد کسی گھر کے آدمی نے جمعرات کے دن ۳۰رجنوری ۹۱۴ء مطابق ۲۳رجمادی الاول ۳۰۱ھ میں مار ڈالا اور اس کا لڑکا امیر نصر جس کی عمر صرف ۸ برس کی تھی خراسان اور بخارا کے تخت پر بیٹھا۔ احمد بخارا میں دفن ہوا۔ اور سلطان شہید کے نام سے اس کی قبر مشہور ہوئی۔

احمد سید بارہ : سید محمود بارہ کے بھائی تھے۔ اکبر کے عہد میں گجرات میں تھے۔ اکبر کے شکاری چیتوں کے استاد تھے۔ ان کا لڑکا سید جمال الدین چتور کے

معرکے میں ایک سرنگ پھٹ جانے سے مارا گیا۔

احمد سید بخارا : مشہور شیخ فرید بخاری کے والد تھے۔ ان کا حال ملاحظہ ہو۔

احمد سرہندی شیخ : لقب مجدد الف ثانی تھا۔ زہد و علم میں مشہور تھے۔ شیخ عبدالوحید فاروقی کے لڑکے تھے۔ سرہند میں ۱۵۶۴ء مطابق ۹۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے جو کہ دہلی کے مشہور ولی اللہ اور کئی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں۔ منگل کے دن ۲۹ رنومبر ۱۶۲۴ء مطابق صفر ۱۰۳۴ھ کو وفات پائی۔ سرہند میں مزار ہے۔ مجدد الف ثانی کہلاتے تھے کیونکہ ان کا یقین تھا کہ ہر ہزار سال کے بعد ایک شخص پیدا ہوتا ہے جو کہ اسلام کے تمام علوم میں کامل ہوتا ہے اور جس کا کام اسلام کو قوت دینے اور زندہ کرنے کا ہوتا ہے۔ وہ یقین کرتے تھے کہ دوسرے ہزار سالہ کا مجدد میں ہوں۔

احمد شاہ : لقب مجاہد الدین محمد ابونصر احمد شاہ بہادر تھا۔ دہلی کے شاہنشاہ محمد شاہ کا لڑکا تھا۔ ۱۵ راپریل ۱۷۴۰ء مطابق ۷ رربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ والدہ کا نام ادھم بائی تھا۔ دہلی کے قلعہ میں سہ شنبہ کے دن ۱۴ ردسمبر ۱۷۲۵ء مطابق ۱۷ رربیع الثانی ۱۱۳۸ھ میں پیدا ہوا اور پیر کے دن ۱۹ راپریل ۱۸۴۸ء مطابق ۲ رجمادی الاول ۱۱۶۱ھ بمقام پانی پت تاجپوشی ہوئی۔ ۶ برس تین ماہ ۸ دن حکومت کی۔ بعدۂ تخت سے اتار دیا گیا اور قید ہوا۔ عماد الملک وزیر اعظم نے احمد شاہ اور اس کی والدہ کو اندھا کر دیا۔ ۲۱ برس تک اور زندہ رہا۔ یکم جنوری ۱۷۷۵ء کو مر گیا۔ قدم شریف کی مسجد کے سامنے مریم مکانی کے مقبرہ میں دفن ہوا۔ اس کی قید کے بعد عالمگیر دوم جہاندار شاہ کا لڑکا تخت نشیں ہوا۔

احمد شاہ ابدالی : المعروف بہ احمد شاہ دڑانی۔ ہرات کے قرب و جوار میں قوم افغان کے فرقہ ابدال کا سردار زادہ تھا۔ نادر شاہ نے بچپن میں اس کو قید کر لیا اور گرز برداری پر مامور کیا۔ رفتہ رفتہ فوج کے بڑے عہدے پر پہنچ گیا۔ نادر شاہ ۱۲ رمئی ۱۷۴۷ء کی رات کو مارا گیا۔ اس کی صبح کو احمد شاہ نے پارس کی فوج پر ازبکوں کی فوج کی مدد سے حملہ کیا۔ لیکن پسپا ہو گیا تو احمد شاہ نے فوج کو چھوڑ دیا اور قندھار کی طرف بڑھ کر شہر پر قبضہ کر لیا اور خزانہ جو کہ کابل اور سندھ سے فارس کی فوج کو جا رہا تھا چھین لیا۔ ان ذرائع کی مدد سے اس نے ایک سلطنت کی بنیاد رکھی جو بہت جلد طاقتور ہو کر گرد و نواح کی سلطنتوں کے لیے خطرناک بن گئی۔ احمد شاہ نے کابل اور قندھار کے علاوہ لاہور اور پشاور پر پھر قبضہ کر لیا۔ اس فتح سے دلیر ہو کر اور سلطنت مغلیہ کی کمزوری دیکھ کر اس نے ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ۱۷۴۸ء کے شروع میں لاہور سے کوچ شروع کیا۔ چونکہ محمد شاہ اس زمانے میں میدان جنگ میں جانے کے ناقابل تھا۔ اس نے اپنے لڑکے شہزادے احمد کو مع وزیر قمر الدین خاں صفدر جنگ حاکم اور دیگر سرداران کے ساتھ ایک بڑی جمعیت سے دشمن کے مقابلے کو بھیجا۔ کئی دن تک سندھ کے نزدیک کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار جمعہ کے دن ۱۱ رمارچ ۱۷۴۸ء مطابق ۲۲ رربیع الاول ۱۱۶۱ھ کو وزیر قمر الدین خاں جب کہ وہ اپنے خیمہ میں نماز پڑھ رہا تھا توپ کے گولے سے مارا گیا۔ مغل فوج تتر بتر ہوگئی تاہم لڑائی جاری رہی۔ یہاں تک کہ دشمن کی میگزین میں آگ لگ گئی۔ بہت سے آدمی زخمی ہوئے۔ احمد شاہ ابدالی بادل شکستہ لوٹ مار سے سیر ہو کر کابل واپس ہو گیا۔ ۱۷۵۷ء مطابق ۱۱۷۰ھ میں پھر

آگرہ اور دہلی پر چڑھائی کی۔ متھرا کے باشندوں کو لوٹ مار کر کے قندھار کو لوٹ گیا۔ ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں کی طاقت ہندوستان کے قریب قریب ہر صوبہ میں پھیل گئی۔ نجیب الدولہ روہیلہ، شجاع الدولہ نواب اودھ بلکہ ہندو بھی متفق ہو گئے اور ایک عرضی احمد شاہ ابدالی کو روانہ کی کہ وہ تخت پر قبضہ کر لے اور اس کام میں اس کو مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ ابدالی لاہور والے قصے سے بھرا بیٹھا تھا اس دعوت پر بہت خوش ہوا اور دریائے سندھ عبور کر کے فوراً روانہ ہوا۔ مرہٹوں کو اپنے سامنے سے ہٹاتا ہوا دہلی کے قرب و جوار تک چلا آیا۔ مرہٹوں سے کئی لڑائیاں لڑیں۔ آخر کار پانی پت کے میدان میں دشمن کو شکست دے کر بڑی شہرت حاصل کی۔ یہ مشہور لڑائی جنوری ۱۷۶۱ء میں ہوئی۔ اس فتح کے بعد درانی اپنے ملک کو چلا گیا۔ اپنے جانے سے پہلے شاہ عالم کو بادشاہ ہند تسلیم کیا اور شجاع الدولہ کے دوسرے سرداروں کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا۔ ۱۷۷۲ء مطابق ۱۱۸۲ھ میں ۵۰ سال زندہ رہ کر ۲۶ سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔ اس کا لڑکا تیمور شاہ تخت پر بیٹھا۔ اس کا مقبرہ جس پر ایک سنہرا گنبد ہے شاہی محل کے نزدیک واقع ہے۔

احمد شاہ اول : گجرات کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاتار خاں کا لڑکا اور مظفر شاہ کا پوتا تھا۔ اپنے دادا کی وفات پر بادشاہ ہوا۔ ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ اس کے دادا نے اس کو اپنی زندگی میں ۸۱۳ھ مطابق ۱۴۱۰ء میں تخت پر بٹھا دیا تھا۔ بعدہٗ وہ ۶ ماہ ۱۶ دن تک زندہ رہا۔ اسی سال احمد شاہ نے سابرمتی کے کنارے ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام پر اس کا نام احمد آباد رکھا۔ یہ شہر بعد کو گجرات کا دارالسلطنت ہو گیا۔ اس شہر کی بناء کی تاریخ "بخیر" سے نکلتی ہے۔ ۳۳ سال حکومت کرنے کے بعد ۴ر جولائی ۱۴۴۳ء مطابق ۴ر ربیع الاول ۸۴۷ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا دوسرا لڑکا محمد شاہ تخت نشیں ہوا۔

احمد شاہ بنگالی: اپنے باپ جلال الدین کے بعد بنگال کے تخت پر ۸۳۴ھ مطابق ۱۴۳۰ء میں بیٹھا۔ ۱۶ برس حکومت کی۔ ۱۴۴۶ء مطابق ۸۵۰ھ میں وفات پائی۔ ناظر بن محمود شاہ اول جو شمس الدین الیاس شاہ کی اولاد میں تھا احمد شاہ کے بعد تخت نشیں ہوا۔

احمد شاہ بہمنی دوم : امیر برید اس کے باپ سلطان محمود شاہ ثانی کا وزیر اعظم تھا۔ سلطان کے مرنے کے بعد اکتوبر ۱۵۱۸ء مطابق شوال ۹۲۴ھ میں امیر برید نے اس خیال سے کہ اگر وہ بالکل خود مختار بن بیٹھے گا تو گردو نواح کی طاقتیں حملہ آور ہوں گی برائے نام شہزادہ احمد کو اس کے باپ کی بجائے احمد آباد کے تخت پر بٹھا دیا۔ محل شاہی اور جواہرات اس کے قبضہ میں دے دئے اور کچھ رقم روزانہ اس کے خرچ کے لیے مقرر کر دی جو اس کے اخراجات کو مکتفی نہ ہو سکی۔ اس وجہ سے سلطان نے اپنا ایک لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ کا قیمتی تاج توڑ ڈالا اور جواہرات خفیہ طور پر فروخت کر دیئے۔ تخت نشینی کے دو سال بعد ۱۵۲۱ء مطابق ۹۲۷ھ میں مر گیا۔ اس کی جگہ شہزادہ سلطان علاء الدین ثالث جانشیں کیا گیا۔ دو سال بعد یہ شاہزادہ قید کر دیا گیا۔ اور محمود شاہ کا ایک اور لڑکا ولی اللہ شاہ تخت نشیں ہوا۔ تین سال بعد وزیر کی سازش سے اس کی بی بی نے زہر سے ہلاک کر دیا اور وہ وزیر کے حرم میں داخل ہو گئی۔ بعد ازاں احمد شاہ ثانی کے لڑکے کلیم اللہ کو تخت پر بٹھایا۔ یہ برائے نام بادشاہ تھا۔ اس کو محل چھوڑنے کی اجازت نہ تھی۔ امیر برید نے اس کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ کیا تو وہ

وہاں سے فرار ہوکر بیجاپور میں اپنے چچا اسمٰعیل عادل شاہ کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے برہان نظام شاہ والیِ احمد نگر کے پاس پہنچا اور وہاں آخر عمر تک رہا۔ اس کے ساتھ دکن کے بہمنی فرمانرواؤں کا خاندان ختم ہوا۔ اس کی موت سے قبل دکن پانچ سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ عادل شاہی والیان بیجاپور، قطب شاہی والیان گولکنڈہ، عماد شاہی والیان برار، نظام شاہی والیان احمد نگر، برید شاہی والیان احمد آباد بیدر۔

احمد شاہ بہمنی سلطان اول : بہمنی نسل کے سلطان داؤد شاہ کا دوسرا لڑکا تھا۔ ۱۵ر ستمبر ۱۴۲۲ء مطابق ۵ر شوال ۸۲۵ھ کو جب کہ سلطان فیروز شاہ کو تخت و تاج اس کی خاطر چھوڑے ہوئے ۱۶ دن گزرے تھے تخت پر بیٹھا۔ احمد آباد بیدر کے قلعے اور شہر کا بانی ہے جس کی بنیاد ۱۴۳۲ء مطابق ۸۳۶ھ میں رکھی۔

احمد شاہ ثانی : گجرات کا بادشاہ تھا چونکہ محمود شاہ سوم لاولد تھا۔ اعتماد خاں اس کے وزیر اعظم نے اس کو جو اس وقت احمد آباد کا حاکم تھا۔ بادشاہ کا جانشیں بنایا۔ ۱۸ر فروری ۱۵۵۴ء کو تخت نشیں ہوا۔ سات برس چند ماہ حکومت کی ۲۱ر اپریل ۱۵۶۱ء کو قتل ہوا۔ مظفر شاہ ثالث جانشیں ہوا۔

احمد شیخ : فتح پور سیکری کے شیخ سلیم چشتی" کے دوسرے لڑکے۔ اکبر کے عہد میں ملازمت کی اور ۹۸۵ھ میں وفات پائی۔

احمد ظواہری : مشہور مصری عالم ہے جس نے ۱۹۰۵ء میں جب کہ وہ جامع احمدی طنطہ کی مدرسی کے عہدہ پر ممتاز تھا ایک کتاب العلم والعلماء کے نام سے شائع کی ہے جس میں موجودہ علماء کے حالات اور ان کے فرائض پر بحث کی گئی ہے۔

احمد عرب شیخ یمنی : ابن شیخ یمنی شروانی۔ بارھویں صدی کے آخر میں یا تیرھویں صدی کے شروع میں ہندوستان آکر اکثر بلاد معروف کی سیاحت کی اور زیادہ تر کلکتہ میں مقیم رہے۔ عربی کے فن ادب میں کامل مہارت تھی۔ نفحۃ الیمن اور مناقب حیدریہ جو غازی الدین حیدر نواب اودھ کی فرمائش سے تصنیف کی، ان کی مشہور تصانیف ہیں جن سے ان کی لیاقت علمی کا اظہار ہوتا ہے۔ سال وفات معلوم نہ ہو سکا۔

احمد علی خاں : رامپور کے نواب تھے۔ (ملاحظہ ہو حامد علی خاں نواب۔)

احمد علی خاں : کرنال کے نواب تھے۔ غدر میں گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ رہے۔ پانچ ہزار روپیہ کی مالگزاری دواماً بصلۂ خدمات خیر خواہی معاف کی گئی۔ اور دس ہزار روپیہ کا خلعت عطا کیا گیا۔ یہ نواب محمدی خاں کی اولاد میں تھے۔ محمدی خاں مذکور کو بشمول عزت علی خاں و اسحاق خاں کے لارڈ لیک نے پرگنہ کرنال جس کی مالگزاری چالیس ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ ۱۸۰۶ء میں عطا فرمایا تھا۔

احمد علی خاں اور ولی داد خاں : مالاگڑھ کے باغی نواب تھے۔

احمد علی خاں سید : بنگال کے نواب ناظم تھے۔ اپنے بھائی عالی جاہ کے جانشیں ہوئے۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۸۲۴ء کو انتقال ہوا۔

احمد علی عباسی، مولوی : چریاکوٹی۔ آپ مشاہیر علمائے ہند سے تھے۔ تمام فنون علی الخصوص فقہ و فلسفہ میں کامل تھے۔ پیدائش ۱۲۰۰ھ۔ اپنے وطن میں معمولی صرف و نحو پڑھنے کے بعد سیر و سیاحت کر کے علمائے ہند سے علم حاصل کیا۔ چنانچہ فنون ریاضیہ اور اصول قراءت و تجوید کا رامپور میں اکتساب کیا۔ تیس سال کی عمر میں جمیع فنون سے فارغ ہو کر وطن واپس آئے اور شادی

کرنے کے بعد تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اکثر متعلم بہرہ یاب ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف انوار احمدی، حاشیہ قال اقوال، شرح سلم العلوم و نورالنواظر ہیں۔ علاوہ بریں مختلف فنون میں آپ کے اکثر مسائل موجود ہیں۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ م ۱۸۵۶ء میں انتقال کیا۔

احمد علی قاضی : وطن سندیلہ۔ ابن سید محمد فتح شاگرد و داماد مولانا حمید اللہ سندیلوی۔ یہ ایک عالم متبحر اور مصنف کتاب کثیرہ تھے۔ سلاطین دہلی کی جانب سے قصبہ سندیلہ کے عہدہ قضاء پر ممتاز تھے۔ اپنے استاد زادہ مولوی حیدر علی کو بھی اپنے علم سے مستفیض کیا۔ میر زاہد ملا جلال و حاشیہ میر زاہد شرح مواقف و شرح سلم العلوم و حاشیہ منہیہ بر شرح سلم و رسالہ فرائض حنفی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں انتقال کیا اور قصبہ سندیلہ میں سید غلام حسین کے امام باڑے میں مدفون ہوئے۔

احمد علی ہاشمی شیخ : حالات مشاہیر میں ایک کتاب مخزن الغرائب تصنیف کی جو فیض آباد کے نواب صفدر جنگ کے نام نامی پر معنون کی گئی تھی۔ ۱۷۵۴ء مطابق ۱۱۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ تخلص خادم تھا۔

احمد غزنوی شیخ : مقامات شیخ کے مصنف ہیں جس میں احمد شاہ (جام) شیخ الاسلام نیشاپور کی سوانح عمری لکھی ہے۔

احمد کبیر سید : ایک باخدا شخص تھے۔ آپ کا مزار ملتان کے موضع اُچھ میں ہے۔ سید جلال کے لڑکے ہیں۔ ان کے دونوں صاحبزادے سید جلال الدین الملقب مخدوم جہانیان جہاں گشت اور راجو قتال اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔

احمد کھٹو شیخ : الملقب بہ وجیہ الدین احمد مغربی پسر ملک اختیار الدین۔ اختیار الدین مذکور سلطان فیروز شاہ تغلق شاہ دہلی کے امراء میں سے تھے اور اس کے رشتہ دار بھی تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد تمام دولت عیش پرستی میں اڑا دی۔ بعدۂ شیخ بابا اسحاق مغربی کے مرید ہوئے۔ اور بہت پرہیزگار ہو گئے۔ گجرات چلے گئے۔ یہاں کی پرہیزگاری کا اس درجہ شہرہ ہوا کہ سلطان مظفر گجراتی آپ کا مرید ہو گیا۔ اسی ملک میں سلطان محمد شاہ گجراتی کے عہد میں یوم پنجشنبہ ۶ر جنوری ۱۴۴۶ء مطابق ۸ر شوال ۸۴۹ھ ۱۱۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔ سرونج میں احمد آباد کے نزدیک مزار ہے۔ کھٹو ناگور میں ایک جگہ ہے جہاں شیخ احمد پیدا ہوئے تھے۔

احمد مرزا سلطان : پسر ابو سعید مرزا اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۴۶۹ء میں سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ ۱۴۹۵ء میں انتقال ہوا۔

احمد ملا : ٹھٹے کے قاضی کے لڑکے تھے۔ آپ کے آباء و اجداد جو سندھ کے باشندے تھے فاروقی حنفی تھے لیکن ملا خود شیعہ تھے۔ ایک کتاب خلاصۃ الحیات تصنیف کی۔ ۱۵۸۲ء مطابق ۹۹۰ھ میں دکن سے اکبر اعظم کے دربار میں آئے۔ شہنشاہ نے تاریخ الفی کے تالیف کرنے کا حکم دیا۔ بہت سے مصنفین اس بات میں مشغول ہوئے۔ لیکن زیادہ کام مُلّا کو کرنا پڑا۔ پہلی دو جلدیں چنگیز خاں کے عہد تک کی آپ نے ختم کیں۔ اس کے بعد مرزا فولاد برلاس نے جنوری ۱۸۸۸ء* مطابق صفر ۹۹۶ھ میں ملا کو دھوکا دے کر رات کے وقت گھر سے نکالا اور ان پر قاتلانہ حملہ کیا۔ کیونکہ وہ علانیہ سنیوں کی دل آزاری کے واسطے خلفائے ثلاثہ کو بُرا کہتے تھے۔ اس جرم میں مرزا فولاد شہر لاہور میں ایک ہاتھی کے پیر سے زندہ باندھ کر ہلاک کر دیئے گئے۔

*۱۵۸۸ء (عرشی)

مرزا کے مرنے کے ۲ یا ۴ دن کے بعد ملا فوت ہوگئے۔ ملا احمد کے مرنے کے بعد باقی کتاب آصف خاں جعفر بیگ نے ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۹ء تک ختم کی۔ ملا احمد لاہور میں دفن ہوئے۔ لیکن لوگوں نے ان کی لاش کو نکال کر جلا دیا۔

احمد نظام شاہ بحری : دکن کے نظام شاہی خاندان کا بانی تھا۔ باپ کا نام نظام الملک بحری تھا جو سلطان محمود شاہ بہمنی کا وزیر اعظم تھا۔ احمد نظام شاہ نے باپ کی جاگیر کے قریب بہت سے مقامات فتح کیے اور قلعہ وندراج پور کے دوران محاصرہ میں ۱۴۰۶ء مطابق ۸۹۱ھ میں اپنے والد کے قتل کی خبر سنی۔ فوراً واپس جا کر اپنے باپ کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے شاہ کا لقب زیادہ کر دیا۔ سلطان یہ چاہتا تھا کہ اس کو معزول کر دیا جائے لیکن تمام اراکین سلطنت میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کیونکہ احمد نظام شاہ اکثر جنگی کارناموں کی وجہ سے ایک خوفناک ہستی سمجھا جاتا تھا۔ آخرکار اس نے ۳ مئی ۱۴۹۰ء مطابق رجب ۸۹۵ھ کو سلطان کی فوج پر فتح پائی اور اس کے بعد وہ خود مختار بن بیٹھا اور یوسف عادل شاہ کی رائے سے جو کہ پہلے ہی خود مختار ہو گیا تھا خطبہ میں سلطان محمود کا نام نکال کر اپنا نام داخل کیا اور چتر سفید جو اس زمانے میں مغلیہ بادشاہوں کا نشان تھا سر پر رکھا۔ احمد نگر کے شہر کی بنیاد ۱۴۹۵ء مطابق ۹۰۰ھ میں رکھی جو دو برس میں مکمل ہو گیا۔ احمد نگر کا پہلا نظام شاہی بادشاہ ہوا۔ ۱۵۰۸ء مطابق ۹۱۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا برہان نظام شاہ اول تخت نشیں ہوا۔ احمد نگر کے نظام شاہی بادشاہوں کی فہرست حسب ذیل ہے :

احمد نظام شاہ اول ۱۴۹۰ء
برہان نظام شاہ ۱۵۰۸ء
حسین نظام شاہ ۱۵۶۵ء
مرتضیٰ نظام شاہ ۱۵۶۵ء
میراں حسین نظام شاہ ۱۵۸۷ء
اسماعیل نظام شاہ ۱۵۸۹ء
برہان نظام شاہ دوم ۱۵۹۰ء
ابراہیم نظام شاہ ۱۵۹۴ء
احمد نظام شاہ دوم ۱۵۹۴ء (شاہ طاہر کا لڑکا)
بہادر نظام شاہ ۱۵۹۵ء
مرتضیٰ نظام شاہ دوم ۱۵۹۸ء

نظام شاہی سلطنت ۱۶۰۷ء میں ملک عنبر کے قبضے میں پہنچی۔

احمدی : ایک ترک شاعر گزرا ہے۔ اصلی نام خواجہ احمد جعفری تھا۔ امیر تیمور اعظم شاہ تاتار کے عہد میں ہوا۔ اس کے عہد کے کارنامے نظم کیے ہیں اور ترکی زبان میں سکندر نامہ لکھا۔ ۱۲۱۴ء میں فوت ہوا۔

احمدی : نواب غلام احمد خاں ریاست کنج پورہ ضلع کرنال میں یکم جنوری ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ خاندان رئیس کنج پورہ کے ایک رکن تھے۔ ابتدائے عمر سے علمی مذاق رکھتے تھے۔ اردو زبان میں شعر کہتے تھے۔ ایک مدت تک ریاست ٹونک اور ازاں بعد ریاست گوالیار میں ملازم رہے۔ ۱۸۸۶ء میں ریاست گوالیار کے ممبر کونسل ہوگئے۔ ۱۸۹۶ء میں کونسل کی میعاد ختم ہونے پر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوگئے۔ ۱۶ اپریل ۱۹۱۰ء کو ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کی تصانیف توحید و اخلاق میں اکثر طبع ہو چکی ہیں۔

احمد یادگار : تاریخ سلاطین افغانیہ کا مصنف ہے۔ یہ کتاب بہلول لودی سے لے کر آخر تک ہند کے تمام افغان بادشاہوں کی تاریخ ہے جو داؤد شاہ بنگال کے آخری بادشاہ کے حکم سے ۱۵۷۵ء کے قریب لکھی گئی۔

احمد یار خاں : ان کا تخلص یکتا تھا۔ ترکی النسل۔ خاندان برلاس میں سے تھے۔ ان کے والد اللہ یار خاں لاہور ٹھٹھہ، ملتان کے صوبہ دار ہوئے تھے۔ بعدہٗ غزنی کی فوجداری پر تقرر ہوگیا۔ احمد یار خاں بھی عالمگیر کے عہد کے اخر میں لاہور کے صوبہ دار تھے۔ یہ بہت نازک خیال شاعر تھے۔ کئی نظمیں لکھیں۔ ۲۱ رتمبر ۱۷۳۴ء مطابق ۲۳ رجمادی الاول ۱۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

احمد یار خاں نواب بریلوی : ذوالفقار الدولہ محمد ذوالفقار خاں دلاور جنگ بریلوی کے لڑکے تھے۔ ۱۸۱۵ء مطابق ۱۲۳۰ھ میں زندہ تھے۔

اختر : ان کا اصلی نام قاضی محمد صادق خاں تھا۔ باپ کا نام قاضی محمد لال۔ سال ولادت کا پتہ نہیں چلا تقریباً ۱۸۰۷ء یا ۱۸۰۸ء ہے۔ مرزا قتیل کے شاگرد۔ اصلی وطن ہگلی۔ غازی الدین حیدر شاہ اودھ کے زمانہ میں لکھنؤ آئے اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ تاریخ وفات صحیح نہیں معلوم ہوئی۔ لیکن یہ مسلم ہے کہ وہ غدر ۱۸۵۷ء میں زندہ تھے۔ اس کے بعد رحلت کی۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ لیکن اس میں سے کسی کے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔ سب سے بڑی تالیف تذکرہ آفتاب عالمتاب ہے جس میں ۴۲۶۴ شعرا کا ذکر ہے۔ ۳۴ سال کی مسلسل محنت سے تیار ہوا ہے۔ لوامع النور فی وجوہ المنصور جو انشاء ولغت فارسی کی کتاب ہے انھیں کی تصنیف سے ہے۔ اس کے علاوہ چند مثنویات اور دیوان بھی ہیں۔

اختر : ملاحظہ ہو واجد علی شاہ۔

اخفش اوسط : چونکہ اس کی آنکھیں بہت چھوٹی تھیں اس لیے اخفش کہلاتا تھا۔ اصلی نام ابوالحسن سعید تھا۔ مشہور مصنف اور علم صرف کا زبردست عالم تھا۔ ۸۳۰ء میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ بلخ میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ھ میں وفات پائی۔ اس نام کے تین آدمی گزرے ہیں اور تینوں مصنف تھے۔ اخفش اصغر نے ۸۴۵ء میں وفات پائی۔

اخلاص خاں اخلاص کیش : لاہور کا ساکن۔ قوم کا کھتری تھا۔ فارسی میں اچھی دستگاہ تھی اور عالمگیر کے زمانہ میں شاہی ملازم رہا اور عالمگیر نے اخلاص خاں اخلاص کیش کا خطاب دیا۔ فرخ سیر کے زمانہ میں ۱۷۱۵ء میں ہفت ہزاری کا منصب دار ہوا۔ اس نے فرخ کی تاریخ لکھی اور ''بادشاہ نامہ'' نام رکھا۔

اخلاص خاں شیخ اللہ دیا : ابراہیم کشور خاں کا بیٹا اور شیخ نواب فرید کا بھتیجا تھا۔ اورنگ زیب کی فوج میں بھرتی ہو کر اپنے چچا نواب فرید کے ساتھ رہ کر اکثر لڑائیوں میں کارنمایاں کیے۔ درجہ بہ درجہ ترقی حاصل کر کے سہ ہزاری کا منصب اور خطاب اخلاص خاں کا پایا۔ اس کا مقبرہ بمقام بدایوں اخلاص خاں کے روضے کے نام سے موجود ہے۔

ادھم خاں ماہم آنکہ : ماہم آنکہ کا لڑکا تھا۔ ماہم آنکہ نے اکبر کو دودھ پلایا تھا اور اکبر کے ساتھ بچپن سے تخت نشینی کے زمانے تک رہی۔ اس نے بیرام خاں کے معزول کرانے میں بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ ادھم خاں ۵۰۰۰ ہزار فوج کا سردار تھا۔ اس نے باغی بہادر یہ خاندان کوہتھ کانٹھ(۱) کے قریب ہموار رکھنے میں امتیاز حاصل کیا۔ ۹۶۸ھ میں باز بہادر حاکم مالوہ کو شکست دی جس کی معشوقہ روپ متی نہایت حسین و باعظمت تھی۔ جب وہ ادھم خاں کی قید میں آئی اور اس نے دیکھا کہ اس کی عفت نہیں بچ سکتی ہے اس نے ادھم خاں کو ایک وقت خاص کا منتظر بنایا اور وقت مقررہ پردہ

(۱) آگرے کے جنوب شرق میں ایک جگہ ہے۔

خوب بن سنور کر زہر کا پیالہ پی کر پلنگ پر لیٹ گئی۔ ادھم خاں اس کو مردہ پا کر مایوس ہوا۔ ۹۶۹ھ میں اپنے دشمن اتگہ خاں کو دربار میں قتل کیا جس پر بادشاہ نے اس کو بھی مروا ڈالا۔ اس کی ماں ماہم آنکہ ۴۰ دن کے بعد رنج و غم میں مر گئی اور دہلی میں اپنے لڑکے کے برابر دفن کی گئی۔ اکبر نے ان ماں اور بیٹے کے مقبرہ پر ایک عمارت عالیشان بنوادی۔ ادھم کا بھائی خان باقی خاں گڑھ کٹنگا (۱) کا حاکم تھا جس نے اکبر کے عہد کے تیسویں سال وفات پائی۔

ادھن شیخ : ایک چشتی بزرگ اور ولی گزرے ہیں۔ جون پور میں ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔

ادیب : ابو حسن علی بن نصر کا تخلص ہے۔ ایک نہایت قابل فلسفی تھے۔ بزمانۂ خلافت فاطمیہ ۵۹۴ھ خلیفہ عامر کے عہد میں مصر میں قاضی تھے۔

ادیب : مولینا سیف الحق صاحب، حضرت مولینا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اولاد سے ہیں۔ ۱۸۴۶ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ تحصیل علوم خاندانی کے علاوہ اگرچہ انگریزی بھی صرف مڈل تک ہی حاصل کی تھی لیکن خداداد جودت وذہانت کی بدولت اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ حضرات کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ سب سے پہلے میور گزٹ نامی اخبار نکالا۔ زاں بعد انجمن قصور کے سکریٹری ہو گئے۔ اس زمانے میں کوہ نور کی ایڈیٹری کی۔ شفیق ہند جاری کیا جس کے دو ضمیمے نسیم صبح اور شام وصال بھی نکلتے تھے۔ علم ادب کے دونوں فروع یعنی نظم ونثر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مرزا غالب مرحوم سے افاضۂ سخن تھا۔ خوشنویسی میں اچھا ملکہ تھا۔ اکثر قومی کانفرنسوں میں لکچر بھی دیا کرتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں انتہائی کمال تھا۔ کلام اردو اور فارسی نہایت شستہ و رفتہ تھا۔ محض شہرت کی بدولت حیدرآباد دکن میں گورنمنٹ رپورٹر کے معزز عہدے پر ممتاز ہوئے تھے۔ جون ۱۸۹۱ء م ۱۳۰۹ھ میں بمقام دہلی دنیا کو خیر باد کہا۔

ادیب صابر : (ملاحظہ ہو شہاب الدین ادیب صابر)۔

اذن حسن : یہ حسن بیگ بھی کہلاتا ہے۔ ایک ترکمان قبیلے کا بانی تھا۔ اپنے حریف جہاں شاہ دین قرا یوسف کو ۱۴۶۷ء میں تباہ کرنے اور تمام ان کے اعزا کو مار ڈالنے کے بعد اس نے ابوسعید مرزا شاہ فارس سے جنگ کی اور اس کو قید کر کے ۱۴۶۹ء میں قتل کر ڈالا۔ اذن حسن اس طرح خاندان امیر تیمور کے ملک کے ایک بڑے حصے کا مالک ہو گیا۔ فارس کے بادشاہ بن جانے کے بعد وہ ترکی کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر ترکی کے سلطان محمد ثانی نے اس کو ایک کامل شکست دی جس سے اس کے فاتحانہ ولولے سرد پڑ گئے۔ گیارہ سال تک حکومت کر کے ۷۰ برس کی عمر میں ۷ ردسمبر ۱۴۷۷ء مطابق ۸۸۲ھ میں فوت ہو گیا۔

ارادت خاں : ملقب بہ میر اسحاق یا اسحاق خاں نواب اعظم خاں کا پسر تھا جو شاہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اعلیٰ عہدے پر ممتاز تھا۔ ارادت خاں بہ عہد شاہ جہاں بہت سے عہدوں پر ممتاز رہا۔ اور عہد عالمگیر کے پہلے سال میں وہ صوبہ دار اودھ مقرر ہوا لیکن دو ماہ بعد اکتوبر ۱۶۵۸ء مطابق ذی الحجہ ۱۰۶۸ھ میں فوت ہوا۔

ارادت خاں واضح : مرزا مبارک اللہ لقب۔ واضح تخلص تھا۔ اسحاق خاں الملقب بہ کفایت خاں کا لڑکا تھا۔ اس کی اولاد عہد جہانگیری میں معزز ملازمتوں پر ممتاز رہی آخر میں یہ خود بہ عہد عالمگیری صوبہ دار مالوہ ہوا۔ شاہ عالم کے زمانے میں دوآبہ کا صوبہ دار رہا تھا اور پھر تارک الدنیا ہو کر قلندر ہو گیا۔ بہ زمانہ فرخ سیر

(۱) یہ مقام ممالک متوسط میں واقع ہے۔ ۱۲

۱۷۱۶ء مطابق ۱۱۲۸ھ میں فوت ہوگیا۔ فارسی نظم ونثر کی بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ کلمات عالیات، مینابازار، تواریخ اور جانستان جمشید اورنگزیب کے جانشینوں کے حالات میں مشہور ہیں۔ اس تاریخ کا ترجمہ ۱۷۸۶ء میں بمقام لندن بزبان انگریزی ہوا ہے۔ اس کے لڑکے میر ہدایت اللہ نے ہوشدار خاں کا لقب اور چہار ہزاری منصب پایا۔ ۱۷۴۴ء مطابق ۱۱۵۷ھ میں بمقام اورنگ آباد وفات پائی۔

اربا خاں : تاتاری خاندان کا شاہزادہ تھا۔ بجائے ابوسعید خاں کے نومبر ۱۳۳۵ء مطابق ۷۳۶ھ میں تخت ایران پر بیٹھا۔ صرف پانچ ماہ حکومت کرنے کے بعد موسیٰ خاں کے مقابلہ میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اور موسیٰ خاں اس کا جانشیں ہوا۔

ارجمند بانو بیگم : لقب ممتاز محل جو کہ عوام میں تاج بی بی مشہور ہے۔ بادشاہ شاہجہاں کی محبوبہ بیگم تھی۔ نورجہاں کا بھائی آصف خاں وزیر اس کا باپ تھا۔ پیدائش ۱۵۹۲ء مطابق ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ شاہ جہاں کے ساتھ شادی ہوئی۔ دہرآرا کی ولادت کے بعد زچگی کے ایام میں ۱۶۳۱ء مطابق ۱۷ رذی الحجہ ۱۰۴۰ھ برہان پور میں جاں بحق تسلیم ہوئی۔ وہیں باغ موسومہ زین آباد میں مدفون ہوئی۔ وہاں سے لاش اکھاڑ کر آگرے لائی گئی جہاں عالیشان مقبرہ دریائے جمنا کے کنارے ساڑھے چار کروڑ روپیہ کی لاگت سے تعمیر ہوا۔ جس کی کشش آج تک سیاحوں کو دور دور سے کھینچ کر لاتی ہے۔ ہفت عجائبات عالم میں جو عمارتیں کہی جاتی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے جو تاج بی بی کے روضے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عمارت ۱۶۴۵ء مطابق ۱۰۵۵ھ میں مکمل ہوئی۔ ممتاز محل قدسیہ بیگم یا نواب عالیہ بیگم بھی کہلاتی تھی۔

اردشیر بابکاں: بن بابک ساسان بن بہمن کی اولاد اسفندیار کا پوتا تھا۔ وہ خاندان ساسانی کا پہلا بادشاہ ہوا۔ اس کے باپ بابک نے جو سرکاری ملازمت میں ایک ادنیٰ افسر تھا فارس کے صوبے دار کو جسے اردوان نے مقرر کیا تھا قتل کر کے خود صوبہ دار بن بیٹھا۔ اس نے چونکہ یہ مرتبہ ضعیف العمری میں حاصل کیا تھا اس لیے عرصے تک اس کا لطف نہ اٹھا سکا بلکہ اپنے نوجوان ہونہار اور جری بیٹے اردشیر کے واسطے جس کی قسمت میں کل فارس کا بادشاہ ہونا لکھا تھا جگہ خالی کر دی۔ اردشیر کو اردوان حکمران فارس سے لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ ہرمز کے مقام پر ۲۲۲ء میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں اردوان قتل ہوا۔ اس کے قتل سے ایران میں ساسانیوں کی جدید سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اردشیر اس خاندان کا پہلا بادشاہ ہوا جس نے چودہ برس کامل بلاشرکت غیر فارس پر حکومت کی اور ۲۳۸ھ میں اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے شاپور اول کو حکومت سپرد کر دی۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ یزدجرد سوم ہوا۔ اسلامی فتح نے جو حضرت عمرؓ خلیفۂ دوم کے زمانہ خلافت میں ۶۳۶ء اور ۶۳۹ء کے درمیان ہوئی اس کے عہد کا خاتمہ کر دیا۔ فہرست بادشاہان فارس خاندان ساسانی حسب ذیل ہے :

(۱) اردشیر	(۲) شاپور اول
(۳) ہرمز اول	(۴) بہرام اول
(۵) بہرام ثانی	(۶) بہرام ثالث
(۷) نرسی	(۸) ہرمز ثانی
(۹) شاپور ثانی	(۱۰) اردشیر ثانی
(۱۱) شاپور ثالث	(۱۲) بہرام چہارم
(۱۳) یزدجرد اول	(۱۴) بہرام گور
(۱۵) یزدجرد ثانی	(۱۶) ہرمز یا ہرمزد ثالث

(۱۷)فیروز (۱۸)پلاش
(۱۹)قباد (۲۰)جاماسپ
(۲۱)نوشیرواں یاکسریٰ (۲۲)ہرمزد
(۲۳)خسرو پرویز (۲۴)شہرویہ
(۲۵)اردشیر ثالث (۲۶)شہریار
(۲۷)توران دخت (۲۸)ازرمی دخت
(۲۹)فرخ بختیار (۳۰)یزدجرد ثالث

اروشیر دراز دست: ایران کا بادشاہ زمانہ قدیم (قبل سن عیسوی) میں گزرا ہے۔ اس کے باپ کا نام اسفندیار تھا۔ چارسو چونسٹھ سال قبل عیسوی کے اپنے دادا گشتاسپ کی جگہ تخت نشیں ہوا۔ اس نے اپنے زمانے میں سلطنت کی بہبودی کی بہت تدابیر کیں۔ مشہور پہلوان رستم اسی کے ابتدائی عہد میں تھا۔ فارسی مؤرخ اس کے عہد کی مدت ایک سو بارہ سال بتاتے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد کے دو تین چھوٹے بادشاہوں کا زمانہ بھی اسی مدت میں شامل ہے اور ان بادشاہوں کا تذکرہ فارسی مؤرخین نے نظرانداز کر دیا ہے۔ ملکہ ہمائی اسی کی لڑکی تھی۔ (ہمائی ملاحظہ ہو)۔

اروی وراف: مجوسیوں کا ایک مذہبی پیشوا تھا جو اروشیر بابکان شاہ ایران کے عہد میں ہوا اور اروی وارف نامہ کا مصنف تھا جس کو اس نے زبان ژند یا ابتدائی ایرانی زبان میں لکھا تھا۔

ارزمی دخت: ملکۂ فارس۔ بدانتظامی سلطنت کی وجہ سے ۶۳۲ء اور بقول بعض ۶۳۵ء میں تخت سے اتاری گئی اور یزدجرد سوم جو ساسانی حکومت کا آخری بادشاہ تھا جانشیں ہوا۔ لیکن اس کے عہد میں بھی امور سلطنت اصلاح پر نہ آئے اور مسلمانوں کے حملے نے ساسانی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

ارسلان شاہ: (ملاحظہ ہوالپ ارسلان)۔

ارسلان شاہ: سلطان مسعود غزنوی سوم کا بیٹا تھا۔ اپنے بھائی شیرزاد کو ۱۱۱۵ء مطابق ۵۰۹ھ میں قتل کر کے خود تخت نشیں ہو گیا۔ اپنے اور سب بھائیوں کو قید کر لیا۔ صرف بہرام شاہ خراسان کو بھاگ گیا۔ اس نے وہاں اپنے چچا سلطان سنجر سے مدد چاہی۔ سنجر نے ۱۱۱۸ء مطابق ۵۱۲ھ میں غزنین پر حملہ کر کے ارسلان شاہ کو شکست دی اور قید کر کے اس کو مروا ڈالا۔ بہرام شاہ بجائے اس کے تخت نشیں ہوا۔

ارسلان سلجوقی: طغرل کا پسر اور سلطان محمود براور سنجر کا پوتا تھا۔ ارسلان شاہ ماہِ جنوری ۱۱۷۶ء مطابق ۵۷۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں اس کا پسر طغرل سوم ہوا۔ سلجوقی خاندان فارس کا آخری بادشاہ گزرا ہے۔

ارشد: میر غلام علی رضوی مع لواحقین ۱۱۷۵ھ میں اورنگ آباد آیا۔ فارسی اردو میں اچھا شعر کہتا تھا۔ ایک دیوان اور ایک رسالہ تنبیہ الشاکین یادگار ہے۔

ارشد: صاحب علم مرزا عبدالغنی گرگانی۔ سلسلۂ نسبی احمد شاہ بادشاہ دہلی تک پہنچتا ہے۔ ۱۸۵۰ء میں قلعۂ معلی میں پیدا ہوئے۔ مرزا قادر بخش کے شاگرد رشید تھے۔ شاعری کے سوا موسیقی میں بھی کامل فن تھے۔ مرثیہ اور سلام پڑھنے کا شوق تھا۔ طرز قدیم کے علاوہ طرز جدید کی بھی نظم لکھتے تھے۔ سررشتۂ تعلیم پنجاب میں ملازم تھے۔ ۱۲ر فروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ میں ملتان میں انتقال ہوا۔

ارغون خاں بن آقا خاں۔ ہلاکو خاں کا پوتا تھا۔ اپنے چچا احمد خاں عرف نیکودار کے قتل ہونے پر اگست ۱۲۰۴ء مطابق جمادی الاول ۶۸۳ھ میں تخت ایران پر بیٹھا۔ شمس الدین محمد صاحب دیوان اس کے باپ کا قابل وزیر تھا جو ناخوش ہو کر دربار سے اصفہان کو چلا گیا تھا۔ اس کے عہد میں پھر بلا لیا گیا اور تھوڑے ہی

عرصے بعد اس شبہ میں کہ وزیر نے اباقان کو زہر دیا تھا پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اس واقعے کے بعد امیر لوقا کا دور دورہ شروع ہوا۔ وہ وزیر بھی ہوا بلکہ اختیارات شاہی پر ہاتھ مارنے کی کوشش میں اس کو ۶۹۰ھ میں اپنی جان نذر کرنا پڑی۔ ارغون خاں ۱۰ ر مارچ ۱۲۹۱ء مطابق ۵ ر ربیع الاول ۶۹۰ھ چھ برس ۹ ماہ حکومت کر کے فوت ہو گیا۔

ارغون شاہ جانی قربانی امیر : تقریباً ۱۷۴۳ء میں نیشاپور اور طوس میں حکمراں تھا۔ اس کو سربدالانِ سبزدار نے شکست دی تھی۔

ارزقی حکیم : عوام اس کو ارزقی کہتے ہیں۔ اصلی نام ابوالمحاسن ابوبکر زین الدین بن اسمٰعیل وراق ہے۔ فارس کا باشندہ۔ طغرل ثالث شاہ ایران کے زمانے میں تھا۔ اس نے بادشاہ کے نام سے کئی کتابیں لکھیں۔ ۱۱۸۹ء مطابق ۵۸۵ھ میں وفات پائی۔ اس کے دیوان میں تقریباً دو ہزار اشعار ہیں۔ کتاب سند باد کاشی کا بھی مصنف اسی کو کہا جاتا ہے۔ طغان شاہ اول سلجوقی شہزادہ کا ندیم اور معتمد تھا جس کا دارالحکومت نیشاپور تھا۔ اس شہزادہ کے واسطے اس نے ایک فحش کتاب کتاب الفیہ شافیہ مع تصاویر تحریر کی۔ یہ کتاب کوک شاستر کا ترجمہ ہے۔ اس نے ایک کتاب تاریخ مکہ لکھی ہے جس کے مسودے کے چند اجزا یورپ میں ہیں جن میں سے ایک کیمبرج کے کتب خانے میں بھی ہے۔ ایک یورپین ڈاکٹر برکھاٹ مصنف نے اپنی کتاب ٹریولس ان عربیا سفرنامہ عرب کے دیباچہ میں ان مسودات سے مدد لینے کا اعتراف کیا ہے۔

اسحٰق : جمال الدین نام اسحاق تخلص شیراز کا دھنا تھا۔ اس نے ایک دیوان ''کنیز الاشتہاء'' چھوڑا۔ اس دیوان میں یہ التزام رکھا گیا ہے کہ ہر ایک شعر میں کسی شیرینی یا کھانے کا نام ہے۔ اس کا اصلی نام ابواسحاق ہے جس کو اختصار کر کے وہ نظم میں اسحاق استعمال کیا کرتا تھا۔ وہ سلطان سکندر شہزادہ فارس کے عہد میں گزرا ہے۔

اسحاق بن علی : عربی دیوان اور ایک کتاب موسوم بہ ظہیر الادب کا مصنف ہے۔ وہ ۱۰۲۲ء مطابق ۴۱۳ھ میں فوت ہوا۔

اسحاق موصلی : مشہور عربی مصنف۔ شہر موصل میں پیدا ہوا۔ کتاب الغنی میں مذکور ہے کہ جب کبھی وہ سفر کو جایا کرتا تھا تو اپنے ساتھ کتابوں سے بھرے ہوئے ۱۸ صندوق لے جایا کرتا تھا۔ اس پر یہ کہتا تھا کہ اگر میں اپنے بوجھ کو ہلکا کرنے کا خواہشمند نہ ہوتا تو ان سے دوچند لایا کرتا۔

اسداللہ اسدیار خاں : (ملاحظہ ہو انسان)۔

اسداللہ خاں مرزا : (ملاحظہ ہو غالبؔ)۔

اسد الاولیا : شیخ صوفی سرمست آپ کا نام تھا۔ صوفیائے کرام و اولیائے عظام سے تھے۔ صاحب کشف و خوارق عادات تھے۔ نسباً فاروقی مذہباً حنفی تھے۔ نویں صدی ہجری میں عرب سے دکن میں تشریف لائے۔ دکن میں سب سے پہلے اشاعت اسلام آپ ہی کی ذات بابرکات سے ہوئی۔ اس سے پہلے یہاں کوئی اسلام کا نام لیوا نہ تھا۔ ۱۶ ر صفر ۶۸۰ھ مطابق ۱۲۸۱ء بمقام لشکر شاہ پور وصال ہوا۔ آپ کا عرس بڑی دھوم سے ہوتا ہے۔

اسد خاں نواب : ملقب بہ آصف الدولہ وحمیۃ الملک۔ ترکمان کے ایک مشہور خاندان کی اولاد سے تھا۔ سلطان جہانگیر نے اس کے باپ کو جو شاہ عباس ایرانی کے ظلم سے ہندوستان کو بھاگ آیا تھا ذوالفقار خاں کے خطاب سے ایک اعلیٰ مرتبہ پر ممتاز کیا۔

نور جہاں کے ایک رشتہ دار کی دختر سے اس کی شادی کردی۔ اسد خاں پر جو اسی ذوالفقار خاں کا لڑکا تھا ابتدائے عہد شاہ جہانی میں شاہی عنایات مبذول ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ شاہجہاں نے اپنے وزیر آصف خاں کی لڑکی سے اس کی شادی کی اور بخشی دوم کے عہدے پر سرفراز کیا۔ وہ عہد عالمگیری میں بھی پندرہ برس تک بخشی دوم رہا تھا۔ شاہنشاہ عالمگیر نے اس کو چار ہزاری منصب پر ترقی دی اور بالآخر اپنا وزیر مقرر کر کے سب سے بڑا منصب (ہفت ہزاری) مرحمت فرمایا۔ بہادر شاہ کے زمانے میں وکیل مطلق جس کا مرتبہ وزیر سے بھی بڑا تھا مقرر ہوا اور اس کا بیٹا اسمٰعیل امیر الامراء ذوالفقار خاں کے لقب سے میر بخشی مقرر ہوا۔ لیکن فرخ سیر کے عہد میں اس کی جاگیر ضبط کر لی گئی۔ اس کا لڑکا قتل کیا گیا اور وہ برائے نام پنشن دے کر نظر بند کر دیا گیا۔ اسی حالت میں ۱۷۱۷ء مطابق ۱۱۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔

اسدی طوسی : خراسان کا رہنے والا۔ عہد محمود غزنوی کا مشہور فارسی شاعر فردوسی مصنف شاہ نامہ کا استاد تھا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ شاہ نامے کا کچھ حصہ اس نے بھی تصنیف کیا۔ سب سے زیادہ مشہور تصنیف اس کی ''مناظرہ روز و شب'' کہی جاتی ہے جو اب معدوم ہو گئی ہے۔ لیکن اس کا انگریزی ترجمہ جو بمقام لندن ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا اب بھی ملتا ہے۔ اسدی کا سال وفات صحیح معلوم نہیں۔ مگر اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ۱۰۱۰ء مطابق ۴۰۱ھ میں جب کہ فردوسی نے غزنین کو چھوڑا تھا وہ زندہ تھا۔

اسعد بن زرراہ : مدینے کے رہنے والے ان چھ شخصوں میں ہیں جنھوں نے قبل ہجرت سب سے پہلے مکّے میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ فخر بھی انھیں کو حاصل ہے کہ سب سے پہلے انھیں نے مدینے میں آ کر جمعہ کی نماز قائم کی۔ سنہ ایک ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔ وہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب بھی تھے۔

اسفندیار بن گستاشپ شاہ فارس کا سپہ سالار تھا۔ جس کو رستم نے قتل کیا تھا۔ اس کا تذکرہ شاہ نامے میں ہے۔

اسکندر منشی : جس کو اسٹیورٹ صاحب نے اپنے رسالۂ ''فہرست کتب خانۂ ٹیپو سلطان'' میں سکندر ہم نشینی لکھا ہے تاریخ عالم آرائے عباسی کا مصنف ہے جو شاہان فارس خاندان صفوی کی تاریخ میں از ابتدائے شاہ اسمٰعیل لغایۃ عباس اعظم کے نام پر معنون کی گئی تھی۔

اسلام خان والہ تخلص۔ بعہد عالمگیری پنج ہزاری منصب دار تھا۔ ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۳ء میں بمقام آگرہ فوت ہوا۔ نواب ہمت خاں و سیف خاں و عبدالرحیم خاں اس کے لڑکے تھے۔

اسلام خاں رومی : (ترک) لقب حسین پاشا بن علی پاشا۔ بصرہ کا صوبہ دار تھا۔ لیکن جب اس کے چچا محمد نے اس کو اس عہدہ سے معزول کر دیا تو اس نے اس ملک کو چھوڑا اور ۱۶۶۹ء مطابق ۱۰۸۰ھ میں ہندوستان آیا جہاں شاہنشاہ عالمگیر نے اس کی بڑی عزت کی اور منصب پنج ہزاری اور خطاب اسلام خاں سے سرفراز کیا۔ وہ دکن میں بیجاپور کی لڑائی میں بتاریخ ۱۳ رجون ۱۶۷۶ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۸۷ھ میں قتل کیا گیا۔ اس نے اپنا مکان آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے پر اس گھاٹ کے قریب تعمیر کرایا تھا جو تجارا کہلاتا ہے اور قلعۂ آگرہ کے قریب واقع ہے۔

اسلام خاں شیخ : خطاب اعتضاد الدولہ، سلیم چشتی کا پوتا اور مشہور ابوالفضل کے باپ شیخ مبارک کا داماد تھا۔ یعنی مسماۃ لاڈلی بیگم کا شوہر تھا۔ شاہنشاہ جہانگیر نے

۱۶۰۸ء مطابق ۱۰۱۷ھ میں اس کو صوبہ دار بنگال مقرر کیا۔ نواب اکرام خاں اس کا لڑکا تھا۔ اور قاسم خاں اس کا بھائی تھا۔ اس کے فوت ہونے پر قاسم خان بنگال کی صوبے داری پر ۱۶۱۳ء مطابق ۱۰۲۲ھ میں اس کا جانشیں ہوا۔ اس کی لاش فتح پور سیکری کو لائی گئی جہاں اس کا مقبرہ اب تک موجود ہے۔

اسلام خاں مشہدی : مشہد کا متوطن تھا۔ اس کا اصلی نام میر عبدالسلام تھا۔ جہانگیر کے عہد میں پنج ہزاری اور صوبہ داری بنگال کا منصب حاصل تھا اور شاہجہاں کے عہد میں معتمد الدولہ کے خطاب سے شش ہزاری کے مرتبے تک پہنچ گیا اور بخشی گیری دویم اور نظامت دکن کے عہدہ پر فائز ہوا۔ شاہجہانی جلوس کے تیرہویں سال میں وزارت کے عہدے پر ممتاز ہوا اور جمدۃ الملک کا خطاب پایا اور ہفت ہزاری منصب پا کر صوبہ دار دکن مقرر ہوا جہاں وہ عہد شاہ جہاں کے اکیسویں سال میں بتاریخ ۲ رنومبر ۱۶۴۷ء مطابق ۱۴ رشوال ۱۰۵۷ھ فوت ہوا اور اورنگ آباد میں دفن ہوا۔

اسلام شاہ : (ملاحظہ ہو سلیم شاہ)۔

اسماءؓ : حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں۔ حضرت عائشہ ان کی سوتیلی بہن تھیں۔ جب آں حضرت صلعم نے مکّے کے کافروں سے تنگ آ کر غار ثور میں پناہ لی تھی تو حضرت اسماء چپکے سے کھانا پہنچا آتی تھیں۔ تیسرے روز جب ہجرت کی غرض سے حضرت علی نے تین اونٹ اور ایک راہبر بھیجا تو آپ زادراہ تیار کر کے لے گئیں۔ اس وقت دسترخوان کو باندھنے کے لیے رسّی کی ضرورت ہوئی تو آپ نے نطاق کی (ایک رومال جو عرب کی عورتیں قمیص کے اوپر کمر سے باندھتی ہیں) چیر پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے دسترخوان، دوسرے سے مشکیزے کا منہ باندھا گیا۔ اسی روز سے ان کو ذات النطاقین کا لقب ملا۔ ان کا نکاح حضرت زبیر کے ساتھ ہوا تھا۔ جو آں حضرتؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ سو برس کی عمر میں ۲۷ ر جمادی الاول ۷۳ھ کو انتقال ہوا۔

اسمٰعیل : مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی۔ پیدائش ۱۸۴۲ء۔ ایک مشہور شاعر اور مصنف تھے۔ ان کا نام اردو نصاب کی ابتدائی کتابوں کی وجہ سے بچے بچے کی زبان پر ہے۔ ان کو گورنمنٹ سے "خان صاحب" کا خطاب بھی ملا تھا۔ شاعری میں مرزا غالب سے تلمذ رکھتے تھے۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو انتقال کیا۔ ان کی تصنیف سے ایک مطبوعہ کلیات موجود ہے۔

اسمٰعیل اصفہانی : آپ کے والد احمد آباد گجرات میں آئے۔ آپ نے علم ظاہری کی تکمیل اپنے والد ماجد اور علماء عصر سے کی۔ جامع علم و فضل اور صاحب کمالات تھے۔ حضرت شاہ عالم قدس سرہٗ سے بیعت کی اور عہدۂ قضا سے مستعفی ہوئے۔ سلطان محمود نے حضرت کے پیرو مرشد سے التجا کی کہ آپ قاضی صاحب کو حکم دیں کہ عہدہ قضا قبول کریں۔ چنانچہ پیرو مرشد کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ نے منظور کیا۔ ۲۶ ر ربیع الاول ۸۹۵ھ مطابق ۱۴۸۹ء کو وصال ہوا۔

اسمٰعیل بن امام جعفر صادق : امام جعفر صادق کے پسر اکبر تھے جن سے فرقہ اسمٰعیلی یا اسمٰعیلیہ موسوم کیا جاتا ہے۔ جس کے اڑتالیسویں امام سر آغا خاں موجود ہیں۔ انھوں نے بمبئی کی سکونت اختیار کر لی ہے۔ (ملاحظہ ہو آغا خاں)۔

اسمٰعیل بن حسن : مصنف کتاب ذخیرہ خوارزم شاہ۔ یہ شخص علاء الدین تاکش سلطان خوارزم کے عہد میں پیدا ہوا تھا جو ۱۲۰۰ء مطابق ۵۹۶ھ میں فوت ہوا۔ خاقانی کا ہمعصر تھا۔

اسمٰعیل سامانی امیر : سامانیہ نسل کا پہلا بادشاہ تھا جس کا سلسلۂ نسب بہرام چوبین تک پہنچتا ہے جس نے تاج فارس کے واسطے خسرو پرویز سے جھگڑا کیا تھا۔ خلیفۂ معتمد نے ۸۷۵ء مطابق ۲۶۱ھ میں اس کے باپ نصیر احمد بن اسد بن سامان کو ماوراء النہر کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا اسمٰعیل اس کا جانشیں ہوا۔ عمرو بن لیث پر فتح پا کر جس کو کہ اس نے گرفتار کر کے بغداد کو بھیج دیا تھا اسمٰعیل خودمختار ہو گیا۔ خاندان سامانی کی حکومت خراسان وسیستان و بلخ و بخارا سمرقند میں پھیلی ہوئی تھی۔ یہ عادل و مشہور بادشاہ ۲۰ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۰۷ء مطابق ماہ صفر ۲۹۵ھ میں ۶۰ سال کی عمر میں فوت ہوا اور اس کا جانشیں اس کا پسر امیر احمد سامانی ہوا۔ اس خاندان کے بادشاہوں کے نام جو کہ امیر کہلاتے تھے اور جنھوں نے ۱۲۸ سال قمری حکومت کی حسب ذیل ہیں :

فہرست خلفائے سامانیہ

(۱) امیر اسمٰعیل سامانی	۲۷۹ھ
(۲) امیر احمد سامانی	۲۹۵ھ
(۳) امیر نصر دوم	۳۰۱ھ
(۴) امیر نوح اول بن نصر	۳۳۱ھ
(۵) عبدالملک	۳۴۳ھ
(۶) امیر منصور اول	۳۵۰ھ
(۷) امیر نوح دوم	۳۶۶ھ
(۸) امیر منصور دوم	۳۸۷ھ
(۹) عبدالملک دوم	۳۸۷ھ
(۱۰) مستنصر	۳۹۵ھ

اسمٰعیل سید بن حسین جرجانی : فارسی زبان میں طب کی دو کتابوں اغراض الطب و خفِ علائی کا مصنف تھا جو اس نے سلطان علاء الدین تکش کے نام سے معنون کیں۔ اس بادشاہ کا زمانہ ۵۱۸ھ سے ۵۹۶ھ تک رہا ہے۔

اسمٰعیل شاہ سید : پیر چھتر بھی کہلاتے ہیں۔ شہر بھڑوچ میں دریائے نربدا کے کنارے مغربی دروازے سے دو ہزار قدم کے فاصلہ پر مزار ہے۔ یہ مقبرہ تین سو سال پرانی عمارت کہی جاتی ہے۔ مقبرہ کے وسط میں ایک حوض ہے جس کا عرض ایک فٹ آٹھ انچ اور طول پانچ فٹ چار انچ اور عمق ایک فٹ دو انچ ہے۔ یہ حوض ہر موسم میں سرد پانی سے لبریز رہتا ہے۔ اس کے بیچوں بیچ سطح آب سے تقریباً ایک انچ اونچائی پر مزار بنا ہوا ہے۔ اس مزار پر پانی نہیں پہنچنے پاتا حتی کہ چاروں طرف مزار کے پانی محیط ہے۔ ہر پنجشنبہ کو زائرین کا مجمع ہوتا ہے۔ لوگ تبرکاً اس مزار کا پانی پیتے ہیں۔ یہ چشمہ عجیب و غریب ہے۔ یہ بات لوگوں کے اب تک سمجھ میں نہیں آتی کہ پانی کہاں سے آتا ہے اور کس وجہ سے کم وبیش نہیں ہوتا۔

اسمٰعیل صفوی شاہ بن سلطان حیدر خاندان صفوی کا پہلا بادشاہ تھا جو فارس میں ۱۵۰۰ء میں حکومت کرتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو حضرت موسیٰ کاظم امام ہفتم کی اولاد میں بتاتا تھا۔ اس خاندان میں شیخ صفی الدین نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ انھیں سے یہ خاندان صفویہ یا صفوی مشہور ہے۔ ان کی اولاد سے صدرالدین موسیٰ، خواجہ علی و شیخ ابراہیم و سلطان ملا و حیدر زہد و تقویٰ میں مشہور عالم تھے۔ یہاں تک کہ بادشاہ وقت شاہ صدرالدین ان کے حجرہ کو اکثر ادب سے سلام کرتا تھا۔ تیمور اعظم جب ان سے ملنے کو گیا اس نے دریافت کیا کہ میں آپ کے ساتھ کیا سلوک کروں تو اس شریف النفس اور پاک طینت بزرگ نے صرف یہ

کہا کہ ان قیدیوں کو جو ترکستان سے لایا ہے رہا کردے۔ فاتح نے اس درخواست کو پورا کیا۔ رہا ہونے پر یہ لوگ حضرت صدرالدین کے معتقد اور مرید ہو گئے۔ ان کی اولاد نے بھی اپنے اجداد کے اس عقیدے کو قائم رکھا۔ انھیں مریدوں کی مدد سے ایک دن ایسا آیا کہ یہ خاندان برسرِ حکومت ہو گیا۔ خواجہ علی مکہ معظمہ کا حج کر کے بیت المقدس کی زیارت کو گئے اور وہیں وفات پائی۔ ان کے پوتے شیخ جنید بعد وفات اپنے باپ شیخ ابراہیم صاحب کے سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ کی خدمت میں مریدوں کا اس قدر مجمع حاضر ہوتا تھا کہ جہاں شاہ حاکم آذر بائیجان ان کی تعداد کثیر سے خوف زدہ ہوا اور اس زاہد کو اردبیل سے جلاوطن کر دیا۔ جنید دیار بکر کو چلے گئے۔ یہاں کے حاکم اذن حسن نے مہربانی سے ان کا استقبال کیا۔ اور اپنی بہن کی شادی ان کے ساتھ کر دی۔ اس کے بعد وہ مع اپنے مریدوں کے شروان کو گئے جہاں ۱۴۵۶ء مطابق ۸۶۰ھ میں شہید کیے گئے۔ سلطان حیدر آپ کے پسر جانشیں ہوئے اور آپ کے چچا اذن حسن نے جو جہاں شاہ اور سلطان ابوسعید کو مغلوب کر کے فارس میں طاقتور ہو گئے تھے اپنی دختر کی شادی آپ کے ساتھ کر دی۔ سلطان حیدر بھی ایک جنگ میں جو شروان شاہ و یعقوب بیگ کی فوج سے ماہ جولائی ۱۴۸۸ء مطابق شعبان ۸۹۳ھ میں ہوئی تھی بہ زخم تیر ہلاک ہو گئے۔ سلطان حیدر کے تین پسر سلطان علی و ابراہیم مرزا و شاہ اسمٰعیل تھے۔ جب اسماعیل ۱۴ سال کی عمر کو پہنچا سلسلۂ بیعت کے قائم رکھنے کو سلطان حیدر کا سجادہ نشیں ہوا۔ اور اپنے خاندان کے بڑے دشمن حاکم شروان کا مقابلہ کیا جس کو اس نے ۱۵۰۰ء مطابق ۹۰۶ھ میں شکست دی اور ایک نئی فتح کے ذریعہ سے جو اس نے الوند بیگ پر حاصل کی تھی وہ صوبۂ آذر بائیجان کا مالک ہوا اور شہر تبریز میں اپنی سکونت قائم کی۔ چار سال کے عرصے میں سلطنت فارس کا مسلم بادشاہ ہو گیا۔ وہ ۱۷ر جولائی ۱۴۸۷ء مطابق ۲۵ر رجب ۸۹۲ھ کو پیدا ہوا تھا اور ۲۴ سال قمری حکومت کر کے بہ روز دوشنبہ بتاریخ ۲۳ر مئی ۱۵۲۴ء مطابق ۱۹ر رجب ۹۳۰ھ ۳۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اردبیل میں دفن ہوا۔ اس نے چار لڑکے پانچ لڑکیاں چھوڑیں۔ ایک لڑکا طہماسپ جو اپنے باپ کا جانشیں ہوا تھا۔ دوسرے لڑکے سام مرزا و بہرام و اخلاص مرزا تھے۔ اس نے ایک ترکی دیوان تصنیف کیا تھا۔ جس میں اپنا تخلص کتائی استعمال کیا ہے۔ شاہانِ ملک فارس خاندانِ صفوی کی فہرست حسبِ ذیل ہے :

(۱) شاہ اسمٰعیل صفوی پسر اول سلطان حیدر
(۲) شاہ طہماسپ صفوی اول پسر اسمٰعیل صفوی
(۳) شاہ اسمٰعیل ثانی
(۴) محمد خدابندہ
(۵) حمزہ بن خدابندہ
(۶) شاہ اسمٰعیل سوم بن خدابندہ
(۷) شاہ عباس اول بن خدابندہ
(۸) شاہ صفی بن صفی مرزا ابن عباس
(۹) شاہ عباس ثانی بن شاہ صافی
(۱۰) شاہ سلیمان بن عباس ثانی
(۱۱) شاہ حسین بن سلیمان
(۱۲) شاہ طہماسپ ثانی آخری بادشاہ خاندان صفوی
(۱۳) شاہ عباس سوم (ملاحظہ ہو نادر شاہ)

اسمٰعیل صفوی شاہ ثانی : شاہ طہماسپ اوّل صفوی کا پسر ثانی تھا۔ وہ اپنے باپ کا جانشیں تختِ فارس پر ماہ مئی ۱۵۷۶ء مطابق ماہ صفر ۹۸۴ھ میں اپنی بہن پری خانم

کی مدد سے ہوا۔ اس نااہل بادشاہ کا مختصر عہد عیاشی و معصیت میں گزرا۔ تخت نشیں ہوتے ہی اس نے خاندان شاہی کے تمام شاہزادوں کو جو کہ قزوین میں تھے علاوہ علی مرزا کے جس کی جان بخش دی گئی تھی قتل کا حکم دیا لیکن علی مرزا کو بھی اندھا کر دیا گیا۔ علی مرزا کا بڑا بھائی محمد مرزا جس کی نظر قدرتی طور پر کمزور تھی اور جو قریب قریب نابینا تھا اور اپنے باپ کی حیات میں خراسان کا صوبہ دار تھا اس وقت شیراز میں موجود تھا۔ اس کو اور اس کے پسر عباس کو قتل کرنے کا حکم بھیجا گیا۔ لیکن قبل تعمیل احکام اسمٰعیل ایک روز ایک حلوائی کے مکان میں مردہ پایا گیا اور خیال کیا گیا کہ اس کی بہن نے اس کو زہر دے دیا۔ اس کی وفات قزوین میں بروز دو شنبہ بتاریخ ۲۴ر نومبر ۱۵۷۷ء مطابق ۱۳ر رمضان ۹۸۵ھ میں ایک سال چھ ماہ کی مختصر حکومت کے بعد واقع ہوئی۔ اس کا بڑا بھائی محمد مرزا اس کا جانشیں ہوا اور اس نے تخت نشیں ہو کر محمد خدابندہ کا لقب اختیار کیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ : سلطان بیجاپور عرف ابوالفاتح بیجاپور کے تخت پر دکن میں اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا جانشیں ۱۵۱۰ء مطابق ۹۱۶ھ میں ہوا اور ۲۵ سال قمری حکومت کرنے کے بعد بہ روز چہار شنبہ بتاریخ ۲۷ر اگست ۱۵۳۴ء مطابق ۱۶ر صفر ۹۴۱ھ فوت ہوا اور مقام گوگی میں اپنے باپ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔ اس کا جانشیں اس کا پسر ملو عادل شاہ ہوا۔

اسمٰعیل عرف المنصور : خاندان فاطمیہ کا تیسرا خلیفہ تھا۔ ۹۴۵ء مطابق ۳۳۴ھ میں اپنے باپ القائم کا جانشیں ہوا اور یزید کو جو کہ اس کے باپ سے باغی ہو گیا تھا قتل کیا اور اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھوسا بھروایا اور اس کو شارع عام پر رکھوا دیا۔ ۷ سال ۱۶ دن حکومت کرنے کے بعد ۹۵۲ء مطابق ۳۰ر شوال ۳۴۱ھ میں فوت ہوا اور اس کا جانشیں اس کا پسر ابوتمیم معاد عرف معزالدین اللہ ہوا۔

اسمٰعیل نظام شاہ اس کا باپ برہان شاہ ثانی تھا۔ برہان شاہ نے اپنے بھائی مرتضٰی نظام شاہ کے مقابلے میں شکست کھا کر شہنشاہ اکبر کے دامن میں پناہ لی اور اس کے بیٹے ابراہیم اور اسمٰعیل قلعہ لہا کر میں قید کر لیے گئے۔ مرتضٰی نظام شاہ کے انتقال پر میراں حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا اور اس کی وفات پر جمال خاں وزیر نے اسمٰعیل نظام شاہ کو مارچ ۱۵۸۹ء میں تخت نشیں کر دیا۔ یہ خبر سن کر برہان شاہ نظام نے جو اس وقت تک شہنشاہ اکبر کی پناہ میں تھا احمد نگر پر چڑھائی کی لیکن شکست کھائی۔ پھر امرا اور رعایا کی مدد سے جو مذہب مہدویہ کی سرپرستی کے سبب موجودہ بادشاہ اور اس کے وزیر مسمّی جمال خاں سے ناخوش تھے برہان شاہ احمد نگر پر متوجہ ہوا اور جمال خاں سے مقابلہ ہوا۔ اس لڑائی میں جمال خاں کی پیشانی پر ایک گولہ لگا جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسمٰعیل نظام شاہ اور اس کے ساتھی امرا بھی بھاگتے نظر آئے۔ بعدۂ اس کے باپ نے گرفتار کر کے اسے قید میں ڈال دیا اور خود برہان شاہ ثانی کے نام سے تخت نشیں ہوا۔ اسمٰعیل نظام شاہ نے صرف دو برس سلطنت کی۔

اسود یا الاسود (ملاحظہ ہو مسیلمہ کذّاب)۔

اسیر : معروف بہ مرزا جلال اسیر۔ ایران کا مشہور نازک خیال شاعر۔ کلیم و صائب کا ہمعصر تھا۔ شاہ عباس اعظم کا رشتہ دار۔ ۱۶۰۰ء میں عروج پایا۔ ایک فارسی دیوان تصنیف کیا۔ ۱۶۳۰ء مطابق ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔

اسیر : سید مظفر علی خاں نام۔ اسیر تخلص تھا۔ قصبۂ امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ کے اردو شاعری میں استاد تھے۔ اردو کے پرگو

شاعر مصحفی کے شاگرد رشید تھے۔ آخری حصہ عمر کا نواب یوسف علی خاں والیِ رامپور کے دربار میں بسر ہوا۔ چھ دیوان اردو ایک دیوان فارسی، مثنوی درۃ التاج اور ایک رسالہ عروض یادگار چھوڑیں۔ ۱۲۹۹ھ میں بعمر ۸۴ سال بمقام رامپور انتقال کیا۔ دولڑکے چھوڑے جو حکیم اور افضل کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔

اشرف خاں : ان کا اصل نام محمد اصغر ہے۔ مشہدی سید تھے۔ شاہنشاہ اکبر کے زمانے میں میر منشی تھے۔ بہت خوشنویس اور اچھے شاعر تھے۔ یہ منعم خاں خانخاناں کے ساتھ بنگال کو گئے اور ۱۵۷۵ء مطابق ۹۸۳ھ میں بمقام لکھنوتی وفات پائی۔

اشرف خاں : مرزا محمد اشرف خلف اسلام خاں شہری کا خطاب ہے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں پانزدہ صدی کا منصب اور اعتماد خاں کا خطاب تھا۔ عالمگیر کے عہد میں سہ ہزاری کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اور اشرف خاں کا خطاب پایا۔ بیجاپور کی فتح کے ۵ دن بعد ۱۷ر ستمبر ۱۶۸۶ء مطابق ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔

اشرف غلزئی : غلزئی قبائل کے افغانوں کا سردار تھا۔ ۲۲ر اپریل ۱۷۲۵ء کو محمود غلزی کا جانشیں ہوا۔ محمود سلطان حسن صفوی کے عہد میں بادشاہ کو قید کر کے ایران کے تخت پر قابض ہوگیا۔ اشرف نے اپنی تخت نشینی پر غریب سلطان حسن کو قتل کرادیا اور نعش کو بمقام قم دفن ہونے کے لیے بھیجا۔ نادر شاہ نے اس کو ۱۷۲۹ء مطابق ۱۱۴۲ھ میں شکست دے کر شاہ طہماسپ ثانی خلف سلطان حسین کو تخت پر بٹھایا۔ بعد ازاں اشرف کو ایک بلوچی نے کرمان اور قندھار کے درمیان جنوری ۱۷۳۰ء مطابق ۱۱۴۳ھ میں پکڑ کر قتل کیا اور شاہ طہماسپ کے پاس اس کا سر بھیج دیا۔

اشرف محمد حسن : ولد شاہ محمد زمان الہ آبادی کا تخلص ہے۔ غالباً ۱۸۵۲ء میں زندہ تھے اور مثنوی معدن فیض کے مصنف ہیں۔

اشرف مرزا محمد : سعید مازندرانی خلف ملا محمد قانع کا تخلص ہے۔ ایران سے ہندوستان آئے اور یہاں پہنچ کر زیب النساء بیگم دختر شاہنشاہ عالمگیر کے اتالیق مقرر ہوئے۔ مونگیر میں وفات پائی۔ ایک دیوان و متعدد مثنویات کے مصنف ہیں۔

اشک : محمد خلیل اللہ خاں کا تخلص ہے۔ (ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ خاں)

اشہری : مولانا سید امجد علی نام اشہری تخلص۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد میر احمد علی خاں بہادر ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ مورث اعلیٰ عہد جہانگیری میں ترمز واقع ایران سے ہندوستان آئے۔ اشہری کا سال پیدائش ۱۲۶۸ھ ہے۔ علوم مشرقی کے زبردست ماہر تھے۔ علاوہ شاعری کے اعلیٰ درجے کے انشاپرداز اور ادیب تھے۔ ۱۲۹۸ھ میں دبیر الملک نامی اخبار بھوپال سے نکالا۔ وہاں عہدۂ نایب مرافعہ و میر منشی گیری وغیرہ پر مامور رہے۔ ۱۸ر جمادی الاول ۱۳۲۸ھ م ۱۹۱۰ء کو وفات پائی۔ صرف ایک فرزند منظر علی کو اپنی یادگار چھوڑا جو خود بھی کئی کتابوں کے مؤلف ہیں اور سرکار آصفیہ کے وظیفہ خوار ہیں۔ کتب ذیل مولانا اشہری کی تصنیف سے قابل تذکرہ ہیں۔ حدیقہ شاہجہانی، گلدستہ سلطانی، ترانۂ معرفت، ایشیائی شاعری، گلدستہ اردو، ادیب، لغات الخواتین، مرقع تاجپوشی، حیات نور جہاں، تاریخ اردو، حیات انیس۔

اشوکیہ : ہندوسارا کا لڑکا تھا۔ اور چندر گپتا کا پوتا۔ مگدھ میں پٹلی پتر کا راجہ تھا۔ سنہ عیسوی سے ۲۲۳ء سال قبل تک تقریباً ۴۰ سال سلطنت کی۔ اس کی

حکومت بہت مشہور ہے۔ بے شمار کتبے جو کہ اس کے حکم سے لکھے گئے تھے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں۔ وہ اپنے احکام و کاغذات میں اپنے آپ کو پیاداسی لکھتا تھا۔

اصالت خاں : میر عبدالہادی ولد میر میراں یزدی کا خطاب ہے۔ شاہجہاں کے امراء میں تھا۔ ۱۶۴۷ء مطابق ۱۰۵۷ھ میں وفات پائی۔

اصالت خاں : مرزا محمد خلف مرزا بدیع مشہدی کا خطاب ہے۔ یہ ہند میں ۱۹ جلوس شاہجہاں مطابق ۱۶۴۵ء م ۱۰۵۵ھ میں آیا اور شاہنشاہ عالمگیر نے اس کو منصب پنج ہزاری پر ممتاز کیا۔ ۱۶۶۶ء مطابق ۱۰۷۶ھ میں بعہد عالمگیری وفات پائی۔

اصحمہ نجاشی : حبشے کے بادشاہ کا نام ہے۔ نجاشی لفظ نجوس کا معرب ہے۔ اس لفظ کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پانچویں سال جب کفار قریش کے ظلم و تعدی سے تنگ آ کر جاں نثاران اسلام نے مکے سے حبش کو ہجرت کی تھی اس وقت یہی حبش کا بادشاہ تھا اور اس کے عدل و انصاف کی عام شہرت تھی۔ مسلمان جب تک وہاں رہے امن و امان کی زندگی بسر کرتے رہے۔

اصمعیؒ : (ابوسعید عبدالملک بن قُریب) مشہور ادیب تھے۔ نحو اور لغت میں خاص دست قدرت حاصل تھا۔ امام وقت تھے۔ بصرے کے متوطن تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں بغداد چلے گئے۔ خلیفہ المامون نے اپنے عہد میں ان کو بلایا تو پیرانہ سالی کی بنا پر آنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر خلیفہ کو جب علمی مشکل پیش آتی تھی تو لکھ کر ان سے دریافت کر لیتا تھا۔ ۱۲۲ھ مطابق ۷۴۰ء میں بصرے میں پیدا ہوئے اور ۲۱۶ھ مطابق ۸۳۲ء میں بصرے ہی میں انتقال کیا۔ ان کی لکھی ہوئی کتابوں کی تعداد بہت ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ کتاب خلق الانسان، کتاب الاجناس، کتاب الانواع، کتاب الهمزه، کتاب المقصوره والممدوده، کتاب الفرق، کتاب الصفات، کتاب الاثواب، کتاب المیسر والقداح، کتاب الخلق الفرس، کتاب الخیل، کتاب الابل، کتاب الشاء، کتاب الوحوش، کتاب الامثال، کتاب الاضداد، کتاب ما اتفق لطفه و اختلاف معائنہ وغیرہ وغیرہ۔

اطہر خاں : خلف امیر نظام الدین رضوی، بخارا کا باشندہ تھا۔ عہد شاہنشاہ عالمگیر میں ہندوستان آیا اور اپنے اشعار کو بشکل دیوان مرتب کیا۔

اعتقاد خاں : آصف خاں وزیر کا بھائی اور اعتماد الدولہ کا لڑکا تھا۔ عہد شاہجہانی میں وہ کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اس عہدہ پر عرصہ تک رہا۔ آگرے میں ۱۶۵۰ء مطابق ۱۰۶۰ھ میں فوت ہوا۔

اعتقاد خاں : خطاب مرزا بہمن یار جو کہ آصف خاں کا پسر اور اعتماد الدولہ کا پوتا تھا۔ وہ بعہد شاہجہاں ۱۶۵۱ء مطابق ۱۰۶۱ھ میں چہار ہزاری کے منصب پر پہنچا اور اس کو اعتقاد خاں کا خطاب دیا گیا جو کہ اس کے باپ اور اس کے چچا برادر اور آصف خاں کو کچھ عرصہ تک حاصل رہا تھا۔ عہد عالمگیر کے پانچویں سال یعنی ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۷۲ھ میں اس کو پنج ہزاری کا منصب عطا ہوا۔ ۱۶۶۷ء مطابق ۱۰۷۷ھ میں وہ ڈھاکہ ملک بنگال میں اپنے بھائی شائستہ خاں سے ملنے کو گیا جو اس وقت میں صوبہ دار بنگال تھا اور وہاں ۱۶۷۱ء مطابق ۱۰۸۲ھ میں فوت ہوا۔

اعتقاد خاں : اس کا سابق خطاب ذوالفقار خاں نصرت جنگ تھا۔ (ذوالفقار خاں ملاحظہ ہو)۔

اعتصام الدین شیخ : مصنف شگرف نامۂ ولایت۔

اس مصنف نے ۱۷۶۶ء مطابق ۱۱۸۰ھ سے قبل یا بعد کو برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کا سفر کیا تھا۔ اس کتاب میں اسی سفر کے حالات ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

اعتماد الدولہ : محمد امیر خاں وزیر اعظم بادشاہ محمد شاہ کا خطاب ہے۔ (ملاحظہ ہو محمد امیر خاں)۔

اعتماد الدولہ : پسر محمد امین خاں وزیر (ملاحظہ ہو قمرالدین خاں)۔

اعتماد الدولہ : خواجہ غیاث پدر نور جہاں بیگم شاہنشاہ جہانگیر کا خطاب ہے جو تاتاری النسل تھا۔ اکبر کے زمانہ میں ایران سے ہندوستان آیا۔ جہانگیری عہد میں اس نے اعتماد الدولہ کا سب سے بڑا خطاب پایا۔ نہ صرف اس کو یہ اعزاز ملا بلکہ اس کے دونوں بیٹے بھی آصف خاں و اعتقاد خاں کے خطاب سے امرائے شاہی میں داخل ہوئے۔ ۱۶۲۱ء مطابق ربیع الاول ۱۰۳۰ھ میں معیت شاہی میں آگرہ سے کشمیر جاتے ہوئے اعتماد الدولہ فوت ہو گیا۔ اس کی لاش آگرہ لائی گئی اور جمنا کے کنارے دفن کی گئی جہاں نور جہاں کے حکم سے ایک عالیشان مقبرہ تیار کیا گیا جو اب تک قائم ہے۔

اعتماد خاں خواجہ سرا : شاہنشاہ اکبر کا خواجہ سرا تھا۔ اس کو اس کے ملازم مقصود علی نے ۱۵۷۸ء مطابق ۹۱۶ھ میں خنجر سے ہلاک کیا اور آگرہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر مقام اعتماد پور میں دفن ہوا جس کو اس نے اپنی زندگی میں اپنے نام سے آباد کیا تھا۔

اعزالدین : شاہزادہ فرزند ثانی شاہ عالم بہادر شاہ دہلی، ولادت ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۷۴ھ۔ نوجوان فوت ہوا۔

اعزالدین : خلف شاہ معزالدین جہاندار شاہ دہلی ۱۱۲۴ھ کے آخر میں فرخ سیر نے اندھا کرا کے قید کر دیا تھا۔

اعظم : سراج الدولہ محمد غوث خاں نواب کرناٹک کا تخلص ہے۔

اعظم : سید اعظم علی الہ آبادی کا تخلص ہے۔ ایک اردو دیوان جو ۱۸۵۵ء میں مرتب ہوا اس کی تصنیف سے ہے۔

اعظم خاں : میر محمد باقر برادر آصف خاں جعفر بیگ کا خطاب ہے۔ شاہنشاہ جہانگیر کے جلوس کے دوسرے سال ۱۶۰۶ء مطابق ۱۰۱۵ھ میں ان کو منصب ہزاری اور خطاب ارادت خاں کا ملا۔ شاہجہاں کے پہلے سال جلوس یعنی ۱۶۲۸ء مطابق ۱۰۳۷ھ میں دو ہزاری منصب اور وزارت کل کا عہدہ ملا۔ سنہ ۳ جلوس میں اعظم خاں کا خطاب پایا۔ مختلف اوقات میں بنگال، الہ آباد، گجرات اور آخر کار جونپور کا صوبہ دار ہوا۔ اس نے ۱۶۲۹ء مطابق ۱۰۶۸ھ میں بعمر ۷۶ سال قمری بمقام جونپور وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اعظم خاں کا خطاب اس کے سب سے بڑے لڑکے کو ملا۔ داراشکوہ اور اس کے بھائی عالمگیر کی جنگ میں جو ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۶۸ھ میں بمقام آگرہ واقع ہوئی مارا گیا۔ اس کے دوسرے لڑکے میر خلیل کو خان زمان کا خطاب ملا۔ اعظم خاں کے عہد صوبہ داری میں ۱۶۳۴ء میں انگریزوں کو بنگال میں تجارت کرنے کے لیے شاہجہاں نے اجازت دی۔ یہ اجازت محض بندر پپلی تک محدود تھی۔ وہاں انھوں نے ایک کارخانے کی بنیاد ڈالی۔

اعظم خاں : ہندو راجگان جونپور کے خاندان سے تھا۔ بعہد جہانگیر اس نے شہر اعظم گڑھ کو جو جونپور کے قریب ہی واقع ہے آباد کیا اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا جو اب تک موجود ہے۔ جہانگیر کے دربار سے اس کو اعظم خاں

کا خطاب ملا تھا۔

اعظم خاں : معروف بہ مرزا عزیز کوکا۔ کوکلتاش اعظم خاں یا خان اعظم کا لڑکا تھا۔ اس کو کوکا یا کوکلتاش اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اکبر کا رضائی بھائی تھا۔ اس کی ماں جی جی بیگم اکبر کی دایہ تھی۔ یہ بادشاہ کے بہترین جرنیلوں میں تھا۔ سنہ ۱۶ جلوس میں اس کو اعظم خاں کا خطاب ملا۔

یہ کئی سال گجرات کا حاکم رہا۔ چونکہ حضوری سے عرصہ تک غیر حاضر رہا اکبر نے ۱۵۹۲ء مطابق ۱۰۰۱ھ میں دربار میں بلایا۔ اس سردار کی ہمیشہ سے حج بیت اللہ کی آرزو تھی اور اس کے دوستوں نے اس کو یقین دلایا کہ بادشاہ ناراض ہے اور قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے وہ ۱۳ر مارچ یا اس کے قریب ۱۵۹۴ء مطابق یکم رجب ۱۰۰۲ھ میں بلا اجازت حجاز کو روانہ ہو گیا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ سفر کی مصیبتوں سے تنگ آ کر ہندوستان واپس آیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف فرما کر سابقہ عہدہ پر بحال فرمادیا۔ عہد جہانگیر کے انیسویں سال ۱۶۲۴ء م ۱۰۳۲ھ میں بمقام احمد آباد گجرات وفات پائی۔ اس کی نعش دہلی کو بھیجی گئی اور اپنے باپ کے مقبرے کے پاس دفن ہوا۔ اس کا سنگ مرمر کا عالیشان مقبرہ تعمیر ہوا۔ اس میں ۶۴ ستون ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اب تک چونسٹھ کھمبہ کے نام سے مشہور ہے۔

اعظم خاں : معزول شدہ امیر شیر علی خاں امیر کابل کا بھائی تھا۔ ۶ر اکتوبر ۱۸۶۹ء کو بمقام شاہ رود وفات پائی۔

اعظم خاں یا خان اعظم : معروف بہ آنکہ خاں، ہمایوں اور اکبر شاہان دہلی کے زمانہ میں سردار تھا۔ اس کا دوسرا نام شمس الدین محمد تھا۔ غزنین وطن تھا۔ مرزا عزیز کوکا کا باپ تھا۔ اعظم خاں کا خطاب پایا۔ اولاً شاہزادہ کامران کی ملازمت میں رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے جان بچانے کا سبب یہی ہوا تھا۔ جب شیر شاہ نے ہمایوں کو قنوج پر شکست دی تو اس نے بڑے کارِنمایاں کیے تھے۔ جب ہمایوں کو سلطنت پھر ملی تو اس کارکردگی کے صلہ میں اعظم خاں کو بہت انعام دیا۔ یہ ہمایوں کے ساتھ ایران کو گیا۔ اس کی بی بی جی جی بیگم نے اکبر کو دودھ پلایا تھا۔ اس وجہ سے اس کو اتا بک خاں بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس کو اکبر نے ہفت ہزاری کیا۔ وکیل مطلق کا عہدہ ماہم آنکہ سے لے کر اس کو دیا گیا۔ اس بنا پر ادھم خاں کوکلتاش جو ماہم آنکہ کا لڑکا تھا ناراض ہو گیا اور اس نے خان اعظم کو بروز دو شنبہ بتاریخ ۱۸ر مئی ۱۵۶۱ء مطابق ۱۲ر رمضان ۹۶۹ھ بادشاہ کے متصل کمرہ میں قتل کر ڈالا۔ حسب الحکم بادشاہ ادھم خاں کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے اور آگرہ کے محل کی ایک کھڑکی میں سے سر کے بل پھینک دیا گیا۔ خان اعظم کی نعش دہلی کو بھیجی گئی اور درگاہ نظام الدین اولیاء کے متصل دفن ہوئی۔ مرزا عزیز کوکا اس کے لڑکے نے اس کی قبر پر مقبرہ بنایا جو اس وقت تک موجود ہے۔ ماہم آنکہ اپنے بیٹے ادھم خاں کے رنج میں ایک ماہ بعد مر گیا۔ ادھم خاں دہلی میں دفن ہوا اور اس کی قبر بھول بھلیاں کہلاتی ہیں۔

اعظم خاں کوکا : مظفر حسین نام۔ فدائی خاں خطاب۔ اس کے بڑے بھائی کا خطاب خان جہاں بہادر کوکلتاش تھا۔ یہ دونوں بادشاہ عالمگیر کے رضائی بھائی تھے۔ فدائی خاں کو عالمگیر نے ۱۶۷۶ء مطابق ۱۰۸۶ھ میں اعظم خاں کا خطاب دیا اور ۱۶۷۷ء مطابق ۱۰۸۷ھ میں بنگالہ کا گورنر مقرر کیا۔ ایک سال کامل اس عہدہ پر ممتاز رہا اور بہار کو واپس ہونے کے

وقت ماہ اپریل یا اس کے قریب ۱۶۷۸ء مطابق ۹؍ربیع الاول ۱۰۸۹ھ کو وفات پائی۔

اعظم شاہ : شاہنشاہ عالمگیر کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۱۱؍جولائی ۱۶۵۴ء مطابق ۲۵؍شعبان ۱۰۶۳ھ کو پیدا ہوا۔ شہنشاہ عالمگیر کی وفات کے وقت بہادر شاہ جو بڑا لڑکا تھا گجرات میں موجود تھا اس لیے اس ہی کو بادشاہ بنادیا گیا۔ ۴؍مارچ یا اس کے قریب اس کی تاجپوشی شالیمار باغ میں بمقام احمد آباد ۱۰؍ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ م ۱۷۰۷ء عمل میں آئی۔ تھوڑے ہی دنوں بعد وہ مع اپنے دونوں لڑکوں بیدار بخت اور والا جاہ کے اپنے بھائی کے خلاف لڑائی میں مارا گیا۔ یہ لڑائی بمقام جاجوں مابین آگرہ و دھولپور بروم یکشنبہ بتاریخ ۸؍جون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۸؍ربیع الاول ۱۱۱۹ھ یعنی عالمگیر کی وفات سے ۳ ماہ ۱۸ دن بعد ہوئی تھی۔ اس کی والدہ بانو بیگم شاہنواز خاں کی بیٹی تھی۔ مقبرہ ہمایوں میں بمقام دہلی دفن ہوا۔ اس کے دو چھوٹے لڑکے جو اس کے بعد زندہ رہے عالی تبار اور بیدار دل تھے۔

اعظم علی : آگرہ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۸۴۴ء میں فارسی سکندر نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا۔

اعظم ہمایوں : ملاحظہ ہو عادل خاں فاروقی ثانی۔

اعظم ہمایوں شروانی : سلطان سکندر شاہ لودی کے دربار کا امیر تھا۔ سلطان ابراہیم نے اس کو قید کیا اور قید خانہ ہی میں مرگیا۔

اغر خاں : پیر محمد نام۔ اس نے شاہ اورنگزیب کے زمانہ میں ملازمت کی۔ شہزادہ شجاع کے خلاف آسام اور کابل میں خدمت انجام دی۔ ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ اس کا لڑکا اغر خاں دوم محمد شاہ کے عہد میں زندہ تھا۔ یہ خاندان اپنا سلسلۂ نسب اغر سے جو نوح کے لڑکے یا قیس کی اولاد سے تھا شمار کرتا ہے۔ عموماً مؤرخ اس کا مسکن اغر آباد کے قریب بتاتے ہیں۔

افراسیاب : توران کا ایک قدیم بادشاہ تھا۔ پاشنگ کا لڑکا تھا۔ اس نے شاہ فارس نوزر کو جو کہ پیش وادی خاندان سے تھا شکست دے کر قتل کردیا۔ اس کے بعد فارس میں ۱۲ برس سلطنت کی۔ آخر میں کیخسرو شاہ فارس نے جو کیانی خاندان سے تھا اس کو ایک جنگ میں شکست دی۔

افراسیاب خاں : مرزا نجف خاں نے متبنٰی کیا تھا۔ ۱۷۸۲ء میں مرزا کی وفات پر مرزا شفیع اپنے رقیب کے مقابلے میں امیر الامراء ہوا۔ مادھوجی سندھیا کے مقابلے میں سازش کی۔ نومبر ۱۷۸۴ء میں زین العابدین برادر مرزا شفیع کے ہاتھ سے آگرہ کے قریب مارا گیا۔

افسوس : میر شیر علی نام۔ مظفر علی خاں کے پسر تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ دہلی میں پیدا ہوئے جہاں ان کے دادا شاہی ملازمت میں داخل تھے۔ ابتداً نواب اسحاق خاں آصف الدولہ کے چچا کے یہاں تعلق تھا اور اس کے بعد مرزا جوان بخت کے ملازم ہوئے۔ آخر میں لارڈ ولزلی نے فورٹ ولیم کے کالج میں منشی مقرر کردیا۔ آرائش محفل اور گلستان اردو زبان میں آپ کی تصانیف ہیں۔ بمقام کلکتہ ۱۸۰۹ء مطابق ۱۲۲۴ھ میں انتقال ہوا۔

افصح : شاہ فصیح نام۔ مرزا بیدل کے شاگرد۔ لکھنؤ میں ۱۹۱۲ء میں راہئ ملک بقا ہوئے۔ اور ایک دیوان چھوڑا۔

افضل : (ملاحظہ ہو شاہ غلام اعظم)۔

افضل : (محمد افضل ملاحظہ ہو)۔

افضل الدین میر : ۲۱ برس تک برائے نام سورت کے

نواب رہے اور ۵۹ برس زندہ رہ کر ۷ راگست ۱۸۴۰ء میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے داماد میر جعفر علی خاں جانشیں ہوئے جن کو صرف آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے پنشن ملتی تھی۔

افضل خاں : ثابت تخلص تھا۔ (ثابت ملاحظہ ہو)۔

افضل خاں : شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ ابوالفضل اکبر کا وزیر تھا۔ جہانگیر کے زمانے میں ۱۶۱۰ء میں بہار کا حاکم رہا۔ آگرے میں ۱۶۱۳ء میں وفات پائی۔

افضل خاں : ان کا اصلی نام ملا شکراللہ تھا۔ عبدالحق کے بیٹے تھے۔ شیراز سے دکن آئے۔ خان خاناں عبدالرحیم خاں نے شاہنشاہ جہانگیر کی خدمت میں پیش کیا۔ جہانگیر نے ان کو امیر کا رتبہ عطا کیا۔ شاہ جہاں کی سلطنت کے دوسرے سال ۱۶۲۸ء مطابق ۱۰۳۸ھ میں وزارت کل کا عہدہ ارادت خاں برادر آصف خاں جعفری کے برطرف ہونے سے خالی ہوا اور شاہنشاہ نے ان کو اس عہدے پر ممتاز کیا۔ شاہجہاں کے عہد کے گیارہویں سال سات ہزاری منصب اور چار ہزار سوار عطا ہوئے۔ لیکن لاہور میں دوسرے سال مر گئے۔ ان کا تخلص علامی تھا۔ تاریخ وفات ۷ رجنوری ۱۶۳۹ء مطابق ۱۲ ررمضان المبارک ۱۰۴۸ھ ہے۔ ۷۰ سال کی عمر پائی۔ ان کا روضہ جو کہ چینی روضہ کہلاتا ہے آگرے میں جمنا کے کنارے ہے۔

اقبال خاں ابن ظفر خاں ابن فیروز شاہ تغلق۔ اس نے نصرت خاں کو شکست دی اور تقریباً شروع سال ۱۴۰۰ء مطابق ۸۰۲ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا۔ خضر خاں صوبہ دار ملتان کے مقابلے میں ایک لڑائی میں بتاریخ ۲۹ رجمادی الاول ۸۰۸ھ مطابق ماہ نومبر ۱۴۰۵ء قتل ہوا۔ اس کی وفات کے بعد سلطان محمود شاہ نے جس کو امیر تیمور نے شکست دی تھی اور جو گجرات کو بھاگ گیا تھا دولہ خاں لودی حاکم دہلی کے اشارہ سے واپس آکر دہلی پر قبضہ کر لیا۔

اقبال : شیخ محمد اقبال ڈاکٹر۔ سیالکوٹ کے رہنے والے۔ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ ولایت میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری بھی وہیں حاصل کی۔ ابتدا سے ان کی طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی۔ ان کی ابتدائی شہرت اس نظم سے ہوئی جو انھوں نے ۱۸۹۹ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں "نالۂ یتیم" کے نام سے پڑھی۔ انگریزی، عربی اور فارسی کے علاوہ سنسکرت سے بھی واقف ہیں۔ پہلے مرزا ارشد گورگانی اور پھر حضرت داغ دہلوی سے اصلاح لی۔ پروفیسر ڈاکٹر اقبال ان چند شاعروں میں ہیں جو اردو میں جدید مغربی خیالات کے ظاہر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ آپ فارسی میں بھی شعر کہتے ہیں۔ تصوف میں آپ کی مثنوی رموز بیخودی زمانہ حال کی معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔ اسرار خودی بھی آپ کی تصنیف ہے جس کا انگریزی ترجمہ حال میں مشہور ادیب پروفیسر نکلسن نے کیا ہے۔ اردو میں شکوہ اور اکثر قومی نظمیں مشہور ہیں۔

اقبال الدولہ : محسن علی خاں بن شمس الدولہ احمد علی خاں بن نواب سعادت علی خاں نواب لکھنؤ۔ ۱۰ جنوری ۱۸۳۸ء میں تخت اودھ کا مدعی بن کر انگلستان روانہ ہوا۔ وہاں سے ناکام واپسی کے بعد حج و ہجرت کی۔ اپنی بقیہ زندگی خدا کی یاد میں بسر کی۔ کتاب اقبال فرنگ کا مصنف ہے۔

اوقتائے خاں : چنگیز خاں کی اس اولاد میں جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھی بڑا لڑکا تھا۔ تاتار اور اس کے شمال میں بجائے اپنے باپ کے بادشاہ ہوا۔

خاقان کا لقب اختیار کیا۔ ۶۲۴ھ مطابق ۱۲۲۷ء سال تخت نشینی اور ۱۲۴۲ء مطابق ۶۳۹ھ سال وفات ہے۔ اس کی موت کثرت شراب سے واقع ہوئی۔ اپنی مفتوحہ رعیت پر انصاف اور بے لوثی سے حکومت کرتا۔ بہ حیثیت ایک سپاہی کے وہ نہایت بہادر مگر دور اندیش تھا اور بہ حیثیت ایک بادشاہ کے عادل اور فیاض تھا۔ اس کا بیٹا کایوک خاں جانشیں ہوا۔ تاتار کے خاقانوں کی فہرست حسبِ ذیل ہے :

افتا خاں	۱۲۲۷ء
کایوک خاں پسر افتا خاں	۱۲۴۲ء
منگو خاں مہین پور تولی خاں	۱۲۴۳ء

قبلائی خاں بن منگو خاں (۱۲۵۹ء) تاتار کا چوتھا بادشاہ ہوا اور ۱۲۹۴ء میں مرگیا۔ اس کا بھائی ہلاکو خاں اپنے والد کی وفات کے بعد فارس کی بادشاہت کا مالک ہوا۔ (ملاحظہ ہو ہلاکو خاں)۔

اکبر : خان بہادر مولوی سید اکبر حسین جج عدالت خفیفہ الٰہ آباد۔ ۱۶ر نومبر ۱۸۴۶ء کو بمقام الٰہ آباد پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۷ء میں وکالت کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ ۱۸۸۰ء میں منصف اور ۱۸۸۸ء میں سب جج، ۱۸۹۴ء میں جج ہوئے۔ خطاب پایا۔ فن سخن سے خاص لگاؤ تھا۔ وحید الٰہ آبادی کے مایۂ ناز تلامذہ میں سے تھے۔ مغربی خیالات کو ایشیائی لباس پہنانا اور انگریزی الفاظ کو اردو میں ضم کر دینا اور ظرافت کے پہلو میں تعلیم وتہذیب مغربی کے اثرات کا خاکہ اڑانا ان کا رنگ خاص تھا۔ کلام صاف اور سادہ، قوافی جدید کی تلاش، بندش چست۔ تین دیوان چھوڑے۔ ۹ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو وفات پائی۔

اکبر اعظم : ہندوستان کا شاہنشاہ نام ابوالفتح جلال الدین محمد۔ ہمایوں کا بڑا لڑکا تھا۔ سندھ کے صوبے میں بمقام امرکوٹ اتوار کے دن ۱۵ر اکتوبر ۱۵۴۲ء م ۹۴۹ھ کو پیدا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہمایوں نے شیر شاہ سے شکست کھا کر رانا پرشاد کے یہاں پناہ لی تھی۔ ہمایوں کے مرنے کے وقت اکبر کلانور میں تھا جہاں وہ شاہی حکم سے سکندر شاہ سور کو سوالک پہاڑ سے نکالنے کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ جب کہ اسے اس واقعۂ جانکاہ کی خبر پہنچی۔ بیرم خاں اور دوسرے سرداروں نے جو وہاں موجود تھے۔ جمعہ کے دن ۱۴ر فروری ۱۵۵۶ء مطابق ۲ر ربیع الثانی ۹۶۴ء کو اکبر کو جس کی عمر اس وقت صرف ۱۲ سال ۹ ماہ تھی بادشاہ مشتہر کر دیا۔ اس نے اپنی سلطنت کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سندھ تک وسعت دی۔ اٹک، آگرہ اور الٰہ آباد کے قلعوں کے علاوہ دوسری فوجی عمارتیں بنوائیں۔ فتحپور سیکری کے شہر کو آباد کیا۔ اس کا قیام زیادہ تر وہیں رہتا تھا۔ ۵۱ برس ۹ ماہ سلطنت کرنے کے بعد ۶۴ برس گیارہ ماہ کی عمر میں ۱۶ر اکتوبر ۱۶۰۵ء مطابق ۱۳ر جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ بدھ کے دن وفات پائی۔ "فوت اکبر شاہ" سے سال وفات نکلتے ہیں۔ سکندرہ نواح آگرہ میں دفن ہوا۔ جہانگیر نے عالیشان مقبرہ بنوادیا جو اب تک موجود ہے اور محکمۂ آثار قدیمہ کی زیر نگرانی ہے۔ سلطان سلیم اس کے بعد تخت نشیں ہوا اور جہانگیر لقب اختیار کیا۔ اکبر کے وزیر ابوالفضل نے اکبر نامے میں اس کے زمانے کی مفصل تاریخ لکھی ہے۔ اکبر نے اپنے عہد میں ہندو سرداروں کو فوجی اور دیوانی عہدے دیئے۔ چنانچہ راجہ مالدیو مارواڑی عنبر کا راجہ بھگوان داس اور اس کے لڑکے مان سنگھ اور راجہ ٹوڈرمل کو بڑے عہدوں پر مقرر کیا۔ اپنی اور اپنے لڑکے کی شادی ہندو راجاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ کی اور اس طرح سے ان کو سلسلۂ قرابت میں منسلک کیا۔

اکبر بادشاہ اور شہزادۂ سلیم کے حرم میں بہت سی ہندو رانیاں تھیں۔ اس بادشاہ نے بندوبست مالگزاری کا طریقہ جاری کیا۔ یعنی تمام ممالک محروسہ کی پیائش کر کے جمع سرکاری تشخیص کی۔ فوتی، پیدائش، شادی وغیرہ کے درج رجسٹر ہونے کے احکام صادر کیے۔ میر محلّہ یعنی مکھیا بنائے گئے۔ جزیہ کی معافی دی۔ اور ایشیائی بادشاہوں میں بحری طاقت حاصل کرنے کا شوق صرف اسی بادشاہ کو پیدا ہوا لیکن وہ اپنے اس ارادے کو پورا نہ کر سکا۔ اس کے زمانے میں صرف دو جہاز ایک ۱۰۰۲ھ میں دوسرا ۱۰۰۴ھ میں تیار ہو سکا جو ۱۵ ہزار من بوجھ لے جا سکتا تھا اور سولہ ہزار تین سو اڑتیس روپیہ کی لاگت سے بنا تھا۔ ہاتھی کے شکار کا نیا طریقہ ایجاد کیا۔ رات کو چوگاں بازی جاری رکھنے کے لیے گوئے آتشیں ایجاد کی۔ ۹۸۹ھ میں مردم شماری کرائی۔ اس کے وقت میں بہت سے اہل علم جمع تھے۔ اکبری نورتن آج تک مشہور ہیں۔ اکبر کے حکم سے بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف ترجمہ ہوئیں:

سنگھاسن بتیسی، حیات الحیوان، اتھرتن وید، تزک بابری، معجم البلدان، رامائن، مہابھارت، نل دمن، اکبرنامہ وغیرہ اس کی مشہور یادگار ہیں۔ عمارات عہد اکبر شاہی میں مسجد و خانقاہ شیخ سلیم چشتی، بنگالی محل قلعہ اکبرآباد، ہمایوں کا مقبرہ، عبادت خانہ چار ایوان، قلعہ تاراگڑھ وغیرہ مشہور ہیں۔ اس بادشاہ کے مذہبی خیالات ابتدا میں دین اسلام کی طرف راسخ تھے۔ وہ مشائخ علماء و فقرا سے نہایت عقیدت رکھتا تھا۔ نقد و جنس زمین و جاگیر دیتا تھا۔ کئی مرتبہ اجمیر شریف تک پیادہ پا سفر کیا۔ لاکھوں روپیہ نذر و نیاز میں صرف کیا۔ تخت نشینی کے بعد بیس سال تک یہ حالت رہی۔ ۹۸۲ھ میں اس کے دربار میں مذہبی مباحثہ شروع ہو گیا اور بادشاہ روز بروز لامذہبی کی طرف مائل ہونے لگا۔ پہلے پہل خود خطبہ پڑھا اور اجتہاد کا دعویٰ کیا۔ پیغمبری کا بھی مدعی ہوا۔ بالآخر ایک نیا مذہب دین الٰہی کے نام سے ایجاد کیا۔ لیکن یہ مذہب عوام الناس میں مقبول نہ ہوا۔ صرف چند لالچی ملّاؤں اور خوش آمدی درباریوں تک محدود رہا۔ الفینسٹن صاحب نے اپنی تاریخ ہند میں اکبر کے مذہب کا خلاصہ یہ لکھا ہے: وہ توحید کا قائل تھا۔ اس نے یہ اصول مقرر کیا تھا کہ انسان خدا کی عبادت اس علم کے موافق کرے جو اس کو اپنی عقل سے حاصل ہو اور عاقبت کی مسرت حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنی نفسانی خواہشوں پر غالب آنا چاہیے۔ اسے وہ کام کرنا چاہیے جس سے دوسرے انسانوں کا بھلا ہو۔ ظاہری پرستش کے واسطے اس کے نزدیک آفتاب، ستاروں اور آگ کی عظمت میں وہ علامتیں مضمر ہیں جو انسان کے دل کو خدا کی طرف لے جا سکتی ہیں۔

اکبر شاہ ثانی: دہلی کا بادشاہ، اصلی نام ابونصر معین الدین محمد اکبر شاہ تھا۔ شاہ عالم کا لڑکا تھا۔ فن شعر سے بھی ذوق تھا۔ شعاع تخلص تھا۔ ۲۳ر اپریل ۱۷۶۰ء مطابق ۷ر رمضان ۱۱۷۳ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۹ر نومبر ۱۸۰۶ء مطابق ۷ر رمضان* ۱۲۴۸ھ ۴۸ برس کی عمر میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد جانشیں ہوا۔ تخت نشیں ہونے کے بعد اس نے اپنی طاقت بڑھانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور انگریزوں کی طاقت کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ مگر لارڈ ویلزلی نے شاہی خاندان کے وظیفے کو بڑھانے کا وعدہ کر لیا۔ چنانچہ اکبر کے بڑے بیٹے کا وظیفہ جس کو اس نے ولیعہد بنایا تھا ... ہزار روپیہ کر دیا گیا۔ ۳۱ برس تک سلطنت کی اور ۲۸ر ستمبر ۱۸۳۷ء

---

* ۱۲۲۱ھ (عرشی)

مطابق ۲۸ رجمادی الثانی ۱۲۵۳ھ جمعہ کے دن وفات پائی۔ ۸۰ سال کی عمر ہوئی۔ بہادر شاہ کی قبر کے قریب دفن ہوا۔ اس کا لڑکا بہادر شاہ دوم جو کہ دہلی کا آخری بادشاہ ہوا۔ تخت نشیں ہوا۔

اکبر علی تشبیہی : فارس سے ہندوستان آئے۔ فقیر ہو گئے تھے۔ ایک دیوان آٹھ ہزار اشعار کا چھوڑا۔ آپ کی ایک مثنوی بھی ذرہ وخورشید کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا زمانہ ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۲ھ کا تھا۔

اکسیر مرزا اصفہانی : ایک مجموعہ مراثی ان کی تصنیف سے ہے۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اور مسمیٰ صفدر جنگ کے یہاں ملازم تھے۔ ۱۷۵۶ء مطابق ۱۱۶۹ھ میں وفات پائی۔

اکرام خاں : سید حسن کا تخلص ہے۔ عالمگیری زمانے کا ایک امیر تھا۔ ۱۶۶۱ء مطابق ۱۰۷۲ھ میں انتقال کیا۔

اکرام علی : اردو میں اخوان الصفا اس کی تصنیف ہے جس کو اس نے ۱۸۱۰ء مطابق ۱۲۲۵ھ میں عربی سے ترجمہ کیا۔

البطنی : ملک عرب میں علم نجوم کا ماہر گزرا ہے۔ ۹۲۹ء میں فوت ہوا۔

الپ ارسلان : فارس کے خاندان سلجوقی کا دوسرا بادشاہ داؤد بیگ کا لڑکا تھا۔ اپنے چچا طغرل بیگ کے بعد ۱۰۶۳ء مطابق ۴۵۵ھ میں تخت نشیں ہوا۔ خلیفہ قائم باللہ کی بہن سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ یہ بادشاہ منصف مزاج، خدا پرست اور بہادر تھا۔ آرمینیوں کو شکست دے کر اس نے آرمینیا اور جارجیا کو واپس لے لیا۔ ڈایوجنس بادشاہ یونان نے دو لاکھ فوج سے مسلمانوں کو ایشیائے کوچک اور شام سے اخراج کرنے کے لیے حملہ کیا۔ اس بادشاہ نے اس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ بعدۂ چند شرائط کے ساتھ اس کو رہا کیا۔ نو برس سے کچھ زیادہ سلطنت کرنے کے بعد ۱۵ ردسمبر ۱۰۷۲ء مطابق ۳۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ کو ایک خوارزمی قیدی نے قتل کر دیا۔

الپ ارسلان : شاہ خوارزم کا بیٹا تھا۔ ۱۱۵۶ء مطابق ۵۵۱ھ میں تخت نشیں ہوا۔ ۱۱۶۲ء میں فوت ہوا۔

الپتگین : امرائے بخارا میں سے تھا۔ سامانی عہد میں حاکم خراسان رہا۔ ۹۶۲ء میں امیر منصور سامانی کے تخت نشیں ہونے پر تعلقات ملازمت شاہی ترک کر کے غزنین چلا گیا۔ اس نے امیر منصور کی تخت نشینی کی مخالفت کی۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ غزنین پہنچ کر اس نے ایک علیحدہ سلطنت قائم کی اور غزنین کو جو ایک چھوٹا سا مقام تھا دارالسلطنت بنایا۔ ۹۶۳ء م ۳۵۲ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا اسحاق جانشیں ہوا۔ لیکن وہ نہایت کمزور طبیعت اور مسرف تھا۔ تقریباً ۴ سال تک* فرمانروا رہا۔ تمام اراکین سلطنت اس سے ناراض تھے اور انھوں نے ۳۵۵ھ میں امیر بلکاتگین کو بادشاہ بنایا۔

التمش : (ملاحظہ ہو شمس الدین التمش)۔

الجائتو : فارس کا تاتاری النسل بادشاہ تھا جو محمد خدابندہ کے لقب سے ملقب ہو کر تخت نشیں ہوا۔ (محمد خدابندہ ملاحظہ ہو)۔

الحسن : ایک عربی مصنف تھا جس نے علم طب میں بصارت چشم کے متعلق ایک کتاب تقریباً ۱۱۰۰ھ میں لکھی۔

الخصاف : ملاحظہ ہو ابوبکر احمد بن عمر الخصاف۔

الراشد باللہ : خاندان عباسیہ کا تیسواں خلیفہ تھا جو اپنے باپ المسترشد کا ماہ اگست یا ستمبر ۱۱۲۵ء مطابق ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں جانشیں ہوا اور ۱۱۳۶ء مطابق

* تقریباً ۴ سال حکومت کی۔ (عرشی)

۵۳۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں المکتفی بن المستظہر ہوا۔

الراضی باللہ : بن المقتدر۔ خاندان عباسیہ کا بیسواں خلیفہ تھا۔ یہ آخری خلیفہ تھا جس کا لقب امیر المومنین تھا۔ اس کے چچا القاہر باللہ کو وزیر ابن مقلہ نے ماہ اپریل ۹۳۴ء مطابق ماہ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں معزول کر کے اس کو بغداد کے تخت پر بٹھایا تھا۔ ۹۳۶ء میں خلیفہ نے یہ معلوم کر کے کہ ہر طرف سے غاصب اس کو پریشان کرتے ہیں اور اس کا وزیر لائق نہیں ہے ایک جدید عہدہ مقرر کیا جس کا مرتبہ وزیر سے بڑا تھا اور جس کا لقب اس نے امیر الامراء مقرر کیا۔ اس بڑے عہدہ دار عماد الدولہ علی بویہ کو خزانہ پر اس قدر با اختیار کر دیا گیا کہ اس سے پیشتر کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں ملا تھا۔ یہاں تک کہ بغداد کی مسجد جامع میں خلیفہ کی قائم مقامی کیا کرتا تھا اور خطبہ میں بھی اسی کا نام لیا جاتا تھا۔ ۹۴۱ء مطابق ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔

الرشید یا ہارون الرشید المہدی کا بیٹا۔ خاندان عباسیہ کا پانچواں خلیفہ۔ اپنے بھائی الہادی کے بعد ۷۰۶ء مطابق ۱۷۰ھ میں جانشیں ہوا۔ یہ خلیفہ دیندار، خدا پرست اور مخیّر تھا۔ اس کے زمانے میں ہر قسم کی تجارت، صنعت و حرفت نے ترقی کی۔ مسجد، کالج، شفاخانے، سڑکیں اور نہریں بکثرت تعمیر ہوئیں۔ ابراہیم بن اغلب کو اس نے سلطنت افریقہ کا انتظام اس شرط پر سپرد کیا کہ وہ چالیس ہزار دینار سالانہ خلافت کو ادا کرتا رہے اور افریقہ میں امن و انتظام قائم رکھے۔ نسلاً بعد نسلٍ یہ حکومت اس کے خاندان میں منتقل ہوتی رہے گی۔ اسی طریقے سے ہارون الرشید نے افریقہ میں ایک باج گزار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یونانیوں سے اس بادشاہ کو اکثر مقابلہ کرنا پڑا۔ ملکہ آیرین Irane سے بھی اس نے خراج وصول کیا۔ اس ملکہ کے بعد جب نق فورس بادشاہ ہوا تو اس نے خلیفہ کو لکھا کہ جس قدر روپیہ ملکہ آیرین نے بطور خراج ادا کیا ہے وہ واپس کیا جائے ورنہ فوج کشی کی جائے گی۔ اس بدعہدی اور گستاخی سے غضبناک ہو کر خلیفہ ہارون الرشید نے فوج کشی کر دی۔ نق فورس کو شکست دی۔ جب وہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ خراج ادا کرنے پر راضی ہوا ہارون اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ لیکن نق فورس کی بدعہدی کی وجہ سے اس کو متعدد مرتبہ لڑائی لڑنا پڑی اور وہ بار بار شکستیں کھا کر معافی مانگتا رہا۔ آخر کار جزیرہ قبرس کے فتح ہو جانے پر نق فورس نے ہتھیار ڈال دیے اور جو کچھ خراج اس کے ذمے تھا وہ سب ادا کر دیا۔ تئیس سال کامیاب اور شاندار حکومت کرنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید ۳؍جمادی الثانی ۱۹۳ھ مطابق ۸۰۹ء کو راہیِ ملک بقا ہوا اور طوس میں جس کو مشہد بھی کہتے ہیں مدفون ہوا۔

السفاح : کنیت ابو العباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھی۔ اہلِ کوفہ نے بروز جمعہ بتاریخ ۲۹ نومبر ۷۴۹ء مطابق ۳؍ربیع الثانی ۱۳۲ھ اس کو خلیفہ مشتہر کیا جس سے مروان ثانی کو جو خاندان امیہ کا آخری خلیفہ تھا اشتعال پیدا ہوا اور اس نے السفاح سے مقابلہ کیا۔ ۵؍اگست ۷۵۰ء کو قتل ہوا۔ اس فتح کے بعد السفاح نے اطمینان کے ساتھ حکومت کرنا شروع کی اور خلافت عباسیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ پانسو چوبیس سال حکومت اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ ہلاکو خاں تاتاری شاہ ایران نے ۱۲۵۸ء مطابق ۶۵۶ھ میں اس کو نیست و نابود نہ کر دیا۔ خاندان عباسیہ کے ۳۷ خلیفہ سلسلے وار گزرے ہیں جن کی فہرست درج ذیل

ہے۔ یہ خاندان علوم کی تشہیر و ترقی کے واسطے یادگار ہے۔ چند مستثنیات کے سوا باقی جملہ خلفاء عباسیہ علوم و فنون کے حامی رہے۔ ابو العباس چار سال سے زیادہ عرصے تک حکومت کرنے کے بعد بعارضۂ چیچک بروز یکشنبہ بتاریخ ۹/ جون ۷۵۴ء مطابق ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو فوت ہوا۔ اس کا بھائی ابوجعفر المنصور اس کا جانشیں ہوا۔

فہرست خلفائے خاندانِ عباسیہ:

(۱) السفاح یا ابو العباس السفاح
(۲) المنصور
(۳) المہدی بن منصور
(۴) الہادی بن المہدی
(۵) الرشید ہارون الرشید بن المہدی
(۶) الامین بن ہارون
(۷) المامون بن ہارون
(۸) المعتصم باللہ بن ہارون
(۹) الواثق بن المعتصم
(۱۰) المتوکل
(۱۱) المستنصر باللہ
(۱۲) المستعین باللہ
(۱۳) المعتز باللہ
(۱۴) المہتدی باللہ
(۱۵) المعتمد باللہ
(۱۶) المعتضد باللہ
(۱۷) المکتفی باللہ
(۱۸) المقتدر باللہ
(۱۹) القاہر باللہ
(۲۰) الراضی باللہ
(۲۱) المتقی باللہ
(۲۲) المستکفی باللہ
(۲۳) المطیع باللہ
(۲۴) الطائع باللہ
(۲۵) القادر باللہ
(۲۶) القائم باللہ
(۲۷) المقتدی باللہ
(۲۸) المستظہر باللہ
(۲۹) المسترشد باللہ
(۳۰) الراشد باللہ
(۳۱) المکتفی بہ امر اللہ
(۳۲) المستنجد باللہ
(۳۳) المستضی باللہ
(۳۴) الناصر باللہ
(۳۵) الظاہر بامر اللہ
(۳۶) المستنصر باللہ ثانی
(۳۷) المعتصم باللہ آخری خلیفہ

الصحراوی : (ملاحظہ ہو ابو القاسم)۔

الطائع باللہ بن المطیع باللہ۔ بغداد کا ۲۴واں خلیفہ۔ ۹۷۴ء میں اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔ ۱۷ سال ۴ ماہ حکومت کی۔ اس کو بہاء الدولہ نے ۹۹۱ء میں معزول کیا۔ قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر جانشیں ہوا۔

الطبری : ایک بڑا مؤرخ گزرا ہے۔ یورپ میں اس کی تاریخ طبری نے خاص شہرت حاصل کی ہے۔ اس نے ایک خاص مذہبی فرقہ کی بنیاد ڈالی تھی جو اس کی وفات کے بعد ہی فوراً معدوم ہوگیا۔

الظاہر : بامر اللہ محمد۔ اپنے باپ الناصر باللہ کا ۱۲۲۵ء مطابق ۶۲۲ھ میں بغداد میں جانشیں ہوا۔ خاندان عباسیہ کا پینتیسواں خلیفہ تھا۔ ۹ ماہ ۱۱ دن حکومت کی اور ۱۲۲۶ء مطابق ۶۲۳ھ میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں

اس کا پسر المستنصر ثانی ہوا۔

العزیز باللہ ابوالمنصور طرار : مصر کے خاندان فاطمیہ کا دوسرا خلیفہ۔ ۹۷۶ء میں اپنے باپ معزالدین اللہ کا جانشیں ہوا۔ جعفر اس کے باپ کا کارآزمودہ جنرل اور وزیر تھا۔ اس کو اس نے تمام امور سلطنت میں دخیل کر دیا تھا۔ ملک شام کے راستے میں ۲۱ سال سلطنت کرنے کے بعد ۴۲ سال کی عمر میں ۹۹۰ء مطابق ۳۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس کا بیٹا ابوالمنصور جانشیں ہوا۔

الغ خاں : الغ بیگ مرزا۔ مرزا شاہ رخ بن امیر خوارزم کا بیٹا۔ چالیس سال سمرقند میں حکومت کی۔ مارچ ۱۴۴۷ء مطابق ۸۵۱ھ میں اپنے باپ کے بعد تخت نشیں ہوا۔ اس کو فنون جنگ کے بہ نسبت علوم کا زیادہ شوق تھا۔ اس نے تمام سلطنت کے ہیئت داں جمع کر کے فہرست بنوائی تھی جو زیچ الغ بیگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے بڑے بڑے آلات رصد بنوائے تھے جن میں ایک زاویہ ناپنے کا آلہ تھا۔ جس کی اونچائی ۱۵۰ فٹ بحساب رومن تھی۔ اس علم دوست بادشاہ کا اس کے بیٹے مرزا عبداللطیف نے ۲۷/اکتوبر ۱۴۴۹ء مطابق رمضان ۸۵۳ھ میں بے رحمی کے ساتھ خاتمہ کر دیا۔ لیکن یہ پدرکش ظالم شاہ زادہ بھی چھ ماہ سے زیادہ لطف سلطنت نہ اٹھا سکا اور اپنے سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ الغ بیگ کی مرتبہ فہرست ثوابت آکسفورڈ میں ۱۶۶۵ء میں مفید حواشی کے ساتھ شائع کی گئی۔

الف بن نور کاشانی : مطلع الانوار کا مصنف۔ یہ کتاب اس مطلع الانوار کے سوا ہے جو ملا حسین واعظ نے لکھی تھی۔ اس کتاب میں آنحضرت صلعم اور ان کی اولاد امجاد و خلفائے راشدین کے حالات لکھے گئے ہیں۔

الفرغانی : فرغانی ملاحظہ ہو۔

القادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ۔ خاندان عباسیہ کا پچیسواں خلیفہ تھا۔ وہ ۹۹۱ء مطابق ۳۸۱ھ میں الطائع کی معزولی کے بعد بغداد میں تخت نشیں ہوا۔ یہ خلیفہ سلطان محمود غزنوی کا ہم عصر تھا۔ اس کا عہد حکومت بحساب قمری ۴۱ سال ۳ ماہ رہا اور وفات ۱۰۳۱ء مطابق ۴۲۲ھ میں واقع ہوئی۔ اس کا جانشیں القائم بامراللہ ہوا۔

القاہر باللہ : خاندان بنو عباس کا انیسواں خلیفہ۔ المعتضد باللہ کا لڑکا۔ اپنے بھائی المقتدر کا جانشیں۔ تخت بغداد پر اکتوبر ۹۳۲ء مطابق شوال ۳۲۰ھ میں بیٹھا۔ اس نے صرف ایک برس ۵ ماہ اور ۲۱ دن حکومت کی۔ اس کے وزیر ابن مُقلَہ نے چہار شنبہ کو ۲۳/اپریل ۹۳۴ء مطابق ۶/جمادی الاول ۳۲۲ھ کو خلیفہ کو گرم لوہے سے اندھا کر کے تخت سے محروم کر دیا۔ اور بجائے اس کے الراضی باللہ بن المقتدر کو سریر آرائے خلافت کیا۔ یہ مشہور ہے کہ القاہر معزولی کے بعد سے جب تک زندہ رہا بغداد کی مسجد میں گوشہ نشیں رہا اور عام مسلمانوں کی امداد سے بسر کرتا تھا۔

القائم باللہ : فاطمیہ خاندان کا دوسرا خلیفہ تھا۔ وہ اپنے باپ عبیداللہ المہدی کا جانشیں ۹۲۴ء مطابق ۳۱۲ھ میں ہوا۔ اس کے عہد حکومت کی کوئی بات قابل ذکر نہیں۔ القائم کی حکومت تقریباً بارہ برس رہی۔ اس کی وفات ۹۴۵ء مطابق ۳۳۴ھ میں واقع ہوئی۔ اس کا جانشیں اسمٰعیل المنصور اس کا بیٹا ہوا۔

المامون : عبداللہ نام عباسی خاندان کا ساتواں خلیفہ ہارون الرشید کا دوسرا بیٹا تھا۔ خلیفہ الامین کی بے دینی، بدچلنی اور غفلت کی وجہ سے ملک میں فساد برپا ہو گئے تھے۔ رعایا نے اس کے چھوٹے بھائی المامون کو خلیفہ

بنالیا۔ الامین سے مقابلہ ہوا لیکن اس کی فوج نے شکست کھائی اور ایک لڑائی میں ۶ رصفر ۱۹۸ھ مطابق ۶/اکتوبر ۸۱۲ء کو وہ قتل ہوا۔ اس کے قتل ہونے پر کل ایران نے المامون کو اپنا خلیفہ تسلیم کرلیا۔ المامون نے خلیفہ ہونے پر خراسان کی حکومت ۸۲۰ء میں طاہر ابن حسین اپنے سپہ سالار کے سپرد کردی۔ اس کے عہد میں افریقہ کے مسلمانوں نے جزیرہ صقلی کا محاصرہ کیا اور بہت سے مقامات پر قبضہ کرلیا۔ جزیرہ کریٹ اسی خلیفہ کے وقت میں فتح ہوا۔ اس نے اپنا دارالخلافت بجائے بغداد کے مرو بنایا۔ اس کو علوم کا بہت شوق تھا۔ علماء و فقہا کے کلام اور بحث سننے میں اپنا تمام وقت صرف کیا کرتا تھا اور ہر قسم کے علوم وفنون کا حامی تھا۔ اکثر یونانی کتب بزبان عربی اس کے وقت میں ترجمہ ہوئیں۔ بغداد میں ایک دارالعلوم قائم کیا۔ اس کے عہد میں تمام مذاہب کو آزادی تھی۔ سب سے رواداری کا برتاؤ کرتا تھا۔ ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی۔ جس میں ہر مذہب کے لوگ ممبر بنائے گئے تھے۔ اس کی بی بی خاتون بوران اس کے وزیر حسن بن سہیل کی لڑکی نہایت قابل، تعلیم یافتہ اور حسین تھی۔ اس کو اپنی قابلیت کی وجہ سے امور سلطنت میں بہت دخل ہوگیا تھا۔ اور اس نے بہت سے شفاخانے، درس گاہیں عورتوں کے واسطے قائم کی تھیں۔ خلیفہ بقضائے الٰہی ۸ ررجب ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء کو بیمار ہو کر فوت ہوگیا۔ اس کے بجائے اس کا بھائی معتصم تخت نشیں ہوا۔

المہتدی : عباسیہ خاندان کا چودھواں خلیفہ تھا۔ ۲۵۵ھ مطابق ۸۶۹ء میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے وقت میں علی ابن محمد ابن عبدالرحمٰن نے جس کو الخبیب بھی کہتے ہیں بصرہ وکوفے میں فساد برپا کردیا۔ شیعہ فرقے نے اس کو علی ابن ابی طالب کی اولاد سمجھ کر جیسا کہ اس نے غلط باور کرایا تھا مدد کی جس کی وجہ سے اس نے بصرہ اور رملا فتح کیا اور ایک طاقتور فوج کے ساتھ دریائے دجلہ کو عبور کرلیا۔ المہتدی ۸۷۰ء م ۲۵۶ھ میں ترکوں ہی کے ہاتھ سے جنھوں نے اس کو تخت نشیں کیا تھا قتل ہوا۔ اس نے صرف گیارہ ماہ حکومت کی۔ المعتمد اس کا جانشیں ہوا۔

المتقی باللہ : عباسیوں کا اکیسواں خلیفہ۔ المقتدر کا لڑکا تھا۔ وہ تخت بغداد پر ۹۴۱ء مطابق ۳۲۹ھ میں اپنے بھائی الراضی کا جانشیں ہوا۔ تین برس گیارہ ماہ اور ۱۵ دن حکومت کی۔ وفات ۹۴۵ء مطابق ۳۳۳ھ میں واقع ہوئی۔ یہ بادشاہ بھی برائے نام خلیفہ تھا۔ اس کو بھی ترکوں نے بغداد سے دوبار نکالا اور آخرکار اس کو معزول کرکے اس کے بھتیجے مستکفی کو تخت نشیں کردیا۔

المتوکل علی اللہ : خاندان عباسیہ کا دسواں خلیفہ تھا۔ بجائے اپنے بھائی الواثق کے پندرہ سال سات ماہ حکومت کی۔

المختارؒ : ایک مشہور مسلمان سردار تھا جس نے یزید مروان اور عبدالملک کے جنرلوں کو شکست دی تھی اور عراق کا جس کا دارالسلطنت کوفہ تھا مالک بن بیٹھا۔ اس نے چن چن کر دشمنانِ حسینؓ کو قتل کیا اور جن جن لوگوں نے جگر گوشگانِ رسولؐ کے خون میں ہاتھ ڈبوئے تھے ان کو کافی سزائیں دیں۔ معصب برادر عبداللہ بن زبیر حاکم بصرہ کے ہاتھ سے ۶۷ھ کی لڑائی میں کوفے میں شہید ہوا۔ ۶۷ برس کی عمر پائی۔ اس شخص نے بذات واحد اپنی زندگی میں تقریباً پچاس ہزار دشمنان اہل بیت کو تہہ تیغ کیا۔

المزنی : (ملاحظہ ہوابوابراہیم اسمٰعیل)۔

المستعلی باللہ : چھٹا فاطمی خلیفہ۔ اپنے باپ المستنصر باللہ کے بعد مصر اور شام کی حکومت پر قابض ہوا۔ اس

کے عہد حکومت میں خاندان فاطمیہ کی قوت کمزور اور زوال پذیر رہی۔ شام کے بہت سے شہروں سے اس کا سیاسی اثر جاتا رہا۔ ملک شام کے بہت سے شہر ترکوں اور فرانسیسیوں کے پاس چلے گئے۔ اکتوبر ۱۰۹۷ء مطابق ذیقعدہ ۴۹۰ھ میں عیسائی مجاہدین شام میں داخل ہوئے۔ انطاکیہ کے سامنے لشکر کشی کی۔ ۲۰ رجون ۱۰۹۸ء مطابق ۱۶ رجب ۴۹۱ھ کو بہروز آرمینی کی دغابازی سے انطاکیہ پر قبضہ کرلیا۔ بعدۂ چند اور لڑائیاں ہوئیں۔ جولائی ۱۰۹۹ء مطابق شعبان ۴۹۲ھ میں ۴۰ روز کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس عیسائیوں نے فتح کرلیا اور مسلمانوں پر سخت ظلم کیے گئے۔ ستر ہزار مسلمانوں کا خون مسجد عمر میں بہایا گیا۔ مؤرخ میکاڈ کا بیان ہے کہ بازاروں اور گھروں میں مسلمان بے دریغ قتل کیے گئے۔ عیسائیوں کے دلوں میں کوئی نالہ و فغاں ذرہ بھر رقت پیدا نہ کرسکا۔ بلبل روتے چیختے۔ عورتوں اور بچوں کو فراریوں کے تعاقب میں روندتے ہوئے، بہرے اور گھوڑوں کو بے دردی کے ساتھ تڑپتے ہوئے جسموں پر دوڑایا۔ اسیروں کو قصائیوں کی طرح کاٹا۔ جو لوگ وحشیانہ قتل سے بچنے کے لیے فصیلوں پر سے کود پڑے اور ہڈیاں ٹوٹ گئیں ان کو گھسیٹ کر زندہ جلا دیا گیا۔ یہ واقعات پانچویں صلیبی جنگ میں پیش آئے تھے۔ المستعلی ۱۰ ردسمبر ۱۱۰۱ء مطابق ۱۶ رصفر ۴۹۵ھ کو فوت ہوا۔ اس کا بیٹا عامر باحکام اللہ ابوعلی منصور جانشیں ہوا۔

المستعصم باللہ : معروف بہ ابواحمد عبداللہ۔ خاندان عباسیہ کا سینتیسواں آخری خلیفہ۔ اپنے باپ المستنصر کے بعد ۱۲۴۲ء مطابق ۶۴۰ھ میں تخت نشیں ہوا۔ اس وقت عباسیوں کا زمانہ عروج روبہ تنزل تھا۔ صرف بغداد اور کچھ اطراف کی اراضیات پر بادشاہ کا قبضہ باقی تھا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں بادشاہ مغل ہلاکو خاں تاتاری نے جو چنگیز خاں کا پوتا تھا بغداد کا محاصرہ کیا۔ خلیفہ سے رعایا اس قدر بیزار تھی کہ خود سلطنت کے وزیر اعظم ابن علقمی نے ہلاکو خاں کو ترغیب دے کر بلایا اور ۱۰ رفروری ۱۲۵۸ء مطابق ۴ رصفر ۶۵۶ھ کو آخر کار بغداد پر ہلاکو خاں کا قبضہ ہوگیا۔ اور بنوعباس کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ المستعصم جو بہت کمزور اور عیش پرست خلیفہ تھا بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ فتح کے بعد بغداد کے بے شمار باشندے مغلوں نے تہہ تیغ کردیئے۔ المستعصم نے بحساب قمری پندرہ سال تک حکومت کی۔

المستعین باللہ : خاندان عباسیہ کا بارہواں خلیفہ۔ محمد کا بیٹا اور معتصم باللہ کا پوتا تھا۔ ۸۶۲ء مطابق ۲۴۸ھ میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے زمانے میں دینی فسادات بہت بڑھ گئے تھے اور خلافت کا زوال بھی روز بروز ہوتا جاتا تھا۔ تمام عربی اور ایرانی فوجیں خلیفہ سے بیزار ہو گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے خلیفہ بغداد کو فرار ہوگیا۔ ۸۶۶ء مطابق ۲۵۲ھ میں المعز باللہ نے اس کو تخت سے اتار دیا اور قتل کروا ڈالا۔

المستکفی باللہ : خاندان عباسیہ کا بائیسواں خلیفہ المکتفی کا بیٹا تھا۔ ۳۳۳ھ م ۹۴۴ء میں اپنے چچا المتقی کا جانشیں ہوا۔ ایک برس چار ماہ سلطنت کی۔ اس کے وزیر نے ۳۳۴ھ م ۹۴۵ء میں اس کو معزول کردیا۔ المطیع باللہ جانشیں ہوا۔

المستنصر باللہ : طاہر کا بیٹا۔ خاندان فاطمیہ کا پانچواں خلیفہ تھا۔ ۱۰۳۶ء میں تخت نشیں ہوا اور ارسلان ترکی کمانیر کی مدد سے بغداد کو فتح کیا۔ ۱۰۵۴ء میں القائم باللہ کو قید کیا۔ ڈیڑھ برس تک خلیفہ رہا۔

المستنصر باللہ ثانی : کنیت ابوجعفر المنصور۔ اپنے

باپ الظاہر کے بعد ۱۲۲۶ء میں تخت نشیں ہوا۔ یہ خاندان عباسیہ کا چھتیسواں خلیفہ تھا۔ سترہ برس تک حکومت کر کے ۱۲۴۲ء میں فوت ہوا۔ المستعصم باللہ اس کا بیٹا تخت نشیں ہوا۔

المستنجد باللہ: ۳۲واں خلیفہ خاندان عباسیہ کا تھا۔ اپنے باپ المکتفی کے مرنے پر ۱۱۶۰ء میں بغداد کا بادشاہ ہوا۔ گیارہ برس حکومت کی۔ ۱۱۷۱ء میں فوت ہوا۔

المسترشد باللہ: خاندان عباسیہ کا انتیسواں خلیفہ۔ اپنے باپ المستظہر کے بعد بغداد کے تخت پر بیٹھا۔ سلطان مسعود بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی ۲۸ رذیقعدہ ۵۲۹ھ م ۱۱۳۴ء کو جب مراغان ضلع آذربائجان میں مع اپنے خدم وحشم کے خیمہ زن تھا اس وقت المسترشد بھی اس کے ہمراہ تھا۔ ایک گروہ قاتلوں کا خیمے میں گھس آیا اور المسترشد کو قتل کر دیا۔ اس نے سترہ برس کچھ ماہ حکومت کی۔ الراشد باللہ اس کا جانشیں ہوا۔

المستظہر باللہ: خاندان عباسیہ کا اٹھائیسواں خلیفہ تھا۔ اس کے باپ کا نام المقتدی۔ ۱۰۹۴ء مطابق ۴۸۷ھ میں برقیارق سلجوقی ترکی بادشاہ فارس کی مدد سے تخت نشیں ہوا۔ بحساب قمری ۲۵ سال اور کچھ ماہ حکومت کی۔ اس کی موت ۱۱۱۸ء م ۵۱۲ھ میں واقع ہوئی۔ اس کا بیٹا المسترشد جانشیں ہوا۔

المستضی بامر اللہ: دولت عباسیہ کا تینتیسواں خلیفہ تھا۔ ۱۱۷۱ء مطابق ۵۶۶ھ میں اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔ اس کا دورِ حکومت سات سال رہا۔ ۱۱۷۹ء مطابق ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا الناصر باللہ جانشیں ہوا۔

المعتز باللہ: خلف المتوکل۔ دولت عباسیہ کا تیرہواں خلیفہ ہوا۔ اس نے اپنے بھائی المستعین کو ۸۶۶ء مطابق ۲۵۲ھ میں تخت سے اتار دیا اور خفیہ طور سے اس کو قتل کر کے بغداد کے تخت کا مالک ہوا۔ قتل اور خونریزی سے جو حکومت اس نے حاصل کی تھی وہ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ اس کے زمانے میں ترکی فوجوں نے خلفائے عباسیہ کے عزل و نصب کا کام شروع کر دیا تھا۔ انھوں نے اس سے ناراض ہو کر سخت بے حرمتی کے ساتھ اس کو قید خانے بھیج دیا جہاں وہ بھوک پیاس سے تنگ آ کر ہلاک ہو گیا۔ صرف تین برس سات ماہ حکومت کی۔

المطیع باللہ: خلف المقتدر باللہ۔ بنو عباس کا تیئسواں خلیفہ تھا۔ وہ المستکفی باللہ کے بعد وارث تخت بغداد ۹۴۶ء مطابق ۳۳۴ھ میں ہوا۔ اس کا عہد حکومت دور قمری سے ۲۹ سال اور ۴ ماہ رہا۔ ۹۷۴ء مطابق ۳۶۳ھ میں فوت ہوا۔

المعتمد باللہ: عباسیہ خاندان کا پندرہواں خلیفہ۔ المتوکل باللہ کا بیٹا تھا۔ ۸۷۰ء میں المہتدی کے مرنے پر ترکوں نے اس کو بغداد میں تخت پر بٹھایا۔ المعتمد نے بائیس سال گیارہ ماہ سلطنت کی۔ ۸۹۲ء مطابق ۲۷۹ھ میں مر گیا۔ اس کے عہد میں احمد ابن تولون مصر میں خود مختار ہو گیا۔ علاوہ خاندان امیہ اس وقت چار طاقتیں خود مختار تھیں۔ خلفائے فاطمیہ افریقہ میں، احمد بن تولون شام و مصر میں، یعقوب بن لیث خراسان میں، الحبیب عرب و عراق میں حکمراں تھے۔

المعتصم باللہ: ہارون رشید کا چوتھا لڑکا اور بنی عباس کا آٹھواں خلیفہ تھا۔ یہ المامون کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا۔ المامون نے اپنے بیٹے العباس اور اپنے بھائی القاسم کو محروم کر دیا۔ اس خلیفہ کو آغاز عہد خلافت یعنی ۸۳۳ء میں ایک مدعی نبوت اور مشہور قزاق بابک سے جو ملک کو تاخت و تاراج کر رہا تھا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر کار بابک کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ اس خلیفہ نے اپنا دارالخلافت بغداد کی بجائے سامرہ مقرر کیا۔

۱۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ آٹھ کے عدد سے اس خلیفہ کے عہد کو بہت مناسبت تھی۔ اس لیے مورخ اس کو المثمن کے نام سے پکارتے ہیں۔ جب پیدا ہوا تو شعبان عربی کا آٹھواں مہینہ تھا۔ تخت نشین ہوا تو آٹھواں خلیفہ کہلایا۔ سالِ تخت نشینی بھی ۲۱۸ھ تھا۔ آٹھ محل بنائے۔ آٹھ لڑائیاں لڑیں۔ آٹھ لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آٹھ ہزار غلاموں کا مالک تھا۔ اسّی لاکھ دینار اور اسّی ہزار درم خزانے میں چھوڑے۔ ۴۸ برس کی عمر پائی۔ ۵ جنوری ۸۴۲ء کو فوت ہوا۔ سب سے پہلے شاہی لقب میں لفظ باللہ اسی خلیفہ نے اضافہ کیا۔ واثق باللہ اس کا جانشین ہوا۔

المعتضد باللہ : الموافق کا بیٹا اور المتوکل باللہ کا پوتا۔ بغداد کا سولھواں خلیفہ تھا۔ اپنے چچا المعتمد باللہ کے بعد ۸۹۲ء مطابق ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہونے کے پہلے سال میں اس نے احمد بن تولون کی پوتی سے شادی کی درخواست کی۔ بعد ازاں ۲۸۲ھ میں یہ شادی نہایت دھوم دھوم سے ہوئی۔ معتضد نہایت مستعد، محنتی اور دانشمند بادشاہ تھا۔ اس نے رومیوں سے شہر واپس لے لیے۔ کردوں کو الجزیرہ سے نکال دیا۔ موصل کی بغاوت کو رفع کیا۔ مصر کو پھر خلافت میں شامل کر لیا۔ بغداد سے بدچلن اور آوارہ گرد لوگوں کا اخراج کیا۔ قرآنی احکام کے مطابق قانون وراثت جاری کیا۔ اسی خلیفہ نے نو برس آٹھ ماہ پچیس یوم حکومت کی۔ ۹۰۲ء مطابق ۲۸۹ھ میں فوت ہوا۔ مکتفی باللہ اس کا جانشین ہوا۔

المغیرہ : امیر معاویہ کے وقت میں کوفے کا حاکم تھا۔ ایک لڑائی میں اس کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ سورج گرہن کی طرف دیکھنے سے اس کی آنکھ جاتی رہی تھی۔ یہ شخص بنو امیہ کا طرفدار اور اہل بیعت کے خلاف رہتا تھا* ۵۰ھ میں مرض طاعون میں مبتلا ہو کر کوفے میں فوت ہوا۔

المقتدر باللہ : خلفائے عباسیہ کا اٹھارہواں بادشاہ۔ معتضد باللہ کا لڑکا تھا۔ اپنے بھائی المکتفی باللہ کے بعد ۹۰۸ء مطابق ۲۹۵ھ میں بعمر ۱۳ سال تخت نشین ہوا۔ اس کے وزراء دیانت دار اور قابل تھے۔ اس لیے امور سلطنت بخوبی انجام پاتے تھے مگر جب مقتدر جوان ہو کر آرام طلبی میں پڑ گیا تو سلطنت میں زوال شروع ہو گیا۔ بحساب قمری اس نے ۲۴ سال ۲ ماہ اور ۷ دن سلطنت کی۔ ۲۹ اکتوبر ۹۳۲ء مطابق (۲۵) شوال ۳۲۰ھ کو ایک خواجہ سرا کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کا بھائی القاہر باللہ اس کا جانشین ہوا۔

المقتدی باللہ : معروف بہ ابوالقاسم عبداللہ محمد کا بیٹا القائم کا پوتا تھا۔ اپنے دادا کے مرنے کے بعد ۱۰۷۵ء مطابق ۴۶۷ھ میں سلطان ملک شاہ سلجوقی کے حکم سے جو اس وقت سلطنت کا حقیقتاً مالک تھا، تخت نشین ہوا۔ المقتدی خلفائے عباسیہ کا ستائیسواں فرمانروا تھا۔ بحساب قمری ۱۹ سال ۵ ماہ سلطنت کی۔ ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۴ء میں المقتدی فوت ہوا۔ اس کی بجائے اس کا بیٹا مستظہر تخت نشین ہوا۔

المقدسی : مصنف فرائض المقدسی۔ یہ قانون وراثت فقہ شافعی کا مشہور رسالہ ہے۔ مصنف ممدوح کی وفات ۱۰۹۵ء مطابق ۴۸۹ھ میں ہوئی۔

المقنع : اس کا اصلی نام حکم بن ہاشم تھا اور یہ ابو مسلم مشہور سپہ سالار کا نائب رہا ہے۔ اس کے بعد فوج میں داخل ہو گیا اور بعد ازاں ماوراء النہر جا کر نبوت کا دعویٰ کیا اور المقنع کا لقب اختیار کیا۔ کیونکہ وہ اپنے منہ پر ایک لڑائی میں ایک آنکھ کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے مقنع یا

* کوفے کی حکومت کے بعد خاندان امیہ کا پہلا خلیفہ ہوا۔ (مرتب)

نقاب ڈالتا تھا۔ اس کے مرید اس کی یہ وجہ قرار دیتے تھے کہ یہ نقاب پوشی صرف اس وجہ سے ہے کہ مبادا اس کے چہرے کی تجلی دیکھنے والوں کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کردے۔ اس کے پیرو سفید لباس پہنتے تھے۔ اور مبیضی کے نام سے مشہور تھے جو مقنع کو خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔ مقنع کی تعلیم تھی کہ نجات ایمان سے ہوتی ہے نہ کہ اعمال سے۔ اس کا قول تھا کہ مجھ پر ایمان لائے بغیر نجات ناممکن ہے۔ خلیفہ مہدی کی فوج نے اس کو ۷۸۰ء مطابق ۱۶۲ھ قلعۂ خراسان کے ایک مضبوط قلعے میں بُری طرح گھیر لیا۔ جب جان کی سلامتی کا اس نے کوئی طریقہ نہ دیکھا تو اولاً اپنے تمام رفقاء اور اہل و عیال کو شراب میں ملا کر زہر دیا اور پھر تمام اسباب میں آگ لگادی اور مردہ لاشیں اس میں ڈال دیں اور خود بھی اسی بھڑکتی ہوئی آگ میں کود کر خودکشی کرلی۔

المکرِی : تاریخ اسپین عہد اسلام کا مصنف ہے۔ سولہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا۔ اور بمقام دمشق ۱۶۳۱ء مطابق ۱۰۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس مصنف نے محمد ابن الخطیب مشہور ذی علم وزیر اعظم غرناطہ کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے۔ اس کے مقدمے میں اسپین میں عربوں کی حکومت کی تاریخ ابتدائے فتح سے آخر تک شامل کی ہے۔

المکتفی بامر اللہ : المستظہر کا بیٹا۔ خاندان عباسیہ کا اکتیسواں خلیفہ تھا۔ ۱۱۳۶ء مطابق ۵۳۰ھ میں اپنے بھتیجے الرشید کے بجائے تخت نشیں ہوا۔ ۲۴ سال قمری حکومت کی۔ ۱۱۶۰ء مطابق ۵۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا المستنجد باللہ تخت نشیں ہوا۔

المکتفی باللہ : بغداد کا سترھواں خلیفہ۔ اپنے باپ معتضد باللہ کے مرنے کے بعد ۹۰۲ء مطابق ۲۸۹ھ میں تخت نشیں ہوا۔ اس نے رومیوں کے حملوں کو دفع کرکے انطاکیہ اور سالونیکا پر قبضہ کرلیا۔ بعدۂ یونانیوں سے جنگ ہوئی جس میں سلیسوشیا مکتفی کے ہاتھ آیا۔ ۹۰۵ء مطابق ۲۹۳ھ میں احمد ابن تولون کے خاندان سے شام اور مصر کے صوبے واپس لے لیے۔ اس کے بعد یونانیوں اور رومیوں سے دوبارہ جنگ چھڑ گئی۔ اس میں بھی آخرکار مکتفی فتحیاب ہوا۔ ۹۰۷ء مطابق ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ ساڑھے چھ سال حکومت کی۔ خلفائے عباسیہ میں یہ آخری بادشاہ تھا جس نے جنگ میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ اس کے بعد غاصب لوگوں نے روز بروز سر اٹھانا شروع کیا اور المقتدر، القاہر اور الراضی کو اتنا پریشان کیا کہ آخرکار ۳۲۵ھ مطابق ۹۲۷ء میں صرف بغداد ان کے قبضے میں باقی رہ گیا۔ مکتفی کے بعد اس کا لڑکا مقتدر بعمر ۱۳ سال تخت نشیں ہوا۔

المنصور : فاطمیہ خاندان کا دوسرا خلیفہ تھا۔ (ملاحظہ ہو اسمٰعیل)۔

المنصوؔر : خاندان عباسیہ کا دوسرا خلیفہ تھا۔ اصلی نام ابوجعفر تھا۔ اپنے بھائی ابوالعباس عبداللہ السفاح کے بعد ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۴ء میں جانشیں ہوا۔ اس کی تخت نشینی میں عبداللہ بن علی اس کا چچا حارج ہوا۔ لیکن اس کو مسلم نے جو المنصور کا بہادر سپہ سالار تھا شکست دی۔ بغداد اسی خلیفہ کے عہد میں ۷۶۲ء میں دریائے دجلہ کے کنارے آباد کیا گیا ہے۔ اس خلیفہ کو اشاعت علوم کا بہت شوق تھا۔ یہ اس درجے طامع تھا کہ اس نے اپنے خزانے میں ساٹھ کروڑ درم اور دو کروڑ چالیس لاکھ دینار چھوڑے۔ اس کے عہد میں رومی حملہ آور ہوئے۔ مگر ان کو شکست ہوئی۔ ۱۵۸ھ م ۷۷۴ء میں منصور نے کاروبار سلطنت اپنے بیٹے مہدی کے سپرد کردیا اور خود بہ ارادہ حج مکہ شریف کو روانہ ہوگیا

تاکہ بقیہ زندگی کے دن وہیں گزارے مگر راستے میں بیر معونہ پر پہنچ کر ۶/ذی الحجہ ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ء میں انتقال ہوگیا۔اس کی لاش مکہ شریف میں لے جاکر دفن کی گئی۔ ۲۲ سال حکومت کی۔

الناصر باللہ یاالناصر لدین اللہ : اپنے باپ المستضی کا ۱۱۷۹ء میں جانشیں ہوا۔ مذہب شیعہ اختیار کرلیا تھا۔ ۴۶ برس ۱۱ ماہ بحساب قمری حکومت کی۔ ۱۲۲۵ء میں فوت ہوا۔ یہ خاندان عباسیہ کا چونتیسواں خلیفہ تھا۔ اس کا لڑکا الظاہر باللہ اس کا جانشیں ہوا۔

المؤید : عربی مورخ تھا۔ اس نے ساسانیوں کے زمانے کے تاریخی واقعات سلسلہ وار من ابتدائے ۸۴۲ءلغایت ۹۰۴ قلمبند کیے ہیں۔اس کا قلمی مسودہ کتب خانہ اسپین میں موجود ہے اور لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔

المہدی : خلافت عباسیہ کا تیسرا خلیفہ ۸/اکتوبر ۷۷۵ء مطابق ۶/ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو اپنے باپ ابوجعفر المنصور کی بجائے تخت نشیں ہوا۔ اس کے زمانے کا سب سے بڑا واقعہ المقنع کی بغاوت ہے۔ اس بغاوت کے فرو ہونے پر خلیفہ نے اپنے بیٹے ہارون الرشید کو یونانیوں کی بغاوت فرو کرنے کو بھیجا۔ ہارون الرشید وہاں سے فتحمندی کی صلح کر کے اور اسباب غنیمت لے کر واپس آیا۔ المہدی زہر کے کھانے سے ہلاک ہوا۔واقعہ یہ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کی بیگم حسنہ نے خلیفہ کی ایک دوسری بیگم کو جس پر اس زمانے میں خلیفہ کا زیادہ رجحان تھا زہر دے کر ہلاک کرنا چاہا تھا اور اس ارادے سے ایک زہرآلود ناشپاتی اس کو دی تھی۔لیکن اس بیگم نے اس کو خود نہیں کھایا۔ بلکہ نہایت سادگی سے خلیفہ کو نذر کر دی۔خلیفہ اس کو کھاکر فوراً مرگیا۔ یہ واقعہ ۴/اگست ۷۸۵ء مطابق ۲۳/محرم ۱۶۹ھ کا ہے۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا الہادی جانشیں ہوا۔

الواثق : یاالواثق باللہ۔خاندان عباسیہ کا نواں خلیفہ ہوا۔ اپنے باپ المعتصم باللہ کا ۵/جنوری ۸۴۲ء مطابق ۱۸/ربیع الاول ۲۲۷ھ میں تخت بغداد پر جانشیں ہوا۔دوسرے سال اس نے سسلی پر حملہ کر کے فتح کیا۔ اس کے باقی عہد میں کوئی مشہور واقعہ نہیں ہوا۔ اس نے بحساب قمری پانچ سال ۷ ماہ ۳ یوم حکومت کی اور ۸۴۷ءمطابق ۲۳۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں اس کا بھائی المتوکل باللہ ہوا۔

الولید : (ملاحظہ ہو ولید)۔

الہ داد مولٰینا : مولوی عبدالملک عادل کے شاگرد تھے۔ جونپور کے باشندے تھے۔ شاہان شرقی کے زمانے کے مشہور علماء میں تھے۔شرح کافیہ، شرح ہدایہ، شرح بزدوی، تفسیر مدارک اور اکثر کتب تصنیف کیں۔ ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء میں انتقال ہوا۔ جونپور میں عیدگاہ کے شمالی وغربی گوشے میں دفن ہوئے۔

الٰہی شیخ : بیانہ کا رہنے والا ایک فلسفی تھا جس نے سلیم شاہ سور کے زمانے میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۵۴۷ءمطابق ۹۵۴ھ میں بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔

الٰہی میر : صوبۂ ہمدان ملک فارس کے شہر رشید آباد کے سیدوں کی اولاد میں تھا۔ جہانگیر کی آخر حکومت میں ہندوستان آیا اور شاجہاں کی ملازمت اختیار کی۔ خزینۂ گنج الٰہی ازقسم سوانح عمری اور ایک دیوان فارسی اس کی تصنیف سے ہے۔ ۱۶۵۴ء مطابق ۱۰۶۴ھ میں انتقال ہوا۔

امام اعظمؒ : (ملاحظہ ہو ابوحنیفہؒ)۔

امام الدین امیر کاتب بن امیر عمر۔تفسیر ہدایہ موسوم بہ

کفایہ کا مصنف جس کو اس نے ۱۳۴۸ء مطابق ۷۴۰ھ میں ختم کیا تھا۔ اس سے قبل اسی کتاب کی شرح لکھی تھی جس کا نام غایت البیان ہے۔

امام بخش شیخ : (ملاحظہ ہو ناسخ)۔

امام بخش مولوی : (صہبائی ملاحظہ ہو)۔

امام عالم بن علاء الحنفی : فتووں کے ایک بڑے مجموعے کے مؤلف ہیں جو کئی جلدوں میں ہے اور موسوم نہ فتاوائے تاتار خانیہ ہے جو محیط البرہانی، ذخیرہ خانیہ اور ظہیریہ سے لیے گئے ہیں۔ لیکن بعد کو امام ابراہیم بن محمد الحلبی نے ان فتوؤں کا انتخاب تیار کیا جو ایک جلد میں ہے وہ بھی تاتار خانیہ کے ہی نام سے مشہور ہے۔

امام مالک بن انس : (ملاحظہ ہو مالک بن انس)۔

امامی ہروی مولینا : آپ ہرات کے ساکن تھے اس وجہ سے ہروی کہلاتے ہیں۔ ایک مشہور شاعر اور شیخ سعدی شیرازی کے ہمعصر تھے۔ قصیدہ گوئی میں خاص شہرت تھی۔ ۱۲۷۵ء مطابق ۶۷۴ھ میں فوت ہوئے اور ایک دیوان چھوڑا۔

امان اللہ : (حافظ) ابن نور اللہ ابن حسین بناری۔ عہد عالمگیر اورنگزیب میں لکھنؤ کے عہدہ صدارت پر ممتاز رہے۔ حافظ قرآن مجید، جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول تھے۔ ۱۱۳۳ھ م ۱۷۲۰ء میں وفات پائی اور بنارس میں مدفون ہوئے۔ کتب ذیل ان کی تصانیف سے ہیں : مفسر در اصول فقہ محکم الاصول، شرح مفسر مذکور و حواشی بر تفسیر بیضاوی و شرح مواقف وغیرہ۔

امان اللہ خاں : ہز میجسٹی حبیب اللہ خاں امیر کابل کے فرزند ثانی۔ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوئے۔ اپنے جلوس کے تھوڑے ہی دنوں بعد سرحد ہندوستان پر حملہ کیا مگر بہت جلد ان کو اپنی طاقت کا اندازہ ہو گیا اور گورنمنٹ سے صلح کر لی۔ شرائط صلح کا خلاصہ یہ تھا کہ برٹش گورنمنٹ وہ تمام امداد اور رعایتیں جو سابق امرائے افغانستان کو اسلحہ و دیگر سامان حرب اور وظیفے کے ذریعہ سے دیتی تھی آئندہ سے منسوخ کرتی ہے اور بقیہ وظیفہ بھی ضبط کرتی ہے اور آئندہ ہر دو حکومتوں میں رشتۂ اتحاد و ارتباط ویسا ہی قایم رہے گا جیسا کہ اب تک تھا اور ہندوستان و افغانستان کی سرحد وہی قائم رہے گی جو سابق امیر منظور کر چکے ہیں۔ صرف خیبر کی مغربی سرحد جو اب تک قائم نہیں ہوئی ہے اس کی حد بندی کر لی جائے۔ حقیقتاً یہ صلح ہر دو حکومتوں کے لیے یکساں مفید اور ضروری تھی۔ امیر امان اللہ خاں کے عہد میں افغانستان نے جس قدر سیاسی اور اقتصادی ترقی اس قلیل مدت میں کر لی ہے وہ کبھی اس ملک کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اتحاد اسلامی کا سلسلہ افغانستان سے ترکستان تک بلا فصل قائم ہو گیا۔ سامان حرب جدید و قدیم کے کارخانہ جات اور مدارس و شفاخانہ جات وغیرہ رفاہ عام کے بہت سے وسیع ذرائع بہم ہو گئے۔ عدالت میں شرع محمدی کا طریقہ رائج ہے۔ غرض ہر قسم کی ترقی رونما ہو رہی ہے اس لیے ان کا عہد ایک مبارک عہد ہے۔

امانت : سید آغا حسن نام۔ امانت تخلص۔ میر آغا رضوی لکھنوی کے بیٹے۔ روضۂ مشہد مقدس کے کلید بردار سید علی رضوی کی اولاد سے تھے۔ ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ میاں دلگیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ عہد شباب میں کسی عارضے کی وجہ سے ان کی زبان بند ہو گئی اور ۹ برس تک گنگ رہے۔ آخر میں زبان تو کھل گئی مگر لکنت باقی رہی تھی۔ اسیر، خواجہ برق، اشک، گویا وغیرہ کے

ہمعصر تھے۔ ان کی تصانیف خزائن الفصاحت، گلدستہ واسوخت امانت اور ایک دیوان ہے۔ لیکن اندر سبھا ان کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ اردو میں پہلا ڈرامہ ہے۔ ان کے دولڑکے فصاحت اور لطافت شعراء لکھنؤ میں مشہور ہیں۔ ۲۸ر جمادی الاول ۱۲۷۵ھ م ۱۸۵۸ء کو انتقال کیا۔ لکھنؤ میں دفن ہوئے۔

امانت خاں : میر حسین بن امانت خاں خوافی کا لقب ہے۔ بادشاہ عالمگیر نے ۱۶۸۸ء مطابق ۱۱۰۰ھ میں اس کو آبائی خطاب سے سرفراز اور اپنے سرداروں میں داخل کیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں وہ مختلف عہدوں پر رہا اور بمقام سورت ۱۶۹۹ء مطابق ۱۱۱۱ھ میں راہی ملک بقا ہوا۔

امانت خاں : ایک مشہور نستعلیق نویس تھا جس نے شاہجہاں کے عہد کے گیارہویں سال میں تاج محل آگرہ کے کتبے لکھے تھے جو آج تک موجود ہیں۔

امانت خاں : (مولوی) انشاء بہار عجم کا مصنف ہے۔ یہ کتاب ۱۲۱ فارسی خطوط کا مجموعہ ہے جو ابتدائی درسی کتابوں میں شامل ہے۔ کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ خالص فارسی یعنی دری میں لکھی گئی ہے۔ الفاظ عربی کا اس میں دخل نہیں ہے۔

امانت خاں میرک : میر معین الدین احمد خاں خوافی خراسانی، خواف واقع خراسان کا ساکن تھا۔ بادشاہ عالمگیر کے عہد میں ایک عالی رتبہ سردار تھا۔ ۱۶۸۴ء مطابق ۱۰۹۵ھ میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا۔ کتاب شریعۃ الاسلام کا مصنف ہے۔

امانی : مہابت خاں کے بڑے پسر مرزا امان اللہ کا تخلص تھا۔ عہد شاہجہانی میں گزرا ہے۔ ۱۶۳۷ء مطابق ۱۰۴۷ھ میں فوت ہوا۔ ایک دیوان چھوڑا۔

امباجی انگلیا : ریاست گوالیار کا ایک سپہ سالار تھا۔ مہاداجی سندھیا کے یہاں ۱۷۸۷ء سے ملازم تھا۔ اس نے اپنی خدمات دولت راؤ کے عہد تک انجام دیں۔

امتیاز خاں : (سید) خالص تخلص تھا۔ اصفہان یا مشہد کا باشندہ تھا۔ ہندوستان میں شاہنشاہ عالمگیر کے عہد میں آیا اور کچھ عرصے کے واسطے صوبہ دار گجرات مقرر رہا۔ اس کو خدایار خاں نے ملک سندھ میں ۱۷۱۰ء مطابق ۱۱۲۲ھ میں قتل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ قاسم علی خاں نواب بنگال اس کا پوتا تھا۔ یہ ایک دیوان کا مصنف ہے۔

ام جمیل : حرب کی بیٹی تھی۔ ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بی بی تھی۔ چونکہ ابولہب جناب نبی آخرالزماں کا سخت دشمن تھا ام جمیل بھی اپنے شوہر کے ان مشوروں میں جو پیغمبرؐ صاحب کی مخالفت میں کیے جاتے تھے شریک رہتی اور رات کو آنحضرت صلعم کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی تھی۔ اس لیے قرآن شریف میں اس کی مذمت میں سورۂ تبت نازل ہوئی ہے۔ اس کی جس ذلت کی طرف اس سورہ میں اشارہ کیا گیا ہے اس کی موت بھی اسی طریقہ سے واقع ہوئی یعنی ایک دن وہ ایندھن کی لکڑیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے چلی آرہی تھی کہ وہ گٹھا گر گیا۔ اس کی رسی اس کے گلے میں آگئی جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوئی۔

ام حبیبہؓ بنت ابوسفیان۔ رملہ نام تھا۔ ام حبیبہ کنیت تھی۔ ان کے پہلے شوہر کا نام عبید اللہ بن جحش ہے جو مکہ والوں کے ظلم وتشدد سے تنگ آکر اپنی بی بی سمیت حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ عبید اللہ جحش جا کر عیسائی ہوگئے لیکن ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اس لیے عبید اللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور ۷ھ میں ان کو ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ۶۶۴ء مطابق ۴۴ھ میں وفات پائی۔

ام حبیبہؓ بنت (رابعہ) حضرت علی کی زوجہ چہار میں تھیں جن کے بطن سے ایک صاحبزادے عمر پیدا ہوئے۔

امداد اللہ : (حاجی مولوی) ساکن تھانہ بھون۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب تھانوی سے بیعت و خلافت سلسلہ حاصل کی۔ ان کے مریدین ارشد میں مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی محمد قاسم نانوتوی و حاجی محمد حسین الہ آبادی تھے۔ زمانۂ غدر ۱۸۵۷ء میں مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے اور مدت تک حرم شریف میں مثنوی مولینا روم کا درس دیا۔ ان کی مشہور تصانیف غذائے روح، ضیاء القلوب، تحفۃ العشاق، جہاد اکبر، ارشاد مرشد و رسالہ درد غمناک ہیں۔ ۱۲ر جمادی الاول ۱۳۱۷ھ م ۱۸۹۹ء میں وفات پائی اور جنت البقیع (مکہ معظمہ) میں مدفون ہوئے۔

امرء القیس : ابن حجر۔ عرب کا ایک مشہور شاعر جو ایام جاہلیت میں گزرا ہے۔ وہ ان سات شعراء میں سے ہے جن کے قصائد بوجہ ان کی خوبی کے خانۂ کعبہ میں آویزاں کیے گئے تھے۔ یہ قصائد سبعہ معلقات کہلاتے ہیں اور چونکہ وہ سنہرے حروف میں تھے لہذا ان کو مذہبیات بھی کہتے تھے۔ ان سات مشہور شعراء کے نام امرء القیس، طرفہ، زہیر، لبید، عنترہ، عمرو حارث تھے۔

امرت راؤ: ایک مرہٹا سردار تھا جس کو ہلکر نے ۱۸۰۳ء میں پونا کی مسند پر بٹھایا تھا لیکن انگریزوں نے اس کو معزول کر دیا۔

امر سنگھ : راجہ پٹیالہ۔ سردل سنگھ کا پسر تھا جو اپنے باپ الا سنگھ کا دویا تین سال بعد جانشیں ہوا۔

امر سنگھ : راٹھور قوم کا راجپوت سردار۔ گاج سنگھ کا پسر تھا۔ اس نے صلابت خاں میر بخشی کو شاہجہاں کے عہد کے سترہویں سال میں بادشاہ کے حضور میں بروز پنجشنبہ بوقت شام بتاریخ ۲۵ر جولائی ۱۶۴۴ء مطابق ۳۰ر جمادی الاول ۱۰۵۴ھ کو قتل کیا اور بادشاہ کے حکم سے اس کا تعاقب کیا گیا اور بہادرانہ مقابلے کے بعد قلعہ آگرہ کے ایک پھاٹک کے قریب جو کہ آج تک امر سنگھ دروازہ یا امر سنگھ پھاٹک کہلاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا۔

امر سنگھ بنارسی : تخلص خوشگو۔ ضلع کول یعنی علی گڑھ میں ایک سرکاری عہدے پر مامور تھا۔ اس نے اکبر کے محل اور تاج محل آگرہ کے حالات کی ایک مختصر تاریخ لکھی تھی اور بہار دانش کو نظم کر کے اس کا نام ترجمہ بہار دانش رکھا۔ اظہار دانش جو بہار دانش کا ترجمہ مشہور ہے وہ ملا زادہ ساکن پالنا کا کیا ہوا ہے۔

امر سنگھ خوشدل : (رائے) ولد جیون رام کائستھ۔ اصلی وطن کٹرا مانکپور تھا۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد میں سرکار غازی پور کا ناظم و حاکم اعلیٰ تھا۔ امر سنگھ نہایت لائق اور فاضل تھا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر مہاراجہ اجیت سنگھ راجہ بنارس کی سرکار میں نوکر ہوا اور آخر ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے علی گڑھ کا ناظم مقرر ہوا۔ اس نے تاریخ فرمانروایان ہند لکھی ہے جو سلطان علاء الدین غوری کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے جس میں خاص مشاہدات اور احوال موجودہ کی بنا پر اپنے ملک کے حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ انگریزوں کے حالات بھی ضمنی طور پر اس میں شامل ہیں۔ ۱۲۲۵ھ م ۱۸۱۰ء میں فوت ہوا۔

امر سنگھ رانا : رام پال سنگھ چتوری کا پسر تھا۔ ۱۰۲۸ء میں فوت ہوا۔

امر سنگھ رانا : پسر رانا پرتاپ سنگھ (ملاحظہ ہو رانا شنکر سنگھ)۔

ام سلمہؓ : کنیت، ہند نام، بنت ابی امیہ بن مغیرہ حضور

سرور عالم صلعم کی بی بی تھیں۔ ۶۰ھ م ۶۷۹ء میں وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ سب ازواج مطہرہ کے بعد تک آپ زندہ رہیں۔ وہ سب سے پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ ان کے پہلے شوہر کا نام ابوسلمہ تھا۔

ام سلیمؓ : ان کا نام رمیصاء ہے اور ملیحان بن خالد کی بیٹی اور حضرت انسؓ کی ماں تھیں۔ حضرت انسؓ کے والد کا نام مالک تھا۔ جب حضرت انس کی عمر دس سال کی ہوگئی تو ام سلیم نے ابوطلحہ سے نکاح کر لیا۔ وہ حضرت ابوطلحہ کے ساتھ ساتھ جنگ احد اور حنین میں شریک رہی ہیں۔ وفات کا صحیح سال معلوم نہیں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں انتقال ہونا مسلّم ہے۔ عہد صحابہ کی عاقل ترین عورات میں سمجھی جاتی تھیں۔

ام عمارہؓ بنت کعب۔ ہجرت سے تقریباً ۴۰ سال قبل مدینے میں پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلعم کے مدینے تشریف لے جانے سے پہلے اسلام لے آئی تھیں۔ "بیعت عقبہ" میں جو لوگوں نے حضور نبی کریمؐ کے دست مبارک پر کی تھی ان میں ام عمارہ بھی تھیں۔ جنگ احد میں شریک تھیں اور اس موقع پر نہایت دلیری اور جرأت دکھائی تھی۔ حضرت خلیفۂ دوم کے زمانے تک زندہ رہیں۔

امّن : میر امّن نام۔ امّن تخلص اور کہیں کہیں لطف بھی ظاہر کیا ہے۔ ان کے آباواجداد شاہان مغلیہ کی خدمات پر ہمایوں بادشاہ کے وقت سے مامور رہے۔ سلطنت کے زوال پر جاگیریں ضبط ہوگئیں۔ احمد شاہ درّانی کے عہد میں ان کا خاندانی قدیمی مکان کی بربادی کے بعد عظیم آباد چلا گیا۔ ۱۸۰۱ء میں بمقام کلکتہ فورٹ ولیم کالج میں ملازم ہوگئے۔ باغ و بہار المشہور بہ چہار درویش جو اردو نثر میں پہلی قصے کی کتاب کہی جاتی ہے انھیں کی تصنیف سے ہے جو نہایت مقبول عام ہے۔ یہ قصہ نوطرز مرصع سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب ۱۸۰۲ء م ۱۲۱۷ھ میں تصنیف ہوئی۔ نظم میں بھی مشاق اور ماہر فن تھے۔ کلکتے میں انتقال کیا۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہوئی۔

امید : مرزا محمد رضا نام۔ امید تخلص۔ شاگرد مرزا طاہر وحید۔ وطن ہمدان۔ عہد شباب میں اصفہان آیا۔ عہد عالمگیری میں ہندوستان آیا اور عہد بہادر شاہ میں منصب ہزاری پر مع خطاب قزلباش خاں ممتاز ہوا۔ بعدہٗ کسی خدمت پر مامور ہوکر برہان پور چلا گیا وہاں سے معزولی کے بعد اس کی شیریں بیانی سے خوش ہو کر امیر الامرا فیروز جنگ نے کرناٹک کا حاکم بنا دیا۔ نظام الملک نے نواب ہو کر اس سزا میں کہ وہ مبارز خاں ناظم حیدرآباد کا حامی ہو کر لڑا تھا قید کر دیا۔ مگر ایک مدحیہ نظم سے خوش ہو کر رہا کر دیا اور جاگیر عنایت کی۔ آخر ترک ملازمت کر کے دہلی میں رہنے لگا۔ ۱۱۵۹ھ میں مر گیا۔ فارسی میں آٹھ ہزار اشعار نظم کیے۔ ہندی میں بھی شعر کہتا تھا۔

امیدی مولینا : اپنے زمانے کا ایک بہترین شاعر تھا۔ طہران میں پیدا ہوا۔ نجم ثانی، میر عبدالباقی اور خواجہ حبیب اللہ جو شاہ اسمٰعیل صفوی کے امیر تھے اس کے دوست تھے مگر شاہ قوام الدین نوربخشی نے جو بادشاہ کا مصاحب اور اس کا دشمن تھا اس کو ۱۵۱۹ء مطابق ۹۲۵ھ میں بوقت شب قتل کر دیا۔

امیر : امیر الدولہ ناصر جنگ معروف بہ مرزا مینڈھو بن نواب شجاع الدولہ برادر نواب آصف الدولہ کا تخلص تھا۔

امیر احمد : (مولینا) امیر حسن سہسوانی کے بیٹے۔

سادات مودودی سے تھے۔ سب سے پہلے خطاب شمس العلماء گورنمنٹ سے آپ کو عطا ہوا۔ بڑے ذہین اور طباع علماء میں تھے۔ اکثر علمائے عصر سے مناظرے کیے۔ ذہن و حافظہ قوی تر تھا۔ ایک مدت بدایوں میں قیام رہا۔ آخر بعمر ۴۵ سال ۱۳۰۵ء کو بدایوں میں ہی انتقال کیا۔ مباحث کی چند مطبوعہ کتابیں آپ کی تصانیف سے ہیں۔

امیراں شاہ : (ملاحظہ ہو میران شاہ)۔

امیر اسنگھ پتھہ : جس کو امر سنگھ بھی کہتے ہیں۔ ایک گورکھا سپہ سالار تھا۔ نیپال کے تمام فوجی سرداروں سے وہ رتبہ اور اوصاف میں اعلیٰ تھا۔ ۱۸۱۴ء میں سر ڈیوڈ اکٹرلونی کے مقابلے میں اس نے کمایوں کی پہاڑیوں میں شجاعت اور حب الوطنی کا اظہار کیا۔ لیکن مقام لاؤن میں شملہ کے قریب بتاریخ ۱۰ رمئی ۱۸۱۵ء ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوا۔

امیر برید اول : اپنے باپ قاسم برید کا جانشین سلطنت احمد آباد بیدر پر ۱۵۰۴ء میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے دوران حکومت میں سلطان محمود شاہ بہمنی ۱۵۱۸ء مطابق ۹۲۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اس وقت امیر برید نے سلطان علاء الدین ثالث کو تخت پر بٹھایا۔ اس کے بعد سلطان کلیم اللہ جانشیں ہوا۔ امیر برید کے خراب برتاؤ کی وجہ سے سلطان کلیم اللہ بیدر سے احمد نگر کو بھاگ گیا جہاں وہ تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہو گیا اور کلیم اللہ کے ساتھ خاندان شاہان بہمنی ختم ہو گیا۔ امیر برید نے احمد آباد بیدر کے ملک پر پوری طاقت کے ساتھ ۲۵ سال سے زیادہ حکومت کی اور دولت آباد میں ۱۵۴۲ء مطابق ۹۴۹ھ کو فوت ہوا اور احمد آباد بیدر میں دفن ہوا۔

امیر برید ثانی : اپنے عزیز علی برید ثانی کو ۱۶۰۹ء میں معزول کرنے کے بعد سلطنت احمد آباد بیدر پر قابض ہوا اور خاندان بریدشاہی کا آخری بادشاہ ہوا۔

امیر تیمور صاحبقراں : گیتی ستاں مغل خاں ترکی کی اولاد میں تھا۔ اس کو تمرلنگ بھی کہتے ہیں۔ بمقام کش جو قدیم سگڈانیا میں واقع ہے۔ ۹ر اپریل ۱۳۳۶ء مطابق ۲۷ رشعبان ۷۳۶ھ کو پیدا ہوا۔ اس کے باپ کا نام امیر طراغائی اور ماں کا نام تکینہ خاتون تھا۔ بعض مؤرخوں نے اسے گڈریے کا لڑکا لکھا ہے۔ امیر تیمور ایک اولوالعزم بادشاہ تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ تمام روئے زمین پر قبضہ کرے۔ بری قوت اس کی انتہائی حد کو پہنچ گئی تھی لیکن بحری قوت بالکل نہ تھی۔ چھتیس سال حکومت کی۔ بلخ جو اس وقت خراسان کا دارالسلطنت تھا سب سے پہلے فتح کیا اور اس کے تخت پر ۱۰ر اپریل ۱۳۶۹ء مطابق ۱۲ر رمضان ۷۷۱ھ کو متمکن ہوا۔ یہی تاریخ اس کے ابتداء سلطنت کی ہے۔ اس کے بعد قندھار، فارس، بغداد کو فتح کیا اور پھر ایک پُرجوش فوج کے ساتھ ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ ۱۷ر دسمبر ۱۳۹۸ء مطابق ۷ر ربیع الثانی ۸۰۱ھ کو منگل کے روز دہلی میں داخل ہوا۔ یہاں سے بیشمار زر و جواہر حاصل کر کے بغداد کو واپس گیا۔ ہندوستان کے سوا ترکستان، قبچاق، روس، شام، اناطولیہ (ارض روم)، آرمینیا، جارجیہ پر حملے کیے اور ان کو فتح کیا۔ بے شمار غنائم لے کر اپنے ملک کو واپس گیا۔ وہ جن ملکوں کو فتح کرتا تھا وہاں کوئی اپنی آئندہ حکومت رکھنے کا انتظام نہیں کرتا تھا۔ صرف ایران اور ماوراء النہر کی سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھتا تھا اور اس کی خوشحالی و قیام امن میں کوشاں رہتا تھا۔ امیر تیمور کی شہرت مغرب و مشرق تک پھیل گئی تھی۔ ۸۰۷ھ م ۱۴۰۴ء میں اس نے لڑکوں کی شادی کے موقع پر ایک جشن عظیم ماوراء النہر

میں بمقام کان گل ترتیب دیا تھا جو دو ماہ تک قائم رہا تھا۔ اس جشن کے سامنے چکا گوکی نمائش بے حقیقت تھی۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں کا آدمی شریک نہ ہو۔ یورپ کی سلطنتوں کے سفیر بھی شریک جشن تھے۔ ۱۴۰۵ء میں چین اور ختا کے فتح کرنے کے لیے لشکر عظیم کو ساتھ لے کر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ۱۴۰۵ء مطابق ۱۷ شعبان ۸۰۷ھ کو پیغام اجل آ پہنچا۔ اکہتر سال کی عمر پائی۔ ۳۶ سال حکومت کی۔ سمرقند میں دفن ہوا۔ ''وداع شہریاری'' سے مادہ تاریخ وفات نکلتا ہے۔ جہانگیر مرزا، عمر شیخ مرزا، شاہ رخ مرزا، میراں شاہ چار لڑکے تھے جن میں سے جہانگیر مرزا اور مرزا شیخ عمر اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو چکے تھے۔ تیمور کی وفات پر پیر محمد جہانگیر مرزا کا لڑکا اس کی وصیت کے موافق تخت نشیں ہوا۔ لیکن فوراً ہی سلطان خلیل اس کے دوسرے پوتے نے اپنے بھائی کو تخت سے اتار کر خود تخت چھین لیا اور بادشاہ بن بیٹھا۔ پیر محمد اس واقعے کے چھ ماہ بعد قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل بادشاہ اس خاندان کے سمرقند کے تخت پر بیٹھے :

(۱) خلیل سلطان بن میرن شاہ
(۲) شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور
(۳) علاء الدین مرزا
(۴) الغ بیگ مرزا ابن شاہ رخ
(۵) مرزا بابر جس نے بعد کو دہلی فتح کی اور ہندوستان کے خاندان مغلیہ کا پہلا بادشاہ ہوا۔
(۶) مرزا عبد اللطیف
(۷) مرزا شاہ محمد
(۸) مرزا ابراہیم
(۹) سلطان ابو سعید
(۱۰) مرزا یادگار محمد

امیر خاں : پسر اکبر میر قاسم خاں نمکین۔ عہد جہانگیری اور شاہجہانی میں سردار تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے وقت امیر خاں ٹھٹہ کی صوبہ داری پر مامور تھا اور اسی مقام پر ۱۶۴۷ء مطابق ۱۰۵۷ھ میں بعمر ایک سو سال فوت ہوا۔ اس کا اصلی نام میر خاں تھا مگر شاہجہاں کو ایک لاکھ نذرانہ دے کر امیر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

امیر خاں : ابتدا میں وہ جسونت راؤ ہلکر کا ملازم تھا۔ ۱۸۰۶ء میں ہلکر کے مجنون ہو جانے پر اس کے دربار میں اپنے آپ کو ذی اختیار بنانا چاہا اور امور مملکت میں دخل دینے لگا لیکن اس میں ناکامیابی دیکھ کر وہ پنڈاریوں کا جو اس وقت ملک میں لوٹ مار کر رہے تھے سرغنا بن گیا اور اس طرح خود مختار سردار بننا چاہا۔ چنانچہ آخر ۱۸۱۷ء میں وہ اپنی اس خواہش میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۱۷ء کو برٹش گورنمنٹ نے اس سے ایک عہد نامہ کر لیا جس کی رو سے طے ہوا کہ وہ تمام علاقہ جو جسونت راؤ ہلکر کے خاندان کا اس نے دبا لیا ہے اس کی ملکیت میں رہے لیکن توپخانہ کی فوج برٹش گورنمنٹ کے حوالے کر دے اور پنڈاریوں کے غارت گر گروہ کو جو اس زمانے میں دو سال سے زائد عرصے تک مالوے اور راجپوتانہ میں نقض امن کرتا رہا تھا منتشر کر دے۔ ۱۸۳۴ء مطابق ۱۲۵۰ھ میں فوت ہو گیا۔ ریاست ٹونک کی بنیاد اسی نے ڈالی۔ آج تک اس کی نسل اس ریاست میں حکمراں ہے۔

امیر خاں : جس کا اصل نام میر خاں تھا لیکن سلطان عالمگیر نے اس میں الف کا اضافہ کر کے اس کو امیر خاں کر دیا تھا۔ اس نے چھ بیگہ اراضی پر مقام گزر تجارہ کے قریب اپنا مکان تعمیر کیا تھا جس میں محلہ چھپی ٹولہ شامل

ہے۔ جلوس عالمگیری کے سال اول میں وہ قلعہ شاہجہاں آباد کا صوبیدار مقرر ہوا اور گیارہویں سال میں کابل کا صوبیدار ہو گیا۔

امیر خاں سندھی : میر عبدالکریم بن امیر خاں بن میر ابوالقاسم نمکین کا لقب تھا۔ وہ عالمگیر اور بہادر شاہ و فرخ سیر کے عہد میں مختلف عہدوں پر سرفراز رہا اور محمد شاہ کے تخت دہلی پر بیٹھنے سے کچھ عرصہ پیشتر فوت ہوا۔

امیر خاں میر میراں : میر میراں لقب۔ خلیل اللہ خاں یزدی کا پسر۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد میں ایک عالی رتبہ سردار تھا۔ عالمگیر اس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ وہ کابل میں ۲۸ / اپریل ۱۶۹۸ء مطابق ۱۱۰۹ھ کو فوت ہوا اور بادشاہ نے اس کے پسر کو امیر خاں کا خطاب عطا کیا۔

امیر خاں نواب : لقب عمدۃ الملک۔ انجام تخلص۔ شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد میں اور محمد شاہ رنگیلے کے مخصوصین میں تھا۔ ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۲ھ میں الہ آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ ۱۷۴۳ء مطابق ۱۱۵۶ھ میں دربار میں واپس بلایا گیا۔ کیونکہ بادشاہ اس کو دربار سے جدا کرنا پسند نہ کرتا تھا۔ بادشاہ کو اس کی حاضر جوابی بہت پسند تھی اور اس وجہ سے وہ شاہی حضور میں بہت گستاخ تھا۔ اس کی یہ بیباکی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ خاص اوقات کے علاوہ ملکی معاملات میں بھی بادشاہ سے بیباکی اور گستاخی سے جواب دینے لگا۔ بادشاہ کو اس کا یہ انداز ناگوار ہونے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ایک روز ناخوش ہو کر ایک ایسے شخص کو جو عمدۃ الملک سے زخم خوردہ تھا اشارہ کیا کہ خنجر سے اس کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ ۲۶ / دسمبر ۱۷۴۶ء مطابق ۲۳ / ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ کو وہ قتل کر دیا گیا۔ اپنے دادا خلیل اللہ خاں کے مقبرہ واقع دہلی متصل سرائے روح اللہ خاں میں دفن ہوا۔ فارسی و ریختہ میں شعر لکھتا تھا۔

امیر خسروؒ : (ملاحظہ ہو خسرو امیر)۔

امیر روحانی : سلطان شمس الدین التمش کے شعراء میں تھا۔ ۶۲۴ھ میں التمش نے قلعہ مانڈو فتح کیا تو یہ قطعہ منظوم پیش کیا :

خبر بہ اہلِ سما برد جبرئیل امین
زفتح نامہ سلطان عبد شمس الدین

کہ ای ملایکۂ قدس آسماں ہارا
بدیں بشارت بندیہ کلہ و آئین

کہ از بلاد سوالک شہنشہِ اسلام
کشاد بارِ دگر قلعہ سپہر امین

شہِ مجاہد غازی کہ دست وتیغش را
روان حیدرِ کرار می کند تحسین

امیر شاہ : (ملاحظہ ہو شاہی امیر)۔

امیر علی : (سید) خاندان سادات موہان ضلع اُناؤ تک ان کا سلسلۂ نسب پہنچتا ہے۔ مذہب شیعہ ہے۔ ان کے والد نے جن کا نام سعادت علی خاں تھا صوبہ بنگال میں بمقام چنسورہ سکونت اختیار کر لی تھی اور یہ وہیں ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ ہوگلی کالج سے ایم۔اے پاس کیا اور قانونی ڈگری اعزاز سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کے وظیفہ سے بیرسٹری کی تعلیم کے لیے ولایت بھیجے گئے۔ ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری پاس کر کے ہندوستان واپس آئے۔ زمانۂ قیام ولایت میں انھوں نے انگریزی میں حضور سرور عالم صلعم کی سوانح عمری پر ایک تبصرہ شائع کیا جس میں نہایت پر زور دلائل کے ساتھ عیسائی مصنفین کے غلط الزامات کی تردید کی گئی ہے۔ اس کتاب سے انگلستان میں آپ کی زبان دانی

کا سکّہ بیٹھ گیا۔ لندن کے قیام میں مذہبی اور ملکی خیالات میں کچھ تغیر نہیں ہوا لیکن انگریزی طرز معاشرت کا گہرا رنگ چڑھ گیا اور آپ نے ایک تعلیم یافتہ معزز خاندان کی انگریزی خاتون سے شادی کر لی۔ یہاں آکر پانچ برس بیرسٹری کرنے کے بعد چیف پریسڈنسی مجسٹریٹ کے عہدے پر تقرر ہو گیا۔ تھوڑے عرصے بعد اس کو ترک کر کے بیرسٹری کرنے لگے۔ اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں کلکتہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہو گئے۔ کئی سال تک پراونشل اور امپیریل کونسل کے ممبر بھی رہے۔ ۱۹۰۲ء میں ججی سے پنشن یاب ہو کر انگلستان میں ہز مجسٹی ملک معظم کی پریوی کونسل کے جوڈیشیل ممبر مقرر ہوئے۔ اس وقت بھی لندن میں مقیم ہیں۔ ملکی علمی، ادبی اور تمدنی ترقی میں آپ کی تصنیفات کو بہت بڑا درجہ حاصل ہے۔ اسپرٹ آف اسلام آپ کی مشہور کتاب ہے۔ قانون میں شرع قانون شہادت اور شرع محمدی کی شرح بھی آپ نے بزبان انگریزی لکھی۔ آخر الذکر کتاب کا اردو ترجمہ جامع الاحکام کے نام سے شائع ہوا ہے جو مقبول خاص و عام ہے۔ کلکتے میں سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن کی بنیاد آپ ہی کے ہاتھ سے قایم ہوئی تھی۔ ۱۸۸۷ء میں سی۔ آئی۔ ای کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔

امیر محمود فخر الدین : اصل نام فخر الدین تھا اور عام طور پر ابن یمین کہلاتا تھا۔ امیر یمین الدین کا پسر تھا۔ اس کو ملک الفضلا کا خطاب ملا تھا۔ امیر محمود ایک زبردست شاعر تھا۔ بروز شنبہ بتاریخ ۲۹ رجنوری ۱۳۲۸ء مطابق جمادی الثانی ۷۶۹ھ ایران میں فوت ہوا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ ۱۳۴۴ء مطابق ۷۴۵ھ میں مرا ہے۔ اس نے ایک دیوان چھوڑا۔

امیر معزی : سمرقند کا ایک مشہور شاعر تھا جو سلطان ملک شاہ اور سلطان سنجر سلجوقی کے یہاں ملازم تھا۔ اس کو ملک الشعراء کا خطاب عطا ہوا تھا۔ اتفاقیہ سلطان سنجر سلجوقی کے تیر سے ہلاک ہو گیا۔ اس کے دیوان میں ۱۵۰۰ اشعار ہیں۔ ۱۱۴۷ء مطابق ۵۴۲ھ میں فوت ہوا۔ اصلی نام امیر علی تھا۔

امیر مینائی : منشی امیر احمد امیر متخلص۔ شاہ میناؒ کی اولاد سے تھے۔ باپ کا نام مولوی کرم محمد تھا۔ شاہ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے عہد میں ۱۶ رشعبان ۱۲۴۴ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ وہیں تربیت و تعلیم پائی۔ عربی کے عالم تھے۔ صوفی مشرب درویش صفت خاندان چشتیہ صابریہ میں مرید و خلیفہ تھے۔ شاعری میں مظفر علی خاں اسیر سے تلمذ تھا۔ ۱۲۶۹ھ میں واجد علی شاہ کے دربار میں رسائی ہوئی اور بادشاہ کے ایماء سے دو کتابیں ارشاد السلطان و ہدایت السلطان تصنیف کیں۔ ۱۲۷۵ھ میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رامپور نے اپنے یہاں طلب کیا۔ اس وقت سے آپ کی سکونت رامپور میں منتقل ہو گئی۔ جب نواب کلب علی خاں بہادر کا عہد آیا تو انھوں نے آپ کے کمال کی بیحد قدر کی۔ چونکہ نواب صاحب خلد آشیاں کو خود شاعری کا شوق تھا انھوں نے منشی صاحب کی شاگردی قبول کر لی۔ ۱۳۱۸ء میں نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد آپ نے حیدرآباد دکن کا سفر کیا اور بھوپال قیام فرماتے ہوئے ۱۰ رجمادی الاول ۱۳۱۸ھ کو آپ کی مٹی حیدرآباد لے گئی جہاں ۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۳ راکتوبر ۱۹۰۰ء کو انتقال کیا۔ آپ کے دو دیوان مراۃ الغیب اور صنم خانہ عشق اور ایک دیوان نعتیہ محامد خاتم النبیینؐ زندگی ہی میں شائع ہو گئے تھے۔ ایک تذکرہ شعرائے رامپور معروف بہ انتخاب یادگار بھی آپ کی تصنیف سے ہے۔ آخر زمانہ میں ایک بڑا کام

تدوین لغت اردو کا شروع کیا تھا جس کی فقط دو جلدیں جن میں صرف الف ممدودہ اور مقصورہ کے الفاظ ہیں امیر اللغات کے نام سے بہ سرپرستی ریاست رامپور شائع ہو پائی تھیں کہ پیام اجل آ گیا۔ ان کے دو صاحبزادے پسر اکبر منشی محمد احمد مینائی ریاست رامپور میں اعلیٰ عہدے پر مامور ہیں اور دوسرے منشی لطیف احمد اختر مینائی ریاست حیدر آباد میں صیغۂ امور مذہبی کے ناظم و معتمد ہیں۔ ۱۳۴۲ھ میں نواب اختر یار جنگ کا خطاب بھی ملا ہے۔

امیری : نام مولانا سلطان محمد۔ تخلص امیری۔ مشہور مصنف۔ عہد شاہ طہماسپ صفوی اول میں گزرا ہے۔ شاہ طہماسپ کی مدح میں اکثر اس کی نظمیں ہیں۔ تذکرہ امیر علی شیر موسوم بہ مجالس النفائس کا ترجمہ ترکی سے فارسی میں کیا۔ بوستان خیال بھی انھیں کی تصنیف سے ہے۔

امیر یمین الدین : (ملاحظہ ہو طغرائی)۔

امین : شاہ امین الدین ساکن عظیم آباد کا تخلص تھا جو ۱۷۱۵ء مطابق ۱۱۲۷ھ میں فوت ہوا تھا۔ ایک دیوان غزلیات چھوڑا۔

امین احمد یا امین محمد رازی : کتاب تذکرہ موسوم بہ ہفت اقلیم کا مصنف تھا۔ اس کتاب میں جو اس نے بادشاہ اکبر کے عہد میں ۱۵۹۳ء مطابق ۱۰۰۲ھ میں ختم کی تھی منطقۂ معتدلہ کے ہفت اقلیم کا مختصر حال اور وہاں کے بڑے بڑے شہروں کے حالات درج ہیں اور مشہور شعراء و مشہور اشخاص کے حالات ہیں۔

امین الدولہ ابوالحسن : طبیب تھا اور ملک صالح اسمٰعیل کا وزیر رہا تھا۔ اس کو قاہرہ میں ۱۲۵۰ء مطابق ۶۴۸ھ میں پھانسی دی گئی۔ اس کے مکان میں علاوہ قیمتی اشیاء کے قابل قدر کتابوں کی دس ہزار جلدیں برآمد ہوئیں۔

امین الدین امیر : (ملاحظہ ہو یمین الدین امیر طغرائی)۔

امین الدین خاں : نواب لوہارو۔ ان کے مورث اعلیٰ احمد بخش ریاست الور میں ۱۸۰۶ء سے ۱۸۲۶ء تک وزیر رہے۔ امین الدین خاں اپنے بھائی شمس الدین کے ۱۸۳۵ء میں جانشیں ہوئے اور ۳۱ر دسمبر ۱۸۶۹ء کو بعمر ۷۰ سال فوت ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بڑا لڑکا مرزا علاء الدین خاں ۱۱ر جنوری ۱۸۱۷ء کو جانشیں ہوا۔

امین الدین میر : بڑا ظریف شاعر۔ مولینا علی کاہی و خواجہ علی شہاب کا ہمعصر تھا۔

امینی : امیر سلطان ابراہیم کا تخلص تھا جو خواجہ آصفی کا ہمعصر تھا۔ آصفی ۱۵۲۰ء مطابق ۹۲۶ھ میں فوت ہوا اور امینی نے اس کی تاریخ وفات لکھی۔

انارکلی : اس کا اصلی نام نادرہ بیگم تھا۔ اکبر کے حرم سرا کی ایک کنیز کی لڑکی۔ اپنے حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھی۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ خود جہانگیر یا کوئی دوسرا شہزادہ اس پر عاشق تھا۔ اس کی موت اسی عشق کے جھگڑے میں بمقام لاہور واقع ہوئی جہاں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا جو اب تک موجود ہے اور جس کو ترمیم کر کے گرجا بنا لیا گیا ہے۔ جس جگہ یہ مقبرہ واقع ہے اس کے قرب و جوار کی آبادی محلہ انارکلی کے نام سے لاہور میں مشہور ہے۔

انجام : نواب عمدۃ الملک امیر خاں کا تخلص تھا (ملاحظہ ہو امیر خاں)۔

انتظام الدولہ خان خاناں : نواب قمر الدین خاں وزیر کا پسر ثانی۔ ۱۷۴۸ء مطابق ۱۱۶۱ھ میں احمد خاں کے تخت دہلی پر بیٹھنے کے بعد بخشی دوئم کے عہدے پر

مقرر کیا گیا اور ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۵ھ میں وزارت کے عہدے پر بعد معزولی نواب صفدر جنگ ممتاز ہوا۔ اس کو عماد الملک غازی الدین خاں نے بتاریخ ۲۶ نومبر ۱۷۵۹ء مطابق ۵ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ شاہنشاہ عالمگیر ثانی کے قتل سے تین یوم پیشتر قتل کیا۔

انس : (ملاحظہ ہو موہن لال)۔

انس بن مالک : ان کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا جنھوں نے شیر خوارگی کی حالت میں اپنے بیٹے انس کو کلمہ سکھانا شروع کر دیا۔ جب دس سال کے ہوئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ آپ کی والدہ دربار نبویؐ میں ان کو لے کر حاضر ہوئیں اور حضور نبی اکرمؐ کے خدام میں داخل کر دیا۔ آنحضرتؐ اُن سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضور نے ان کے لیے مال اور اولاد اور عمر کی ترقی کی دعا دی جس کا اثر یہ ہوا کہ انس تمام انصار میں سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب اولاد ہوئے۔ ۱۲۹ لڑکے اور ۲ بیٹیاں پائیں۔ سو سال سے زائد عمر پا کر ۹۴ھ م ۷۱۲ء میں بمقام بصرہ انتقال فرمایا۔

انسان : تخلص نواب اسد اللہ اسد یار خاں۔ محمد شاہ کے عہد میں اس کو منصب ہفت ہزاری حاصل تھا اور ماہ اپریل ۱۷۴۵ء مطابق ربیع الاول ۱۱۵۸ھ میں فوت ہوا۔ اس کی لاش آگرہ کو لائی گئی اور وہاں اپنے موروثی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

انشاء اللہ خاں : انشاء تخلص۔ پسر سید ماشاء اللہ خاں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے مورث نجف اشرف یا کشمیر سے ہندوستان میں آئے۔ آپ کا مولد مرشد آباد ہے۔ شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں دہلی آ کر درباریوں میں داخل ہوئے۔ مصحفی کے ہمعصر تھے۔ اپنی وسیع معلومات اور لطائف وظرائف اور علمی لیاقت کی وجہ سے طبقۂ شعراء میں خاص شہرت حاصل کی۔ آپ کی تصانیف میں چار دیوان اور دیگر فارسی و اردو کی تصانیف کے علاوہ ایک کتاب موسوم بہ دریائے لطافت جو قواعد عروض و قواعد صرف و نحو پر مشتمل ہے خاص یادگار ہے۔ قواعد اردو کی یہ پہلی کتاب ہے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ حال میں انجمن ترقی اردو نے اس کو اردو زبان میں چھاپا ہے اور مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ) سیکریٹری انجمن ترقی اردو نے اس میں ایک مفید مقدمہ شامل کیا ہے۔ انشا کا آخر عمر میں بمقام لکھنؤ آصف الدولہ کے یہاں تعلق ہو گیا تھا۔ وہیں ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں انتقال ہوا۔

انگ یا انگھ خاں : شاہ تاتار تھا جو کاراقورم میں رہا کرتا تھا اور جس کا چنگیز خاں خراج گزار تھا۔ چنگیز خاں نے سرتابی کر کے اس سے مقابلہ کیا۔ سخت کشت و خون ہوا۔ یہ کشت و خون ۱۲۰۲ء تک جب کہ انگھ خاں فوت ہوا جاری رہا۔

انند پال : اپنے باپ جے پال اول راجہ لاہور کا قریب ۱۰۰۱ء میں جانشیں ہوا۔ سلطان محمود غزنوی کا باجگزار ہو گیا تھا۔ وہ تقریباً ۱۰۱۳ء میں فوت ہوا اور اس کا پسر جے پال ثانی اس کا جانشیں ہوا۔

انند راؤ گیکوار : بڑودہ کا ایک مرہٹہ سردار تھا جس سے سرکار انگریزی نے ۱۸۱۲ء میں رابطۂ اتحاد پیدا کیا تھا۔ عہد نامہ سے قبل وہ برائے نام پیشوا کی ماتحتی میں تھا۔

انند روپ : ضلع نارنول (مدراس) کا ایک برہمن تھا۔ کھالوجی بھونسلا کے دربار میں پنج ہزاری نوکر رہا تھا۔ نصیر الملک نصیر جنگ کے معاملے میں نا پور سے الٰہ آباد آیا۔ یہاں اس نے ۱۱۸۲ھ م ۱۷۶۸ء میں میزان دانش لکھی جو جنگ کے اعتبار سے چار حصوں

میں منقسم ہے۔

انوپ سنگھ : (راجہ) بڑگوجر (انی رائے سنگھ دلن) اس کا دادا شاہی چیتے کے اتفاقی شکار کے جرم میں ماخوذ ہو گیا تھا۔ مگر راست گوئی کے سبب رہا ہو کر ملازمت شاہی میں داخل کیا گیا۔ راجہ انوپ سنگھ کا باپ بیرنراین تھا۔ سنہ ۵ جلوس جہانگیری میں شیر کے شکار میں بادشاہ کے ساتھ تھا۔ اس نے خود مجروح ہو کر بادشاہ کی جان بچائی۔ اس صلے میں ایک مرصع تلوار عطا ہوئی اور انی رائے سنگھ دلن کا خطاب ملا جس کے معنی ہیں ''سپہ سالار شیر کا مارنے والا'' یہ دربار جہانگیری کا نہایت معزز و معتبر شخص تھا۔ شاہجہاں نے تخت نشیں ہو کر اس کو پہلے ہی جشن میں منصب ۳ ہزاری و پانصد سوار سے سرفراز کیا۔ ۷ رصفر ۱۰۴۰ھ م ۱۶۳۰ء کو راجہ کا خطاب پایا۔ سنہ ۱۰ جلوس میں وفات پائی۔

انوپ بائی : جہاندار شاہ بادشاہ کی بیگم اور عالمگیر دوم بادشاہ دہلی کی ماں تھی۔

انوار اللہ خاں : (حاجی مولوی) تعلقہ قندھار ضلع نانڈیر کے قاضی زادہ اور صحیح معنی میں دکنی تھے۔ ابتدائی تعلیم بھی دکن میں پائی۔ بعدہٗ فرنگی محل (لکھنؤ) میں جا کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ حضور نظام میر عثمان علی خاں سلطان دکن کے استاد تھے اور ندوۃ العلماء کے ایک ممتاز رکن۔ آپ نے دارالعلوم ندوہ کی حالت پر دولت آصفیہ کو توجہ دلائی۔ آپ کی تحریک سے سلطان دکن خلد اللہ ملکہ کو خواجہ غریب نواز کے آستانے پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اجمیر شریف میں خدام درگاہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ہائی اسکول مدرسۂ دینیات اور یتیم خانہ کے قیام کی کوشش کی جو مدرسہ معینیہ کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان دکن نے تخت نشیں ہونے کے کچھ عرصے بعد نواب مظہر جنگ کا انتقال ہونے پر مولانا مرحوم کو صدر الصدور اور معین المہام امور مذہبی کے جلیل القدر عہدے پر مامور کیا اور ۱۹۱۷ء میں نواب فضیلت جنگ بہادر کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ ہی کی کوشش سے دکن میں عشرہ محرم میں شیر اور بھیڑیوں کے سوانگوں اور ''دولہا'' وغیرہ کی مذموم رسوم کا انسداد ہوا۔ اس بدعت کے دور کرنے کے سبب مولانا کا نام ہمیشہ دکن کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ ۱۴ رمارچ ۱۹۱۸ء کو بوقت شب بمرض ''سرطان'' حیدرآباد میں انتقال فرمایا۔ آپ نے اکثر کتابیں محاسنِ اسلام کے ثبوت اور بعض مسائل متنازعہ کی تحقیق میں لکھیں۔ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد آپ ہی کی یادگار ہے۔

انور : تخلص، سید شجاع الدین عرف امراؤ میرزا۔ نام سید جلال الدین حیدر۔ مرصع رقم استاد ابوظفر خاتم سلطنت مغلیہ کے خلف اصغر اور خاتم الاساتذہ راقم الدولہ حضرت ظہیر دہلوی کے برادر خورد تھے۔ عربی میں فارغ التحصیل۔ خط نسخ و نستعلیق میں جو فن آبائی تھا کامل۔ اوائل عمر سے فن سخن کے دلدادہ تھے۔ ابتداءً خاقانی ہند حضرت ذوق سے استفادہ سخن حاصل کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت غالب سے مشورہ لیتے تھے۔ حقیقتاً اپنے اساتذہ کے لیے مایۂ ناز شاگرد تھے۔ داغ، ظہیر، حالی، مجروح کے ہم بزم تھے۔ لیکن محفل سخن میں ان کے مقابل کسی کا چراغ نہ جلتا تھا۔ آپ نے استاد ذوق کا لطف زبان، مومن کی نازک خیالی، مرزا غالب کا استعارہ بالکنایہ ان جداگانہ رنگوں کو جمع کر کے ایک انوکھا رنگ بنایا تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء کی دست برد سے تنگ آکر الور اور زاں بعد جے پور میں قیام کیا۔ افسوس کہ عین عالمِ شباب میں یعنی بتیس سال کی عمر میں دنیا سے کنارہ کیا۔ دو مکمل و

مرتب دیوان جن میں سے ایک خاص صوفیانہ اور دوسرا عاشقانہ رنگ میں تھا تلف ہوگئے۔ ایک مختصر سا دیوان متفرق اور پریشان و ناتمام مسودوں سے مرتب کر کے لالہ سری رام صاحب ایم۔ اے دہلوی مؤلف تذکرۂ خمخانۂ جاوید نے چھپوا کر یادگار قایم کر دی ہے جس کی اکثر غزلوں پر نظر ثانی کی بھی نوبت نہیں پہنچی ہے۔

انورالدین خاں : ابتدا میں شاہنشاہ دہلی کی ملازمت میں تھا اور کوڑا جہان آباد کی صوبہ داری اس کو تفویض ہوئی تھی۔ لیکن خراج سالانہ خزانہ شاہی میں نہ بھیج سکنے کی وجہ سے وہ احمد آباد کو بھاگ کر چلا گیا۔ یہاں غازی الدین خاں پدر نظام الملک نے اس کو ایک معزز عہدے پر مامور کر دیا۔ غازی الدین کے فوت ہو جانے پر نظام الملک نے اس کو نواب کرناٹک کا اتالیق اور ولی مقرر کر دیا۔ اصل نابالغ نواب کو دغابازی سے قتل کر کے خود نواب بن بیٹھا اور ۱۷۲۵ء سے ۱۷۴۱ء تک غاصبانہ حکومت کی اور ۱۷۴۴ء میں وہ باقاعدہ گورنر ہوا۔ ۱۱۶۲ھ میں مظفر جنگ سے لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں انورالدین بعمر ۱۰۷ سال قتل ہوا۔ مظفرالدین نے کرناٹک پر قبضہ کر لیا۔ بعدۂ نواب ناصر جنگ نے ۱۷۵۰ء میں انورالدین کے لڑکے محمد علی کو کرناٹک کا گورنر مقرر کر دیا۔

انور پاشا : (ملاحظہ ہو غازی انور پاشا)۔

انوری : ایک مشہور فارسی شاعر تھا۔ اوحدالدین نام۔ اپنی ذہانت اور خداداد طبع رسا کی وجہ سے خراسان کا ملک الشعراء مشہور تھا۔ ابی وردکا رہنے والا تھا جو خراسان میں واقع ہے۔ سلطان سنجر سلجوقی کا مداح تھا۔ سلطان اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ رشیدی جس نے اتسز سلطان خوارزم کی اکثر مدح لکھی ہے اس کا ہمعصر تھا۔ ان دونوں میں باہم خوب چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ رشیدی کے علاوہ سلمان اور ظہیری بھی اس کے ہمعصر تھے۔ انوری کا فارسی نظم میں بہت بڑا درجہ ہے۔ اس کے اکثر اشعار شیخ سعدیؒ نے گلستان میں لکھے ہیں۔ قصیدہ گوئی میں اور بذلہ سنجی میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے :

در شعر سہ تن پیمبرانند
ہر چند کہ لا نبی بعدی

ابیات و قصیدہ و غزل را
فردوسی و انوری و سعدی

خلاصۃ الاشعار میں اس کی تاریخ وفات ۵۸۷ھ لکھی ہے۔ بعض مؤرخ ۵۹۲ھ بتلاتے ہیں۔ دیوان و قصائد انوری اب تک مقبول خاص و عام ہیں۔ اس کا سوگندنامہ اس کی چوٹی کی نظم شمار کی جاتی ہے۔

انوشتکین : سلطان سنجر کا پیالہ بردار اور سلطان قطب الدین خوارزم کا باپ تھا۔

انی رائے : ذات کا برہمن۔ عہد شاہجہانی میں منصب دوہزاری پر سرفراز تھا۔ شاہنشاہ عالمگیر کے عہد میں صدر دفتر کے صیغۂ حساب و تنخواہ کا دیوان اعلیٰ (اکونٹنٹ جنرل) مقرر ہوا۔ چونکہ وہ بلارورعایت حساب کرتا تھا اس لیے لوگ اس پر رشک کرتے اور پھبتیاں اڑاتے تھے۔ چنانچہ عہد عالمگیری کے مشہور و معروف معتمد علیہ امیر نعمت خاں عالی نے کسی محاسبہ پر ناراض ہو کر اسی کی ہجو لکھی ہے جو کتاب وقائع نعمت خاں عالی میں موجود ہے۔ ہجو کا ایک شعر یہ ہے :

یارب نصیب ہیچ مسلمان دگر مباد
ظلمیکہ آن برہمن خانہ خراب کرد

انیس (میر) : میر حسن دہلوی کے جن کی مثنوی سحرالبیان مشہور ہے پوتے تھے۔ فیض آباد میں

۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ فیض آباد سے ان کا خاندان لکھنؤ چلا آیا تھا۔ اس وجہ سے انھوں نے لکھنؤ میں تعلیم و تربیت پائی۔ مگر اپنے دہلوی ہونے پر ہمیشہ فخر کیا اور زبان دہلی کے مقلد رہے۔ ابتدا میں غزل گوئی کی طرف مائل ہوئے لیکن باپ کی نصیحت پر عمل کر کے غزل گوئی کے تنگ میدان کو چھوڑ کر اردو لٹریچر میں مرثیہ گوئی کی ایک خاص طرز کے موجد ہوئے۔ صفائی کلام و خوبی بیان، لطف محاورہ، سوز و گداز، رزم بزم کے لیے ان کا کلام ممتاز ہے۔ ان کی شاعری انگلستان کے مشہور شاعر ٹینی سن سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ علاوہ چھ جلد مراثی کے سلام و رباعیات بھی جو اخلاقی مضامین سے پُر ہیں آپ نے بکثرت چھوڑیں۔ ۷۱ برس کی عمر پا کر ۲۹ شوال ۱۲۹۱ھ مطابق دسمبر ۱۸۷۴ء بروز جمعہ اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ میر خورشید علی نفیس و میر سلیس و میر رئیس صاحبزادے چھوڑے جن میں میر نفیس نے بھی مرثیہ گوئی میں کافی شہرت حاصل کی تھی۔ اب ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

انیس شاملو : یول قلی بیگ نام۔ شہزادہ ابراہیم مرزا کا جو شاہ اسمٰعیل صفوی کا پوتا تھا دوست اور مصاحب تھا اور اسی وجہ سے اس نے اپنا تخلص انیسی کیا تھا۔ جب کہ عبداللہ خاں ازبک نے ہرات پر قبضہ کیا اس نے اپنی فوج میں اشتہار دیا کہ انیسی کی جان بخشی کی جائے اور اس کی خوب عزت کی جائے۔ وہ ہندوستان آیا اور پچاس ہزار تنخواہ اور جاگیر حاصل کی۔ وہ ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ میں برہان پور میں فوت ہوا۔ اور ایک دیوان اور ایک مثنوی موسوم بہ محمود و ایاز چھوڑی۔

اوج : مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر مرحوم۔ عربی میں فارغ التحصیل۔ فن عروض میں کامل تھے۔ چنانچہ اس فن میں ان کا ایک رسالہ بھی شایع ہو چکا ہے۔ مرثیہ گوئی میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے۔ ایک مرتبہ اپنے اجداد کے وطن دہلی میں قاضی حوض کے متصل اپنا قدیم مکان تلاش کرنے کے لیے گئے تھے مگر وہ محلہ ہی امتداد زمانہ سے بے نشان ہو چکا تھا اس لیے پتا نہ چل سکا۔ نہایت خلیق و زندہ دل تھے۔ رئیسہ عظیم آباد کے اوقاف سے دو ہزار روپے سالانہ مقرر تھا۔ اپنے وطن لکھنؤ میں بعمر ۷۰ سال ۱۹۱۷ء میں انتقال کیا۔

اوحد الدین کرمانی : (شیخ) حامد تخلص۔ ہمعصر شیخ سعدی شیرازیؒ۔ حضرت شیخ رکن الدین کے مرید تھے۔ شیخ صدر الدین علی یمنی اور حضرت شیخ اوحد الدین اصفہانی آپ کے مشہور مریدین میں گزرے ہیں۔ حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ مستنصر باللہ خلیفۂ بغداد کے وقت میں تھے۔ اور ۶۹۷ھ مطابق ۱۲۹۸ء میں بمقام بغداد انتقال کیا۔ کتاب ''مصباح الأرواح'' آپ کی تصنیف سے ہے۔

اوحد الزماں : صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اول یہودی تھے لیکن آخر میں مسلمان ہو گئے تھے۔ خلفائے عباسیہ میں سے (مستنجد باللہ) کے طبیب تھے۔ آپ کی تصانیف سے چند کے یہ نام ہیں:
المعتبر، اختصار التشریح لجالینوس، مقالۃ فی سبب ظہور الکواکب لیلاً و اختفأ نہاراً، رسالہ فی العقل و ماہیتہ وغیرہ۔

اوحد سبزواری خواجہ : خواجہ فخر الدین کا تخلص ہے۔ سبزوار میں بزمرہ اطباء و منجمین و شعراء اچھی شہرت حاصل تھی۔ ۱۴۶۳ء م ۸۶۸ھ میں ۸۱ سال قمری کی عمر میں فوت ہوا۔ فارسی میں ایک دیوان چھوڑا جس میں غزلیں اور قصاید وغیرہ شامل ہیں۔

اوحدی : شیخ معین الدین محمد نام۔ سادات حسینی سے ہیں۔ آپ کا اصل وطن بلبان ہے وہاں سے ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۳ء میں بزمانۂ شاہ طہماسپ قزوین اور وہاں سے شیراز ہوتے ہوئے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں دکن پہنچے۔ آپ صوفی باکمال ہونے کے ساتھ ہی شاعر کامل الفن تھے۔ کلام تصوف میں ڈوبا ہوا ہے۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت کی اور منصب اعلیٰ پر ممتاز فرمایا۔ ۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۱ء بمقام حیدر آباد وفات پائی اور دائرہ میر میں دفن ہوئے۔

اوحدی : شیخ اوحد الدین ساکن اصفہان کا تخلص ہے۔ ایک مشہور ایرانی شاعر تھا۔ کتاب جام جم کو نظم کیا جو تصوف کی کتاب ہے جس کو اس نے کتاب حدیقہ سنائی کے جواب میں لکھا تھا۔ غزلوں کا ایک دیوان چھوڑا۔ ارغوں خاں شاہ تاتار نے اس کو فیاضی کے ساتھ انعام دیا تھا۔ وہ اوحد الدین کرمانی کا شاگرد تھا اور ۱۳۳۷ء مطابق ۷۳۸ھ میں فوت ہوا۔ اور مقام مراغہ واقع تبریز میں دفن ہوا۔

اودھم بائی : ایک ہندو عورت۔ شاہنشاہ محمد شاہ کی بیگم تھی جس کے بطن سے احمد شاہ پیدا ہوا تھا۔ احمد شاہ کے تخت نشیں ہونے پر اودھم بائی کو نواب بائی، نواب قدسیہ اور صاحب زمانی کے خطابات عطا ہوئے اور اودھم بائی کا بھائی مان خان معتقد الدولہ کے خطاب کے ساتھ شش ہزاری کے منصب پر مقرر ہوا۔

اودے سنگھ راٹھوری : عام طور سے موٹا راجہ کے نام سے مشہور ہے۔ جودھپور مارواڑ کے رائے مالدیو کا لڑکا تھا۔ اس نے بادشاہ اکبر کی ملازمت کی۔ ۱۵۸۶ء مطابق ۹۹۴ھ میں اس کی لڑکی بالمتی معروف بہ جودھا بائی کی شادی شہزادہ سلیم (جو بعد کو جہانگیر بادشاہ ہوا) کے ساتھ ہوئی۔ بادشاہ شاہجہاں اسی کے بطن سے پیدا ہوا۔ اودے سنگھ کے حال پر شاہنشاہ اکبر بے حد مہربان تھا۔ جاگیر و مناصب اعلیٰ ترین اس کو عطا ہوئے۔ جودھپور جو اس کا وطن تھا اس کو دیا گیا۔ وہ اب تک اس کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ ۱۵۹۴ء مطابق ۱۰۰۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی چار بیبیاں ستی ہو گئیں۔

اُدے سنگھ رانا : چتور کے رانا۔ مشہور رانا سنکا بابر کے حریف کا لڑکا تھا۔ یہ فطرۃً کمزور واقع ہوا تھا۔ شاہنشاہ اکبر نے اس کے زمانے میں مارچ ۱۵۶۸ء مطابق شعبان ۹۷۵ھ میں چتور کا قلعہ فتح کیا تھا۔ اس کے لڑکے رانا پرتاپ نے شہر اودی پور کی بنیاد ڈالی اور اس کو اپنا پائے تخت بنایا جو اب تک موجود ہے اور اس کی نسل کے قبضے میں چلا آتا ہے۔ رانا پرتاپ سنگھ ۱۵۹۵ء مطابق ۱۰۰۴ھ میں مر گیا۔ امر سنگھ اس کا لڑکا جانشیں ہوا۔

اورخاں : عثمان کا بیٹا اور امیر طغرل کا پوتا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد بمقام بروصہ ۱۳۲۷ء میں اپنے بڑے بھائیوں کو تباہ کرنے کے بعد ترکی سلطنت کا مالک ہوا۔ اس نے باپ کے مقبوضات میں بہت اضافہ کیا اور پیدل فوج کا ایک دستہ بنایا۔ اس کو جاں نثاروں کے نام سے موسوم کیا جس کا وجود بعد کو یورپ کے لیے وبال جان ہو گیا۔ وہ ۱۳۵۹ء مطابق ۷۶۰ھ میں مر گیا اور مراد اول اس کا لڑکا جانشیں ہوا۔

اورنگ آبادی بیگم : شاہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کی ایک بیگم تھی جس کا نام رابعہ دورانی ہے۔ ان کا مقبرہ اورنگ آباد میں اب تک موجود ہے جو تاج محل کے نمونہ پر تعمیر ہوا ہے۔

اورنگ زیب : (عالمگیر ملاحظہ ہو)۔

اوس : اور خزرج دو بھائی یمن کے رہنے والے خاندان

قحطان سے تھے۔ یمن میں جب مشہور سیلاب جس کو سیل عرم کہتے ہیں آیا تو یہ دونوں بھائی یمن سے نکل کر مدینے میں آباد ہوئے۔ تمام انصار انھیں کی اولاد سے ہیں۔

اوگرسین راجہ : کہا جاتا ہے کہ سلطان سکندر لودی سے کئی صدی پہلے اس نے آگرے میں حکومت کی اس کے بعد آگرہ بیانہ کا ایک گاؤں ہوگیا۔ بیانہ راجہ بین سے جو وہاں کا راجہ تھا موسوم ہوا تھا۔

اونک خاں یا اونگ خاں : مغل یا مشرقی تاتار کے کرت نسل کا مغل شہزادہ تھا۔ عیسائی مذہب قبول کیا اور ملک یوحنا کے نام سے مشہور ہوا۔ اس شہزادے کا نام رابرٹ رکھا گیا۔ اس کی سلطنت چنگیز خاں نے ۱۲۰۲ء مطابق ۵۹۹ھ میں چھین لی۔ بعض مصنفین نے اس کو اونت خاں تحریر کیا ہے۔ نہایت مقتدر بادشاہ تھا اور بڑا حصہ تاتار کا اس کا باجگزار تھا۔

اویس جلایر سلطان : اپنے باپ امیر حسن بزرگ کی بجائے ۱۳۵۶ء مطابق رجب ۷۵۷ھ میں بادشاہ بغداد ہوا اور تقریباً ۱۹ قمری سال سلطنت کرنے کے بعد بروز سہ شنبہ ۱۰/اکتوبر ۱۳۷۴ء مطابق ۲ جمادی الاول ۷۷۶ھ کو انتقال کیا۔ اس کا لڑکا سلطان حسین جلایر جانشیں ہوا۔

اویس قرنی خواجہ : حضور رسول خدا کے عاشق نادیدہ۔ صاحب معرفت بزرگ تھے۔ جو لوگ ان کے پاس جاتے تھے ان سے فرماتے تھے کہ اگر طالب خدا ہو تو تم کو میرے پاس آنے سے کیا فائدہ۔ اور اگر تم طالب خدا نہیں ہو تو مجھ کو تم سے کیا کام۔ یمن کے رہنے والے قبیلہ قرن سے تھے۔ حضرت علی اور امیر معاویہ کے باہم جو لڑائی ہوئی تھی اس میں ۳۷ھ م ۶۵۷ء میں شہید ہوئے۔

اہلیا بائی : مادھوراؤ پیشوا کی بیوی تھی۔ شاہ عالم کے عہد میں آگرے میں جمنا کے کنارے بسنان گھاٹ کے نام سے ایک گھاٹ بنایا جو قلعے کی خندق سے دارا شکوہ کے محل تک لمبا تھا۔

اہلیا بائی : کھانڈے راؤ کی بیوی تھی۔ کھانڈے راؤ ۱۷۵۴ء میں سورج مل جاٹ کے ہاتھ سے ڈیگ کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا لڑکا مالی راؤ ۱۷۶۶ء میں گدی نشیں ہوا۔ ۹ ماہ کے بعد مرگیا۔ یہ عورت قابل اور جری تھی۔ اس نے ٹوکاجی کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کیا اور وہی راج کا مالک ہوا۔

اہلی شیرازی : مولینا شاہ اسمٰعیل صفوی کی ملازمت میں تھے۔ وطن شیراز تھا۔ اکثر کتابیں لکھیں جن میں سے سحر حلال، شمع و پروانہ، رسالہ نغز، ساقی نامہ، فوائد الفوائد مشہور ہیں۔ ۱۵۳۵ء مطابق ۹۴۲ھ میں وفات پائی۔ شیراز میں آپ حافظ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

ایاز : سلطان محمود غزنوی کا غلام تھا۔ لیکن نہایت معتمد۔ جواہر خانہ اس کے سپرد تھا۔ جب وہ وہاں جاتا اپنا غلامی کا لباس جو اس نے محفوظ رکھا تھا پہن لیتا۔ درباری اس سے رشک کرتے تھے۔ ایک دن سلطان کو اطلاع دی کہ خدا معلوم ایاز تنہا جواہر خانے میں جا کے کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے اس معمے کو حل کرنا چاہا اور اپنی آنکھوں سے ایاز کے اس تبدیل پوشاک کے واقعہ کو دیکھا۔ وجہ دریافت کی۔ جواب ملا کہ میں اپنی پہلی حالت کو روزانہ یاد کرلیتا ہوں تاکہ غرور سر میں نہ سما جائے۔ بادشاہ اس پر خوش ہوا اور مراتب و مناصب میں ترقی کی۔

ایزد بخش مرزا : رسا تخلص۔ آصف خاں جعفر بیگ وزیر جہانگیر کا پوتا۔ پہلے شاہزادہ اعظم شاہ کی ملازمت میں تھا۔ پھر شاہ عالمگیر نے اپنا منشی مقرر کیا۔ فرخ سیر

کے عہد میں معزول ہوا۔ اور افشائے راز کے الزام میں فرخ سیر نے اس کو ۱۷۱۳ء مطابق ۱۱۲۵ھ میں قتل کرا دیا۔ اس کی قبر آگرہ کالج کے احاطہ میں اب تک موجود ہے۔

ایشرداس : قوم ناگر پٹن کا باشندہ تھا۔ بچپن سے ۳۰ سال کی عمر تک وہ قاضی شیخ الاسلام ابن عبدالوہاب کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم کرتا رہا۔ شجاعت خاں حاکم گجرات کی وساطت سے جودھپور کا امین مقرر ہوا۔ اس نے ''فتوحات عالمگیری'' نام کی ایک بڑی تصنیف اپنی یادگار چھوڑی۔

ایشور چند : (ودیا ساگر) ٹھاکر داس کے بیٹے۔ وطن قریب کلکتہ۔ پیدائش ستمبر ۱۸۲۰ء۔ سنسکرت کا عالم۔ ودّیا ساگر (بحر العلوم) سے مخاطب کیے جاتے تھے۔ عقد بیوگان کے حامی تھے۔ ۱۸۵۶ء میں انھیں کی تحریک سے گورنمنٹ نے عقد بیوگان کو قانوناً جائز ٹھہرایا۔ ۶۰ سال سے زائد عمر پا کر ۲۹ر جولائی ۱۸۹۱ء کو انتقال کیا۔ ان کی اکثر تصانیف ہیں مگر زیادہ مشہور شکنتلا، سیت بن باس (سیتا کی جلاوطنی)، بھرتی ولاس وغیرہ ہیں۔

ایشری سنگھ : اپنے باپ راجہ جے سنگھ سوامی والیٔ جے پور کا ۱۷۴۳ء میں جانشیں ہوا۔ اور ۱۷۶۰ء میں فوت ہوا۔ اس کا پسر مادھو سنگھ راجہ ہوا۔

ب

باب : مذہب بابی کے بانی۔ اصل نام سید علی محمد۔ بعض نے غلطی سے محمد علی لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ۱۸۱۹ء میں بمقام شیراز پیدا ہوئے۔ ۱۸۴۴ء تک بوشہر میں رہے۔ دوران قیام بوشہر میں انھوں نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ میں ایک غائب اور بزرگ شخص تک پہنچنے کا دروازہ ہوں۔ (دروازہ کے لیے انھوں نے لفظ باب استعمال کیا اور آخر میں وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ اسی سبب سے ان کے مذہب کا نام بابی مذہب ہوا) امام مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی ایک کتاب موسومہ بیان مشہور ہے جس کو وہ منزل من اللہ کہتے تھے۔ بوشہر چھوڑ کر مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ اور وہاں بھی اپنا دعویٰ پیش کیا۔ حکومت ان کے خلاف ہو گئی۔ گورنر شیراز نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کے حکم سے گرفتار ہو کر وہ شیراز آئے اور وہاں سرسری تحقیقات کے بعد ضمانت پر رہا کر دیے گئے۔ وہاں سے اصفہان آئے یہاں کے قیام کے زمانہ سے ان کی قید کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ مہریق اور ماکو وغیرہ میں چھ سال تک قید رہے۔ ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان آذربائجان کے دارالخلافہ میں قتل کیے گئے۔ ان کے بعد پیروان باب میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک پرانے عقیدوں کو باب کے تعلقات سے مطابق کرنا چاہتا تھا اور دوسرا گروہ ان کی تعلیمات پر بلا لحاظ اس کے کہ وہ عقائد قدیم کے مطابق ہیں یا خلاف عمل کرنے کے حق میں تھا۔ اس اختلاف کو رفع کرنے کی غرض سے باب کے سر برآوردہ مریدوں نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی۔ چنانچہ بہاء اللہ اور قرۃ العین کی کوششوں سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس مذہب کو نئے اصولوں پر چلایا جائے۔ اسی بنا پر باب کے بعد یہ مذہب بہاء اللہ کی سرکردگی میں ترقی کرتا رہا۔ (ملاحظہ ہو بہاء اللہ)۔

بابا : ایک ترکی مفتری تھا۔ ۱۲۶۰ء میں پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ بہت لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس نے اناطولیہ کو برباد کیا۔ آخر کار مغلوب ہوا اور اس کا فرقہ تتر بتر ہو گیا۔

بابا : فغانی شیرازی۔ ایرانی شاعر کا نام ہے جو سلطان یعقوب بن اذن حسن تبریزی کا ملازم تھا۔ ۱۵۱۹ء مطابق ۹۲۵ھ میں بمقام مشہد وفات پائی۔ چھ ہزار اشعار کا دیوان چھوڑا۔

بابا افضل : کاشانی۔ افضل الدین محمد کاشان کا باشندہ۔ سلطان محمود غزنوی کا مقرب، مصاحب اور فاضل شاعر تھا۔ رباعیات بہت لکھی ہیں اور دیگر تالیفات بھی ہیں۔

بابا چٹو : لاہوری ریشم کا سوداگر۔ نہ لکھا نہ پڑھا مگر عبداللہ چکڑالوی کا جس نے اپنے آپ کو اہل قرآن مشہور کر کے حدیث رسول اللہ کو کالعدم کرنے کی کوشش کی بڑا حامی اور مددگار تھا۔ خدا کی قدرت ہے۔ جاہل اور نیا مذہب۔ ۳۰ نومبر ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا۔

باباسودائی : (سودائی ملاحظہ ہو)۔

باباشرف الدینؒ : آپ کا مولد عراق اور بقول بعض سبزوار تھا۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ سہروردی یا حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ تھے۔ سلاطین خلجیہ کے زمانے میں عراق عرب سے ہند اور وہاں سے دکن میں تشریف لائے اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر جو حیدرآباد سے جانب غرب چار میل پر ہے فروکش ہوئے۔ آپ نے اپنے خرق عادات و حسن اخلاق کے ذریعہ دکن میں دین اسلام کی اشاعت کی۔ ۱۹ رشعبان ۶۸۷ھ م ۱۲۸۸ء کو وصال ہوا۔ اسی چوٹی پر مزار شریف مرجع خلائق ہے جو پہاڑی شریف سے موسوم ہے۔ آپ کی رحلت کا مادہ تاریخ ''آہ بابا شرف الدین'' ہے۔ ریاست حیدرآباد سے مصارف درگاہ کے لیے معقول وظیفہ مقرر ہے۔

باباشہاب الدین : آپ باباشرف الدین قدس سرہٗ کے بھائی اور حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلاطین خلجیہ کے زمانے میں دکن آئے اور ایک پہاڑی پر جو حیدرآباد سے تیرہ میل کے فاصلے پر ہے قیام فرمایا۔ نواب امیر کبیر فخر الدین خاں شمس الامراء بہادر نے اس پہاڑی کے دامن میں ایک قصبہ آباد کر کے شمس آباد کے نام سے موسوم کر دیا۔ آپ مدۃ العمر وہیں قیام پذیر رہے اور فیوض ظاہری و باطنی سے اکثر کفار و مشرکین کو راہ راست پر لائے۔ آپ مقبول الدعا تھے۔ ۲۱ رمحرم ۶۹۱ھ م ۱۲۹۱ء کو رحلت فرمائی اور جائے قیام پر ہی مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خلایق ہے۔ پائیگاہ آسماں جاہی سے سالانہ عرس دھوم کے ساتھ ہوتا ہے۔

باباعیسیٰ : یاعیسیٰ لنگوٹ بند۔ ایک خدا رسیدہ فقیر تھے۔ ان کا مزار ٹھٹھ میں ہے۔ مزار پر ۱۵۱۴ء مطابق ۹۲۰ھ کندہ ہے۔

بابافخر الدین : آپ کا لقب گنج الاسرار گاہ مست گاہ ہشیار تھا۔ آپ سید حسین بن سلطان ابوالقاسم الحسینی السیستانی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے سلطنت ظاہری و باطنی آپ کو عنایت کر دی۔ اور خود حکومت ظاہری سے دستکش ہو گئے۔ آپ تمامی علوم ظاہری و باطنی میں صاحب کمال تھے۔ آپ حضرت بابا سید مظہر ولی طبل عالم مدراسی کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے خرق عادات بیشمار ہیں۔ ۱۷ رجمادی الثانی ۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء کو رحلت فرمائی۔ پیلکنڈہ ضلع مدراس میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلایق ہے۔ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔ شاہان سلف کی مقرر کی ہوئی جاگیر بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی آپ کی درگاہ کے متعلق ہے۔

بابر : بن عمر شیخ مرزا ولد سلطان ابوسعید مرزا پسر سلطان محمد مرزا فرزند سلطان میران شاہ خلف امیر تیمور۔ پورا نام ظہیر الدین محمد بابر تھا۔ مغل بادشاہان دہلی کا مورث

اعلیٰ تھا۔ ننھیال کی طرف سے اس کا سلسلہ چنگیز خاں سے ملتا ہے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے منگول اور ترک فاتحین سے اس کو نسبت حاصل تھی۔ پیدائش ۶ رمحرم ۸۸۸ھ مطابق ۱۴۸۳ء۔ ۱۴۹۴ء میں اپنے باپ کے مرنے پر حکومت فرغانہ کا مالک ہوا۔ اس موروثی حکومت پر قبضہ و تسلط رکھنے کے لیے اسے مختلف لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ رفتہ رفتہ اس نے کابل اور قندھار کو بلا کسی مجادلے کے فتح کر لیا۔ کابل وغیرہ پر ۲۲ سال حکومت کرنے کے بعد اس نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھائے۔ پانی پت کی مشہور لڑائی سے قبل جس میں اس نے ۱۵۲۶ء میں محمد ابراہیم لودی کو شکست دے کر ہندوستان میں عظیم الشان سلطنت مغلیہ کی بنا ڈالی پنجاب پر چار حملے اور بھی کیے۔ بابر نہ صرف اہل سیف تھا بلکہ اہل قلم بھی تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے حالات میں ایک مبسوط کتاب تزک بابری کے نام سے ترکی زبان میں لکھی جس سے اس کے مذاق زبان دانی اور وقائع نگاری کی خداداد قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔ وہ ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ فتح ہندوستان کے بعد ۵ سال تک وہ ہندوستان میں رہا۔ ۱۵۳۰ء م ۹۳۹ھ ۴۸ سال کی عمر میں بمقام آگرہ وفات پائی اور وہیں اس کی نعش روشن باغ میں جس کو اب آرام باغ کہتے ہیں سپرد خاک کی گئی اور چھ ماہ کے بعد نعش کو کابل میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ شاہجہاں کے عہد میں اس کا روضہ تعمیر ہوا۔ ہمایوں بادشاہ اس کا بیٹا اور جانشیں تھا۔

بابر سلطان : ابوالقاسم مرزا بایسغر کا لڑکا اور شاہ رخ مرزا کا پوتا۔ مرزا الغ بیگ اور اس کے لڑکے عبداللطیف کی وفات کے بعد جنوری ۱۴۵۲ء مطابق ۸۵۵ھ میں یہ اپنے بھائی سلطان محمد کے قتل میں کامیاب ہوا۔ اور خراسان اور ملحقہ ممالک میں اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے مرنے سے چند مہینے پہلے ۱۴۵۶ء مطابق ۸۶۰ھ میں دُمدار ستارہ ظاہر ہوا جس سے خراسان کے لوگوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ بروز سہ شنبہ بتاریخ ۲۲ رمارچ ۱۴۵۷ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۸۶۱ھ بمقام مشہد وفات پائی۔ اس کی وفات کے بعد مرزا ابوسعید جو بابر شاہ دہلی کا دادا تھا خراسان پر قابض ہو گیا۔

بابک : اردشیر بابکان کے باپ کا نام ہے (اردشیر ملاحظہ ہو)۔

بابک : یہ ایک مکار شخص تھا جو مدعیان نبوت میں سے گزرا ہے۔ ۸۱۶ء مطابق ۲۰۱ھ میں سب سے پہلے بحیثیت ایک پیمبر کے نمودار ہوا۔ اس کی تعلیمات کی تفصیل معلوم نہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہب ان تمام مذاہب سے جو اس وقت ایشیا میں رائج تھے مختلف تھا۔ آذربائجان اور عراق عرب میں اس نے بہت سے پیرو جمع کیے اور اس قدر طاقت والا ہو گیا کہ خلیفہ المامون سے جنگ کی اور خلیفہ کی فوج کو اکثر شکست دی۔ خلیفہ المعتصم کے شروع زمانے میں یہ شخص انتہا درجہ کا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ خلیفہ نے اس کے استیصال کے واسطے حیدر ابن کاؤس عرف افشین کو جو ترکی نژاد تھا بھیجا۔ اس نے بابک کو بڑی خونریزی کے بعد شکست فاش دی اور کم سے کم پہلے مقابلے میں ساٹھ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ دوسرے سال ۸۳۵ء مطابق ۲۲۰ھ میں بابک کو اس سے بڑی شکست ہوئی اور تقریباً ایک لاکھ آدمی قتل اور قید ہوئے۔ اس شکست کے بعد بابک پہاڑی کی طرف بھاگ گیا اور اس طرح سے قلع بند ہوا کہ افشین ۸۳۷ء مطابق ۲۲۲ھ

تک اس کو فتح نہ کرسکا۔ اسی سال میں افشین نے اس سے عفو کا وعدہ کیا اور وہ مطیع ہو گیا۔ افشین نے اس پر قابو پاتے ہی اس کے ہاتھ پیر اور آخر کار سر کٹوا دیا۔

بابک نے ۲۰ سال سے زائد خلفاء کی مخالفت کی اور اس زمانے میں ڈھائی لاکھ آدمیوں کا قتل وخون کیا اور اس کا یہ عمل تھا کہ مسلمانوں یا ان کے اتحادیوں میں سے مرد عورت یا بچے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا تھا۔

بابویہ یا ابن بابویہ کا باپ تھا۔ (ملاحظہ ہو ابوالحسن علی بن الحسن القمری)۔

باجی بائی : اس کو بیجابائی بھی کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو بیجابائی)۔

باجے راؤ اوّل : اکتوبر ۱۷۲۰ء میں تخت نشیں ہوا۔ اس کے باپ کا نام بالاجی راؤ بشواناتھ پیشوا تھا۔ ۲۸/اپریل ۱۷۴۰ء مطابق ۱۲/صفر ۱۱۵۳ھ کو فوت ہوا۔ تین لڑکے چھوڑے۔ بڑا لڑکا بالاجی باجے راؤ اس کا جانشیں ہوا۔ دوسرے کا نام رگھوناتھ راؤ عرف رگھوبا تھا۔ جس کا انگریزوں سے بہت کچھ تعلق رہا۔ تیسرا لڑکا شمشیر بہادر تھا۔ اس خاندان کا سب سے آخری پیشوا رگھوبا کا بیٹا باجے راؤ ثانی ہوا۔

باجے راؤ ثانی پیشوا : آخر پیشوا رگھوبا یا رگھوناتھ راؤ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ شیرخوار پیشوا مادھوراؤ کا جانشیں ہوا تھا جو یکایک ماہ اکتوبر ۱۷۹۵ء میں فوت ہوا تھا۔ مادھوراؤ کے عہد میں باجی راؤ اور اس کا بھائی چمپاجی جونیر کے قلعے میں قید رہے تھے جو پونا کے قریب ہے۔ مادھو راؤ کی وفات کے بعد چمپا جی جانشیں ہوا۔ لیکن جلد معزول کر دیا گیا۔ دولت راؤ سندھیا نے بتاریخ ۲/دسمبر ۱۷۹۶ء باجی راؤ کو جلسہ عام میں پیشوا مشتہر کیا۔ ماہ مئی ۱۸۱۸ء میں منجانب سرکار ایک اشتہار جاری ہوا۔ جس کے ذریعہ سے باجی راؤ کو بہ علت بغاوت معزول اور پرتاپ سنگھ نراین راجہ ستارہ کو قید سے رہا کیا گیا اور ملک پونا کا ایک حصہ اس کی پرورش کے واسطے عطا کیا گیا۔ باجی راؤ نے مجبوراً اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ انگریزوں نے ۳/جون ۱۸۱۸ء کو آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ اس کی پنشن مقرر کر دی۔ وہ کانپور کے قریب بٹھور میں ماہ دسمبر ۱۸۵۲ء میں فوت ہوا۔ ڈھونڈو پت اس کا پسر متبنّیٰ جو نانا صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کا جانشیں ہوا۔ یہ ہی نانا صاحب ۱۸۵۷ء میں باغی ہو گیا تھا۔

بادشاہ بانو بیگم : جہانگیر بادشاہ دہلی کی بیگم تھی۔ ۱۶۲۰ء مطابق ۱۰۲۹ھ میں فوت ہوگئی۔

باذل : رفیع خاں باذل ملاحظہ ہو۔

باربد : ایک مشہور ایرانی گویا تھا۔ خسرو پرویز شاہ ایران کے دربار میں گانے کا استاد تھا۔ اس نے ایک راگ موسومہ اورنگی ایجاد کیا اور اپنے نام پر ایک باجہ بنایا تھا جس کا نام بربد یا بربط تھا۔

باربک بن بہلول لودی شاہ دہلی۔ (ملاحظہ ہو حسین شاہ شرقی)۔

باربک شاہ پوربی بن ناصر شاہ اپنے باپ کی جگہ بنگال کے تخت پر ۱۴۵۸ء میں بیٹھا۔ اس نے ۱۷ سال حکومت کی اور ۱۴۷۴ء مطابق ۸۷۹ھ میں فوت ہوا۔

بارزی بن عبدالرحیم ایک عربی مصنف تھا جس نے ایک کتاب اسرار التنزیل لکھی تھی۔ وہ ۱۳۳۷ء مطابق ۷۳۸ھ میں فوت ہوا۔ یہ مصنف وہی شخص معلوم ہوتا ہے جو کہ بازری بھی لکھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خواب میں اسے حضور سرورِ عالمؐ کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور اس خواب میں حضور نے اس کو مرض جذام سے شفایاب ہونے کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ اس مرض سے

شفا پانے کے بعد بطور اظہار تشکر اس نے نعت نبویؐ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کا ہر شعر "م" پر ختم ہوتا ہے۔ یہ قصیدہ کتاب الدرایت کے نام سے مشہور ہے۔

باز بہادر : اس کا اصل نام ملک بایزید تھا۔ شجاع خاں اپنے باپ کے بجائے ۱۵۵۴ء م ۹۶۲ھ میں حاکم مالوہ ہوا۔ تخت نشین ہونے پر سلطان باز بہادر کا لقب اختیار کیا۔ اور مالوے کے چند شہروں پر جو اس وقت تک خودمختار تھے قبضہ کر لیا۔ وہ اپنے وقت کی ایک شاعرہ روپ متی پر عاشق تھا۔ اس کے عشق کی کہانی نے اس قدر شہرت پکڑی کہ اس کے بعد تک یہ قصہ گیتوں میں گایا گیا۔ اس نے سترہ برس حکومت کی اور جبکہ ۱۵۷۰ء م ۹۷۸ھ میں اکبر نے ملک مالوہ کو سلطنت دہلی میں شامل کیا وہ معزول ہوا اور بادشاہ نے اس کو اپنے یہاں دو ہزار سواروں کی فوج کا کمانیر مقرر کر لیا۔ باز بہادر اور اس کی معشوقہ روپ متی کی قبر بمقام اجین ایک تالاب کی وسط میں واقع ہے۔

باز بہادر : یہ شاہزادہ سلاطین مالوہ میں سے تھا۔ سارنگ پور دارالسلطنت تھا۔ اکبر نے فتح کر کے خراج گزار بنایا۔ سارنگپور ضلع پنواڑ میں عالی شان مقبرہ ہے۔

باز خاں : بہادر شاہ کے عہد کا امیر تھا۔ اعظم شاہ کے مقابلے میں جو لڑائی دھول پور کے نزدیک ہوئی اس میں ۸ رجون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۰۰ھ کو مارا گیا۔

باسطی : رسالہ باسطی کا مصنف ہے جس میں شعراء کے حالات درج ہیں۔

باسوس : ایک عربی عورت کا نام ہے جس سے حرب باسوس منسوب ہے۔ ایام جاہلیت میں یہ لڑائی صرف اس وجہ سے واقع ہوئی تھی کہ اس عورت کے اونٹ کے پاؤں سے ایک مرغی کا انڈا ٹوٹ گیا تھا۔ انڈے کے مالک نے اونٹ کو تیر سے زخمی کر دیا۔ اس پر جانبین کے دو قبیلے برسرپیکار ہوئے اور چالیس سال تک یہ جنگ جاری رہی۔

باقر : محمد باقر علی خاں کا تخلص ہے جو سلطان محمد شاہ کے عہد میں تھا۔ اس نے ایک مثنوی رموز الطاہرین ۱۷۲۶ء مطابق ۱۱۳۹ھ میں تصنیف کی اور ۱۷۳۲ء مطابق ۱۱۴۵ھ میں ایک کتاب گلشن اسرار تصنیف کی۔ اس کے علاوہ ایک دیوان اور نظم مراۃ الجمال بھی یادگار چھوڑی۔

باقر : (امام) ملاحظہ ہو محمد باقر امام۔

باقر خاں : سلطان شاہجہاں کے دربار کا امیر تھا۔ حاکم الہ آباد مقرر ہوا۔ وہیں ۱۶۳۷ء مطابق ۱۰۴۷ھ میں فوت ہو گیا۔ اسی سال خان زمان بہادر کا دولت آباد میں انتقال ہوا۔

باقر خاں نجم ثانی : عہد شاہجہاں کا ایک امیر تھا۔ نہایت آزاد خیال۔ شعر وسخن کا شائق اور خود بھی صاحب دیوان شاعر تھا۔ ۱۶۴۰ء مطابق ۱۰۵۰ھ میں فوت ہوا۔ لیکن صاحب مآثر الامرا تاریخ وفات ۱۶۳۷ء مطابق ۱۰۴۷ھ لکھتے ہیں۔

باقر کاشی : خرد تخلص۔ ظہوری کا ہمعصر تھا جو تقریباً ۱۶۰۰ء میں گزرا ہے اور ایک دیوان کا مصنف ہے۔

باقلانی : کتاب اعجاز القرآن کا مصنف تھا۔ (ملاحظہ ہو ابوبکر باقلانی)۔

باقی : ان کا نام راجہ گردھاری پرشاد خطاب محبوب نوازونت راجہ بنسی بہادر تھا۔ سنسکرت، اردو، فارسی کے ماہر اور عربی سے بھی واقف تھے۔ دولت آصفیہ کے سررشتہ دار تھے۔ شعر وسخن سے دلی رغبت تھی۔ فارسی اردو دونوں زبانوں سے ذوق تھا۔ ارباب کمال کے قدردان تھے۔ مرزا داغ مرحوم کے قیام حیدرآباد میں

انھیں کی زبردست سعی تھی۔ ایک دیوان اردو موسوم بہ بقائے باقی کے علاوہ اور بھی پندرہ سولہ کتابیں نظم ونثر میں آپ کی مصنفہ طبع ہو چکی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں انتقال کیا۔

باقی باللہ : (خواجہ) بن قاضی عبدالسلام خاندان نقشبندیہ میں خواجہ امکنی کے خلیفہ۔ جلیل القدر علماء میں صاحب تصانیف گزرے ہیں۔ چالیس سال کی عمر پائی۔ ۲۶؍جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ تاریخ وفات ہے۔ بمقام دہلی متصل قدم شریف مدفون ہیں۔

باقی خاں : سلطان شاہجہاں کے دربار کا ایک سردار تھا جس کو سلطان نے آگرہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ عہد شاہجہاں کے چوبیسویں سال وہ ڈیڑھ ہزار کے منصب پر ممتاز ہوا۔ اور عہد شاہجہاں کے انچاسویں سال بھی وہ قلعہ آگرہ کا حاکم تھا۔ اس کے دوسرے سال میں دو ہزار کا منصب پایا۔

باقی محمد خاں : (کوکہ) ادھم خاں بن ماہم ان کا سب سے بڑا بھائی تھا اور اکبر بادشاہ کے عہد میں سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ وہ گڑھ کٹکا میں جہاں اس کے پاس ایک جاگیر تھی ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ میں فوت ہوا۔

بالاجی باجی راؤ : جس کو بالا راؤ پنڈت پردھان بھی کہتے ہیں۔ باجی راؤ پیشوا اول کا پسر تھا۔ اپریل ۱۷۴۰ء میں اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔ وہ پونا میں تھا جب کہ مرہٹوں اور احمد شاہ ابدالی کے درمیان ماہ جنوری ۱۷۶۱ء میں لڑائی واقع ہوئی۔ لیکن وہ اسی سال ماہ جون میں فوت ہو گیا۔ اس نے تین بیٹے چھوڑے یعنی بسواس راؤ (جو پانی پت کی لڑائی میں مارا گیا)، مادھو راؤ اور نرائن راؤ۔

بالاجی راؤ بشوا ناتھ پیشوا : برہمن خاندان پیشوا کا بانی۔ کوکن میں ایک موضع کا موروثی پٹواری تھا۔ اس کے بعد وہ جادھوں خاندان کے ایک سردار کے یہاں ملازم ہو گیا جہاں سے وہ راجہ ساہو پسر سمبھاجی سردار مرہٹہ کی ملازمت میں چلا گیا۔ اس کی لیاقت کی وجہ سے آخرکار اس کو پیشوا کا عہدہ عطا کیا گیا جو اس وقت میں اس ریاست میں درجہ دوم کا عہدہ تھا۔ ماہ اکتوبر ۱۷۲۰ء میں فوت ہوا۔ باجی راؤ پیشوا اس کا لڑکا جانشیں ہوا۔

بالاس : (ملاحظہ ہو پالاس)۔

بالمتی : (ملاحظہ ہو جودھابائی)۔

بایزید انصاری : افغانی مرشد الموسوم بہ پیر روشن۔ فرقہ روشنیہ کے بانی تھے۔ اپنی روحانی قوت کی وجہ سے انھوں نے افغانستان کے پہاڑوں میں ایک دنیوی حکومت قایم کی اور اس طاقت سے انھوں نے اور ان کے جانشینوں نے شاہان دہلی کی امن کو پراگندہ کر دیا۔ شہنشاہ اکبر کے عہد میں ان کا عروج تھا۔

بایزید اول یلدرم : (برق) اپنے باپ مراد اول کی بجائے ۱۳۸۹ء مطابق ۷۹۱ھ ترکوں کا بادشاہ ہوا۔ اپنے بڑے بھائی یعقوب کو جو دعویدار تخت تھا گلا گھونٹ کر مروا ڈالا۔ بلغاریہ مقدونیہ و تھسلی کو فتح کیا۔ اور شاہ قسطنطنیہ کو باجگزار بنانے کے بعد اس نے تیمور لنگ پر مشرق میں حملہ کیا۔ لیکن اس نے اس میں بروز جمعہ بتاریخ ۲۱؍جولائی ۱۴۰۲ء مطابق ۱۹؍ذی الحجہ ۸۰۴ھ میں کامل شکست کھائی اور قید ہو گیا۔ مغرور فاتح یعنی امیر تیمور نے جب بایزید سے پوچھا کہ اگر تم فاتح ہوتے تو تم کیا کرتے۔ بایزید نے جواب دیا کہ تم کو آہنی قفس میں بند کر دیا جاتا۔ تیمور نے کہا کہ تمھارا بھی یہی حال ہوگا اور حکم دیا کہ اس کو لوہے کے پنجرے میں لشکر کے ساتھ لے چلیں۔ ۸؍مارچ ۱۴۰۳ء مطابق ۱۳؍شعبان ۸۰۵ھ کو تیمور کی قید میں

بایزید نے وفات پائی۔ اس کا لڑکا موسیٰ اس واقعہ کے وقت ساتھ تھا۔ وہ اس کی نعش کو بروصہ لے گیا اور وہاں دفن کیا جبکہ موسیٰ لشکر میں تھا اس کا بھائی سلیمان تخت نشین ہو گیا۔

بایزید بسطامی خواجہ : بسطام کے مشہور ولی تھے اور اصل نام طیفوری تھا۔ اسی وجہ سے بعض ان کو بایزید طیفوری البسطامی بھی کہتے ہیں۔ ان کے دادا گبر تھے بعدۂ مسلمان ہو گئے۔ ان کے دونوں بھائی آدم اور علی تھے۔ وہ بھی انھیں کی طرح عابد و زاہد تھے۔ ۷۷۷ء مطابق ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۸۴۵ء یا ۸۴۸ء مطابق ۲۳۱ھ یا ۲۳۴ھ کے درمیان وفات پائی۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ وہ ۸۷۵ و ۸۷۸ء مطابق ۲۶۱ھ و ۲۶۴ھ کے مابین فوت ہوئے۔ احمد خضرویہ کا جو ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے اور ان کا ایک ہی زمانہ تھا۔

بایزید ثانی سلطان : بادشاہ ترکی۔ اپنے باپ محمد ثانی کی جگہ تخت قسطنطنیہ پر مئی ۱۴۸۱ء مطابق ربیع الاول ۸۸۶ھ میں متمکن ہوا۔ اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دی اور اہل وینس کو صلح طلب کرنے پر مجبور کیا۔ اندرونی نفاق کی وجہ سے اس کا زمانہ پریشان رہا اور اس کے بڑے لڑکے سلیم اول نے دھوکا دے کر اس کو ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵۱۲ء مطابق ۹۱۸ھ میں زہر دیا۔ اس نے ۳۱ سال حکومت کی۔ یہ غیر معمولی قابلیت کا شخص تھا۔ اس نے سلطنت اور علوم کی ترقی میں بہت کچھ حصہ لیا۔

بایزید خاں فوجدار : سرہند میں فرخ سیر نے سکھوں کی بغاوت پر اس کو ان کی سرکوبی کا حکم دیا۔ یہ آمادۂ پیکار ہوا۔ لیکن ایک سکھ نے سردار بندا کے حکم سے اس کو نماز مغرب کے وقت تنہائی میں قتل کر ڈالا اور خود بلا مضرت واپس چلا گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۱۴ء مطابق ۱۱۲۶ھ میں ہوا۔

بایسنغر مرزا : مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور کا بیٹا تھا۔ یہ ذی علم اور شریف شاہزادہ علماء و فضلاء کا بڑا دوست تھا۔ چھ قسم کے خطوں میں لکھنا جانتا تھا۔ اس نے فارسی اور ترکی زبان میں نظمیں بھی لکھی تھیں۔ پیدائش ۱۳۹۹ء م ۸۰۲ھ وفات ۱۴۳۴ء م ۸۳۷ھ بمقام ہرات بعمر ۳۵ سال واقع ہوئی۔

بجے پال : بیانہ کا ایک مشہور راجہ تھا جس کا ذکر ہندوؤں کی قدیم تاریخ اور قصے کہانیوں میں ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دولت طاقت اور وسعت سلطنت کے اعتبار سے یہ راجہ غیر معمولی حکمراں تھا۔ دہلی کے راجہ جمیشر کو جو پرتھی راج کا باپ تھا اسی نے شکست دی تھی اور اس کے بعد وہ کل ہندوستان کا راجہ راجگاں ہو گیا تھا۔ بھرتپور کے جاٹ اپنا سلسلۂ نسب اس راجہ تک پہنچاتے ہیں اور راجہ قرولی بھی اپنے آپ کو اسی کی اولاد بتاتا ہے۔

بجے سنگھ : راجہ ابھے سنگھ کا بیٹا تھا اور مہاراجہ اجیت سنگھ راجہ جودھ پور کا پوتا۔ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۷ھ میں جودھ پور کا راجہ ہوا۔ وہ شاہان مغلیہ سے چالیس سال تک لڑتا رہا۔ آخر کار ڈی بواین فرانسیسی جنرل نے اس کو ۱۷۹۰ء میں شکست دی۔ اس کے سرداروں نے بغاوت کی۔ خاندان میں اندرونی جھگڑے پیدا ہو گئے اور وہ ریاست کو اسی حالت میں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ راجہ مان سنگھ ۱۸۰۴ء میں اس کا جانشیں ہوا۔

بجے سنگھ : پسر راجہ بھگوان داس (ملاحظہ ہو [illegible])۔

بحتری : عرب کا ایک نہایت مشہور شاعر تھا۔ کنیت ابو عبادہ اور نام ولید ہے۔ قبیلہ طے میں سے تھا۔ بقول بعض مورخین وہ ۸۲۱ء مطابق ۲۰۶ھ میں پیدا ہوا۔ خلیفہ مستعین باللہ کے زمانہ میں گذرا ہے۔ ۶۳ سال کی عمر پائی۔ بغداد میں فوت ہوا۔ اس کا دیوان ایک

عربی قصائد کا دیوان ''حماسہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

بحر الحفظ : ابو عثمان بن عمرو کا خطاب ہے۔ اس نے ایک کتاب اخلاق و ادب شہزادگان پر لکھی۔ ۸۶۹ عیسوی مطابق ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

بحر العلوم : مولانا عبدالعلی فرنگی محل لکھنؤ کے مشہور عالم ہیں۔ (ملاحظہ ہو عبدالعلی)۔

بختاور بیگ : گرد شاہ منصور ترکمان ۱۰۰۱ء میں سیستان کا حاکم تھا۔

بختاور خاں : عہد عالمگیر میں ایک امیر تھا۔ (نظیر بختاور خاں ملاحظہ ہو)۔

بخت سنگھ : راٹھور۔ پسر اجیت سنگھ و برادر ابھے سنگھ۔ راجہ جودھ پور ۱۷۵۲ء میں اس کو زہر دیا گیا۔

بختیار خلجی : (ملاحظہ ہو محمد بختیار خلجی)۔

بخشو : ایک گویا تھا جو راجہ بکرماجیت منصور کے دربار میں رہا کرتا تھا۔ لیکن جب بکرماجیت کا تخت جاتا رہا تو وہ کالنجر کے راجہ کیرت کے پاس چلا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس نے گجرات کی ملازمت قبول کی جہاں وہ سلطان بہادر کے دربار میں ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۶ء تک ملازم رہا۔

بخشی بانو بیگم : اکبر اعظم کی ایک بہن تھی۔

بخشی علی خاں : حشمت تخلص تھا۔ بزمانہ صلابت جنگ نواب حیدر آباد ۱۷۵۱ء مطابق ۱۱۶۴ھ میں گزرا ہے۔

بدایونی : (عبدالقادر بدایونی ملاحظہ ہو)۔

بدخشی : فارسی کا شاعر۔ صوبہ بدخشاں کا رہنے والا تھا۔ ۹۰۵ء مطابق ۲۹۴ھ میں خلیفۃ المکتفی کے زمانے میں اس کا عروج ہوا۔ اس کا دیوان یمنی درباریوں کے حالات سے پُر ہیں۔

بدخشی : (مولینا) سمرقندی۔ الغ بیگ مرزا خلف شاہ رخ مرزا کے زمانہ میں تھا۔ اس کی تصنیف سے ایک دیوان ہے۔

بدر چاچی : فخر الزمان نام۔ چاچ کا رہنے والا (تاشقند کا پرانا نام چاچ ہے)۔ سلطان محمد تغلق بادشاہِ دہلی کے زمانہ میں گزرا ہے۔ ۱۳۴۳ء مطابق ۷۴۵ھ کے کچھ دنوں کے بعد فوت ہوا۔ نازک خیال شاعر تھا۔ اس کے قصائد کتابی صورت میں بدر چاچ کے نام سے مطبوع و مشہور ہیں۔

بدر الدین بعلبکی : ایک شامی طبیب تھا۔ کتاب مفرح النفس اس کی تصنیف سے ہے۔

بدر الدین جاجرمی : جاجرمی شیخ سعدی اور شمس الدین محمد صاحب دیوان کا ہمعصر تھا۔ اصفہان میں مسکن تھا۔ ۱۲۸۷ء م ۶۸۶ھ میں وفات پائی۔

بدر الدین سرہندی : ایک فارسی کتاب حضرت القدس کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں حضرت احمد سرہندی کی کرامتیں درج ہیں۔

بدر الدین شاہ ولایت : بدایونی (ملاحظہ ہو شاہ ولأیت)۔

بدر الدین صوفی : بحر الحیات کا مصنف ہے جو علم اخلاق کی ایک مشہور کتاب ہے۔

بدر الدین طیب جی : (جسٹس) پیدائش ۸/اکتوبر ۱۸۴۴ء بمقام بمبئی۔ آپ کے والد کا نام محمد طیب تھا جو عرب سے تجارت کی وجہ سے بمبئی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور طیب جی بھائی میاں کے نام سے مشہور ہوئے۔ بدر الدین طیب جی نے فارسی اردو کی ابتدائی تعلیم کے بعد الفنسٹن اسکول بمبئی میں انگریزی تعلیم پائی۔ پھر لندن میں جاکر انگریزی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۶۷ء میں دوسری مرتبہ ولایت جاکر بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ کونسل کے ممبر رہے۔ ۱۸۸۷ء میں سب سے پہلے انڈین نیشنل کانگریس کے صدر کی

حیثیت سے ہندوستان کے پولیٹکل معاملات پر ایک مدبرانہ ایڈریس دیا۔ ۱۸۹۵ء میں ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ جسٹس طیب جی نے انجمن اسلام بمبئی میں بحیثیت سکریٹری اور پریسیڈنٹ انجمن مذکور مسلمانان بمبئی کی تعلیم اور سوشل اصلاح میں بہت کوشش کی تھی۔ بیسویں صدی کے مسلمان لیڈروں میں وہ نہ صرف اپنی فصاحت تقریر کے لیے مشہور تھے بلکہ ان کے کیریکٹر کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ کسی سوشل اصلاح کے جاری کرنے میں عوام کی طعن و تشنیع کا خوف نہ کرتے تھے۔ چنانچہ مسلمان مستورات کے پردے کی اصلاح میں بمبئی میں انھوں نے سب سے پہلے قدم بڑھایا اور اس اصلاح کو عملی طور پر اپنے خاندان سے شروع کیا۔ ۱۹۰۳ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبئی کی صدارت کی۔ ۱۹ راگست ۱۹۰۶ء کو لندن میں انتقال کیا۔

بدرالدین لولو : موصل کا حاکم تھا۔ اور ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خاں تاتاری کے عہد میں زندہ تھا۔

بدرالدین محمد : بن عبدالرحمٰن الدہری کنز الدقائق پر شرح موسوم بہ مطلب الفائق لکھی جو مقبول عام ہے۔

بدرالدین محمود : ابن القاضی ساوانا کے نام سے مشہور اور جامع الفصولین کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں تجارتی معاملات پر فتوے ہیں۔ ۱۴۲۰ء مطابق ۸۲۳ھ میں وفات پائی۔

بدرالدین محمود بن احمد العینی۔ کنز الدقایق کی شرح رمز الحقایق لکھی۔ ۱۴۵۱ء مطابق ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔ فتاوے مسایل البدریہ کا مصنف ہے۔ امام ابن محمد عسقلانی کا ہمعصر تھا۔ جامع ازہر مصر میں مدتوں درس دیا۔ ہدایہ کی شرح اور صحیح بخاری کی شرح بھی اس کی مشہور تصانیف سے ہیں۔

بدرالنساء بیگم : عالمگیر کی لڑکی تھی۔ مارچ ۱۶۷۰ء مطابق ذیقعدہ ۱۰۸۰ء میں وفات پائی۔

بدر محمد دہلوی : فارسی لغت اداب الفضلاء کا مصنف ہے۔ یہ کتاب ۱۴۱۹ء مطابق ۸۲۲ھ میں لکھی گئی تھی اور قدر خاں دلاور خاں کے نام پر معنون کی گئی۔

بدھ سنگھ : قوم کھتری۔ اس نے سکھ فرقے کی تاریخ ۱۱۷۸ھ سے اپنے زمانے تک لکھی ہے۔ اس کو اس کتاب کی تالیف میں لالہ عجائب سنگھ سے مدد بہت ملی، کتاب کا نام رسالۂ نانک شاہ ہے۔

بدیع الدین : (ملاحظہ ہوشاہ مدار)۔

بدیع الدین شیخ : (سہارنپوری) شیخ احمد سرہندی کے خلیفہ تھے۔ ۱۶۳۲ء مطابق ۱۰۴۲ھ میں وفات پائی۔ سہارنپور میں ایک مسجد تعمیر کرائی وہیں دفن ہوئے۔

بدیع الزماں : مرزا سلطان حسین مرزا کا بڑا لڑکا تھا۔ ۱۵۰۶ء مطابق ۹۱۲ھ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنے چھوٹے بھائی مظفر حسین مرزا کے ساتھ خراسان پر مشترک حکومت کی۔ ازبک فاتحین اور اپنے بھائی کی غاصبانہ دست درازیوں کی وجہ سے اس کو عراق میں پناہ لینی پڑی۔ ۱۵۱۴ء مطابق ۹۲۰ھ میں وہ بادشاہ روم سلطان سلیم اول کے دربار میں گیا۔ چند مہینے قیام کے بعد بعارضۂ طاعون مر گیا۔ امیر تیمور کی اولاد میں یہ آخری بادشاہ تھا جس نے ایران میں حکومت کی۔ کتاب سفینۃ الزماں میں اس بادشاہ کی چند نظمیں موجود ہیں۔ یہ کتاب فارسی اشعار کا ایک مجموعہ ہے۔

بدیع الزماں : ابوالفضل کنیت، احمد نام، ہمدان کا باشندہ، علم وادب و نظم و نثر عربی کا امام اور مقامات بدیع و دیگر رسایل کا مصنف ہے۔ فارسی قصاید کا دیوان بھی چھوڑا۔ ہرات کو مسکن بنایا اور وہیں جوانی میں ۳۹۱ھ

میں زہر سے مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں مرض سکتہ میں بیہوش ہو گیا اور اسی حالات میں دفن کیا گیا۔ مقامات حریری اس کے مقامات بدیعی کی تقلید میں لکھی گئی ہے۔

برج نراین : (ملاحظہ ہو چکبست)۔

برجیس قدر : جس کا اصل نام رمضان علی تھا۔ واجد علی شاہ بادشاہ لکھنؤ کا بیٹا تھا جو معشوق بیگم کے بطن سے تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں برکات احمد رسالدار پندرہویں رجمنٹ بے قاعدہ رسالہ سابق کی تحریک اور باغی سپاہیوں کے اتفاق رائے سے برجیس قدر اودھ کا بادشاہ بنایا گیا۔ اس وقت برجیس قدر کی عمر ۱۰ سال کی تھی۔ اس کے تخت پر بیٹھنے سے پیشتر باغیوں نے اس کے چچا سلیمان شکوہ کو تاج قبول کرنے کی بہت ترغیب دی۔ اس نے انکار کیا۔ برجیس قدر ہندوستان سے نکال دیا گیا اور اس نے مع اپنی ماں کے کٹ منڈو واقع نیپال میں پناہ لی۔

برق : جوالا پرشاد نام۔ پیدائش ۲۱ راکتوبر ۱۸۶۳ء بمقام قصبۂ محمدی (سیتاپور)۔ ۱۸۸۲ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ آخر ۱۸۸۵ء میں سرکاری ملازمت میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں منجانب گورنمنٹ گریون کمیٹی کے ممبر ہوئے۔ انھوں نے اپنی زندگی اخبار "اودھ پنچ" کی نامہ نگاری کے لیے وقف کر دی تھی۔ طالب علمی ہی سے شاعری کے شائق تھے۔ ان کی شاعری کے بہترین نمونے "مثنوی بہار" اور "معشوقہ فرنگ" (رومیو جولیٹ کا ترجمہ) ہیں۔ شیکسپیر کے متعدد ڈراموں اور بنکم چند چٹرجی بنگالی کے ناولوں (بنگالی دُلھن، پرتاپ، مارآستین، روہنی، بروگ وغیرہ وغیرہ) کا ترجمہ بھی نہایت سلاست اور صفائی سے کیا ہے۔ ۲۶ رمارچ ۱۹۱۱ء کو جب کہ وہ مستقل عہدۂ ججی خفیفہ پر مامور تھے بعارضۂ طاعون لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

برکیارق سلطان : سلطان ملک شاہ سلجوقی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ بجائے اپنے باپ کے ۱۰۹۲ء مطابق ۴۸۵ھ جانشین ہوا۔ اس کا وطن بغداد تھا۔ اس کا بھائی آذر بائیجان کا حاکم تھا اور اس کے تیسرے بھائی سنجر نے خراسان کی سلطنت قایم کی تھی جہاں سے اس نے اپنی فتوحات کو غزنین تک بڑھایا۔ برکیارق نے ۱۲ سال حکومت کی۔ ۱۱۰۴ء مطابق ۴۹۸ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی سلطان محمد جانشیں ہوا۔

برکت اللہ شاہ : (سید) لقب صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبدالجلیل بن میر عبدالواحد بلگرامی۔ کلام فارسی میں عشقی اور ہندی میں پیمی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا شمار اکابر اولیائے کرام میں ہے۔ دیوان فارسی و مجموعہ اشعار ہندی موسوم بہ پیمی پرکاش اب تک موجود ہے۔ قدیم وطن آپ کا بلگرام تھا۔ حضرت سید عبدالجلیل صاحب آپ کے جد امجد کا مزار پہلے سے مارہرہ ضلع ایٹہ میں واقع تھا۔ آپ نے بھی وہیں توطن اختیار فرمایا۔ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۰۷۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۰ رمحرم ۱۱۴۲ھ کو وصال ہوا۔ درگاہ آپ کی بمقام مارہرہ ضلع ایٹہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

برندق : مولینا بہاء الدین کا تخلص ہے۔ سمرقند کا باشندہ تھا۔ اور رنگین طبع، ہجو گو شاعر تھا۔ اس کے ہمعصر اس سے بوجہ اس کی ظرافت و شوخ طبعی سے گھبراتے تھے۔ سلطان بایقرا مرزا پسر عمر شیخ نبیرۂ امیر تیمور کے خاص مداحوں میں سے تھا۔ جب شہزادہ بایقرا ۱۳۹۴ء میں تخت نشیں ہوا اس نے حکم دیا کہ پانچ سو دینار بُرندق کو ادا کیے جائیں۔ لیکن میر منشی کی غلطی سے اس کو صرف دو سو دینار وصول ہوئے۔ اس وقت اس نے ایک فی البدیہہ نظم لکھ کر بادشاہ کے پاس بھیجی تھی جو مشہور ہے۔

برہان : (ملاحظہ ہو محمد حسن برہان)۔

برہان الدین ابو اسحاق : الفرزی۔ عام طور پر ابن فراح کہلاتا ہے۔ فریض الفرازی کا مصنف ہے۔ اس رسالہ میں فقۂ شافعی کے مسائل وراثت بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۳۲۸ء مطابق ۷۲۹ھ میں وفات پائی۔

برہان الدین البخاری : ذخیرۃ الفتاویٰ جس کو ذخیرۃ البرہانیہ بھی کہتے ہیں اور محیط البرہانی اس کی مصنفہ ہے۔

برہان الدین ابراہیم بن علی بن فرحون : علمائے مالکی کا خاص تذکرہ نویس تھا اور کتاب دیباج المذہب کا مصنف تھا۔ ۱۳۹۶ء مطابق ۷۹۹ھ میں فوت ہوا۔

برہان الدین حیدر بن محمد ہروی : مصنف کتاب سراجیہ سجاوندی ۱۴۲۶ء مطابق ۸۳۰ھ میں فوت ہوا۔

برہان الدین شیخ : (ملاحظہ ہو قطب عالم)

برہان الدین علی بن ابوبکر المرغانی شیخ : مرغنان وطن۔ پیدائش ۵۲۹ھ م ۱۱۳۵ء وفات ۵۹۳ھ م ۱۱۹۵ء۔ ہدایہ شرح بدایہ کے مصنف ہیں جو فقہ حنفیہ کی ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ وارن ہسٹنگس کے زمانہ میں ہوا۔ اور ۱۷۹۱ء میں لندن میں شایع ہوا۔ فارسی ترجمہ مولوی غلام یحییٰ خاں نے کیا جو ۱۸۰۷ء میں کلکتہ میں شائع ہوا۔ کتاب فرائض العثمانی بھی انھیں کی مصنفہ ہے۔ انگریزی ترجمہ ہدایہ ہملٹن کے نام سے مشہور ہے۔

برہان الدینؒ غریب : صاحب ولایت دکن۔ ہانسی کے رہنے والے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی کے خلفائے اجلؒ سے ہیں۔ جب ہانسی سے آپ دہلی تشریف لائے تو ایک غریبانہ حالت میں تھے۔ جس وقت پہلی مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے خادم نے غریب کہہ کر پکارا۔ لفظ ''غریب'' آپ کا لقب ہو گیا۔ تمام عمر بحالت تجرّد گزری۔ نکاح نہیں کیا۔ کتب فقہ کے حافظ تھے۔ تمام عمر کوئی چیز اپنی مِلک وتصرف میں نہیں رکھی۔ آخر عمر میں دہلی سے دولت آباد تشریف لائے اور یہاں ہزاروں ہندو مشرف بہ اسلام ہو کر سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ ۱۳۲۵ء مطابق ۷۳۵ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف خلد آباد میں متصل دولت آباد (دکن) زیارتگاہ خاص وعام ہے۔

برہان الدین محمود بن احمد : کتاب محیط البرہانی کا مصنف ہے۔ محیط السرخسی کا مصنف دوسرا شخص ہے۔

برہان الملک سعادت خاں : (ملاحظہ ہو سعادت خاں ومرزا ناصر)۔

برہان عماد شاہ : عماد شاہی خاندان کا ایک شہزادہ تھا۔ وہ اپنے باپ دریا عماد شاہ کا بحالت صغرسنی برار کی حکومت پر جانشین ہوا۔ تفال خاں وزیر اس کے ریجنٹ کی حیثیت سے کارِ سلطنت انجام دیتا تھا۔ لیکن خود بادشاہ بننے کی ہوس میں شہزادہ کے بالغ ہونے سے پیشتر حاکم خاندیس اور نظام شاہی حکومت کی مدد سے اس نے ملک پر قبضہ کر لیا اور نابالغ شہزادے کو پابجولاں کر کے قلعۂ پرنالہ میں قید کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ ۱۵۶۸ء مطابق ۹۸۰ھ میں نظام شاہ نے مقید شہزادے کو قید سے چھڑانے کے بہانے سے تفال خاں کے مقابلے کے لیے کوچ کیا۔ تفال خاں نے قلعہ گاول حوالہ کر دیا اور شکست کھا کر مع اپنے بیٹے کے مقید ہو گیا۔ لیکن نظام شاہ نے قیدی شہزادے کو تخت برار پر بٹھانے کے بجائے اس کو تفال خاں اور اس کے پسر کے ساتھ ایک نظام شاہی قلعے میں مقید کر دیا۔ وہاں یہ تینوں بدنصیب بادشاہ کے حکم سے پھانسی دے کر ہلاک کیے گئے اور اس طرح خاندان عماد شاہ اور

خاندان تغال خاں کا خاتمہ ہو گیا۔

برہان ناقد : ایک شاعر تھا۔ نظم دل آشوب کا مصنف۔ یہ نظم شاہجہاں کو نذر کی گئی تھی۔

برہان نظام شاہ اوّل : دکن میں تخت احمد نگر پر ۱۵۰۸ء مطابق ۹۱۴ھ سات سال کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ اس نے ۴۷ سال قمری حکومت کی اور ۵۴ سال کی عمر میں ۱۵۵۴ء مطابق ۹۶۱ھ میں فوت ہوا اور اپنے باپ کے مقبرے میں دفن ہوا۔

برہان نظام شاہ ثانی : برادر مرتضٰی نظام شاہ ثانی۔ دکن میں احمد نگر کے تخت پر بتاریخ ۱۵ رمئی ۱۵۹۱ء مطابق یکم شعبان ۹۹۹ھ خود اپنے پسر اسمٰعیل نظام شاہ کو معزول اور قید کرنے کے بعد تخت نشیں ہوا جو اس کی عدم موجودگی میں جب وہ بادشاہ اکبر کے دربار میں حاضر تھا تخت پر بٹھا دیا گیا تھا۔ باوجود سن رسیدہ ہونے کے وہ عیاشی کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے بادشاہ بیجاپور سے جنگ میں شکست کھائی۔ پرتگال والوں سے بھی لڑائی ہوئی جس میں سمندر کے کنارے کے شہر اس کے قبضے سے نکل گئے۔ وہ چار سال ۱۶ یوم حکومت کرنے کے بعد بتاریخ ۱۸ راپریل ۱۵۹۵ء مطابق ۱۸ رشعبان ۱۰۰۳ھ عہد اکبری کے چالیسویں سال میں فوت ہوا۔ اور اس کا پسر ابراہیم نظام شاہ جانشیں ہوا۔ مولانا ظہوری نے اپنا ساقی نامہ برہان نظام شاہ کے نام پر معنون کیا تھا جس میں ۴۰۰۰ اشعار ہیں۔

برہم گپت : سنہ پیدائش ۵۹۸ء۔ تیس سال کی عمر میں نجوم پر ایک کتاب برہم سپت سدھانت تصنیف کی۔ ہندوستان کے چوٹی کے منجموں میں گنا جاتا ہے۔

بزاز : کتاب ادب المفردات کے مصنف ہیں۔ اس کتاب میں اقسام حدیث اور ان کی خصوصیات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے سوا ان کی اور تصنیفات بھی مشہور ہیں۔

بزرجمہر : نوشیرواں عادل شاہ فارس کا وزیر تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ہندوستان آ کر شطرنج کا کھیل سیکھا اور اس کو ایران میں جا کر رواج دیا۔ وہ عقل مند اور نیک مشہور ہے۔ اس نے عمر طویل پائی۔ ۵۸۰ء و ۵۹۰ء کے درمیان بعہد ہرمز سوم فوت ہوا۔

بزرگ امید : اسمٰعیلی تھا جو ماہ جون ۱۱۲۴ء مطابق ربیع الثانی ۵۱۸ھ میں حسن صباح کا جانشیں ہوا۔ ۲۴ سال حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کیا محمد اس کا جانشیں ہوا۔ اور ۲۵ سال تک حکومت کی۔

بزرگ امید خاں : بن شائستہ خاں۔ سلطان عالمگیر کے عہد میں ایک ذی مرتبہ افسر تھا۔ اپنی وفات کے وقت جو ۱۶۹۴ء مطابق ۱۱۰۵ھ میں واقع ہوئی وہ بہار کا صوبہ دار تھا۔

بزمی : تخلص، نام عبدالشکور، وطن کرخ۔ شیراز میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بادشاہ جہانگیر کے وقت میں گجرات آیا۔ اور ۱۶۱۹ء م ۱۰۲۸ھ میں پدماوت تصنیف کی جو فارسی نظم میں مشہور کتاب ہے۔ ۱۶۳۴ء میں بعہد شاہجہاں زندہ تھا۔

بساسیری : ارسلان کا لقب ہے جو غلامی کے درجے سے بہاء الدولہ وزیر خلیفہ بغداد کی افواج کا سپہ سالار ہوا لیکن بعدہٗ بہاء الدولہ سے منحرف ہو کر مصر کو بھاگ گیا اور مستنصر باللہ خلیفہ مصر کی پناہ میں رہنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد بغداد میں آ کر اس نے قایم باللہ کو جو عباسیوں کا چھبیسواں خلیفہ تھا قید کر لیا اور تخت سے اُتار دیا اور یہ اعلان کیا کہ مستنصر باللہ تمام مسلمانوں کا خواہ وہ مصر میں ہوں یا بغداد میں جائز خلیفہ ہے۔ اس طریقہ سے المستنصر باللہ ڈیڑھ سال تک خلیفہ بغداد رہا۔ طغرل بیگ بادشاہ سلجوقی نے اس کو معزول کر کے

پھر قایم باللہ کو تخت نشیں کیا۔ بساسیری کو اس معرکے میں شکست ہوئی اور وہ ۴۵۱ھ مطابق ۱۰۵۹ء میں مارا گیا۔ سلطان طغرل بیگ نے اس کا سر اتار کر خلیفہ قایم باللہ کے پاس بھیج دیا۔ اس نے نیزے پر چڑھا کر بغداد کی گلیوں میں گشت کرایا۔

بساطی سمرقندی : سمرقند کا ایک شاعر تھا جو امیر تیمور کے پوتے سلطان خلیل اللہ کے زمانے میں گزرا ہے۔ سابق میں وہ ایک قالین باف تھا۔ اسی مناسبت سے حصیر تخلص کرتا تھا۔ لیکن بعدہٗ تبدیل کر کے بساطی تخلص رکھا۔ وہ عصمت اللہ بخاری کا ہمعصر تھا۔

بسام : عربی کا مشہور شاعر ابوالحسن علی نام۔ نہایت ظریف اور ہجو گو۔ کتاب ذخیرہ کا مصنف ہے۔ ۳۰۲ھ میں بعمر ۷۰ سال فوت ہوا۔

بساون لال شاداں : بلگرام کا باشندہ۔ وزیر الدولہ خلف محمد امیر خاں والی ٹونک کے دربار میں نائب میر منشی تھا اور اسی کے حکم سے ۱۲۴۰ھ میں امیر نامہ تصنیف کیا۔ یہ درحقیقت امیر خاں کی سوانح عمری ہے۔

بسمل : بدایونی (ملاحظہ ہو رضی الدین مولوی)۔

بسواس راؤ : مرہٹہ سردار بالا راؤ پیشوا کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ وہ اس لڑائی میں جو بمقابلہ احمد شاہ ابدالی بتاریخ ۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء ہوئی تھی مع سداشیو بھاؤ و دیگر مرہٹہ سرداروں کے مارا گیا۔

بشن سنگھ کچھواہا : راجہ جے پور رام سنگھ کا پسر اور مرزا راجہ جے سنگھ سوائی کا باپ تھا۔ وہ ۱۶۹۳ء مطابق ۱۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔

بشن نراین در : کشمیری برہمن تھے۔ پیدائش ۱۸۶۴ء بمقام ضلع بارہ بنکی۔ اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد انگریزی شروع کی۔ کینگ کالج لکھنؤ میں ایف۔ اے میں داخل ہوئے مگر ریاضی میں ناکام رہے۔ پھر ولایت جا کر بیرسٹری کی تکمیل کی اور انگریزی کی سنجیدہ تصانیف کا مطالعہ کرتے رہے۔ بزمانۂ قیام لندن اخبار لندن ٹائمس میں اکثر مضامین لکھے۔ ہندوستان آ کر پولیٹیکل اور سوشل مسائل کی چھان بین کرتے تھے۔ ۱۹ر نومبر ۱۹۱۶ء کو بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔

بشیر ابن اللیث : اس کے بھائی رفعہ ابن اللیث نے ہارون الرشید خلیفہ بغداد سے ۸۰۶ء مطابق ۱۹۰ھ میں بمقام سمرقند بغاوت کی تھی اور اس کے مقابلے کے لیے جمعیت کثیر فراہم کی تھی۔ بشیر بھی اپنے بھائی کا ساتھی تھا۔ خراسان کی فتح کرنے کے لیے باغیوں نے بہت کوشش کی۔ ۸۰۹ء م ۱۹۳ھ میں جب کہ ہارون الرشید کا عالم نزع تھا بشیر پابہ جولاں اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے دیکھتے ہی خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی وقت خلیفہ کے سامنے بشیر کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

بطلمیوسی : عرب کا مشہور مصنف ہے جس نے ایک رسالے میں اس مضمون سے بحث کی ہے کہ انشاء پردازی کے فن میں کمال پیدا کرنے کے لیے کن خاص قابلیتوں کی ضرورت ہے۔ فن انشاء میں اس کی ایک تصنیف بھی ہے۔

بغداد خاتون : امیر چوبان حاکم تاتاری لڑکی تھی۔ یہ زمانہ ابوسعید بن الجایتو کی بادشاہت کا تھا۔ سلطان ابوسعید بغداد خاتون سے شادی کرنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن امیر چوبان اس کے باپ نے اس بناء پر انکار کر دیا کہ اس کی نسبت شیخ حسن سے ہو چکی ہے۔ بادشاہ نے اس انکار پر ناخوش ہو کر چوبان کو مروا ڈالا اور حسن سے طلاق دلوا کر خود نہایت دھوم سے اس کے ساتھ شادی کی۔ تھوڑے دنوں تک ابوسعید بالکل بیگم کے

قبضے میں رہا۔لیکن آخر میں ناخوش ہوگیا تھا۔ ۱۳۳۵ء مطابق ۷۳۶ھ میں فوت ہوا اور شبہ کیا گیا کہ بیگم نے زہر دے کر مار ڈالا۔ بایدو خاں نے جو ابوسعید کا جانشیں ہوا اس شبہ میں بغداد خاتون کو قتل کرادیا۔

بغری یا بغشوری محمد بن اسحاق کا لقب تھا۔ ایک عربی مصنف ہے جس نے اخلاق پر کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۲۸۰ء مطابق ۶۷۹ھ میں وفات پائی۔

بغوی : (ملاحظہ ہو ابومحمد فرائی ابن مسعود البغوی)۔

بقاخاں : حکیم دہلوی مصنف قرابادین بقائی۔

بقائی : ابراہیم بن عمر کا خطاب تھا جس نے قدیم حکماء کی سوانح اور رمل پر مختلف رسالے لکھے۔ وہ ایک تفسیر قرآن شریف کا بھی مصنف تھا۔ ۱۴۸۷ء مطابق ۸۸۵ھ میں فوت ہوا۔

بقائی ملا : ایک شاعر تھا جو شہنشاہ بہادر شاہ کے زمانے میں گزرا ہے۔ ایک مثنوی کا مصنف ہے جس کو اس نے سلطان بہادر شاہ کے نام پر معنون کیا تھا۔

بقلی : ابوالفصل محمد بن قاسم الخوارزمی کا لقب تھا جو اپنے علم کی وجہ سے زین الدین اور زین المشائخ کا خطاب بھی رکھتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کی عبادات اور اہل عرب کی شان وشوکت اور خوبی پر ایک کتاب موسوم بہ صلوٰۃ البقا لکھی۔ وہ ۱۱۶۷ء مطابق ۵۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ لیکن بموجب قول حاجی خلیفہ ۱۱۷۰ء مطابق ۵۵۶ھ میں انتقال کیا۔ بقلی نامی ایک اور عالم گزرے ہیں جو ۹۸۷ھ میں فوت ہوئے۔

بکرامی : تخلص۔ عبدالرحمٰن وزارت خاں نام تھا۔ قاسم خاں کا بھائی اور شمس الدولہ شہ نواز خاں کا دادا تھا۔ شاہ عالمگیر کے عہد میں اس کو مالوہ اور بیجاپور کی دیوانی پر ترقی دی گئی تھی۔ وہ ایک اچھا شاعر تھا۔ اس نے ایک دیوان چھوڑا۔

بکرماجیت : اہل ہند کے قدیم مذہبی قصوں میں اس راجہ کا ذکر آیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ مالوہ و گجرات کا راجہ تھا۔ اس کا دارالسلطنت اجین تھا۔ اس کا سنہ جو بکری سمبت کہلاتا ہے شمال ہند میں اب بھی استعمال ہوتا ہے۔ ستاون سال قبل سنہ عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ راجہ علم اور اہل علم کا سرپرست تھا۔ اس کے دربار کے نورتن مشہور ہیں جن میں سے دھن ونتری، کالی داس وغیرہ نامور گزرے ہیں۔

بکرماجیت بندیلہ : (بھگ راج) راجہ جھجا سنگھ بندیلہ کا بیٹا۔ عہد شاہجہانی میں منصب دو ہزاری اور دو ہزار سوار پر سرفراز ہوا۔ اور جگراج کا خطاب پایا۔ اس کے بعد مہمات دکن خصوصاً محاصرہ قلعہ دولت آباد میں جانبازی کا حق ادا کیا۔ ۱۶۳۴ء م ۱۰۴۴ھ عہد شاہجہانی میں جب کہ اس کا باپ آگرے سے بھاگا یہ بھی باپ کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں لشکر کے متعاقب سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

بلالؓ : حبشی الاصل۔ جائے پیدائش مکہ معظمہ۔ امیہ بن خلف کافر کے غلام تھے۔ اسی حالت میں اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے کافر آقا ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا تھا اور ترک اسلام پر مجبور کرتا تھا۔ اس وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول نے آپ کو اس کافر سے خرید کر آزاد کردیا۔ رسول کریم کے عاشق صادق اور خادم خاص تھے۔ خدمت اذان آپ ہی کے سپرد تھی۔ حضور نبی کریمؐ کی وفات کے بعد ملک شام کو ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے عہد میں ۶۴۱ء مطابق ۲۰ھ میں وفات پائی۔

بلال کنور : زوجہ عالمگیر ثانی اور مادر شاہ عالم بادشاہ دہلی۔ اس کا خطاب زینت محل تھا۔

بلبن : (ملاحظہ ہو غیاث الدین بلبن)۔

بلبھدر سنگھ : ایک راجہ تھا جو قدیم راجگان اودھ کی نسل سے تھا۔ ایک لاکھ راجپوت اس کے محکوم تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو نواب وزیر لکھنؤ کے ہم پلہ سمجھ کر نواب وزیر سے منحرف ہوگیا تھا۔ اس راجہ کے مغلوب کرنے کے واسطے ۱۷۸۰ء میں ایک فوج روانہ کی گئی جس میں کچھ تو نواب کی فوج تھی اور کچھ کمپنی کے سپاہی تھے۔ لیکن نواب وزیر آصف الدولہ کے وزیر حیدر بیگ خاں اور چند ہندوستانی عاملوں کی سازش سے جنھوں نے بہت سا روپیہ زمینداروں سے وصول کرلیا تھا یہ مہم ناکامیاب رہی۔ دو سال تک بلبھدر سنگھ کو بار بار شکست ہوتی رہی۔ آخرکار جب کہ وہ اپنے لشکر میں محصور کرلیا گیا وہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں مارا گیا۔

بلدیو سنگھ : جاٹ راجہ بھرتپور۔ رنجیت سنگھ کا دوسرا بیٹا تھا۔ وہ اپنے بڑے بھائی رندھیر سنگھ کے بعد جانشیں ہوا۔ ۱۸۲۴ء میں فوت ہوا۔

بلوان سنگھ : معروف بہ کاشی والا راجا۔ چیت سنگھ راجہ بنارس کا بیٹا تھا۔ بلوان سنگھ گوالیار میں پیدا ہوا۔ باپ کی وفات کے بعد اس کا خاندان دو ہزار روپیہ ماہواری پنشن پر آگرہ میں مقیم رہا۔ اس کا اکلوتا بیٹا کنور چکربتی سنگھ ۱۷ر دسمبر ۱۸۱۷ء کو فوت ہوا۔ اور چند روز بعد اسی ماہ کی ۱۶ تاریخ کو بلوان سنگھ بھی طویل عمر پا کر فوت ہوگیا۔ بلوان سنگھ شاعر بھی تھا۔ ایک اردو دیوان تصنیف کیا۔ اس نے ایک لڑکا بعمر ۹ سال اور ایک گیارہ سال کی دختر چھوڑی۔

بلونت سنگھ : بنارس کا راجہ تھا۔ وہ مشہور چیت سنگھ باغی کا باپ یا بھائی تھا۔ بلونت سنگھ اپنے باپ منسارام کا ۱۷۴۰ء میں جانشیں ہوا تھا۔ اس نے ۳۰ سال تک حکومت کی اور ۱۷۷۰ء میں فوت ہوا اور اس کا جانشیں راجہ چیت سنگھ ہوا۔

بلونت سنگھ راجہ بھرتپور : ماہ اگست ۱۸۲۴ء میں اپنے باپ بلدیو سنگھ کا جانشیں ہوا۔ اس کو ماہ مارچ ۱۸۲۵ء میں چچازاد بھائی درجن سال نے معزول کر دیا لیکن سرکار انگریزی نے بتاریخ ۱۹ر جنوری ۱۸۲۶ء اس کو تخت نشیں کیا۔ بنگالی فوج نے بہ ماتحتی لارڈ کومبر میر سپہ سالار افواج انگریزی بتاریخ ۱۸ر جنوری بھرتپور کو لوٹ لیا۔ اور قبضہ کرلیا۔ اس محاصرے میں انگریزوں کے ۴۵ افسر اور ۱۵۰۰ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ دشمن کے کئی ہزار آدمی کام آئے اور درجن سال کو گرفتار کرکے الہ آباد بھیج دیا گیا۔ بلونت سنگھ ۳۴ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۶ر مارچ ۱۸۵۳ء فوت ہوا اور اس کا شیر خوار پسر جسونت سنگھ جانشیں ہوا۔

بلہانہ : کشمیری۔ سنسکرت کا شاعر تھا۔ اس کا زمانہ ۱۰۵۰ء کے قریب گزرا ہے۔ اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ شہزادی کشمیر سے محبت رکھتا تھا۔ اس پر بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا مگر بلہانہ نے ایک نظم لکھی۔ بادشاہ نے اس سے متاثر ہوکر جان بخشی کی اور اپنی لڑکی سے شادی بھی کردی۔

بلیغ : دلائل ظاہرہ وتلون قدرت ومکالمہ کا مصنف ہے۔ ہندوستان کا باشندہ تھا۔ ۱۷۷۲ء مطابق ۱۱۸۶ھ میں زندہ تھا۔

بناکتی : (ملاحظہ ہو ابوسلیمان داؤد)۔

بنانہ : عرب کا ایک شاعر تھا جس کا پورا نام ابوبکر بن محمد بن بنانہ تھا۔ ایک اور بنانہ شاعر بھی گزرا ہے جس کا نام ابونصر بن العزیز بن بنانہ تھا جو بغداد میں ۱۰۰۹ء میں فوت ہوا۔

بنا یک راؤ راجہ : پسر امرت راؤ۔ ایک مرہٹہ سردار تھا۔ وہ ماہ جولائی ۱۸۵۳ء میں ۵۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

بنائی مولینا : فن تعمیر کا ماہر۔ مقام ہرات میں پیدا ہوا۔ شاعر بھی تھا۔ بنائی تخلص کرتا تھا۔ یہ تخلص فن عمارت کی مناسبت سے رکھا تھا۔ ایک کتاب بہرام و بہروز اس کی تصنیف سے ہے۔ اس قصے کو اس نے سلطان یعقوب ابن اذن حسن کے نام پر معنون کیا۔ امیر علی شیر کی تعریف میں اس نے ایک قصیدہ لکھا تھا۔ لیکن کچھ صلہ نہ ملنے پر اس نے سلطان احمد مرزا کی مدح میں اس کو یہ کہہ کر تبدیل کر دیا کہ میں اپنی لڑکیاں (اشعار) بغیر مہر کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔ امیر علی شیر بہت غصے ہوا اور اس کے قتل کا پروانہ بادشاہ سے حاصل کر لیا۔ بنائی یہ خبر پا کر ماوراء النہر بھاگ گیا اور شاہ اسمٰعیل کے قتل عام میں ۱۵۱۲ء مطابق ۹۱۸ھ میں مارا گیا۔ اس نے ایک دیوان چھ ہزار اشعار کا چھوڑا۔

بن بنانہ : لقب۔ ابونصر ابن العزیز بن عمرو۔ ایک عربی شاعر تھا جو بغداد میں ۱۰۰۹ء مطابق ۴۰۰ھ میں فوت ہوا۔

بندادین : لکھنؤ کا مشہور و معروف ماہر فن۔ رقص و سرود خاص کر نرتھ کے فن کا زبردست استاد تھا۔ آخری شاہ اودھ واجد علی شاہ کے زیر نگرانی اس فن کی تعلیم پائی تھی۔ نوے سال کی عمر میں اپنے وطن میں ۱۹ رمئی ۱۹۱۸ء کو فوت ہوا۔ اس کے چھوٹے بھائی کالڑکا بھی اس فن میں مشہور تھا جو اس سے پہلے مر چکا تھا۔ بندادین لاولد تھا لہٰذا کالکا کے بیٹوں کو اس نے اس فن میں اپنا یادگار چھوڑا۔ علاوہ اپنے بھتیجوں کے اس نے اور بہت لایق شاگرد فن موسیقی کے چھوڑے ہیں جو تمام اطراف ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بندرابن خوش گو : قوم ویش۔ باشندہ متھرا۔ اپنے زمانے کے مشہور اساتذۂ فن سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ سراج الدین علی خاں آرزو، مرزا عبدالقادر بیدلؔ، محمد افضل سرخوش اور شیخ سعد اللہ گلشن کی صحبتیں اٹھائی تھیں۔ نظم و نثر دونوں میں کمال رکھتا تھا۔ سفینۂ خوشگو اور تذکرۃ المعاصرین دو تذکرے لکھ کر نواب عمدۃ الملک امیر خاں کی سرکار میں پیش کیے۔ نواب نے قدر دانی کی اور دو روپے روزانہ وظیفہ مقرر کیا۔ نواب ں وفات کے بعد ترک دنیا کر کے عظیم آباد پٹنہ میں اقامت اختیار کی۔ ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ کتبخانہ بانکی پور میں اس تذکرے کا ایک نسخہ موجود ہے جو علامہ آزاد بلگرامی کی فرمائش سے ۱۱۸۳ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ گل رعنا کے مؤلف نے اس تذکرے سے فائدہ اٹھایا ہے۔

بندرابن داس : بندرابن داس بہادر شاہی بہادر شاہ اول کے درباری متوسلین میں تھا۔ ۴۰ جلوس عالمگیری مطابق ۱۱۱۵ھ میں اس نے لب تواریخ نام کی ایک کتاب لکھی۔ اس میں ہندوستان کی تاریخ آریوں کی قدیم زمانے سے لے کر عہد عالمگیری تک ترتیب دی ہے۔ عربی آمیز فارسی عبارت اس خوبی سے لکھی ہے کہ ایرانی قلم کا دھوکا ہوتا ہے۔ مقدمہ میں اپنے ماخذ گنائے ہیں۔ واقعات کا نہایت اختصار کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک نادر نسخہ ۱۲۳۸ھ کا لکھا ہوا دیسنہ (بہار) الاصلاح لائبریری میں موجود ہے۔

بندرابن (رائے) : رائے بھارامل کا بیٹا تھا۔ بھارامل نے ۲۰ جلوس شاہجہانی میں حسن خدمت کے صلے میں رائے خطاب پایا تھا۔ داراشکوہ نے اس کو اپنا دیوان مقرر کیا تھا۔ اس کے بیٹے بندرابن کو عالمگیر نے تربیت کیا اور رائے کا خطاب بخشا۔

بندن سنگھ جاٹ : راجہ بھرتپور۔ بانی قلعہ ڈیگ کالڑکا تھا۔ نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۲ھ میں جب ہندوستان پر حملہ کیا تو وہ زندہ تھا۔ اس کی وفات کے بعد سورج مل جاٹ جانشیں ہوا۔

بندہ : (ملاحظہ ہو رضی نیشاپوری)۔

بندہ : سکھوں کا گرو یا سردار گوبند کا جانشیں تھا۔ اس شخص نے بڑی قوت حاصل کی تھی اور بہادر شاہ کے عہد میں صوبہ لاہور میں سخت غارت گری پھیلائی تھی۔ جب کہ بادشاہ دکن میں اپنے بھائی کام بخش کا مقابلہ کر رہا تھا بندے نے اپنے (چیلوں) کو جمع کیا تاکہ گرو گوبند کے لڑکوں کے قتل کا انتقام لیا جائے۔ اس نے مسلمانوں پر نہایت بیدردی کے ساتھ مظالم کیے۔ اس پر بادشاہ نے بہ نفس نفیس خود کوچ کر کے لوہ گڑھ کے قلعے میں اس کو محصور کر لیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ مگر بندہ فرار ہو گیا۔ اور جدید یورش شروع کی۔ سلطان فرخ سیر کے عہد میں عبدالصمد خاں صوبیدار کشمیر بڑی فوج کے ساتھ باغیوں کے مقابلے کو بھیجا گیا۔ بہت سی سخت لڑائیوں کے بعد اس نے بندے کو ایک قلعے میں پناہ لینے کے واسطے مجبور کیا۔ بحالت محاصرہ رسد قطعی بند کر دی۔ اہل قلعہ اس قدر مجبور ہو گئے کہ گائیں اور گھوڑے اور گدھے وغیرہ تک کھانے لگے جن کا کھانا ان کے یہاں مذہباً ممنوع تھا۔ آخر کار جب کسی قسم کی خوراک باقی نہ رہی اور قحط اور بیماری انتہا درجے کو پہنچ گئی تو انھوں نے صلح کی درخواست کی۔ عبدالصمد خاں نے میدان میں جھنڈا گاڑ کر ان کو باہر نکلنے اور ہتھیار رکھ دینے کا حکم دیا۔ جس کی انھوں نے تعمیل کی۔ اس وقت عبدالصمد کے حکم سے کچھ لوگ قتل کر دیے گئے۔ بندہ مع دیگر قیدیوں کے ایک لوہے کے قفس میں بند کر کے دہلی بھیج دیا گیا۔ سکھ لوگ جان بخشی کی خاطر قبول اسلام پر راضی نہ ہوئے۔ اس پر سات دن تک برابر ایک سو سکھ یومیہ قتل کیے گئے۔ آٹھویں دن بندہ اور اس کے بیٹے کی باری آئی۔ اس کے سامنے اول بیٹے کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ پھر بندے کو بھی گرم چمٹوں سے نوچ کر ہلاک کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۱۵ء مطابق ۱۱۲۷ھ کا ہے۔

بنکم چندر چٹرجی : بنگالی زبان میں نثر کا بہترین نمونہ وہ سبق آموز افسانے ہیں جن کا آغاز بنکم چندر سے ہوتا ہے۔ یہ ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۴ء میں انتقال کیا۔ درگیش نندنی ان کا سب سے پہلا ناول تھا۔ جس نے ۱۸۶۴ء میں شایع ہو کر ہندوستان کی ادبی دنیا میں ہل چل ڈال دی۔ ۱۸۷۲ء میں انھوں نے ایک ادبی رسالہ جاری کیا جس میں بیشتر انھیں کے ناول شائع ہوئے۔ اس رسالے نے بنگالی زبان کی موجودہ طرز کی بنا رکھی ہے۔ ان کے اکثر ناول اردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔

بن محمد : (ملاحظہ ہو ابوالفیض محمد)۔

بنوالی داس ولی : شہزادہ داراشکوہ کا میر منشی تھا۔ بعضوں نے اس کا نام بھوانی داس لکھا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ کے فہرست نویس نے ولی رام گسائیں داراشکوہی نام بتایا ہے۔ بنوالی تو کتابت کی تصحیف ہے۔ ولی اس کا تخلص نام میں داخل ہو گیا ہے۔ اس نے شاہان دہلی کی تاریخ لکھی ہے۔ کتاب کا نام راجاولی ہے۔ کتاب مستند ہے اور بہت سی معتبر کتابوں میں اس کے حوالے ہیں۔ اس کے قلمی نسخے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

بوّاب : نام ابوالحسن جو ابن بوّاب کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے عربی کے حروف تہجی میں ”جن کو ابن مقلہ نے ایجاد کیا تھا“ اصلاح کی۔ اس کے بعد یعقوب نے جس کو مستعصمی بھی کہتے ہیں ان حروف کو موجودہ خط نسخ کا جامہ پہنایا۔ ابن بوّاب ۱۰۲۲ء مطابق ۴۱۳ھ میں اور بقول بعض ۱۰۳۲ء مطابق ۴۲۳ھ میں فوت ہوا۔

بودلے : (سید) آپ کا نام بہبود علی تھا۔ آپ نے اپنے والد کے انتقال کے بعد تمام مال ومتاع راہ خدا میں دے کر جامۂ الفقر فخری زیب تن کیا اور حضرت شاہ امین الدین علی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور ریاضات و مجاہدات میں مصروف ہوئے۔ سلطان عبداللہ شاہ قطب شاہ کے عہد میں وارد حیدرآباد ہوئے۔ محلہ دبیر پورہ میں قیام فرمایا۔ اور ایصال فیض میں مصروف ہوئے۔ آپ کی خرق عادات اکثر کتب تاریخ میں بھی درج ہیں اور زبان خلق پر بھی ہیں۔ ربیع الثانی ۱۰۶۰ھ م ۱۶۴۹ء میں وصال ہوا۔ بیرون دبیر پورہ دروازہ آپ کا مزار ہے۔ سالانہ عرس بہت شاندار ہوتا ہے۔

بوس: (ڈاکٹر) جگدیش چندر بوس۔ پیدائش ۱۸۵۵ء۔ پریسڈنسی کالج کلکتہ سے بی۔اے اور کیمبرج سے ایم۔اے اور لندن سے بی۔ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ پھر وہاں سے ڈی۔ایس سی کا خطاب پایا۔ پانچ سال بعد ہندوستان واپس آئے۔ یہ ہندوستان کے ایک نہایت پر مغز سائنس داں ہیں۔ اکثر ممالک آسٹریا، جرمنی، فرانس، امریکہ، جاپان میں مدعو کیے گئے اور وہاں انھوں نے اپنے مفید لیکچروں سے دنیا کو فیضیاب کیا۔ انھوں نے اکثر عمدہ نصیحتیں ملک والوں کو کیں اور کامیابی کے گر سکھائے۔ مسٹر بوس نے تعلیم نسواں کی طرف بے حد توجہ کی۔ فی الحال گورنمنٹ نے ڈاکٹر موصوف کے ذاتی تجربے کے اخراجات کے واسطے ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔

بوعلی شاہ قلندر : (ملاحظہ ہو ابوعلی قلندر)۔

بہادر خاں روہیلہ : ولد یاور خاں۔ شاہجہاں کے زمانے میں معزز امیر تھا۔ شہزادۂ اورنگ زیب کے ساتھ قندھار گیا اور ۱۹ر جولائی ۱۶۴۹ء مطابق ۱۹ر رجب ۱۰۵۹ھ میں محاصرہ کے زمانے میں مر گیا۔

بہادر خاں فاروقی : ۱۵۹۶ء مطابق ۱۰۰۵ھ میں اپنے باپ راجہ علی خاں کی وفات کے بعد حکومت خاندیس پر قابض ہوا۔ چند سال بعد جب شاہ اکبر مانڈو میں آیا کہ دکن پر حملہ کرے بہادر خاں نے اپنے باپ کی پالیسی کے خلاف اکبر پر بھروسہ نہ کیا اور نہ ان کی امداد کے لیے گیا۔ بلکہ اسیر کے قلعے میں قلع بند ہو گیا اور محاصرے کی مدافعت کی تیاری کی۔ جب یہ خبر اکبر کو پہنچی تو اس نے خانخاناں عبدالرحیم خاں اور شاہزادہ دانیال مرزا کو حکم دیا کہ احمد نگر کا محاصرہ جاری رکھو اور خود دکن کو روانہ ہو گیا اور برہان پور پر قبضہ کر لیا اور ایک اپنے سپہ سالار کو اسیر کے محاصرے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس قلعے کا محاصرہ عرصے تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہتھیار ڈال دیئے گئے اور بہادر خاں نے اکبر کے تخت کے سامنے ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۸ھ میں عاجزی کی اور ناقابل تسخیر اسیر کا قلعہ جس میں دس سال کے صرف کے قابل سامان رسد اور بے شمار خزانہ موجود تھا بادشاہ کے ہاتھ آیا۔

بہادر سنگھ : ہزاری مل کا بیٹا اور پچھی چند کا پوتا تھا۔ اصل وطن گوشاہجہاں آباد تھا لیکن الٰہ آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں عربی فارسی اور ہندی کی تاریخی کتابوں سے مواد فراہم کر کے یادگار بہادری کے نام سے تمام دنیا کی تاریخ لکھی۔ اس کا سال اختتام ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۳ء ہے۔

بہادر شاہ : ابوظفر سراج الدین۔ نسل تیموری سے دہلی کے آخری بادشاہ تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے بیٹے تھے۔ سہ شنبہ کے دن بتاریخ ۲۴ر اکتوبر ۱۷۷۵ء مطابق ۲۸ر شعبان ۱۱۸۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام ابوظفر ہے۔ ان کی ماں کا نام لال بائی تھا۔ فارسی کے

بڑے عالم اور اردو کے فصیح شاعر۔ خط نسخ کے استاد کامل۔ ظفر تخلص کرتے تھے۔ ذوق دہلوی سے تلمذ حاصل تھا۔ چار دیوان مطبوعہ موجود ہیں۔ ۲۸ر ستمبر ۱۸۳۷ء مطابق ۲۸ر جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ میں اپنے باپ کے بجائے تخت نشیں ہوئے۔ بد قسمتی سے ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ غدر میں دہلی کا تخت انھیں کے قبضے میں تھا۔ اسی زمانے میں اپنے سِکّہ پر یہ اشعار کندہ کرایا تھا ؎

بزر زد سِکّہ نصرت طرازی
سراج الدین بہادر شاہ غازی

اِن پر بغاوت میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا اور جب غدر فرو ہوا اکتوبر ۱۸۵۸ء میں ان کو قید کر کے کلکتے بھیجا گیا۔ وہاں سے بتاریخ ۴ر دسمبر ۱۸۵۸ء رنگون کو بھیج دیا گیا۔ اس وقت دو بیویاں ایک لڑکا اور ایک پوتا ان کے ساتھ تھے۔ گورنمنٹ سے ایک لاکھ روپیہ ماہانہ کا وثیقہ ملتا تھا۔ چند سال کے بعد رنگون میں وفات پائی وہیں مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات ۷ر نومبر ۱۸۶۲ء ہے۔

بہادر شاہ افغان : سلیم شاہ کے عہد میں اپنے باپ محمود خاں کی بجائے بنگالے کا گورنر ہوا اور خود مختار بن گیا۔ ۵ سال سلطنت کی۔ ۱۵۴۹ء مطابق ۹۵۶ھ میں معزول کر دیا گیا۔ سلیمان قیرانی اس کا جانشیں ہوا۔

بہادر شاہ بن مظفر شاہ گجراتی : مظفر شاہ والیٔ گجرات کا دوسرا بیٹا تھا۔ باپ کی وفات کے وقت وہ جونپور میں تھا۔ چھوٹے بھائی محمود شاہ نے اپنے سب سے بڑے بھائی سکندر شاہ کو قتل کیا اور خود گجرات کے تخت پر جانشیں ہوا۔ مظفر شاہ جونپور سے واپس آیا اور محمود شاہ کو سلطنت سے محروم کر کے بتاریخ ۲۰ر اگست ۱۵۲۶ء مطابق ۱۵ر ذی قعدہ ۹۳۲ھ تخت پر بیٹھا۔ ۲۶ر فروری ۱۵۳۱ء مطابق ۹ر شعبان ۹۳۷ھ میں اس نے مالوہ کو فتح کیا اور وہاں کے بادشاہ سلطان محمود ثانی کو قید کر کے چمپانیر بھیج دیا جو راستہ ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ۱۵۳۶ء مطابق ۹۴۲ھ میں شاہ ہمایوں نے مالوہ کو تسخیر کیا اور بہادر شاہ شکست کھا کر کمبات کو بھاگا۔ یہاں پہنچ کر اس نے سنا کہ ایک بیڑا جہازوں کا جس میں ۴ ہزار یا پانچ ہزار پرتگالی ہیں بندر دیو میں آیا ہے۔ فوراً یہ کمک لے کے وہاں پہنچا۔ پرتگیزوں نے جب سنا کہ سلطان بہادر کو ہمایوں بادشاہ کی مہم سے فراغت حاصل ہوگئی ہے اور اب وہ لڑ کر کامیاب نہ ہوں گے یہ مشورہ کیا کہ کسی اور تدبیر سے بندر دیو پر قابض ہوں اور وہ کسی حیلے سے سلطان بہادر کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف بہادر کی یہ خواہش تھی کہ وہ پرتگالیوں کو بندر دیو سے نکال دے۔ اسی غرض سے بہادر شاہ نے کررال کے افسر کو بلایا۔ اس نے بیماری کا حیلہ کر کے آنے سے انکار کر دیا تو سلطان نے خود اس کی ملاقات کو جانے کا قصد کیا۔ اپنے جہاز میں سوار ہو کر جہاں مخالفوں کے جہاز لنگر انداز تھے وہاں پہنچا۔ پرتگیزوں کے بڑے جہاز میں داخل ہوا۔ لیکن یہاں اور کچھ آثار نمودار تھے۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی تو فوراً مراجعت کا ارادہ کیا۔ جب اس نے پرتگیزوں کے جہاز سے اپنے جہاز میں کودنا چاہا پرتگیز امیر البحر نے اپنے جہاز کو ہٹا لیا جس کی وجہ سے وہ بجائے اپنے جہاز میں داخل ہونے کے سمندر میں گر گیا اور جانبر نہ ہو سکا اور ہمیشہ کے لیے اس کی قبر سمندر میں بن گئی۔ یہ واقعہ ۱۴ر فروری ۱۵۳۷ء مطابق ۳ر رمضان ۹۴۳ھ کا ہے۔ مادہ تاریخ (فرنگیاں بہادر کش) ہوا۔ (سلطان البر شہید البحر) سے بھی تاریخ وفات ۹۴۳ھ نکلتی ہے۔ اس بادشاہ نے ۱۱ برس

سلطنت کی۔ اکتیس سال کی عمر پائی۔ پرتگیزوں کو چرسے کی برابر زمین دینے کا جو قصہ مشہور ہے وہ اسی بادشاہ کے وقت کا ہے۔ ابتداءً پرتگیزوں نے اپنا تجارتی اسباب رکھنے کے لیے ایک احاطہ بنانے کو چرسہ برابر زمین مانگی۔ اس اجازت ملنے پر پرتگیزوں نے چرسے کے باریک تسمے کتر لیے اور اس کے طول کی برابر زمین حاصل کر کے اس پر ایک مضبوط سنگین حصار بنا کر توپیں لگائیں اور اس طریقہ سے بادشاہ کا مقابلہ کر کے ملک حاصل کرنے کی تیاری کی۔ بہادر شاہ کے بعد میراں محمد شاہ اس کا بھتیجا جانشیں ہوا۔

بہادر شاہ قطب الدین شاہ عالم : اولاً یہ شہزادہ معظم کہلاتا تھا۔ شاہ عالمگیر اول کا دوسرا لڑکا تھا۔ برہان پور دکن میں ۱۴/اکتوبر ۱۶۴۳ء مطابق ۳۰/رجب ۱۰۵۳ھ میں پیدا ہوا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد جو بمقام احمد نگر بتاریخ ۲۱/فروری ۱۷۰۷ء مطابق ۲۸/ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ واقع ہوئی وہ کابل میں تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی شاہزادہ اعظم شہنشاہ عالمگیر کی وصیت کے خلاف تمام ہندوستان کا بادشاہ مشتہر کیا گیا۔ شاہزادہ معظم نے بمقام کابل تاج سر پر رکھا اور بہادر شاہ کا خطاب اختیار کیا۔ نوبت باینجا رسید کہ دونوں بھائیوں میں تخت کے لیے دھولپور اور آگرے کے درمیان مقابلہ ہوا۔ ۸/جون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۸/ربیع الاول ۱۱۱۹ھ میں خونخوار لڑائی شروع ہوئی۔ ان میں شاہزادہ اعظم اور اس کے دو جوان بیٹے بیدار بخت و والا جاہ مارے گئے۔ بہادر شاہ نے تقریباً ۵ سال قمری سلطنت کی اور اکہتر سال کی عمر میں بمقام لاہور بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۸/فروری ۱۷۱۲ء مطابق ۲۱/محرم ۱۱۲۴ھ وفات پائی۔ بمقام مہرولی مضافات دہلی میں قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اس نے اپنی زندگی میں ایک مسجد موسوم بہ موتی مسجد تعمیر کرائی جو بالکل سنگ مرمر سے بنی ہے۔ وہیں دفن کیا گیا۔ اس کا مقبرہ بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ وفات کے بعد خلد منزل کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ چار لڑکے معز الدین جہاندار شاہ، عظیم الشان، رفیع الشان اور جہاں شاہ چھوڑے۔ ان چاروں میں جنگ شروع ہوئی۔ آخر الذکر تین بھائی مارے گئے اور جہاندار شاہ کے قبضے میں تخت آیا۔

بہادر علی حسینی میر : فورٹ ولیم کلکتہ کالج کے میر منشی تھے۔ انھوں نے ایک کتاب اخلاق ہندی لکھی ہے جو ہتوا پدیشک کے فارسی ترجمہ مفرح القلوب کا اردو ترجمہ ہے جو تاج الدین نے شاہ نصیر بہاری کے حکم سے کیا تھا اور اخلاق نبوی کو فارسی سے ترجمہ کیا تھا۔ حسب الایما ڈاکٹر گل کریسٹ ۱۸۰۲ء م ۱۲۱۷ھ مثنوی میر حسن کو نثر میں لکھا جو نثر بے نظیر کے نام سے ۱۸۰۳ء میں بمقام کلکتہ طبع ہوئی۔

بہادر نظام شاہ : احمد نگر کے نظام شاہی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کا باپ ابراہیم نظام شاہ اگست ۱۵۹۵ء مطابق ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ میں مرا۔ اس وقت احمد نگر میں بہت سے فریق ہو گئے اور ہر فریق نے اپنا اپنا برائے نام بادشاہ قرار دے لیا۔ میاں منجو جو ابراہیم نظام شاہ کا معزول کردہ وزیر اعظم تھا اس نے بادشاہ کے مرتے ہی شاہی خزانہ پر قبضہ کر لیا تھا اس وقت احمد نگر پر قابض تھا۔ اس نے ایک غیر متعلق شیر خوار شہزادے کو اپنی قوت اور اثر سے ۱۰۰۳ھ میں بروز عید الضحیٰ بادشاہ بنا دیا۔ شیر خوار شہزادے کے مخالفوں نے جو مدعیان سلطنت میں تھے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ میاں منجو نے سلطان مراد سے جو گجرات میں گورنر تھا اور شہنشاہ اکبر کا بیٹا تھا مدد طلب کی اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس کی مدد

سے کامیابی ہوئی تو وہ سلطنت مغلیہ کا باجگذار ہو جائے گا۔ سلطان مراد نے اس شرط کو قبول کر لیا اور احمد نگر پر بڑی جمعیت کے ساتھ چڑھائی کی۔ قبل اس کے کہ شاہی فوج مدد کو پہنچے وہ اپنے حریفوں کو مغلوب کر چکا تھا۔ اس لیے وہ مراد سے مدد مانگنے پر بہت پچھتایا اور اب اس نے صرف اس غرض سے کہ اسے سلطنت مغلیہ کا باجگذار بننا نہ پڑے شہزادۂ مراد کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ شہر کو چاند بی بی کی جو سلطان بہادر کی پھوپھی تھی عام نگرانی میں دے کر نصیر خاں کے سپرد کیا اور خود لشکر فراہم کرنے اور قطب شاہ والیٔ گولکنڈہ اور احمد شاہ والیٔ بیجاپور سے کمک طلب کرنے کے واسطے روانہ ہوا۔ ۱۶ر دسمبر ۱۵۹۵ء مطابق ۲۳ر ربیع الثانی ۱۰۰۴ھ میں سلطان مراد نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا جس کی مدافعت بڑی بہادری سے کی گئی۔ دوران جنگ میں کئی بار رخ بدلا ہوا دکھائی دیا مگر چاند بی بی کی بہادری کی وجہ سے فوراً حالت روبہ اصلاح نظر آنے لگی۔ چاند بی بی برقع ڈال کر خود سپہ سالاری کرتی تھی۔ آخر کار ماہ مارچ ۱۵۹۶ء مطابق رجب ۱۰۰۴ھ میں سلطان مراد نے قلت رسد اور بیجاپور اور گولکنڈہ کے متحدہ اقوام کی آمد کی وجہ سے محاصرہ اٹھا لیا۔ چاند بی بی نے کسی قسم کا تاوان جنگ نہیں دیا صرف برار کے صوبے جو نظام شاہی سلطنت کے متعلق تھے تفویض کیے گئے۔ شروع ۱۶۰۰ء مطابق ۱۰۰۹ھ میں مغلوں نے احمد نگر کو فتح کر لیا اور بہادر شاہ مع کل عیال واطفال کے گوالیار میں ہمیشہ کے واسطے قید کر دیا گیا۔

بہاء الدین : ایک عربی کا عالم تھا جو ۱۱۹۵ء مطابق ۵۸۶ھ میں گزرا۔ سلطان صلاح الدین کو بہت عزیز تھا۔ سلطان صلاح الدین کی سوانح عمری اسی نے لکھی ہے۔ یہ سوانح عمری ۱۷۵۵ء بمقام لیڈن (Leyden) چھاپی گئی تھی۔

بہاء الدین : حاکم اصفہان۔ منتخب الاخبار کا مصنف ہے۔ یہ ایک مختصر تاریخ انبیاء اور اسلاف کی ہے۔ اس کتاب میں نبی کریم اور ان کے آل کے حالات بھی ہیں۔ شہر مکہ و مدینہ کی تاریخ اور ان شہروں کے دلچسپ حالات نہایت خوبی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا زمانہ ۱۲۷۱ء مطابق ۶۷۰ھ میں تھا۔

بہاء الدین : بن شمس الدین۔ فخر الدین کا پوتا تھا۔ سلاطین غور کی دوسری شاخ میں پہلا بادشاہ شمس الدین تھا۔ بہاء الدین دوسرا بادشاہ تھا۔ چودہ سال سلطنت کی۔ امام فخر الدین رازی نے جو اس کے زمانے میں تھے اور ۱۲۱۰ء مطابق ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ اپنی کتاب رسالۂ ہیئت کو اس کے نام پر معنون کیا۔ بہاء الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین جانشیں ہوا جس کو سلطان محمد خوارزمی نے قتل کیا جس کے بعد غالباً اس شاخ کا خاتمہ ہو گیا۔

بہاء الدین آملی : شیخ ایران کے شہر عامل کا رہنے والا تھا۔ شیخ حسین کا بیٹا تھا۔ بہائی تخلص تھا۔ اس کی متعدد تصانیف ہیں۔ مثنوی نان وحلوا اسی کی تصنیف سے ہے۔ شاہ عباس اعظم بادشاہ ایران کے زمانے میں تھا۔ اصفہان میں بروز سہ شنبہ بتاریخ ۲۱ر اگست ۱۶۲۱ء مطابق ۱۲ر شوال ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی۔ وصیت کے مطابق مشہد مقدس میں دفن ہوا۔ عماد الدولہ ابوطالب وزیر اعظم شاہ عباس نے اس کی وفات کی تاریخ ''شیخ بہاء الدین وائے'' میں نکالی۔ مثنوی کے علاوہ بہت سی عربی تصانیف، ایک دیوان اور ایک کشکول چھوڑا۔

بہاء الدین زکریا : (شیخ) بن شیخ وجیہ الدین قریشی۔ پیدائش ۵۶۵ھ م ۱۱۷۰ء بمقام کوٹ کڑور ضلع

ملتان۔ نہایت فیاض اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ بکثرت آپ کے مرید ہوئے۔ تعلیم کے بعد بغداد کا سفر کیا اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ بعدۂ ملتان واپس آئے اور بابا فرید الدین شکر گنج کے مخصوص حاضر باشوں میں ہوئے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں ۷/ نومبر ۱۲۶۷ء مطابق ۷/ صفر ۶۶۶ھ بعمر ۸۶ سال قمری بمقام ملتان وفات پائی۔ اور اب تک ہندوستان کے مقدس اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے لڑکے شیخ صدر الدین نے بمقام ملتان ۱۲۸۵ء مطابق ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے نبیرے کا مزار بدایوں میں ہے جن کا نام حاجی جمال الدین عرف قاضی حسام الدین ہے جو اولیائے کبار سے ہیں۔

بہاء الدین سام : غیاث الدین محمود بادشاہ غور و غزنین کا لڑکا ہے۔ ۱۴ سال کی عمر میں اپنے باپ کی بجائے ۱۲۱۰ء مطابق ۶۰۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ لیکن ۳ ماہ بعد علاء الدین اتسز خلف جہاں سوز نے اس کو شکست دی۔ اتسز نے غور و غزنین میں ۴ سال حکومت کی اور ۱۲۱۴ء میں تاج الدین یلدز کی لڑائی میں مارا گیا۔ اتسز کے ہاتھ سے شکست اٹھانے کے بعد بہاء الدین قید کر لیا گیا اور حاکم ہرات نے اس کو قیدی بنا کر خوارزم کے پاس بھیج دیا اور خوارزم شاہ نے اس کو مع اس کے بھائی کے دریا میں غرق کرا دیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب کہ چنگیز خاں نے ہرات کا محاصرہ کیا تھا۔

بہاء الدین : (شیخ) آپ شاہ باجن چشتی برہان پوری کے نام سے مشہور ہیں۔ حاجی معز الدین شہید کے صاحبزادے ہیں۔ فاروقی شیخ ہیں۔ آپ کی ولادت ۷۹۰ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔ چودہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل سے فارغ ہو کر مخدوم شیخ رحمت اللہ مانڈوی کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ عالم رویا کی بشارت پر عمل کر کے برہان پور خاندیس میں قیام کیا۔ بادشاہ نے آپ کے لیے خانقاہ اور مسجد بنوا دی۔ آپ کی ذات علوم ظاہری و باطنی کے فیوض کا مرکز تھی۔ ایک سو اکیس سال کی عمر میں ۱۴/ ذی قعدہ ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء کو دار فانی سے رحلت فرمائی اور برہان پور میں دفن ہوئے۔ ایک کتاب علم سلوک و حقائق میں بزبان فارسی و گوجری آپ کی علمی یادگار ہے۔

بہاء الدین شیرازی : شیراز کے مشہور قاضی تھے جو ۱۳۸۰ء مطابق ۷۸۲ میں فوت ہوئے۔

بہاء الدین مولینا : نام محمد، لقب بہاء الدین عرف سلطان العلماء ہے۔ بلخ کے رہنے والے تھے اور حضرت مولینا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز کے پدر بزرگوار تھے۔ سلطان محمد قطب الدین خوارزمی کے عہد میں بہت اعزاز پایا۔ اپنے وقت کے مشہور صوفی تھے اور تبلیغ اور وعظ میں ایسی شہرت حاصل کی تھی کہ ایران کی اطراف سے ان کے وعظ سننے کو لوگ جمع ہوتے تھے۔ اپنی آخر زندگی میں انھوں نے اپنا وطن چھوڑ کر قونیہ جو ایشیائے ترکی میں ہے سکونت اختیار کی۔ ۱۲۳۰ء مطابق ۶۲۸ھ میں وفات پائی۔ مولینا روم آپ کے بعد سجادہ نشیں ہوئے۔

بہاء الدین نقشبندی : (شیخ) مشہور ولی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی ہیں۔ حیات نامے کے مصنف ہیں۔ یہ ایک اخلاقی نظم ہے جو مقبول خاص و عام ہے۔ ۱۵۴۳ء مطابق ۸۵۷ھ میں بمقام حرفہ (ایران) میں وفات پائی۔ ان کی دوسری تصنیف تصوف میں دلیل العاشقین ہے۔

بہاء اللہ : اصلی نام میرزا حسین علی نوری باب بابی۔ مذہب بابی کے شاگردان خاص میں تھے۔ استاد نے

بہاء اللہ کا لقب دیا تھا۔ موضع نور واقع طہران کے رہنے والے۔ کیانی بادشاہوں کی نسل سے تھے۔ طہران میں سب سے پہلے باب کی تصدیق کرنے والے یہی تھے۔ باب کے ایک خادم نے ایک سازش میں شریک ہو کر جب بادشاہ ایران پر گولی چلائی تھی اس وقت بابیوں کا قتل عام ہوا تھا جس میں قرۃ العین مشہور بابیہ عورت بھی کام آئی۔ اس وقت بہاء اللہ جیل میں ڈالے گئے۔ ان پر بھی یہ شبہ کیا گیا تھا کہ بادشاہ کی جان لینے کی سازش میں شریک تھے۔ لیکن تحقیقات کے بعد وہ شبہ غلط ثابت ہوا اور وہ بغداد چلے آئے جہاں بارہ برس تک قیام رہا۔ تین سال ایڈریا نوپل میں رہے۔ یہاں بھی انھوں نے بابی مذہب کی تلقین شروع کی جنھوں نے ان کو "من یظہر اللہ" تسلیم کیا وہ بہائی کہلائے۔ یہاں سے مکے کو بھیج دیے گئے۔ ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک مکے میں قید رہے اور چالیس سال کی قید کے بعد مکے سے ایک میل کے فاصلے پر ایک گانوں میں رحلت کی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے عبدالبہاء جانشیں ہوئے۔

بہار : ٹیک چند کا تخلص ہے (ملاحظہ ہو ٹیک چند)۔

بہارا مل کچھواہہ : (راجہ) پرتھی راج کچھواہہ کا بیٹا۔ راجہ بھگوان داس کا باپ اور راجہ مان سنگھ کا دادا۔ خاندان کچھواہہ کا سردار تھا۔ راجپوتوں میں سب سے پہلے اسی فرزانۂ روزگار راجہ نے ملازمت اکبری میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا اور اسی کے اوصاف حمیدہ اور مساعی جمیلہ کا اثر تھا کہ راجپوتوں کے اکثر خاندان سلاطین مغلیہ کی جاں نثاری پر کمر بستہ ہو کر ان کی محبت والفت کا دم بھرنے لگے۔ ۹۶۹ھ میں راجہ بہارا مل کی بیٹی (مان سنگھ کی پھوپھی) بیگمات اکبری میں شامل ہوئی اور یہ سب سے پہلی راجپوت لڑکی تھی جو اکبر کی بیگم اور شہنشاہ جہانگیر کی ماں ہوئی۔ بھگوان داس بہارا مل کا لڑکا تھا وہ بھی شاہی فوج میں بڑے عہدے پر ممتاز رہا۔ ۱۵۸۵ء میں بھگوان داس نے اپنی بیٹی کی شادی جہانگیر سے کر دی۔

بہار بانو بیگم : جہانگیر کی دوسری لڑکی تھی۔ شہزادۂ تیمور خلف شہزادۂ دانیال کو منسوب تھی۔

بہاری لال : ایک مشہور ہندی شاعر تھا۔ سولھویں صدی میں اس کا عروج ہوا۔ اس نے اپنی شاعری کے ذریعے سے ایک راجہ کے چال چلن کی اصلاح کی تھی۔ قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جے پور کے راجہ جے سنگھ نے ایک نہایت حسین کم سن لڑکی سے جو ہنوز سنِ بلوغ کو نہ پہنچی تھی شادی کی تھی جس کے حسن و جمال پر وہ اس قدر فریفتہ تھا کہ اس نے کاروبار ریاست چھوڑ دیا تھا۔ صرف اپنی محبوبہ کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ بہاری لال نے یہ حالت دیکھ کر ایک ہندی شعر تصنیف کر کے ایک چھوکری کے ذریعہ سے راجہ کے تکیے کے نیچے رکھوا دیا۔ اس شعر کا مطلب یہ تھا کہ ابھی جب کہ پھول کھلا نہیں جب تو درخت کا یہ حال ہے جب غنچہ شگفتہ ہو کر خوشبو دے گا تو خدا جانے کیا غضب ڈھائے گا۔ ایک اردو شاعر نے کم و بیش اسی مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

مشام بلبل میں عطر گل کی ہنوز بو بھی نہیں گئی ہے
ابھی وہ نام خدا ہے غنچہ نسیم چھو بھی نہیں گئی ہے

ہندی شاعر کے اس نصیحت آمیز شعر کا راجہ پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ وہ ریاست کا کاروبار کرنے لگا اور بہاری لال کی ایک دوامی پنشن مقرر کر دی اس کے مصنفہ دیوان ہندی موسومہ ست سئی کے صلے میں پندرہ ہزار روپیہ انعام دیا۔ اس کتاب کا نام ست سئی سات سو اشعار کی مناسبت سے رکھا گیا تھا۔

بہاری لال گپتا : (آنریبل) آئی۔سی۔ایس۔ پیدائش ۲۶ / اکتوبر ۱۸۴۹ء بمقام کلکتہ پریسڈنسی کالج کلکتہ میں ۱۸ سال تعلیم پانے کے بعد ولایت جاکر ۱۸۶۹ء میں انڈین سول سروس کا امتحان پاس کیا۔ کچھ دنوں بعد کلکتہ پریسڈنسی کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے اسی شخص نے اس قاعدہ میں ترمیم کرائی کہ دیسی حکام کو بھی یورپین کے مقدمات کی سماعت کا اختیار ہے۔ لیجس لیٹو کونسل کے ممبر بھی ہو گئے اور ہائی کورٹ کے جج رہے دوران ملازمت میں تین مرتبہ پھر ولایت گئے اور یورپ کے اکثر ممالک کی سیر کی۔

بہاری مل : (رائے) دیوان عہد شاہجہانی میں ترقی کر کے دارالسلطنت لاہور کا دیوان مقرر ہوا۔ سنہ ۱۲ جلوس شاہجہانی میں صوبہ ملتان کی دیوانی پر تبدیل ہوا۔ اس کے بعد خالصہ شاہی کا دیوان نائب (دوم وزیراعظم) مقرر ہوا۔ سنہ ۱۵ جلوس میں کل صوبہ پنجاب کی دیوانی پر تبادلہ ہوا۔ پھر اس کی ملازمت شاہزادہ داراشکوہ کی سرکار میں منتقل ہو گئی اور شاہزادوں کی سرکار کا دیوان کل مقرر ہوا۔ سنہ ۲۰ جلوس شاہجہانی میں پھر شاہی ملازمت پر واپس ہو کر منصب ہزاری ذات صدو پنجاہ سوار سے ممتاز ہوا۔

بہرام : خاندان ساسانی کا چوتھا بادشاہ تھا اور ہرمز کا لڑکا تھا۔ ۲۷۳ء میں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ نرم دل اور فیاض شہزادہ تھا۔ رعایا اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس کے عہد کا سب سے مشہور واقعہ مشہور مصور مانی کا قتل ہے جو فرقہ مانیاں کا بانی تھا۔ (ملاحظہ ہو مانی)۔ بہرام نے صرف ۳۰ سال ۳ مہینے سلطنت کی۔ اس کے بعد وہ مر گیا اور اس کا لڑکا بہرام ثانی ۲۷۶ء میں تخت نشیں ہوا۔

بہرام : ایک مصنف ہے جس نے بمبئی کے پارسیوں کی تاریخ الموسوم بہ قصہ سنجان ۱۵۹۶ء میں لکھی۔

بہرام ثانی : بہرام اول کا لڑکا تھا۔ ۲۷۶ء میں تخت ایران پر متمکن ہوا۔ ۱۷ سال سلطنت کی۔ اس کی وفات کے بعد بہرام ثالث ۲۹۳ء میں جانشیں ہوا۔

بہرام ثالث : اپنے باپ بہرام ثانی کی بجائے ۲۹۳ء میں تخت ایران پر بیٹھا اور صرف ۴ ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بھائی نرسی جانشیں ہوا۔

بہرام رابع : خاندان ساسانیہ کا بارہواں بادشاہ ایران تھا۔ ۳۹۰ء میں اپنے بھائی شاپور کا جانشیں ہوا۔ اس نام کے دیگر شہزادگان سے وہ بوجہ خطاب کرمانشاہ کے ممتاز ہے۔ یہ خطاب اس کا اس وجہ سے ہوا کہ اپنے بھائی کی زندگی میں یہ کرماں کا حاکم تھا۔ بعض مورخ اس کے عہد کی مدت ۱۱ سال اور بعض ۱۵ سال بیان کرتے ہیں۔ اپنی فوج کی بغاوت فرو کرنے کی کوشش میں ایک تیر کے لگنے سے مر گیا۔ اور یزدجرد اول اس کا جانشیں ہوا۔

بہرام خامس : خاندان ساسانیہ کا چودھواں ایرانی بادشاہ تھا۔ تاریخ ایران میں بہرام گور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ یزدجرد اول کا لڑکا تھا۔ اور اس کے بعد ۴۲۰ء میں تخت نشیں ہوا۔ لفظ گور سے جنگلی گورخر مراد ہے اور اس بادشاہ کو گورخر کے شکار کا بڑا شوق تھا۔ اور یہ ایک گورخر ہی کے تعاقب میں مرا۔ بہرام ہندوستان میں آیا تھا اور تھیوڈوسیس (Theodosius) بادشاہ قسطنطنیہ کا ہمعصر تھا۔ ۱۸ سال ایران پر حکومت کی اور ۴۳۸ء میں وفات پائی۔ یزدجرد ثانی اس کا لڑکا جانشیں ہوا۔

بہرام چوبیں : ہرمز ثالث۔ بادشاہ ایران کا سپہ سالار تھا۔ اس نے بادشاہ کو تخت سے اتار دیا اور خود ۸ ماہ سلطنت تقریباً ۵۹۰ء میں کی۔ (ملاحظہ ہو ہرمز

ثالث)۔

بہرام شاہ : ولد سلطان مسعود ثالث تخت غزنین پر اپنے بھائی ارسلان شاہ کے بعد جو ۱۱۱۸ء مطابق ۵۱۲ھ میں مارا گیا بامداد اپنے چچا سلطان سنجر کے جانشیں ہوا۔ بہرام شاہ نے ۳۵ سال تک اچھی سلطنت کی۔اس کے بعد ۱۱۵۲ء مطابق ۵۴۷ھ میں سلطان علاء الدین حسن غوری نے اس کو شکست دی اور یہ لاہور بھاگ آیا اور اسی سال وفات پائی۔اس کا لڑکا خسروشاہ حکومت لاہور کا جانشیں ہوا۔اس کے زمانے کے شعراء شیخ سنائی اور ابوالمجد بن آدم الغزنوی ہیں۔

بہرام شاہ معزالدین : ولد سلطان رکن الدین فیروز۔ ملکہ سلطانہ رضیہ کے قتل کے بعد تخت دہلی پر بتاریخ ۲۱راپریل ۱۲۴۰ء بروز دوشنبہ بٹھایا گیا اور اس نے دو سال سے زیادہ حکومت کی۔وزیر مہذب الدین کے ایماء سے ۱۵رمئی ۱۲۴۲ء کو مارا گیا۔اور سلطان شمس الدین التمش کا دوسرا لڑکا سلطان علاء الدین مسعود تخت نشیں کیا گیا۔

بہرام گور : یزدجرد ساسانیوں میں تیرہواں بادشاہ تھا۔ اس کے ظلم کی شدت سے عربوں نے اس کا لقب اثیم رکھ دیا۔اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔بہرام گور زندہ رہا۔چار سال کا ہوا تو دربار کے منجمین سروش اور ہوشیار نے زائچہ بنایا۔ان کی پیشین گوئی تھی کہ بہرام گور صاحب تخت وتاج ہوگا۔مگر مدائن میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ عرب میں پرورش ہو۔یزدجرد نے نعمان بن منذر بن عمرو بن عدی کو جو حیرہ کا فرماں روا اور سلطنت عجم کا ماتحت تھا بلایا اور بہرام گور کو اس کے سپرد کر دیا۔نعمان نے تین گنبدوں کا مکان اس کے رہنے کے لیے بنوایا جس کا نام سہ دیر تھا۔عربوں نے اس کو سدیر بنالیا۔ایک مکان کھانا کھانے کے لیے بنایا۔اس کا نام خوردن گاہ تھا جس کو عربوں نے خورنق کر لیا اور اس کے بعد خورنگاہ ہوا۔خورنق قصر میں یہ صنعت تھی کہ طلوع آفتاب کے وقت سفید، چاشت کے وقت سرخ، دوپہر کو سبز، غروب آفتاب کے وقت زرد ہو جاتا تھا۔معمار اور مہندس ان قصروں کا معمار رومی تھا۔دس برس کی عمر میں عربی فارسی ترکی زبان میں ماہر ہو گیا۔ شہ سواری اور فنون پہلوانی میں طاق تھا۔یزدجرد کے مرنے کے بعد ارکان دولت نے اردشیر بابکان کے خاندان سے کسریٰ نامی کو سلطان بنالیا۔مگر بہرام نے اس سے تخت چھین لیا۔بہرام گور کو گورخر کے شکار کا بہت شوق تھا اس لیے بہرام گور مشہور ہو گیا۔اس کا وزیر راست روش خاقان چین مسمی ایڈی سے مل گیا تھا۔ بہرام نے حکمت عملی سے ایڈی کو گرفتار کر کے مرو میں قتل کر دیا۔راست روش وزیر کو بھی مارا۔اور مہرنرسی کو وزیر مقرر کر دیا۔

بہرہ مند خاں : ولد مرزا بہرام بادشاہ امراء عالمگیر میں سب سے زیادہ معتمر تھا۔روح اللہ خاں کی وفات کے بعد بادشاہ نے ۱۶۹۲ء مطابق ۱۱۰۳ھ میں میر بخشی کے عہدے پر ممتاز کیا اور دکن میں ۱۷راکتوبر ۱۷۰۲ء مطابق ۵رجمادی الثانی ۱۱۱۴ھ کو وفات پائی۔اپنی وصیت کے بموجب بہادر گڑھ میں مدفون ہوا۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ اس عہدے پر اس کا جانشیں ہوا۔

بہلول دانا : خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو مسلمان ولی یا مجذوب سمجھتے تھے۔ان کا لقب المجنون تھا۔ظرافت طبیعت میں بہت تھی۔

بہلول لودی سلطان : دہلی افغانوں کے لودی خاندان سے تھا۔اس کا باپ ملک کالا ابراہیم خاں

عرف ملک بہرام کا بیٹا تھا جو گورنر ملتان تھا۔ ۱۴۵۰ء مطابق ۸۵۴ھ میں جب کہ سلطان علاء الدین خلف محمد شاہ بدایوں کو چلا گیا تھا اس نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصے تک سلطان کا نام خطبے میں جاری رہا لیکن جب سلطان نے اس کو سلطنت دینے کا اس شرط پر وعدہ کیا کہ اسے بدایوں میں اطمینان کے ساتھ رہنے دے سلطان بہلول نے علاء الدین کا نام خطبے سے نکلوا دیا اور ۱۸ر جنوری ۱۴۵۲ء مطابق ۲۵ر ذی الحجہ ۸۵۵ھ کو رسم تاجپوشی ادا کی۔ بہلول نے قمری حساب سے ۳۸ سال ۷ مہینے ۷ دن حکومت کی اور بتاریخ یکم جولائی ۱۴۸۹ء مطابق ۲ر شعبان ۸۹۴ھ وفات پائی۔ نصر الدین محمود خلجی شاہ دہلی کے مقبرے کے قریب دفن ہوا۔ اس کا لڑکا نظام خاں جانشیں ہوا۔ اور سکندر شاہ کا خطاب اختیار کیا۔ لودی خاندان کے حسب ذیل بادشاہ دہلی میں ہوئے :

(۱) بہلول لودی

(۲) سکندر شاہ

(۳) ابراہیم خلف سکندر شاہ۔ یہ اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ بابر شاہ نے اس کو شکست دے کر قتل کرا دیا۔

بہمن : ایران کا قدیم بادشاہ تھا۔ اسفندیار کا بیٹا۔ دارا کا دادا جس نے رستم کے خاندان کو قتل و برباد کیا۔ آخر ایک رات اژدہے نے اس کا خاتمہ کیا۔

بہمن یار : شیخ الرئیس بوعلی سینا کا شاگرد علم منطق و فلسفہ میں چند کتب کا مصنف مشہور ہے۔

بہمن یار خاں : شایستہ خاں کا لڑکا اور آصف خاں کا پوتا۔ بادشاہ عالمگیر کے دربار کا امیر تھا۔

بہو بیگم : نواب آصف الدولہ والی لکھنؤ کی ماں کا نام ہے۔ یہ ان بیگمات سے ہے جن سے بدسلوکی کرنے کا الزام وارن ہسٹینگز پر لگایا گیا تھا اور جواب طلب کیا گیا تھا۔ بہو بیگم ۲۸ر دسمبر ۱۸۱۵ء کو فوت ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بیگم نہایت فیاض تھی۔ ایک لاکھ آدمی اس کے دربار سے روزی حاصل کرتے تھے۔

بھاؤ : (ملاحظہ ہو سداشیوراؤ عرف بھاؤ)۔

بھاوا بھوتی : قوم کا برہمن۔ سال پیدائش و وفات دریافت نہ ہوا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے اول نصف کو اس کا زمانہ کہنا چاہیے۔ ودار بھا (موجودہ برابر) اس کا وطن تھا مگر زندگی کا کچھ حصہ راجہ یا سوورمن کی زیر سرپرستی قنوج میں گزرا۔ تین ڈرامے اس کی یادگار ہیں۔ بھاوا بھوتی بعض خصوصیت میں نئی روش رکھتا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ مقبول کتاب مالاتی مادھو ہے۔

بھاو سنگھ : جو مرزا راجہ بھی کہلاتا ہے۔ راجہ بھگوان داس کچھواہہ راجہ (جے پور) کا دوسرا پسر تھا۔ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد ۱۴۱۶ء مطابق ۱۰۲۳ھ میں فوت ہوا۔ اور سلطان جہانگیر نے اس کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا۔ شراب خواری کیوجہ سے ۱۶۲۱ء مطابق ۱۰۳۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کی دس بی بیوں نے اس کے ساتھ ستی ہو کر جان دی۔

بھنبو خاں : پسر ضابطہ خاں (ملاحظہ ہو ضابطہ خاں)۔

بھرتری ہر : سنسکرت زبان کا ایک مشہور شاعر ہے۔ ۶۵۱ء میں فوت ہوا۔

بھسکر اچاریہ : ہندوستان کا ایک نہایت مشہور نجومی تھا جو دکن کے ایک شہر بیدائی میں سمت سالباہن ۱۰۳۶ مطابق ۱۱۱۴ء مطابق ۵۰۸ھ میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بہت سے رسالوں کا مصنف تھا۔ منجملہ ان کے لیلاوتی و بیجا گنیتا جبر، مقابلہ، ریاضی و ہندسہ میں ہیں اور سرومنی علم نجوم میں ہے۔ یہ کتابیں ہندوستان کے ذخیرہ علوم میں مستند شمار ہوتی ہیں۔ لیلاوتی کا فارسی ترجمہ شہنشاہ

اکبر کے حکم سے فیضی نے کیا تھا اور انگریزی میں ڈاکٹر ٹیلر نے ترجمہ کیا جو بمبئی سے شائع ہوا۔ بھسکر نے ستر سال سے زیادہ عمر پائی۔ صرف اسی کی ایک لڑکی لیلاوتی تھی جو جوانی میں کنواری مرگئی۔ اسی کی یادگار قائم رکھنے کی غرض سے اس نے کتاب کا نام لیلاوتی رکھا۔

بھگوان داس راجہ : (امیر الامرا) جس کو ابوالفضل نے بھگونت داس لکھا ہے۔ راجہ بہارامل کچھواہہ راجہ جے پور کا بیٹا تھا۔ اس کی لڑکی کی شادی شہزادے مرزا سلیم کے ساتھ (جو کہ بعد کو جہانگیر کہلایا) ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ میں ہوئی تھی جس کے بطن سے ایک دختر سلطان النساء بیگم اور ایک پسر سلطان خسرو پیدا ہوا تھا۔ یہ اکبر کا نہایت وفادار سردار اور بے تعصب شخص تھا۔ اس نے لاہور میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی جس میں اکثر آدمی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔

بھگوانداس : (رائے) کایستھ متخلص بہ ہندی ولد دلپت داس ساکن کالپی۔ تعلیم و تربیت لکھنؤ میں ہوئی۔ مولوی سید یوسف علی سہارن پوری سے تحصیل علم کی۔ نواب آصف الدولہ کی سرکار میں معزز عہدہ پر ممتاز ہوئے پھر معتمد الدولہ مہاراجہ ٹکیت رائے نائب دیوان شاہ اودھ کے مصاحبوں میں داخل ہو گئے۔ دو تذکرے ان کی علمی زندگی کی یادگاریں ہیں۔ حدیقہ ہندی اور سفینہ ہندی۔ حدیقہ ہندی میں گزشتہ شعراء اور سفینہ ہندی میں معاصرین کے حالات ہیں۔ اس کی تالیف کا زمانہ ۱۲۱۹ھ م ۱۸۰۴ء ہے۔

بھگونت سنگھ رانا : جو ایام غدر ۱۸۵۷ء میں دھولپور کا راجہ تھا۔ ۱۴ر فروری ۱۸۷۳ء کو فوت ہوا۔

بھوج راجہ : (ملاحظہ ہو راجہ بھوج)۔

بھوری رانی : مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آخر زوجہ تھی۔ وہ لاہور میں بتاریخ ۱۵ر اپریل ۱۸۷۲ء لاولد فوت ہوئی۔ اس کے پسر متبنی کنور بھوپ سنگھ نے بہت سا روپیہ اس کی وفات سے قبل اور بعد غریبوں کو بطور خیرات تقسیم کیا۔ اس کا کریا کرم بڑی شان و شوکت سے ہوا۔ اس کی لاش مہاراجہ متوفی کے سادھ کے قریب جلائی گئی اور اس کی راکھ ہردوار کو گنگا میں ڈالنے کے واسطے بھیجی گئی۔ اس کو سرکار سے ۸۰۰ روپیہ ماہوار پنشن ملتی تھی اور ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ کی اس کے پاس جاگیر تھی۔

بھیما بائی : راجہ جسونت راو ہلکر والی اندور کی بیٹی تھی۔ اندور کی ندی پر پختہ پل اس کا بنوایا ہوا ہے۔

بھیم راجہ : گجرات کا راجہ تھا جس کے عہد میں سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۲۷ء میں سومناتھ کے مشہور مندر پر حملہ کیا۔

بھیم سنگھ رانا : اودے پور میں ۱۷۵۰ء میں حیات تھا۔

بھیم سنگھ راٹھور : اس نے اپنے دادا کی وفات پر ظالم سنگھ کو شکست دے کر ۱۷۹۳ء میں جودھپور کا راج چھین لیا اور ۱۸۰۳ء میں فوت ہوا۔ اس کا جانشین مان سنگھ ہوا۔

بھیم سین کایستھ : رگھونندن داس اس کے باپ کا نام تھا۔ ۲۳ جلوس شاہجہانی ۱۰۵۹ھ م ۱۶۴۹ء برہان پور دکن میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا ایک عزیز عہد عالمگیر کے دربار میں دیوان تھا اور دیانت رائے کے خطاب سے ممتاز تھا۔ بھیم سین نے بندیلے حاکم راؤ دلپت کی سرکار میں نوکری کی۔ راؤ دلپت دکن کی لڑائیوں میں نہایت کارآمد سردار ثابت ہوا تھا۔ عالمگیر نے راؤ کے خطاب کے ساتھ تین ہزار فوج کا افسر بنا دیا۔ بھیم سین گو کایستھ تھا لیکن قلعہ نالدرک کی قلعہ داری اس نے

نہایت خوبی سے کی۔ ۱۱۲۰ھ م ۱۷۰۸ء میں نوکری سے مستعفی ہوکر اپنے وطن میں گوشہ نشیں ہوگیا۔ اور اب موقع آیا کہ تلوار کی بجائے قلم کا حق ادا کرے۔ دلکشا کے نام سے عہد عالمگیری کی تاریخ لکھی جواب تک موجود ہے۔

بھوئیا میاں : سلطان سکندر لودی کے دربار کا ایک سردار تھا جس نے شہر دہلی میں مٹھ کی تعمیر کرائی لیکن بعد کو بادشاہ نے اس کو اس وجہ سے قتل کرادیا کہ اس کے گرد لوگوں کا مجمع کثیر رہتا تھا۔

بوریا شاہ : دکن کے مشہور فقرا میں صاحب کشف و کرامت گزرے ہیں۔ شہر اورنگ آباد میں شایستہ خاں کی مسجد کے پاس رہتے تھے۔ ایک کتا آپ کا رفیق تھا۔ جب وہ فوت ہوا اس کے جنازے کی نماز پڑھی، قبر بنا کر اس کو دفن کیا۔ اہل شرع اس پر معترض ہوئے۔ آپ نے کہا کہ وہ کتا قبر میں نہیں ہے۔ اگر ہو تو نکال لو۔ لیکن کسی کو قبر کھودنے کی جرأت نہ ہوئی جو لوگ آپ کے خرق عادات سے واقف تھے وہ سمجھ گئے کہ کتا قبر میں موجود نہ ملے گا تو مفت کی ندامت ہوگی۔ ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں وفات ہوئی۔ اورنگ آباد دکن میں مزار موجود ہے۔

بوالحسن شاہ : ابن شاہ بدرالدین حبیب اللہ قادری۔ آپ سید عبدالقادر یوسف بغدادی کے جو بغداد سے بیدر (دکن) میں آکر سکونت پذیر ہوئے تھے پوتے ہیں اور سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانے میں بیجاپور آگئے تھے۔ بادشاہ کو آپ کے خرق عادات کا نہایت اعتقاد تھا۔ ۱۵۵۰ء کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔ قبر شہر بیجاپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

بیان : (تخلص) نام سید محمد مرتضیٰ یزدانی۔ سید احمد حسن فرقانی کے شاگرد اور میرٹھ کے قابل شاعر تھے۔ فن سخن میں کامل مہارت تھی۔ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ''طوطی ہند'' کے ایڈیٹر رہے۔ اس کے علاوہ جلوۂ طور وغیرہ اخباروں میں مدت تک مضامین نکالے۔ انھوں نے مسدس حالی کے جواب میں ایک مسدس لکھا تھا جو چھپ چکا ہے۔ ایک اردو کا دیوان بھی چھوڑا جو چھپا نہیں۔ تاہم اکثر غزلیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں بمقام میرٹھ انتقال کیا۔ فارسی میں یزدانی تخلص تھا۔

بیان : خواجہ احسن اللہ دہلوی کا تخلص۔ مولانا فخرالدین اورنگ آبادی کے مرید اور شاعری میں مرزا جان جاناں کے شاگرد تھے۔ دلی سے حیدرآباد چلے آئے تھے۔ وہیں ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے کلام میں شیرینی اور ظرافت کی چاشنی ہوتی تھی۔

بیان : آقا مہدی اصفہانی کا تخلص تھا۔ ابوطالب کلیم کا بھانجا تھا۔ فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ اصفہان سے عہد عالمگیری میں ہندوستان آیا۔ کچھ دنوں دہلی لاہور آگرہ میں بسر کی۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ (دکن) میں پہنچا۔ اس وقت یہاں ہیضے کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں بھی اس وبا میں ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۸ء میں فوت ہوگیا۔ صاحب تذکرہ بے نظیر نے بھی اس کی وفات اسی سنہ میں لکھی ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ گولکنڈہ میں نہیں بلکہ اپنے وطن کو جاتے ہوئے کشتی میں آگ لگنے کی وجہ سے دریا میں غرق ہوگیا۔

بی بی بائی : محمد شاہ عادل شاہ دہلی کی بہن تھی۔ اس کی شادی سلیم شاہ سور سے ہوئی تھی جس کے بطن سے شہزادہ فیروز تھا۔ سلیم شاہ کی وفات کے بعد فیروز کو جو کہ اس وقت ایک شیرخوار بچہ تھا اس کے ماموں محمد شاہ نے قتل کرنا چاہا۔ اس نے نہایت استقلال سے بچے کو

اپنی گود میں چھپالیا اور اپنا جسم خنجر کے سامنے کر دیا۔ لیکن اس کے بے رحم بھائی نے معصوم شہزادے کو گود سے چھین کر بدنصیب ماں کے سامنے اس کا سر جسم سے اتارلیا۔ یہ وقوعہ مئی ۱۵۵۴ء میں ہوا۔

بی بی دولت شاہ بیگم : بادشاہ اکبر کی بیگم تھی جس کے بطن سے شکر النساء بیگم پیدا ہوئی جو شہنشاہ اکبر کے بعد تک زندہ رہی۔ جہانگیر کے عہد میں فوت ہوئی۔

بی بی زندہ ابدی : جس کو اوچھ کے لوگ عام طور سے بی بی جندودی کہتے تھے۔ سید جلال کی نسل میں تھی۔ وہ اوچھ واقع ملتان میں دفن ہوئی۔ اس کا مقبرہ نہایت شاندار ہے۔ اس عمارت پر مختلف رنگوں کا گلکاری ہے اور بدخشاں کے مشہور کان کے لاجوردی پتھر اس میں لگائے گئے ہیں۔ یہ بڑی عمارت تخمیناً ۵۰ فٹ بلند ہے اور اس کا محیط ۲۵ فٹ ہے۔

بے بدل خاں : ایران کا ایک شاعر تھا جو ابو طالب کلیم کے نام سے مشہور ہے۔ وہ سلطان جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا اور شاہجہاں کے عہد میں شہرت پائی اور بے بدل خاں کا خطاب عطا ہوا۔ تخت طاؤس اسی کے زیر انتظام تیار ہوا تھا۔

بٹھل داس گور : پسر گوپال داس راجہ شیو پور۔ اس نے ۱۰ بیگہ آراضی پر تاج گنج کے قریب دریائے جمنا کے کنارے اپنا مکان اور باغ تعمیر کرایا تھا۔ قصبہ شالی گھن میں وہ سہ ہزاری منصب پر ممتاز کیا گیا اور قلعہ آگرہ کا قلعہ دار مقرر کیا گیا اور پنج ہزاری کے منصب پر فائز ہوا۔ ۱۰۶۲ء میں وطن چلا گیا اور وہاں فوت ہوا۔

بیجا بائی : مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا راجہ گوالیار کی رانی تھی۔ اپنے شوہر کی وفات کے بعد جو لاولد فوت ہوا تھا اس نے بتاریخ ۱۸ر جون ۱۸۲۷ء جھنکو راؤ سیندھیا کو اس کا جانشیں منتخب کیا۔ جھنکو راؤ نے اس کو ۱۸۳۳ء میں نکال دیا اور وہ جھانسی کو چلی گئی جہاں اس کی بڑی ریاست تھی۔ وہ گوالیار میں وسط ۱۸۶۳ء میں فوت ہوئی۔

بیجان : لالہ جے کشن داس اورنگ آبادی کا تخلص ہے۔ نواب صلابت جنگ بہادر والیٔ دکن کے دارالانشاء میں ملازم تھا۔ فن خوشنویسی میں کمال رکھنے کے سبب جواہر قلم مشہور تھا۔ شاعری میں شاہ سراج اورنگ آبادی سے اصلاح لیتا تھا۔ تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی۔

بیجو : ہندوستان کا مشہور گویا ہے۔ اس کے علاوہ نانک گوپال اور نفسین بھی اس فن میں مشہور گزرے ہیں۔

بے خبر : خان بہادر ذوالقدر غلام غوث الہ آبادی کا تخلص ہے۔ ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں نیپال میں پیدا ہوئے۔ بنارس میں نشو و نما پایا۔ ۱۸۴۰ء میں لفٹنٹی شمال و مغرب میں جس کو اب صوبہ متحدہ کہتے ہیں نائب میر منشی مقرر ہوئے۔ بعدۂ میر منشی ہو گئے۔ ۱۸۸۵ء میں پنشن پائی۔ غدر ۱۸۵۷ء کے موقع پر خیر خواہی کے صلے میں سند و خلعت ملا۔ فارسی زبان کی شاعری پر مثل اہل زبان کے قادر تھے۔ مرزا غالب کے ہمعصر تھے۔ مرزا ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ خوں نابہ جگر (رقعات نثر و نظم فارسی) اور فغان بے صبر (رقعات اردو) آپ کی تصنیف سے چھپ کر آپ کی زندگی میں شایع ہو گئے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں انتقال کیا۔

بے خبر : تخلص۔ مرزا عظمت اللہ بن لطف اللہ بلگرامی ۱۷۲۹ء م ۱۱۴۲ھ کے قریب دہلی میں فوت ہوا۔ کتاب سفینہ بے خبر کا مصنف ہے۔

بیخود : سید وحید الدین دہلوی کا تخلص ہے۔ مرزا داغ دہلوی کے شاگرد رشید ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۸۵۷ء کے بعد کی ہے۔ تقریباً ۶۰ سال عمر ہے۔ ایک ناول "نام و ننگ" اور دیوان بیخود آپ کی تصنیف سے شائع

ہو چکا ہے۔ وطن دہلی ہے۔

بیخود : (بدایونی) مولوی عبدالحی خلف مولوی غلام سرور صدیقی بدایونی ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ خوش پوش، رنگین مزاج، زندہ دل آدمی تھے۔ پہلے مولینا حالی سے بعد کو داغ دہلوی سے شاعری میں تلمذ حاصل کیا۔ ایک مطبوعہ دیوان مرأت الخیال یادگار چھوڑا۔ نومبر ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔

بیدار : اصلی نام امام بخش۔ انبالہ کا رہنے والا ایک مصنف تھا۔ کتاب تاریخ سعادت اس کی تصنیف سے ہے جس میں نوابان اودھ کے حالات شجاع الدولہ کے عہد سے سعادت علی خاں کے زمانے تک لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب نواب سعادت علی خاں کے عہد میں ۱۸۱۲ء م ۱۲۲۷ھ میں تصنیف ہوئی اور انھیں کے نام سے موسوم کی گئی۔ اس نے نواب سعادت علی خاں کے نام سے گلشن سعادت ایک مثنوی بھی لکھی۔ نواب نصیرالدین حیدر کے زمانے تک زندہ تھا۔

بیدار : مناتھ سنگھ ہندو کا تخلص ہے جو ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں حیات تھا۔

بیدار بخت بن احمد شاہ بادشاہ دہلی۔ یکم ستمبر ۱۷۸۸ء مطابق ۲۷ رذی قعدہ ۱۲۰۲ھ کو تخت دہلی پر بیٹھا جب کہ غلام قادر نے شاہ عالم کو قید کر لیا تھا۔ مرہٹوں کے دہلی کی طرف پہنچنے تک بیدار بخت حکومت کرتا رہا۔ وہ ۱۲ راکتوبر ۱۷۸۸ء کو بھاگا لیکن بعد کو گرفتار کر لیا گیا اور شاہ عالم کے حکم سے قتل ہوا۔

بیدار بخت شہزادہ : سلطان بہادر شاہ اور بیدار بخت کے باپ سے ایک لڑائی ۸ر جون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ اسی جنگ میں بیدار بخت مارا گیا۔

بیدل : تخلص۔ مرزا عبدالقادر نام۔ اس کا اصلی وطن توران تھا۔ بخارا میں پیدا ہوا۔ نہایت صغرسنی میں بعہد جہانگیر ہندوستان آیا۔ اس کی تعلیم و تربیت ہندوستان میں ہوئی۔ اس بنا پر بیدل کا شمار اہل زبان شعرا میں نہیں ہے۔ جیسا کہ غالب نے لکھا ہے کہ ”

گرچہ بیدل زاہل ایراں نیست
لیک ہمچو قتیل ناداں نیست

شاہزادہ محمد اعظم پسر اورنگزیب کی سرکار میں ملازم ہوا۔ شاہزادہ نے اپنی مدح میں قصیدہ کی فرمائش کی۔ بیدل خفا ہو کر دہلی آیا۔ اصل نسب قوم برلاس سے ہے۔ زبان فارسی کا یکتا، ماہر اور نہایت نازک خیال شاعر مستغنی المزاج اور قانع شخص تھا۔ غالب، نے ان کا اتباع زیادہ تر مدّنظر رکھا ہے۔ تصنیفات میں چہار عنصر بیدل، نکات بیدلؔ، رقعات بیدلؔ اور ایک دیوان فارسی غزلیات کا چھوڑا ہے۔ ۱۱۳۳ھ م ۱۷۲۰ء میں بمقام دہلی فوت ہوا۔ اس کا کلام تصوف سے مالا مال ہے۔

بیدو خاں : طراغائی کا لڑکا اور ہلاکو خاں کا پوتا تھا۔ جنوری ۱۲۹۵ء مطابق ۶۹۴ھ میں تخت نشیں ہوا اور ایران میں صرف ۷ ماہ سلطنت کی۔ اس کے بھتیجے غازاں خاں ولد ارغوں خاں نے اس کو معزول کر کے مار ڈالا۔ غازاں خاں کو اپنی حفاظت کے واسطے مجبوراً اپنے چچا پر حملہ کرنا پڑا۔ یہ واقعہ اکتوبر ۱۲۹۵ء میں ہوا۔ انگریزی تواریخ میں اس کو باتو لکھا ہے۔ ۱۲۳۵ء میں اس نے پانچ لاکھ فوج کی معیت سے مشرقی روس کو فتح کر کے ریازن و ماسکو وغیرہ کو غارت کیا تھا۔

بیر سنگھ راؤ : ایک بندیلا سردار تھا جس سے سلطان سلیم اکبر کے بڑے بیٹے نے اکبر کے وزیر ابوالفضل کو قتل کرنے کے واسطے سازش کی تھی۔ اکبر نے سزا دینے کی غرض سے اس کا سخت تعاقب کیا۔ لیکن وہ بھاگ گیا۔

سلیم نے تخت نشیں ہو کر اس کو انعام دیا۔

بیرم خاں : الملقب خان خاناں۔ مغلیہ دربار کا نہایت ممتاز سردار۔ ترکمان تھا اور اس کے آبا و اجداد نے خاندان تیموریہ کی خدمت پشتہا پشت کی۔ بیرم خاں ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہندوستان سے ایران کو گیا۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت خان خاناں خطاب ملا۔ بحیثیت وزیر اعظم کے کل اختیارات ملکی و فوجی اس کے ہاتھ میں تھے۔ ۱۵۵۸ء مطابق ۹۶۵ھ میں جب اکبر نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی بیرم خاں کو وزارت سے علیحدہ کر دیا۔ بیرم خاں نے پہلے بغاوت کی لیکن ناکام رہا۔ اور شاہی تراحم کی خواستگاری پر مجبور ہوا۔ بادشاہ نے علاوہ معافی کے اس کو پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی پنشن گزارنے کے واسطے دی۔ اس کے بعد بیرم خاں نے بادشاہ سے حج بیت اللہ کی اجازت چاہی اور حجاز کے ارادے سے گجرات کو گیا۔ لیکن ایک شخص مبارک خاں لوہانی نے جس کے باپ کو شہنشاہ ہمایوں کے زمانے میں بیرم خاں نے اپنے ہاتھ سے لڑائی میں مارا تھا قتل کر دیا۔ یہ واقعہ بروز جمعہ بتاریخ ۳۱ر جنوری ۱۵۶۱ء مطابق ۱۴ر جمادی الثانی ۹۶۸ھ ہوا۔ اولاً شیخ حسام کی قبر کے قریب گجرات میں دفن ہوا۔ بعدہٗ اس کی نعش مشہد کو بھیجی گئی۔ اس کی قبر وہیں ہے۔ صاحب دیوان ہے۔

بیضاوی : قاضی ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن شیخ امام الدین عمر بن امام فخر الدین محمد بیضاوی۔ اپنے وطن بیضا واقع شیراز کے مدت دراز تک قاضی رہے اور بمقام تبریز ۱۲۸۶ء مطابق ۶۸۵ھ یا بقول دیگر ۱۲۹۲ء مطابق ۶۹۱ھ میں وفات پائی۔ یہ مشہور تفسیر موسوم بہ تفسیر بیضاوی کے مصنف ہیں۔ اس تفسیر کو انوار التنزیل اور اسرار التاویل بھی کہتے ہیں۔ بلاد مشرق میں یہ تفسیر بہت مشہور ہے۔ ایک جرمن محقق فلیٹر نے اسے نہایت اہتمام کے ساتھ ۱۸۴۸ء میں بمقام لبزک چھپوایا اور ایک دوسرے مستشرق فل نے اس کی انڈکس بنائی ہے جو ۱۸۶۱ء میں چھپی ہے۔ ۱۲۷۱ھ میں یہ تفسیر بمقام دہلی دو جلد میں۔ بمقام طہران ایک جلد میں ۱۲۷۹ھ و ۱۲۸۲ھ میں بمقام بمبئی اور لکھنؤ دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ نظام التواریخ شرح کتاب تنبیہ الغایۃ القصوی فی فروع الشافعیہ۔ منہاج الاصول الی علم الاصول۔ طوالع الانوار فی اصول الدین، مصباح الارواح فی الکلام لب الالباب فی علم الاعراب وغیرہ کتب بھی آپ ہی کی مصنفہ ہیں۔

بیکسی مولینا : شیراز کا ایک شاعر۔ غزالی کا ہمعصر تھا جو ۱۱۱۱ء مطابق ۵۰۵ھ میں فوت ہوا۔

بیگم سلطان : ایک ذی رتبہ عورت تھی جس کی قبر آج تک اعتماد الدولہ کے مقبرے کے پھاٹک پر آگرے میں موجود ہے۔ اس کتبہ سے جو اس کی قبر پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ ہمایوں کے عہد میں ۱۵۳۸ء مطابق ۹۴۵ھ میں فوت ہوئی تھی۔ وہ شیخ کمال کی دختر تھی۔

بے نظیر : سید محمد بے نظیر شاہ وارثی ۱۲۸۰ھ م ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی میں فارغ التحصیل ہیں۔ انگریزی بھی جانتے ہیں۔ اصل وطن کرا مانک پور ضلع الہ آباد ہے۔ فن شعر میں خاصی مہارت ہے۔ غزل میں وحید الہ آبادی سے اور مثنوی و قصائد میں امیر مینائی سے تلمذ ہے۔ ایک مثنوی الکلام ۱۳۱۵ھ میں مطبع نول کشور میں طبع ہو چکی ہے۔

بنی نراین : ایک ہندو تھا۔ لیکن مولوی سید احمد ساکن رائے بریلی کا بہت معتقد تھا۔ اس نے ایک قسم کا تذکرہ موسوم بہ تذکرہ جنان لکھا ہے (جو ۱۸۱۲ء میں شائع

ہوا) اور بہت سی دوسری کتابیں نثر اور نظم میں لکھی ہیں۔

بیہقیؒ : (احمد بن حسین ابوبکر بیہقی) آپ مشہور محدث اور شافعی مذہب کے فقیہ۔غزنی کے دارالعلوم میں معزز عہدے پر ممتاز تھے۔آپ نے حدیث شریف کی سندیں لینے کے لیے بہت کچھ سفر کیا۔آپ ایک زاہد کامل اور قانع بزرگ تھے۔پیدائش ۳۸۴ھ م ۹۹۴ء بمقام بیہق ہوئی۔یہیں دفن ہوئے۔المبسوط، السنن اکبر و صغیر، دلائل النبوۃ، السنن والآثار، شعب الایمان، مناقب الشافعی المطلبی، مناقب احمد بن حنبل آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔۴۵۸ھ مطابق ۱۰۶۶ء میں وفات پائی۔

پ

پالاس : بجائے اپنے باپ فیروز اول کے ۴۸۴ء میں تخت فارس پر جانشیں ہوا۔چار سال حکومت کی بعدہٗ اس کا بھائی قباد تخت پر بیٹھا۔

پتھورا : (ملاحظہ ہو پرتھی راج چوہان راجہ)۔

پدماوتی : لنکا کے راجہ کی بیٹی تھی جس کو چتوڑ کا راجہ رتن سنگھ چھین لے گیا تھا اور راجہ مذکور سے اس کو سلطان علاءالدین نے ۱۳۰۳ء مطابق ۷۰۳ھ میں فتح چتوڑ کے وقت لے لیا۔حسین غزنوی نے اس رانی کا قصہ فارسی نظم میں لکھا ہے اور ملک محمد جائسی نے بھاشا نظم میں بھی ترجمہ لکھا ہے۔دوسرا ترجمہ فارسی نثر میں رائے گوبند تلسی نے ۱۶۵۲ء مطابق ۱۰۶۲ھ میں لکھا تھا جس کا تاریخی نام تحفۃ القلوب ہے۔۱۷۹۶ء مطابق ۱۲۱۱ھ میں دو شاعروں نے مل کر اس کو اردو میں نظم کیا۔پہلا حصہ میر ضیاءالدین عبرت کا اور دوسرا حصہ غلام علی عشرت کا لکھا ہوا ہے۔

پران سکھ : ایک کایستھ تھا۔ایک انشاء اس کی تصنیف ہے جس کا نام انشائے راحت جان ہے۔یہ کتاب بعہد محمد شاہ ۱۷۵۰ء مطابق ۱۱۶۳ھ تکمیل کو پہنچی تھی۔

پربھو نرائن سنگھ بہادر : (سر مہاراجہ ہز ہائی نس) موجودہ والیِ بنارس۔پیدائش ۱۸۵۵ء مطابق ۱۲۷۲ھ۔۱۸۸۹ء میں مسند نشیں ہوئے۔جی۔سی۔آئی کا خطاب ہے۔یہ ریاست راجہ مہنت نرائن کے زمانے میں ۱۷۵۴ء کے عہد نامے کے ذریعے سے براہِ راست گورنمنٹ انگریزی کے انتظام میں آگئی تھی۔صرف چند دیہات بطور تعلقہ خاندانی (فیملی ڈومینس) راجہ کے انتظام میں باقی رہ گئے تھے۔مال کے اختیارات اس علاقے میں راجہ کو فوجداری کے کلکٹر کو حاصل رہتے تھے۔لیکن مہاراجہ حال کے زمانے میں یکم اپریل ۱۹۱۱ء کو یہ تعلقہ بطور دیسی ریاست کے قرار دیا گیا۔اور مہاراجہ کو وہ تمام اختیارات جو دوسرے والیان ملک کو حاصل ہیں چند شرائط کے ساتھ دیدیئے گئے۔

پرتاب سنگھ : راجہ مان سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔یہ اپنے باپ کے سامنے مرگیا اور ایک بیٹا مہا سنگھ چھوڑا جو مرزا راجہ جے سنگھ کا باپ تھا۔

پرتاب سنگھ : جے پور کے راجہ کا نام ہے۔یہ اپنے باپ مادھو سنگھ کی جگہ ۱۷۷۸ء میں تخت پر بیٹھا اور بجے سنگھ راٹھور کی سازش میں شریک ہوا جو ۱۷۹۰ء میں ہوئی۔اور ۱۸۰۳ء میں مرگیا۔اس کا بیٹا جگت سنگھ جانشیں ہوا۔

پرتاب سنگھ : کرنل سر تاب سنگھ کے۔سی۔جی ۱۸۴۶ء میں جودھپور میں پیدا ہوئے۔۲۴ سال کی عمر میں وزیر ریاست جودھپور ہوئے۔رفاہ عام کے اکثر کام کیے۔شجاعت میں قدیم راجپوتوں کی زندہ مثال ہیں۔

۱۸۷۸ء میں منجانب گورنمنٹ برٹش سفیر کے ہمراہ کابل گئے۔ ۱۸۸۷ء میں لفٹنٹ کرنل کا اعزازی عہدہ عطا ہوا۔ ۱۹۰۱ء میں راجہ ایدر کے انتقال پر گورنمنٹ نے ان کو وارث جائز قرار دیا اور والی ایدر بنا دیا۔

پرتاب سنگھ : اودے پور کا رانا۔ رانا اودے سنگھ کا بیٹا اور رانا سنگھا کا پوتا تھا۔ مغلوں کے مقابلے میں اس نے جو کارہائے نمایاں کیے ان کے واسطے وہ مشہور ہے۔ ۱۶۱۴ء میں حکومت کی اور اکبر کے مرنے سے پہلے اپنی کھوئی ہوئی ریاست کا زیادہ حصہ واپس لے لیا۔ اس نے پایۂ تخت اودے پور کی بنا ڈالی۔

پرتاب سنگھ نارائن : ستارے کا راجہ۔ راجہ ساہو کا بیٹا اور رگھو جی بھونسلا کا پوتا تھا۔ اس کو پیشوا باجے راؤ نے قید کر لیا تھا۔ آپا صاحب کی معزولی کے بعد وہ قید سے رہا ہوا۔ اس کو انگریزوں نے ۱۱/اپریل ۱۸۱۰ء میں تخت پر بٹھایا اور ایک عہد نامہ مورخہ ۲۵/ستمبر ۱۸۱۹ء میں خلاف ورزی عہد نامے کی بنا پر معزول کر دیا گیا۔ اس کا بھائی آپا صاحب بوجہ اس کے لاولد ہونے کے جانشیں ہوا اور ۵/اپریل ۱۸۴۸ء کو لاولد فوت ہوا۔ پرتاب سنگھ معزول راجہ نظر بندی کی حالت میں ۱۸۴۷ء میں بمقام بنارس فوت ہوا۔

پرتول چندر چٹر جی : (سر) قوم برہمن۔ وطن کلکتہ، قیام حال لاہور۔ پیدائش ۱۸۴۸ء۔ ایم۔اے، بی۔ایل، ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ۱۸۹۴ء میں پنجاب چیف کورٹ کی ججی پر متعین ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں وکالت سے ریٹائر ہوئے۔ یونیورسٹی کے فیلو اور شعبۂ قانون کے سکریٹری بھی رہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ اس یونیورسٹی کو نئے ضابطے کے اندر لانے کی خدمات میں رائے بہادر کا خطاب حاصل کیا۔ فی الحال وکٹوریہ ڈائمنڈ جوبلی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے پریسیڈنٹ ہیں۔

سر پرتول نے زیادہ نام آوری اردو کی مخالفت میں حاصل کی ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ پنجاب کی عدالتوں میں اردو کی جگہ پنجابی رائج ہو جائے۔

پرتھی راج چوہان : اجمیر اور دہلی کا راجہ تھا جس کو شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ء میں قید کر لیا اور غزنین بھیج دیا۔ جہاں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کو پتھورا بھی کہتے ہیں۔

پرتھی راج رائے : شاہجہانی عہد کا منصب دار تھا۔ خان جہاں لودی سے اسی نے مقابلہ کیا۔ کلہ بہ کلہ لڑائی ہو کر دونوں زخمی ہوئے۔ بادشاہ نے اس کو منصب دو ہزاری پر ممتاز کیا۔ دکن کی مہم پر ایام محاصرۂ قلعۂ دولت آباد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بلخ اور کابل اور بدخشاں کی مہم میں بھی کام کیا۔ ۱۶۵۶ء مطابق ۱۰۶۶ھ میں فوت ہوا۔ اس کے مرنے پر اس کے بیٹے کیسری سنگھ اور بھائی رام سنگھ کو مناصب عطا ہوئے۔

پرتھی سنگھ : (ملاحظہ ہو مادھو سنگھ کچھواہہ)۔

پردل : عالمگیر کے زمانے میں شاعر تھا جس کا حال تذکرۂ مراۃ الخیال میں درج ہے۔

پرساجی : پرساران بھونسلا کے نام سے مشہور ہے۔ رگھو جی بھونسلا کا بیٹا تھا۔ مارچ ۱۸۱۶ء میں اپنے باپ کی جگہ برار کا مالک ہوا۔ چونکہ یہ [illegible] تھا [illegible] الخاطب بہ آپا صاحب نے پھانسی دے دی۔ انگریزوں نے آپا صاحب کو اس کا جانشیں بنا دیا۔

پرہیز بانو بیگم : قندھاری بیگم کے بطن سے شاہجہاں کی لڑکی تھی۔ ۱۶۷۵ء مطابق ۱۰۸۶ھ میں وفات پائی۔

پروانہ : فارسی شاعر کنور جسونت سنگھ کا تخلص ہے جو راجہ

بنی بہادر کا بیٹا تھا*۔

پرویز سلطان : شاہ جہانگیر کا دوسرا بیٹا تھا۔ اس کی ماں ''صاحب جمال'' خواجہ حسن کی بیٹی تھی جو زین خاں کوکا کا چچا تھا۔ کابل میں ۱۵۹۰ء مطابق ۹۹۸ھ میں پیدا ہوا اور برہان پور میں بعمر اڑتیس سال ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۶ء مطابق ۶ صفر ۱۰۳۵ھ کو فوت ہوا۔ اس نے آگرے کے قریب موضع سلطانپور میں چار سو پچاس بیگھہ آراضی میں شاندار عمارت تعمیر کی تھیں جو اب کھنڈر نظر آتے ہیں۔

پشنگ : توران کا بادشاہ افراسیاب کا باپ تھا۔

پنچھی : نجم الدین مولد بلگرام تھا۔ ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں حیدرآباد گئے۔ مرد متوکل و مستغنی المزاج تھے۔ یہاں محلہ حسینی علم میں ان کا قائم کیا ہوا پنچھی کا براق نہایت مشہور ہے۔ ایک دیوان اردو اپنی یادگار چھوڑ کر ۱۲۰۰ھ م ۱۷۸۵ء میں انتقال کیا۔

پندار رازی : یہ رے کا ایک شاعر تھا جس کا نام کمال الدین تھا اور سلطان مجد الدولہ بن فخر الدولہ کے دربار میں ۱۰۰۹ء مطابق ۴۰۰ھ میں گزرا ہے۔ عربی، فارسی اور دیلمی زبانوں میں شعر کہتا تھا۔

پوربھا جامی : قصبۂ جام واقع ہرات کا رہنے والا۔ فارسی شاعر ہمام تبریزی کا ہمعصر تھا۔ ارغون بادشاہ فارس کے وقت میں گزرا ہے۔

پورحسن اسفرائنی: ان کا شمار اولیاء میں ہے۔ اسفراین کے رہنے والے تھے۔ شیخ جمال الدین ذاکر کے مرید تھے۔ شیخ رضی الدین علی لالہ کے ہمعصر شاعر بھی تھے۔ ترکی و فارسی غزلیات کا دیوان یادگار ہے۔ فارسی غزلیات میں پورحسن تخلص ہے اور ترکی کلام میں حسن اغلی۔

پہاڑ سنگھ بندیلا : راجہ نرسنگھ دیو بندیلا کا بیٹا تھا۔ شاہجہاں کے عہد میں منصب سہ ہزاری پر ممتاز تھا۔ راجہ کا خطاب تھا۔ برہان پور کا ناظم رہا۔ شہزادۂ مراد بخش اور اورنگزیب کے ساتھ مہم بلخ و بدخشاں میں شریک رہا۔ منصب چہار ہزاری پر ترقی پاکر چوراگڑھ کی حکومت پر متعین ہوا۔ ۱۰۶۴ء میں فوت ہوا۔ بقول صاحب مآثر الامرا اور اورنگ آباد (دکن) کی شہر پناہ کے باہر پچھم اور اتر کے کونے پر اس راجہ کا آباد کیا ہوا پرہ اب تک موجود ہے۔

پھول شیخ : ولی۔ محمد غوث گوالیاری کے بھائی ہیں۔ ان کو پھول شہید بھی کہتے ہیں۔ ان کا مقبرہ بیانہ کے قلعے کے پاس ایک پہاڑی پر ہے۔

پیاری بانو : شاہزادہ شجاع کی جو شاہجہاں کا لڑکا تھا دوسری بی بی تھی۔ اس سے تین لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ وہ نہایت بذلہ سنج اور بہت خوبصورت تھی۔ بنگال میں اس کی تعریف کے گیت آج تک مشہور ہیں اور اس کے جسم کی موزونیت ضرب المثل ہے۔ ارکان سے جب اس کے شوہر شجاع کے مرنے کی خبر آئی تو پتھر سے سر ٹکرا کر اس نے جان دے دی اور اس کی دو لڑکیاں بھی زہر کھا کر مر گئیں۔

پیام: میر شرف الدین کا تخلص ہے جو آگرہ میں ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں فوت ہوا۔ فارسی کا شاعر تھا۔

پیر علی ہجوری شیخ : ہجور کہ جو غزنین میں ایک گانوں ہے رہنے والے اور کشف المحجوب کے مصنف ہیں۔ ۱۰۶۴ء مطابق ۴۵۶ھ میں انتقال کیا۔ لاہور میں مدفون ہیں۔

پیر محمد جہانگیر : جہانگیر مرزا کا سب سے بڑا بیٹا اور

---

* پہلے فارسی میں شعر کہتا تھا، بعد ازاں اردو بھی کہنے لگا۔ اس نے ''حملۂ حیدری'' کو اردو نظم میں لکھنا شروع کیا تھا۔ یکتا نے اس کتاب کا ایک حصہ سن کر بڑی تعریف کی ہے۔
اس نے ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء) میں انتقال کیا ہے۔ ناسخ نے ''پروانہ بمرد، شمع ہم وای بمرد'' تاریخ کہی ہے۔ (عرشی)

امیر تیمور کا پوتا تھا۔ وہ ۱۳۹۷ء مطابق ۷۹۹ھ میں ہندوستان بھیجا گیا اور امیر تیمور کے حملے کے بعد اس نے ملتان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے دادا نے اپنا جانشیں بنانے کے لیے اس کے حق میں وصیت کی تھی۔ لیکن امیر تیمور کی وفات کے وقت وہ قندھار میں تھا۔ اس لیے سمرقند میں اس کا بھائی خلیل سلطان تخت پر بیٹھ گیا جس پر دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی۔ لیکن سرداران سلطنت اور فوج نے خلیل کا ساتھ دیا۔ اس وجہ سے پیر محمد کو کامیابی نہ ہوسکی اور امیر تیمور کی وفات کو چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وہ اپنے ہی وزیر کی سازش سے ۱۴۰۵ء مطابق ۸۰۸ھ میں مارا گیا۔

پیر محمد ملا : شروانی۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں پنج ہزاری تھا۔ باز بہادر مالوہ کے بادشاہ کے تعاقب میں ۱۵۶۱ عیسوی مطابق ۹۶۹ھ میں دریائے نربدا میں ڈوب گیا۔

پیلا جی : مرہٹوں کا سردار تھا۔ اور درحقیقت موجودہ ریاست بڑودہ کا بانی تھا۔ محمد شاہ شہنشاہ دہلی کے وقت میں اس نے نواح سورت میں چوتھ وصول کرنے کے لیے کچھ دنوں تک لوٹ مار کی پھر رستم علی خاں کو شکست ہوئی۔ سب سے پہلا مرہٹوں کا حملہ ۱۷۰۵ء میں گجرات پر ہوا تھا۔ اس حملہ میں اور اس کے بعد کے حملے میں پیلا جی گیکوار نے بڑی ناموری حاصل کی۔ ۱۷۳۳ء میں پیلا جی نے گجرات سے باقاعدہ چوتھ وصول کرنا شروع کی۔ داما جی اس کے لڑکے نے ۱۷۳۴ء میں بڑودہ پر قبضہ کیا لیکن حکومت مغلیہ اس وقت تک گجرات میں قائم رہی جب تک کہ ۱۷۵۳ء میں احمد آباد پر مرہٹوں کا قبضہ نہ ہوگیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مرہٹوں کے دو فریقوں گیکوار اور پیشواؤں نے ملک کا حصہ بانٹ لیا تھا۔ داما جی ۱۷۶۸ء میں مرگیا اور سیا جی راؤ اول، فتح سنگھ راؤ، مانا جی راؤ اور گوبند راؤ اس کے لڑکے تھے جنھوں نے باری باری سے علی الترتیب تھوڑے تھوڑے دنوں حکومت کی۔ سب سے آخر میں گوبند راؤ کو حکومت ملی جو ۱۸۰۰ء میں مرگیا۔ آنند راؤ اس کا جانشیں ہوا۔ اس کے زمانے میں نہایت بدعملی رہی۔ بالآخر گورنمنٹ انگریزی کو دخل دینا پڑا اور انند راؤ کو راجہ تسلیم کرکے ۱۸۰۵ء میں ریاست بڑودہ اور گورنمنٹ کے باہم ایک عہد نامہ ہوا اور منجملہ دیگر امور کے یہ طے ہوا کہ ریاست کے امور خارجیہ انگریزی گورنمنٹ سے متعلق ہوں گے۔ اور پیشوا و گیکوار کے معاملات بھی گورنمنٹ انگریزی طے کرے گی۔ باجے راؤ پیشوا نیز پنڈاریوں اور ہلکر کی لڑائیوں میں ریاست بڑودہ انگریزوں سے متحد رہی۔ ۱۸۲۰ء سے ۱۸۴۱ء تک جب کہ سیا جی راؤ حکمراں تھا ان دونوں گورنمنٹوں میں اختلافات رونما رہے۔ جن کو سر جیمس کارنگ گورنر بمبئی نے ۱۸۴۱ء میں طے کردیا۔ ۱۸۴۷ء میں گنپت راؤ راجہ ہوا۔ اس کے عہد میں ریاست کا تعلق بجائے لوکل گورنمنٹ بمبئی کے سپریم کورٹ سے ہوگیا۔ گنپت راؤ کے بعد ۱۸۵۶ء میں کھانڈے راؤ تخت نشیں ہوا۔ اس کے زمانے میں بہت سی اصلاحات ہوئیں۔ غدر ۱۸۵۷ء میں اس راجہ نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد ۱۸۷۰ء میں اس کا بھائی ملہر راؤ راجہ ہوا۔ ملہر راؤ کو ۱۸۷۵ء میں بدنظمی کے الزام میں معزول کردیا گیا۔ اس کی جگہ موجودہ روشن دماغ حکمراں سیا جی راؤ سوم کی تیرہ برس کی عمر میں تخت نشینی ہوئی۔ (ملاحظہ ہو سیا جی راؤ)۔

ت

تاباں : میر عبدالحئی رضوی دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس

قدر حسین تھے کہ یوسف ثانی مشہور ہو گئے تھے۔ خودشاہ عالم بادشاہ شہرت سن کر دیکھنے کے مشتاق ہو گئے تھے۔ حسن ظاہری کے ساتھ طبیعت بھی نہایت صاف ستھری پائی تھی۔ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ہردلعزیزی میں آپ ہی اپنی نظیر تھے۔ مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے۔ فن سخن میں شاہ عالم سے تلمذ تھا۔ لیکن بقول شیفتہ مرزا رفیع سودا سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ لباس اکثر سیاہ رنگ کا پہنتے تھے جو ان کی دلکش صورت اور جامہ زیب بدن پر بہت زیب دیتا تھا۔ ۱۷۹۷ء تک زندہ تھے۔ عین عالم شباب میں بمقام دہلی انتقال کیا۔ صاحب دیوان تھے۔

تاباں : مرزا شجاع الدین خلف نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب رئیس لوہارو ۱۸۶۰ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ علوم مشرقی میں معقول دستگاہ ہے۔ فن سخن میں فصیح الملک داغ دہلوی سے تلمذ ہے۔ دو دیوان مرتب ہیں۔ شبانہ روز یہی مشغلہ ہے۔ زبان درست، بندش چست، خیال پاکیزہ، طبیعت فطرۃً شاعرانہ پائی ہے۔ کم و بیش اکثر اصناف سخن میں دخل ہے۔ دہلی کی موجودہ دنیائے شاعری میں بہت غنیمت ہیں۔

تاتارخاں : غیاث الدین تغلق کا متبنّٰی۔ سلطان محمد شاہ تغلق کا وزیر جس نے قرآن شریف کی تفسیر لکھی اور اس کا نام تفسیر تاتارخانی رکھا۔ اس کی دوسری کتاب فقہ میں فتاوائے تاتارخانی ہے۔ سلطان فیروز شاہ باربک کے زمانے میں انتقال کیا۔

تاتارخاں : خراسان کا رہنے والا تھا۔ عہد اکبر بادشاہ میں ایک ہزاری منصب دار تھا۔ دہلی کا حاکم تھا اور وہیں ۱۵۸۸ء مطابق ۹۹۷ھ میں مرگیا۔

تاثیر : مرزا محسن کا تخلص ہے جو صاحب دیوان تھا۔ اس کا زمانہ ۱۷۱۸ء مطابق ۱۱۳۰ھ تھا۔

تاج آراء بیگم : واجد علی شاہ اودھ کی والدہ تھی جو اودھ کے سرکاری مقبوضات کے الحاق کے بعد انگلستان گئی اور فرانس میں ۱۸۵۷ء میں مرگئی۔ (ملاحظہ ہو جواد علی)

تاج الدین ابوالفضل بن طاہر : حاکم سیستان طاہر کا لڑکا۔ یہ ملک سلطان سنجر نے اس کو ۱۱۵۰ء مطابق ۵۴۵ھ میں دیا تھا۔ چنگیز خاں کے حملے تک اس کے جانشینوں کی فہرست جو سیستاں پر حکمراں رہے۔ حسب ذیل ہے :

(۱) تاج الدین ابوجعفر

(۲) شمس الدین محمد بن تاج الدین۔ اس کو رعایا نے قتل کیا۔

(۳) تاج الدین ہرب بن عزالملک۔ اس نے ۶۰ سال حکومت کی۔

(۴) بہرام شاہ بن تاج الدین۔ اس کے زمانے میں ابونصر فاریابی مصنف نصاب الصبیان گزرا ہے۔

(۵) نصرت الدین بن بہرام۔ یہ اپنے بھائی رکن الدین کے مقابلے میں قتل ہوا۔

(۶) رکن الدین بن بہرام۔ جو چنگیز خاں کے حملے کے وقت قتل ہوا۔

(۷) شہاب الدین بن تاج الدین۔ لڑائی میں ہلاک ہوا۔

(۸) تاج الدین۔ اس نے دو سال قلعہ سیستان میں مقابلہ کیا۔ مگر آخر کو چنگیز خاں کی فوج نے قلعے کو لے لیا اور اس کو مع ساتھیوں کے قتل کردیا۔

تاج الدین حسین : سید عارف علی کے بیٹے۔ خاندان سادات مودودیہ سے۔ سہسوان ضلع بدایون کے رہنے والے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔

اکابر اولیاء میں شمار ہیں۔ ابتداء ریاست رامپور اور پھر دہلی میں شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالعزیز سے کسب کمالات کر کے وطن واپس ہوئے۔ پچاس سال سے زیادہ عرصے گوشہ نشین رہے۔ علوم ریاضی و تصوف و زبان فارسی میں علامہ تھے۔ باوجود طلب امراء و والیان ملک گھر سے واپس نہیں گئے اور اپنے وطن میں بعمر ۹۰ سال ۱۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ قبر زیارت گاہ عام ہے۔ مولوی حکیم سید اعجاز احمد ان کے نواسے منشی فاضل ہیں۔

تاج الدین عبدالوہاب ابن سبکی : طبقات الشافعیہ کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں علماء شافعی کے حالات درج ہیں۔ بہت مشہور ہے۔ اور اس کو طبقات الکبریٰ بھی کہتے ہیں۔ ۱۳۶۹ء مطابق ۷۷۱ھ میں وفات پائی۔

تاج الدین گازرونی : بحر سعادت اس کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب بہ زبان فارسی لکھی گئی ہے۔ آفرینش عالم، نیکی اور اخلاقی فرائض کی ضرورت پر مضامین لکھے جن پر آیات قرآنی سے استدلال کیا گیا ہے۔

تاج الدین یلدوز : شہاب الدین محمد غوری کا متبنیٰ تھا جو بعد کو بادشاہ غزنین ہوا۔ ۱۲۰۶ء مطابق ۶۰۲ھ میں شہاب الدین کی وفات پر ترکی افسروں نے اس کے بھتیجے محمود کو غزنین کا بادشاہ بنانا چاہا۔ لیکن وہ کاہل الوجود اور پست ہمت واقع ہوا تھا۔ اس نے اپنے موروثی حکومت غور پر قناعت کر کے غزنین کا بادشاہ ہونے سے انکار کر دیا۔ یلدوز کو اس نے غزنین کا بادشاہ اس شرط پر تسلیم کیا کہ وہ اس کا نذر گزار رہے۔ قطب الدین ایبک بھی شہاب الدین محمد غوری کا متبنیٰ تھا۔ وہ دہلی کا بادشاہ ہوا تھا۔ یلدوز نے قطب الدین کے مرنے پر دہلی سے سلطنت لینے کے لیے ہندوستان پر چڑھائی کی اور شمس الدین التمش سے اس کا مقابلہ ہوا۔ ۶۱۱ھ مطابق ۱۱۱۵ء میں شکست کھائی۔ التمش نے اس کو قید کر کے بدایوں بھیج دیا اور اسی قید میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ مدت حکومت نو سال تھی۔

تاج الملک : اصلی نام ملک تاجو خضر خاں۔ بادشاہ دہلی کا وزیر تھا۔ ۱۳؍جنوری ۱۴۲۱ء مطابق ۸؍محرم ۸۲۴ھ کو فوت ہوا۔ اس کا بیٹا سکندر اس کے بعد ملک الشرق کے لقب سے وزیر ہوا۔

تاجی : میر محمد حسین کا تخلص ہے۔ اس کا آبائی وطن ملک فارس میں اندجان تھا۔ یہ عالمگیر شاہ کے زمانے میں گزرا ہے اور صاحب دیوان تھا۔

تارابائی : راجہ رام برادر سمبھا جی پسر سیوا جی بھونسلا حاکم ستارا مرہٹہ سردار کی بی بی تھی۔ مارچ ۱۷۰۰ء میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنے لڑکے سیوا کے نام سے جو دو برس کا تھا، حکومت کی۔ ۱۷۰۷ء میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد جب اعظم شاہ نے ساہو پسر سمبھا جی کو رہا کر دیا تو ساہو مذکور نے فوراً ستارے پر پہنچ کر تارابائی کو حکومت سے معزول کر کے قید کر لیا اور خود ستارا پر قابض ہو گیا۔

تارا بیگم : اکبر کی بی بی تھی۔ چالیس بیگہ آراضی پر آکر آباد میں اس کا باغ تھا جو اب ویران ہے۔

تارک ناتھ پالت : (سر) باپ کا نام کالی کنکر پالت۔ پیدائش بمقام کلکتہ ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ ہندو کالج کی تعلیم ختم کرنے کے بعد انگلستان گئے۔ وہاں سے آکر کلکتے میں بیرسٹری کی۔ بنگال کے عظیم الشان صنعتی کالج کے بانی تھے۔ کلکتہ یونیورسٹی کو پندرہ لاکھ روپے دیئے۔ گورنمنٹ سے سر کا خطاب ملا۔

تاناشاہ : (ملاحظہ ہو ابوالحسن قطب شاہ)۔

تانتیا توپی : ۱۸۵۷ء کے غدر کے باغیوں کا مشہور

سرغنہ تھا۔ ۷/اپریل ۱۸۵۹ء میں انگریزی فوج کی کوشش سے پیڑوں کے جنگل میں گرفتار ہوا اور ۱۸/اپریل کو پھانسی دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے کانپور میں فرنگیوں کے قتل اور اغوا کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ نانا صاحب نے انگریزوں کی جان بچانے کا حلف اٹھایا تھا۔ اور وہ ان کے قتل کا مانع تھا۔ اسی لیے وہ اس سے ناراض تھا۔ اس کا یہ بیان صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ نانا صاحب کی جان بچانا چاہتا تھا۔ اور اپنے متعلق تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ اسے پھانسی ہوگی۔ اس نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ وہ قوم کا برہمن اور پونا کا باشندہ تھا۔ وطن سے آکر وسط ہند میں توپ خانے کا سپاہی ہوگیا۔ اسی وجہ سے وہ توپی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد وہ بٹھور میں خزانے کے کام پر نانا کا ملازم ہوگیا۔ ایام غدر میں وہ اسی کام پر تھا۔ غدر میں آٹھ ہزار باغیوں کی اس نے سرگروہی کی۔ کرنل گریتھڈ کی فوج سے بمقام آگرہ مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ تانتیا نے بیان کیا تھا کہ بیتوا کی لڑائی میں بائیس ہزار جنگجو اشخاص اس کی ماتحتی میں تھے جس سے زیادہ تعداد اس کے گروہ کی کبھی نہیں ہوئی۔

تان سین : ایک مشہور ہندی موسیقی داں تھا۔ شہنشاہ اکبر کے دربار میں نوکر تھا۔ پہلے یہ راجہ رامچند ر کے یہاں تھا۔ مگر شہنشاہ کی درخواست پر راجہ نے اس کو یہاں بھیج دیا تھا۔ ۱۵۸۸ء مطابق ۹۹۶ھ میں مرگیا۔

تجلی : شاہ تجلی علی۔ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ میں فارغ التحصیل تھے۔ آہنگری، نجاری، خطاطی، مصوری وغیرہ فنون میں کامل ہونے کے علاوہ ان کا شمار اہل اللہ میں تھا۔ اردو فارسی میں نہایت خوشگو ناثر و ناظم تھے۔ علاوہ اور تصانیف کے تزک آصفیہ ان کی بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔ جس کے صلے میں حضور آصف جاہ ثانی سے پچاس ہزار روپیہ نقد علاوہ خلعت کے مرحمت ہوا۔ ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۴ء میں وفات پائی۔

تجلی : علی رضا کا تخلص ہے۔ یہ آقا حسین خوانساری کے زمانے میں تھا۔ معراج الخیال نظم اس کی تصنیف ہے۔ ۱۶۷۷ء مطابق ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی۔

تخت سنگھ : جودھپور کا راجہ تھا۔ راجہ مان سنگھ اپنے باپ کی بجائے نومبر ۱۸۴۳ء کو تخت نشیں ہوا۔ اور ۱۲/فروری ۱۸۷۳ء کو مرگیا اور جسونت سنگھ اس کا بیٹا جو اس کی زندگی ہی میں کاروبار سلطنت کرنے لگا تھا تخت نشیں ہوا۔ اس کے زمانے میں وہ بدامنی جو ۱۸۶۸ء میں شروع ہوگئی تھی، برٹش گورنمنٹ کی مداخلت سے فرو ہوگئی۔ اس کی وفات پر ۱۸۹۰ء میں اس کا بیٹا سردار سنگھ گدی نشیں ہوا۔ لیکن ۱۹۱۱ء میں اس کو بھی موت نے آدبایا اور موجودہ راجہ مہاراجہ سمیر سنگھ بہادر اس کے لڑکے گدی نشیں ہوئے۔ (ملاحظہ ہو سمیر سنگھ راجہ جودھپور)۔

تذروی : نرگسی کا بھتیجا تھا۔ روم سے ہندوستان کو آیا۔ یہاں ۱۵۶۷ء مطابق ۹۷۵ھ میں فوت ہو کر آگرے میں دفن ہوا۔ ایک مثنوی اس کی تصنیف سے ہے جس کا نام رسالہ حسن و یوسف محمد خاں ہے۔

تربیت خاں : عالمگیر کے زمانے کا چار ہزاری منصب دار تھا اور میر آتش یعنی توپ خانے کا کمانیر بھی تھا۔ اس بادشاہ کی وفات کے بعد وہ اعظم شاہ کا طرفدار ہوگیا اور بہادر شاہ کے مقابلے میں جو لڑائی ۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ میں ہوئی مارا گیا۔

تربیت خاں برلاس : شفیع اللہ خاں کا لقب تھا۔ ایران کا رہنے والا تھا۔ ایران سے جانب ہندوستان آیا۔ شاہجہاں اور عالمگیر کے زمانے میں شاہی

خدمات انجام دیں۔ اپنی وفات کے وقت چار ہزاری منصب پر ممتاز رہا۔ اور جونپور کا حاکم تھا۔ وہیں ۱۶۸۵ء مطابق ۱۰۹۶ھ میں فوت ہوا۔

ترخاں یا نواب ترخاں : (ملاحظہ ہو نورالدین سفیدونی ملا)۔

ترکان خاتون : ملک شاہ کی بیوی تھی۔ ملک شاہ سلجوقی خاندان کا مشہور بادشاہ تھا۔ جس کی حکومت دیوار چین سے قسطنطنیہ کے فصیل تک رہی۔ یہ عورت نہایت مدبر اور بیدار مغز تھی۔ سلطان ملک شاہ اسی کے مشورے سے سلطنت کرتا تھا۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کے سوتیلے بیٹے مسمیٰ برکیارق سے جانشینی کے معاملے میں ان بن ہوگئی تھی۔ دونوں کی فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ اس نے آخر میں امیر اسمٰعیل کے ساتھ جو برکیارق کا حقیقی بھائی تھا نکاح کر لیا تھا اور اصفہان کے صوبے میں اپنی علیحدہ حکومت قائم کر لی تھی۔ تمام ملک میں اس نے مسجدیں مدرسے اور شفاخانے بنوائے تھے۔ ۴۸۷ھ مطابق ۱۰۹۴ء میں بمقام اصفہان وفات پائی۔ محمود سلجوقی بن ملک شاہ اس کے بطن سے پیدا ہوا۔

ترمزی : یہ حکیم الترمزی بھی کہلاتا تھا۔ اس کا نام ابوعبداللہ محمد بن علی تھا۔ یہ ایران کے شہر ترمز کا ایک مشہور مصنف اور حکیم ہے۔ ۸۶۹ء مطابق ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

تُرتش : ملک شاہ سلجوقی کا بھائی تھا۔ مگر دونوں بھائیوں میں ان بن تھی۔ ترتش نے ملک شاہ سے بغاوت کی اور اپنی جان بچا کر چلا گیا۔ یہ شخص وہی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو ابن خلکان نے ترتش بن الپ ارسلان لکھا ہے اس نے اتسیز سلطان خوارزم کو قید کر لیا تھا۔ اور ماہ اکتوبر ۱۰۷۸ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۱ھ قتل کر دیا۔ ترتش نے اپنے بھتیجے برکیارق سے جنگ کی اور اتوار کے دن ۲۵ فروری ۱۰۹۵ء مطابق ۱۷ صفر ۴۸۸ھ میں ۴۰ سال کی عمر میں اس جنگ میں قتل ہوا۔

تسخیر : شاہزادہ مرزا اسلیمان قدر بن مرزا خورشید قدر کا تخلص ہے۔

تسلی : ابراہیم شیرازی کا تخلص ہے جو ہندوستان آیا۔ ۱۶۲۳ء مطابق ۱۰۳۲ھ میں زندہ تھا۔ یہ صاحب دیوان ہے۔

تسکین : میر حسین عرف میرن صاحب ۱۲۱۸ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ فارسی میں مولوی امام بخش صہبائی اور اردو میں ابتداءً شاہ نصیر سے اور آخر میں مومن خاں سے اصلاح لیتے تھے۔ کلام میں استاد کا رنگ تھا۔ شاہ نصیر کا دیوان ترتیب دے کر اردو ادبی دنیا پر خاص احسان کیا۔

تسلیم : محمد قلی۔ برہانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے بزرگ ہمدانی تھے۔ وہ عالم فاضل تارک دنیا تھے۔ بسا اوقات عالم جذب میں صحرانوردی کرتے۔ ان کی یادگار ایک مثنوی اور ایک دیوان فارسی ہے۔ ۱۱۷۹ھ مطابق ۱۷۶۵ء میں بمقام برہان پور وفات پائی۔

تسلیم : محمد ہاشم شیرازی کا تخلص ہے۔ عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان آیا۔ صاحب دیوان تھا۔ ۱۶۹۷ء مطابق ۱۱۰۹ ہجری میں حیات تھا۔

تسلیم : منشی امیر اللہ نام۔ تسلیم تخلص۔ مولوی عبدالصمد کے بیٹے۔ اصل وطن فیض آباد تھا مگر اکثر لکھنؤ رہتے تھے اور عرصۂ دراز تک نواب کلب علی خاں والی رامپور کے یہاں ملازم رہے۔ شاعری میں مرزا اصغر علی خاں نسیم دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ مسلم الثبوت استاد تھے۔ ایک دیوان ''نظم ارجمند'' اور دوسرا ''نظم دل افروز'' کے نام سے مشہور ہے۔ مثنوی نالۂ تسلیم،

شام غریباں اور صبح خنداں وغیرہ ہیں۔ ان کے ارشد تلامذہ میں مولانا حسرت موہانی وغیرہ ہیں۔ ۱۲۳۶ھ م ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱۹ھ م ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا۔

تشبیہی : (ملاحظہ ہو اکبر علی تشبیہی)۔

تغلب : اصل نام ابوالعباس احمد ہے۔ یہ ایک عالم اور اہل کوفہ کے امام تھے۔ ۹۰۳ء مطابق ۲۹۰ھ میں بمقام بغداد وفات پائی۔

تغلق : سلطان غیاث الدین بلبن کا ایک غلام تھا۔ اس کا بیٹا خسرو شاہ کو قتل کرنے کے بعد تخت دہلی پر بیٹھا اور ۱۳۲۱ء میں سلطان غیاث الدین تغلق کا لقب اختیار کیا۔

تغلق شاہ : (ملاحظہ ہو غیاث الدین تغلق اور محمد تغلق شاہ)۔

تفتازانی : اصل نام ملا سعد الدین مسعود بن عمر ہے۔ تفتازان ملک خراسان کا باشندہ۔ مشہور مصنف ہے۔ شرح معاصد، شرح عقائد، شرح کشاف، شرح شرف زنجانی، مطول اور مختصر تلخیص اسی کی تصنیف سے ہے۔ شرح حلاج بھی اسی کی مصنفہ ہے۔ آخر زمانے میں امیر تیمور کی ملازمت کی اور سمرقند میں ۱۰ر جنوری ۱۳۹۰ء مطابق ۲۲ر محرم ۷۹۲ھ کو وفات پائی۔ سال پیدائش ۱۳۲۲ء مطابق ۷۲۲ھ ہے۔

تفتہ : ہرگوپال نام۔ سکندر آباد ضلع بلند شہر وطن۔ قوم کایستھ۔ فارسی کے شاعر تھے۔ مرزا غالب کے ارشد تلامذہ میں شمار ہے۔ ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے، ۱۲۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ چار دیوان فارسی ایک کتاب تضمین گلستاں چھوڑی جو ان کی زندگی میں طبع ہو گئی تھی۔

تفضّل حسین خاں : فرخ آباد کا باغی نواب مظفر جنگ یا مظفر حسین خاں کا پوتا اور جانشین تھا۔ اس نے ۱۸۵۷ء میں بغاوت میں حصہ لیا تھا۔ امن ہونے پر تحقیقات کی گئی اور بعد ثبوت جرم پھانسی کا حکم دیا گیا۔ لیکن گورنر جنرل نے سزائے موت کو جلاوطنی سے تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ۱۳ر مئی ۱۸۵۹ء کو وہ حراست میں بمبئی بھیجا گیا اور وہاں سے جہاز پر سوار کر کے مکّے شریف بھیج دیا گیا۔

تقتمش خاں : دشت قپچاق کا حاکم تھا جس کو امیر تیمور نے ۱۳۹۵ء میں شکست دی۔

تقی : اوحدی۔ ایک ایرانی شاعر تھا جو ہندوستان آیا۔ ۱۶۱۴ء مطابق ۱۰۵۳ھ میں آگرہ میں حیات تھا۔ یہ صاحب دیوان ہے۔ تذکرہ عرفات العارفین و عرضات العاشقین اس کی مشہور تالیفات ہیں۔

تقی امام : (ملاحظہ ہو محمد تقی)۔

تقی (میر) : (ملاحظہ ہو میر)۔

تقی الدین تمیمی : حنفی فقہاء کا حروف تہجی کی ترتیب سے ایک تذکرہ تصنیف کیا جس کا پورا نام "طبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ" ہے۔ ۱۵۹۶ء مطابق ۱۰۰۵ھ میں وفات پائی۔

تقی الدین سبقی : عبدالکافی کا بیٹا۔ اس نے مختلف مضامین کی ۱۵۰ کتب تصنیف کیں۔ ۱۳۴۹ء مطابق ۷۵۰ھ میں وفات پائی۔

تقی الدین محمد بن احمد بن علی : شفاء الغرام اس کی تصنیف ہے۔ ۱۴۲۸ء مطابق ۸۳۲ھ میں وفات پائی۔

تقی الدین محمد کاشانی : شرف الدین علی حسین ذکری کا لڑکا تھا۔ کاشان میں ۱۵۳۹ء مطابق ۹۴۶ھ میں پیدا ہوا۔ خلاصۃ الاشعار و زبدۃ الاذکار اس کی تصنیف ہے جو ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ میں لکھی گئی۔ تقی کاشانی

کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

تکلہ : فارس کا بادشاہ تھا۔ (ملاحظہ ہو سنقر)۔

تکوجی ہولکر : موجودہ فرمانروائے ریاست اندور یعنی ہز ہائی نس مہاراج ادھیراج راجیشور سوامی سری تکوجی راؤ ہولکر اندور کی ریاست ستر لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے۔ موجودہ راجہ اپنے وزیر اعظم اور پانچ وزراء کی ایک کونسل کے مشورت سے حکومت کرتے ہیں۔

تکوجی ہولکر : ملہار راؤ ہولکر اول کا بھتیجا تھا۔ اہلیہ بائی نے جو کھانڈے راؤ پسر ملہار راؤ کی بیوی تھی۔ ۱۷۶۸ء میں اسے راجہ بنایا۔ اس نے ۳۰ سال حکومت کی۔ ۱۵ اگست ۱۷۹۵ء کو مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا کاشی راؤ اس کا جانشیں ہوا۔ لیکن دولت رائے سندھیا نے کچھ دنوں کے لیے ریاست پر ناجائز قبضہ کر لیا اور اس کے بعد جسونت راؤ کا قبضہ ہوا۔

تلک : بال گنگا دھر تلک، لوکمانیہ۔ پونا کے رہنے والے مرہٹہ برہمن۔ پیدائش جولائی ۱۸۵۴ء انڈین نیشنل کانگریس کی روح رواں۔ ہندوستان کے نامور لیڈر تھے۔ دومرتبہ ۱۸۹۰ء و ۱۹۰۰ء میں ان پر باغیانہ مضامین شائع کرنے کا مقدمہ چلایا گیا۔ ۷ سال تک جیل خانے کی زندگی بسر کی۔ مسٹر تلک صرف ایک ملکی مدبر ہی نہیں تھے وہ فن ریاضی اور فلسفہ کے ماہر تھے اور قانون جاننے والے تھے۔ سنسکرت کے جید عالم تھے۔ مشہور مصنف اور فن صحافت میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے اور تعلیم کے حامی تھے۔ فرگوسن کالج ان کی یادگار ہے۔ یکم اگست ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں انتقال ہوا۔

تلسی داس : سال پیدائش ۱۵۳۲ء۔ قوم کے برہمن۔ ہندوؤں میں بحیثیت ایک مذہبی مصلح اور شاعر کے ان کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ وہ بادشاہ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں گزرے ہیں۔ راجہ پور متصل چترکوٹ ان کا وطن تھا۔ لیکن وہ زیادہ سفر میں فقیرانہ طریقے سے رہتے تھے۔ ۱۴ اکتوبر ۱۶۲۳ء کو بمقام بنارس فوت ہوئے۔ وہ رامائن کے مصنف ہیں۔ ان کے بہت سے گیت اور بھاشا کی نظمیں مشہور ہیں۔ ہندوستان میں سوائے راجہ بودھ کے اور کوئی شخص بھی تلسی داس سے زیادہ وسیع الاثر نہیں گزرا۔

توران دخت : خسرو پرویز کی لڑکی تھی۔ اپنے بھائی شہرویہ کی وفات کے بعد ۶۳۱ھ میں مالک تخت و تاج ہوئی۔ صرف ایک برس چار ماہ اس کی حکومت رہی۔ اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی جو کہ اس کا عاشق تھا شاہ شنندہ کے نام سے تخت نشیں ہوا۔ اس نے صرف ایک مہینہ سلطنت کی۔ بالآخر ازرم دخت دختر ثانیہ خسرو پرویز نے اسے تخت سے اتار دیا۔ اور ۶۳۲ء میں خود تخت نشیں ہوگئی۔ یہ شہزادی نہایت ذکی الفہم اور خوبصورت تھی۔ اس نے کل انتظام سلطنت براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا اور تقرر وزیر کی بھی کچھ ضرورت نہ سمجھی لیکن ایک ایرانی سردار کے غیظ و غضب نے اس کے منصوبے پورے نہ ہونے دیئے۔ فرخ ہرمز حاکم خراسان اس پر عاشق ہو گیا یا یہ کہنا چاہیے کہ اس کی سلطنت کا خواہاں تھا۔ اس نے دربار شاہی میں پہنچ کر اپنی محبت کا راز شاہزادی پر ظاہر کر دیا۔ لیکن شاہزادی نے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور فوراً وہ شہزادی کے اشارے سے قتل کر دیا گیا۔ جب اس کے بیٹے رستم کو اس واقعے کی خبر پہنچی وہ اپنی فوج لے کر شہزادی پر چڑھ آیا۔ شہزادی کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور اس کو رستم نے قتل کرکے اپنے باپ کے قتل کا بدلا لے لیا۔ اس واقعے کے بعد فرخ زاد جو خسرو پرویز کا اصفہانی مغنیہ کے بطن سے لڑکا تھا بادشاہ ہوا۔ وہ بھی ایک مہینے سے زیادہ سلطنت نہ کر سکا اور

زہر سے اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ ایران کی تاریخ کے یہ واقعات جو یزدجرد سوم (جو نسل ساسانی کا آخری بادشاہِ فارس تھا) کے وقت سے پہلے گزرے تھے اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ اس عظیم الشان ایرانی حکومت کا آخری وقت قریب آ لگا تھا۔

توران شاہ : ملک المعظم نام۔ صلاح الدین سلطان شام کا بھائی تھا۔ سلطان نے اس کو دمشق کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ یہ اسکندریہ میں پہلی جولائی ۱۱۸۰ء مطابق ۵؍صفر ۵۰۶ھ میں مر گیا۔

توران شاہ : خواجہ جلال الدین نام۔ شاہ شجاع حاکم شیراز کا وزیر تھا۔ تیسری اپریل ۱۳۸۵ء کو مر گیا۔

توسنی : منوہر داس کا تخلص تھا۔ مگر باوجود ہندو ہونے کے یہ محمد منوہر اور مرزا منوہر مشہور تھا۔ یہ شاعر عہد شہنشاہ اکبر میں گزرا ہے۔ اس کے باپ کا نام لون کرن تھا جو سانبھر کا راجہ تھا۔ لون کرن کے لفظی معنی نمک ساز کے ہیں۔

توفیق : خدیو مصر تھا۔ ۱۸۹۲ء میں وفات پائی۔

توکل بن اسمٰعیل : صفوۃ الصفا اس کی تصنیف ہے۔ اس میں شیخ صفی کی تاریخ ہے جو ایران کے شاہی خاندان صفویہ کا مورث تھا۔ ۱۳۹۷ء مطابق ۸۰۰ھ میں یہ کتاب لکھی گئی۔

توکل منشی : شاہنامہ شمشیر خانی اس کی تصنیف ہے جو شاہنامہ فردوسی کا نثر میں خلاصہ ہے۔ ۱۶۵۲ء مطابق ۱۰۶۲ھ میں لکھا گیا۔ شاہ اکبر ثانی کے زمانے میں ۱۸۱۰ء مطابق ۱۲۲۵ھ میں ایک شاعر نے اس کا ترجمہ اردو نظم میں کیا۔

تولی خاں : چنگیز خاں کا چوتھا بیٹا تھا۔ ۱۲۲۷ء میں باپ کے مرنے پر فارس خراسان کابل کا بادشاہ ہوا۔ ۱۲۳۰ء میں مر گیا۔ بہت سے لڑکے چھوڑے جن میں سے منگو خاں اور ہلاکو خاں مشہور ہوئے۔

تیرانداز خاں : اکبر اعظم کا ایک غلام تھا۔ اعلیٰ عہدے پر ترقی پائی اور خان کا خطاب ملا۔ دو ہزاری منصب دار ہوا۔ بعدہٗ شاہ جہاں نے اس کو احمد آباد کا حاکم مقرر کیا۔

تیغ بہادر : سکھوں کا گرو تھا۔ وہ اپنے چیلوں کو جمع کر کے اور حافظ آدم ایک مسلمان پیر کے مریدوں کو اپنے ساتھ لے کر قرب و جوار کے لوگوں سے روپیہ وصول کرتا تھا۔ شہنشاہ عالمگیر نے اس کو خطرناک شخص خیال کر کے ۱۶۷۲ء مطابق ۱۰۸۴ھ میں قتل کرا دیا۔ اور اس کی لاش کے چار ٹکڑے کر کے شہر میں آویزاں کرا دیئے۔

تیمور : (امیر تیمور ملاحظہ ہو)۔

تیمور سلطان : شیبانی خاں کے جو ازبکوں کا سردار تھا۔ فوت ہونے کے بعد ۱۵۱۰ء مطابق ۹۱۹ھ میں سمرقند کا بادشاہ ہوا اور جانی بیگ خاں اور عبداللہ خاں نے بخارا بانٹ لیا۔

تیمور شاہ : احمد شاہ ابدالی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ بجائے اپنے باپ کے کابل اور قندھار کے تخت پر ۱۷۷۲ء مطابق ۱۱۸۶ھ میں جانشیں ہوا اور اپنے باپ کے وزیر مسمّٰی شاہ ولی خاں کو قتل کر دیا۔ کیونکہ وہ اس کے چھوٹے بھائی کو جو وزیر کا داماد تھا بادشاہ بنانا چاہتا تھا۔ اس نے ۲۰ برس حکومت کی ۱۷؍مئی ۱۷۹۲ء مطابق ۷؍شوال ۱۲۰۷ھ میں مر گیا۔ سینتالیس سال کی عمر پائی۔ اس کے بعد بڑا بیٹا ہمایوں قندھار کا بادشاہ ہوا اور محمود ہرات کا۔

ٹ

ٹکارام : مرہٹی زبان کا ایک مشہور مصنف گزرا ہے۔ اس کا دوسرا نام ٹلویا بھی ہے۔ ۱۶۰۰ء میں پیدا ہوا۔

ذات کا شدر تھا۔ آغاز عمر میں دکانداری کی مگر تجارت کو فروغ نہ ہوا۔ اس کے خانگی معاملات نے اس کی زندگی تلخ کردی تھی۔ انھیں اسباب سے دنیا کو ترک کر کے فقیری اختیار کرلی۔ اس کے کلام میں اخلاقی تعلیم زیادہ ہے۔

ٹھاکرلال (منشی) : ولد بھوج داس کایستھ ماتر ضلع برہان پور کا رہنے والا تھا۔ ۱۱۳۹ھ میں اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام دستور العمل شاہنشاہی رکھا۔ اس میں اس نے ہندوستان اور دکن کے واقعات بطور فہرست ترتیب دیے ہیں۔

ٹوڈرمل : ذات کا کھتری۔ اس کے وطن کی بابت مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں لاہور کا ساکن تھا۔ بعض موضع لاہر علاقہ اودھ کا رہنے والا بتاتے ہیں۔ بیوہ ماں نے اس کو تنگ دستی اور افلاس کی حالت میں پرورش کیا۔ شروع شروع میں شہنشاہ اکبر کے عام منشیوں میں داخل ہوگیا تھا۔ مگر اس نے اس قابلیت اور محنت سے کام انجام دیا کہ رفتہ رفتہ بے واسطہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوکر کاغذات کی پیشی کرنے لگا۔ اس کی مستعدی کو دیکھ کر بادشاہ کا خیال قائم ہوگیا کہ علاوہ متصدی گری کے سپاہ گری اور سرداری کی بھی قابلیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ ٹوڈرمل اکثر مہمات پر بھی جانے لگا۔ جس جگہ وہ بھیجا گیا کامیابی اور فتح اور نصرت کے ساتھ واپس ہوا۔ اور دربار شاہی میں روز بروز اس کا وقار بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ۹۷۹ھ میں سب جھگڑے چکا کر پھر دربار میں آیا تو وزارت کی مستقل مسند پر بیٹھا اور دیوان کل ہوگیا۔ ۹۹۳ھ میں چہار ہزار منصبدار ہوگیا۔ آخر کار ۱۱رمحرم ۹۹۸ھ مطابق ۱۰رنومبر ۱۵۸۹ء میں ایک کھتری نے اس عداوت سے کہ اس کو کسی بداعمالی کی راجہ نے سزا دی تھی رات کے وقت تلوار سے اس کا کام تمام کردیا۔ راجہ چندو لال پیشکار و مدارالمہام دکن اسی کی اولاد سے تھے۔ جن کے جانشین موجودہ زمانے میں ہزاکسی لنسی سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پیشکار سابق مدارالمہام دکن ہیں۔

ٹیپو سلطان : حیدر علی خاں سلطان میسور کا لڑکا تھا۔ ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی جگہ دسمبر ۱۷۸۲ء میں میسور کا بادشاہ ہوا۔ وہ انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کے ساتھ ہوکر لڑا۔ ۱۷۹۰ء میں ٹراون کور کے مقام پر اس نے شکست فاحش کھائی اور انگریزوں کی اطاعت قبول کر کے اس نے ۱۷۹۲ء میں لارڈ کارنواس کے ساتھ صلح کرنے کی رضامندی ظاہر کی اور یہ شرط ٹھہری کہ وہ اپنے دونوں لڑکوں کو بطور ضمانت کے حاضر رکھے گا۔ اور ملک کا کچھ حصہ دینے کے سوا تین لاکھ روپیہ بطور تاوان ادا کرے گا۔ لیکن اس کا سازباز فرانسیسیوں کے ساتھ بدستور جاری رہا اور وہ انگریزی طاقت کے برباد کرنے کی خفیہ تدابیر کرتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۹۹ء میں پھر لڑائی شروع ہوگئی اور انگریزوں نے عین اس کے دارالسلطنت پر حملہ کیا اور اس نے سری رنگا پٹن کے ایک قلعے کو بہادری کے ساتھ بچانے کی کوشش کی۔ جس میں وہ ۴رمئی ۱۷۹۹ء مطابق ۲۸رذی قعدہ ۱۲۱۳ھ کو بعمر ۵۲ سال مارا گیا اور بمقام لال باغ اپنے باپ کے مقبرہ میں دفن ہوا۔ ٹیپو سلطان علوم وفنون کا حامی اور سرپرست تھا۔ اس نے اپنے محل میں ایک کتب خانہ جمع کیا تھا جس میں سنسکرت کی کتابیں، قرآن شریف کی تفسیریں، شاہان مغلیہ کی فتوحات کی تاریخ کے مسودے اور ہندوستان کے تاریخی وقائع موجود تھے جس سے اس کے علم دوست ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ یہ

سارا ذخیرہ کلکتے کے کتب خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ ٹیپو سلطان کی تصنیف سے دو کتابیں ہیں۔ ایک فرمان بنام علی راجہ دوسری فتح المجاہدین ہے۔ آخر الذکر کتاب کے ایک حصے کا ترجمہ مسٹر بی کرسپ B. Crisp نے کیا ہے اور وہ شائع بھی ہو گیا ہے۔

ٹیپو شاہ : ارکاٹ کے مشہور درویش تھے۔ حیدر علی خاں بادشاہ میسور ان کا بہت معتقد تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کا نام انھیں کے نام پر ٹیپو رکھا۔ ٹیپو کے لفظی معنی کناری زبان میں جو جنوبی ہند میں بولی جاتی ہے چیتے کے ہیں۔ ٹیپو شاہ کا مقبرہ ارکاٹ میں اب تک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ٹیک چند : اس کا تخلص چاند ہے۔ بلرام کا لڑکا تھا۔ سرہند کا رہنے والا۔ عالمگیری عہد میں گزرا ہے۔ فارسی نظم میں گلدستۂ عشق اس کی مشہور کتاب ہے جس میں کامروپ کا قصہ نظم کیا گیا ہے۔

ٹیک چند منشی : متخلص بہار۔ ذات کا کھتری۔ بہار عجم کا مؤلف جو ایک فارسی کی ضخیم اور مستند لغت ہے اور ایک کتاب جو ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۲ھ میں لکھی گئی۔ موسومہ نوادر المصادر بھی اسی کی تصنیف سے ہے۔

ث

ثابت : میر محمد افضل دہلوی کا تخلص ہے۔ ۱۷۳۸ء مطابق ۱۱۵۱ھ میں فوت ہوا۔ پانچ ہزار اشعار کا ایک فارسی دیوان چھوڑا۔

ثابت : خواجہ حسن کا تخلص ہے۔ ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۳۶ھ میں فوت ہوا۔ ایک دیوان اردو اس کی تصنیف ہے۔

ثابت بن قرہ : اس نے یونانی زبان سے اقلیدس و دیگر کتب کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ ۹۰۱ء مطابق ۲۸۸ھ میں فوت ہوا۔

ثاقب : شہاب الدین خاں خلف نواب ضیاء الدین خاں نیر دہلوی۔ رؤسائے لوہارو سے تھے۔ مرزا غالب مرحوم کے عزیز اور شاگرد تھے۔ مرزا داغ کے چچازاد بھائی تھے۔ علمی مذاق بہت اچھا تھا۔ اردو و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ عالم شباب میں ۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔

ثبات : میر محمد عظیم بن میر محمد افضل ثابت کے لڑکے کا تخلص ہے۔ بمقام الٰہ آباد ۱۷۱۰ء مطابق ۱۱۲۲ھ کو پیدا ہوا۔ ۱۷۴۸ء مطابق ۱۱۶۱ھ کو انتقال کیا۔ تقریباً چار ہزار اشعار کا ایک دیوان چھوڑا۔

ثقفی : اصل نام ابوعیسیٰ تھا۔ عربی صرف و نحو کا ماہر ۷۶۶ء مطابق ۱۴۹ھ میں انتقال ہوا۔

ثعلبی امام : تاریخ غدر السیر اور تاریخ عرائس کا مصنف ہے۔

ثمانینی : اصلی نام ابوالقاسم عمر ہے۔ اس کے باپ کا نام ثابت ہے۔ یہ عربی کی صرف و نحو کا ایک ماہر تھا۔ ۱۵۱۰ء مطابق ۴۴۲ھ میں فوت ہوا۔

ثناء اللہ : ابوالوفا۔ مولوی فاضل امرتسری۔ آپ کی عمر تخمیناً ۵۶ سال ہے۔ مولد امرتسر (پنجاب) آپ کا سلسلۂ نسب کشمیر کے نومسلم خاندان سے جن کو کشمیر میں منٹو کہتے ہیں ملتا ہے۔ ان کی تصانیف عموماً مذہبی ہیں۔ اردو اور عربی میں کلام مجید کی تفسیر کی ہے۔ متعدد مذہبی کتب کے مصنف و مؤلف ہیں۔ اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر ہیں۔ مباحثات غیر مسلم میں پیش پیش ہیں۔ آریہ سماج اور فرقۂ قادیانی سے معرکۃ الآرا مباحثے ہوئے۔ حضور نظام کے وظیفہ خوار ہیں۔

ثناء اللہ : (قاضی) پانی پتی۔ شیخ جلال الدین صاحب

پانی پتی کی اولاد سے تھے۔ یہ نہایت متقی اور عالم اجلّ تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اور سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہوگئے۔ شاہ محمد عابد سنائی سے بیعت کی پھر ان کی وفات کے بعد مرزا مظہر جانجاناں سے کسب کمال کیا۔ فقہ میں اکثر کتب و رسائل تصنیف کیے۔ تفسیر سات جلدوں میں۔ السیف المسلول (شمشیر برہنہ) ارشاد الطالبین۔ مالابدمنہ و رسالہ شہاب ثاقب و دیگر کتب و رسالہ جات تیس سے زائد ان کی تصنیف سے ہیں۔ یکم رجب المرجب ۱۲۲۵ھ کو وفات پائی۔

ج

جابر بن عبداللہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مشہور محدث تھے۔ اُنیس غزوات میں جو آنحضرتؐ کے زمانے میں ہوئے تھے ان کی شرکت ثابت ہے۔ ۶۹۲ء مطابق ۷۳ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

جاراللہ زمخشری : اصلی نام محمود بن عمر تھا۔ موضع زمخشر واقع خوارزم کے رہنے والے تھے اور اپنے وطن کی نسبت سے زمخشری کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنی عمر کا بڑا حصہ مکہ معظمہ میں صرف کیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب جاراللہ ہوا۔ ۱۰۷۴ء مطابق ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۲ء مطابق ۵۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ فرقۂ معتزلیہ کے جید عالم، مشہور تفسیر قرآن شریف کشاف انھیں کی تصنیف ہے۔

اساس البلاغت (لغت)، ربیع الابرار، فصوص الاخبار، رؤس المسائل (فقہ) والفرائض در علم فرائض، منہاج اور مقدمۃ الادب، دیوان التمثیل وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔

جاربردی : عرف فخرالدین احمد بن حسن ایک مصنف تھا جس نے شرح شافیہ اور حاشیہ کشاف لکھا۔ وہ ۱۳۴۵ء مطابق ۷۴۶ھ میں فوت ہوا۔

جامہ باف : (ملاحظہ ہو میر سید جامہ باف)۔

جامی، نورالدین عبدالرحمٰن : فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ ان کے والد کا نام مولانا محمد اصفہانی تھا۔ ۷ رنومبر ۱۴۱۴ء مطابق ۲۳ رشعبان ۸۱۷ھ کو موضع جام میں جو ہرات کے قریب واقع ہے ولادت ہوئی۔ اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا تخلص جامی رکھا تھا۔ وہ نہایت خوش خُلق اور شریف الطبع انسان تھے۔ ان کی وسعت معلومات کا یہ حال تھا کہ اس زمانے میں کوئی دوسرا عالم ان کا ہم پلّہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ سلطان ابوسعید مرزا ہراتی سے ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے جو سلطان مذکور کے مرتے دم تک قائم رہے۔ سلطان مذکور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اور جانشیں سلطان حسین مرزا بھی مولینا جامی کے ساتھ اسی مہربانی سے پیش آتا رہا۔ مولینا مشہور تذکرہ نویس دولت شاہ کے زمانے میں موجود تھے۔ دولت شاہ نے اپنے تذکرۂ ''دولت شاہی'' میں تذکرۂ شعراء فارس کے سلسلہ میں ان کا حال بھی لکھا ہے۔ مولینا جامی چوالیس سے زیادہ کتب کے مصنف ہیں۔ مثنوی یوسف زلیخا جو ان کے مجموعۂ ہفت اورنگ میں شامل ہے۔ فارسی کی درسی کتابوں میں مشہور کتاب ہے۔ دوسری کتاب نفحات الانس بھی مقبول عام ہے۔ اس کتاب میں صوفیائے کرام اور مشائخین عظام کے مختصر حالات دیئے گئے ہیں جو عربی کتاب طبقات الصوفیہ کا فارسی ترجمہ ہے۔ مولینا نے اس ترجمے کو مشہور وزیر علی شیر کے نام پر ۱۴۷۶ء مطابق ۸۸۱ھ میں معنون کیا تھا۔ ان کی سات کتابیں ہیں جو ہفت اورنگ کے نام سے مشہور

ہیں۔ یہ ہیں سلسلۃ الذہب، سلامان و ابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، یوسف و زلیخا، لیلیٰ و مجنون، خود نامہ۔ ان کے علاوہ سکندرنامہ، بہارستان، فتوح الحرمین، خورشید و ماہ، لوائح جامی، شواہد النبوۃ، شرح ملا جامی۔ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سلاماں و ابسال کا ترجمہ مسٹر ایڈوارڈ فٹز لڈ نے انگریزی نظم میں کیا ہے۔ جامی نے اکیاسی سال کی عمر پائی۔ ۹ر نومبر ۱۴۹۲ء مطابق ۱۸ رمحرم ۸۹۱ھ میں مدینہ منورہ کی راہ میں انتقال ہوا۔

جان جاناں مرزا : ان کے باپ کا نام مرزا جان تھا جو جانی تخلص کرتے تھے۔ خود مرزا جان جاناں بھی شاعر تھے۔ ان کا دیوان مشہور ہے۔ اس کو اہل تصوف نہایت قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مظہر تخلص تھا۔ ۱۶۹۸ء مطابق ۱۱۱۰ھ میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے اور زیادہ حصہ عمر کا دہلی میں صرف کیا۔ ۶ر جنوری ۱۷۸۱ء مطابق ۱۰ رمحرم ۱۱۹۵ھ بمقام دہلی وفات پائی۔

جان سپار خاں : شہنشاہ عالمگیر کے عہد کے ایک امیر مسمیٰ مختار خاں سبزواری کا دوسرا بیٹا تھا۔ اپنی وفات کے وقت وہ حیدرآباد کا صوبہ دار تھا اور حیدرآباد ہی میں ۱۷۰۱ء مطابق ۱۱۱۳ھ میں فوت ہوا۔

جان سپار خاں ترکمان : جہانگیر کے عہد میں چہار ہزاری منصب دار تھا۔ عہد شاہجہاں کے پہلے سال ۱۶۲۸ء مطابق ۱۰۳۷ھ میں صوبہ دار الٰہ آباد مقرر ہوا اور اسی سال الٰہ آباد میں فوت ہوا۔

جان صاحب : میر یار علی ولد میر امن قدیم رہنے والے لکھنؤ کے تھے۔ آخر عمر میں رامپور آ گئے تھے۔ وہاں نواب کلب علی خاں کے درباری سفراء میں شامل ہو کر خوب شہرت حاصل کی۔ ریختی میں عورتوں کے محاورے اور رسم و رواج نظم کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کا دیوان ۱۲۶۹ھ میں چھپا ہے جو اب کمیاب ہے۔ تقریباً ۱۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں دیوان جان صاحب کا خوبصورت ایڈیشن نظامی پریس بدایوں نے چھاپا ہے۔

جاں فشاں خاں : سردھنے کے نواب تھے۔ ان کا خاندان ضلع میرٹھ میں آج تک وفاداری کے لیے مشہور ہے۔ انھوں نے ۱۸۵۷ء میں سرکار انگریزی کی بڑی خیر خواہی کی اس کے صلے میں ایک ہزار روپیہ دوامی ماہواری پنشن پائی۔ اس کے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر بطور معافی کے دی گئی۔

جاں نثار خاں : شاہجہانی عہد کا سہ ہزاری منصبدار تھا۔ وفات کے وقت جو ۱۶۳۹ء مطابق ۱۰۴۹ھ میں واقع ہوئی۔ سیستان کا حاکم تھا۔

جاں نثار خاں : (سید) وزیر قمرالدین خاں کا سپہ سالار تھا۔ نادر شاہ نے اس کو ان سب اشخاص کے ساتھ جنھوں نے اس کے قتل عام سے بچنے کی کوشش کی تھی قتل کرا دیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۱ھ میں واقع ہوا۔

جاں نثار خاں نواب : وزیر قمرالدین خاں کا بہنوئی تھا۔ وہ ضلع کوڑا جہان آباد واقع صوبہ الٰہ آباد کا چکلہ دار مقرر کیا گیا تھا جہاں کے زمیندار راؤ بھگونت سنگھ نے اس کو ۱۷۳۱ء مطابق ۱۱۴۴ھ میں قتل کر دیا۔

جانو جی بھوسلا : برار کا دوسرا راجہ تھا۔ ۱۷۴۹ء میں اپنے باپ راگھو جی بھونسلا کا جانشیں ہوا اور ۱۷۷۲ء میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں اس کا بھائی مادھو جی بھوسلا ہوا۔

جانی بیگ ترخان مرزا : ٹھٹہ (گجرات) کا حاکم تھا۔ اپنے باپ کے بعد ۱۵۸۴ء مطابق ۹۹۳ھ میں تخت نشیں ہوا۔ شاہنشاہ اکبر نے اس کے ملک پر ۱۵۹۱ء

میں فوج کشی کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۸ھ میں بمقام برہان پور فوت ہوا۔

جانی بیگم : عبدالرحیم خان خانخاناں کی لڑکی کا نام ہے جو شہزادہ دانیال کے عقد میں آئی۔ ۱۵۹۶ء مطابق ۱۰۰۷ھ میں فوت ہوئی۔

جاوید خاں : (خواجہ سرا) احمد شاہ جانشین محمد شاہ رنگیلے بادشاہ دہلی اور اس کی ماں کے مزاج میں اس درج درخور تھا کہ بادشاہ نے اس کو منصب امارت پر ممتاز کر کے نواب بہادر کا خطاب عطا کیا۔ یہ بات نواب صفدر جنگ کو ناگوار ہوئی اور انھوں نے جاوید خاں کو ایک دعوت میں مدعو کر کے ۲۸ر اگست ۱۷۵۳ء مطابق ۲۸ر شوال ۱۱۶۵ھ کو قتل کرا دیا۔

جاہی : تخلص ابراہیم مرزا سلطان کا ہے۔ (ملاحظہ ہو ابراہیم مرزا سلطان)۔

جبالی : ابوعلی محمد بن عبدالوہاب کا لقب ہے جو ابوالحسن الاشعری کا استاد تھا۔

جبلی : عبدالواسع کا تخلص (ملاحظہ ہو عبدالواسع جبلی)۔

جبیلہ رام نگر : ایک ہندو سردار تھا جو الہ آباد تھا۔ ابتدائے عہد میں شاہ میں ۱۷۲۰ء مطابق ۱۱۳۲ھ میں بمقام الہ آباد فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا گردھر اودھ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور ۱۷۲۴ء مطابق ۱۱۳۶ھ میں اس کو مالوہ کی صوبہ داری اور برہان الملک سعادت علی خاں کو اودھ کی صوبہ داری دی گئی۔ باجی راؤ مرہٹوں کے پیشوا کے حملے کے دوران میں جس نے راجہ ساہو کی جانب سے حملہ کیا تھا تقریباً ۱۷۲۹ء مطابق ۱۱۴۲ھ میں گردھر مالوہ میں فوت ہوا۔ دیا بہادر اس کا ایک عزیز راجہ گردر کا جانشیں ہوا جو بہادری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۷۳۰ء مطابق ۱۱۴۳ھ میں اسی مقابلے میں مارا گیا جس کے بعد محمد بنگش اس صوبے کا صوبہ دار مقرر ہوا۔

جرأت : قلندر بخش کا تخلص ہے جو حافظ امان کا بیٹا اور میر جعفر علی حسرت کا شاگرد۔ کوچۂ رائے امان دہلی کا باشندہ تھا۔ ۱۸۰۰ء مطابق ۱۲۱۵ھ میں لکھنؤ جا کر مرزا سلیمان شکوہ کے یہاں ملازم ہوا پھر نواب محبت خاں کے یہاں شعراء کے زمرہ میں داخل ہوا۔ عین شباب میں اندھا ہو گیا۔ مگر رنگین اور پر لطف مضامین خوب سوچتا تھا۔ ستار بجانے میں مشاق تھا۔ انشاء، مصحفی اور قتیل وغیرہ اس کے ہمعصر تھے۔ میر تقی کی طرز کا مقلد تھا۔ تین دیوان اس کی تصنیف سے ہیں۔ ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا۔ مادۂ تاریخ وفات یہ ہے ع

ہائے ہندستان کا شاعر موا
۱۲۲۵ھ

جرجانی : السید الشریف ابوالحسن یا ابوالحسین علی نام ہے۔ تاریخ میں جرجانی کے نام سے مشہور ہیں۔ کیونکہ جرجان ان کا مولد تھا۔ وہ مسلمان عالموں میں نہایت مشہور عالم تھے۔ ۱۳۳۹ء مطابق ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۱۳ء مطابق ۸۱۶ھ میں بمقام شیراز فوت ہوئے۔

جریر یا اخضرہ جریر ابن عطیہ : ایک سب سے بڑا اور مشہور شاعر تھا۔ خلیفہ عبدالملک، خاندان بنی امیہ کے زمانے میں گزرا ہے۔ اور جس کو شاہی خزانے سے معقول وظیفہ ملا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ صف ایک مدحیہ قصیدے پر خلیفہ نے اس کو ۱۰۰ اونٹ اور ۱۸ غلام اور ایک چاندی کا آفتابہ انعام دیا۔ عبدالفرج ابن جوزی نے جریر کی وفات ۷۲۹ء مطابق ۱۱۱ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں بیان کی۔

جریر ابن عبداللہ : حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے عہد میں

فوج کے سپہ سالار تھے۔

جسونت راؤ ہلکر : ۱۸۰۲ء میں اندور کا حکمراں ہوا۔ ۱۸۰۳ء میں اس نے دو آب پر حملہ کیا مگر سرکار انگریزی کی فوج نے اس کو شکست دے کر اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ صلح کے بعد ملک راجہ کو واپس کر دیا گیا۔ ۱۸۰۶ء میں یہ فاتر العقل ہو گیا۔ ۲۰/اکتوبر ۱۸۱۱ء میں فوت ہوا اور ملہار راؤ سوم اس کا بیٹا اس کا جانشیں ہوا۔

جسونت رائے : ولد بھگونت رائے ولد سندر داس منشی لاہوری۔ فارسی زبان کا فاضل اور شاعر تھا۔ پہلے پردل خاں کے یہاں نوکر تھا۔ ۱۱۱۸ھ میں کرناٹک گیا۔ اور نواب سعادت اللہ خاں کے دربار میں رسائی پیدا کی اور ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا۔ نواب نے قدردانی کی اور جسونت رائے نے وہیں سکونت اختیار کر لی اور سعید نامہ کے نام سے نواب سعادت اللہ خاں اور ان کے خاندان کی تاریخ لکھی۔

جسونت سنگھ : راجہ جودھپور۔ بعد وفات اپنے باپ تخت سنگھ کے ۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۸۹ھ میں گدی نشیں ہوا۔

جسونت سنگھ بندیلا : ولد راجہ اندرمن۔ شاہ عالمگیر کے عہد میں فوج کا ایک معقول عہدہ دار تھا اور تقریباً ۱۶۸۷ء مطابق ۱۰۹۹ھ میں فوت ہوا۔ اس کا چہار سالہ لڑکا اس کا جانشیں ہوا۔ وہ ۱۶۹۳ء مطابق ۱۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔

جسونت سنگھ مہاراجہ : راٹھور راجپوت قوم کا مشہور راجہ جودھپور تھا۔ راجہ گاج سنگھ باپ کا نام تھا جس نے عالمگیر اور اس کے بھائی داراشکوہ کی باہمی خانہ جنگی میں داراشکوہ کی جانب داری کی تھی۔ لیکن عالمگیر نے تخت نشیں ہو کر نہایت فراخ دلی سے اس کا قصور معاف کر دیا اور اس کو ہفت ہزاری کا منصب عطا کیا۔ اسی عہد میں وہ فوج کا سپہ سالار بنایا گیا۔ کابل کے قریب تاریخ ۱۸/دسمبر ۱۶۷۸ء مطابق ۶/ذیقعدہ ۱۰۸۹ھ کو فوت ہوا۔

جسونت سنگھ ولد بلونت سنگھ : مہاراجہ بھرتپور بتاریخ ۲۸/فروری ۱۸۵۱ء پیدا ہوا اور اپنے باپ کی جگہ بتاریخ ۱۶/مارچ ۱۸۵۳ء دو سال کی عمر میں گدی نشیں ہوا۔ ۱۸۱۸ء میں ریاست کو سرکاری انگریزی نے اپنی نگرانی میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد دو مرتبہ ریاست میں بدنظمی پیدا ہوئی۔ بالآخر راؤ جسونت سنگھ کو سرکار انگریزی نے گدی نشیں کیا۔ اس وقت سے اس کا دور دورہ ہوا۔ ۱۸۹۸ء میں وفات پائی اور اس کا بیٹا سردار سنگھ راجہ ہوا جو ۱۹۱۱ء میں فوت ہو گیا۔

جعفر : آصف خاں کا تخلص ہے جو جعفر بیگ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔

جعفر : ایک سپاہی پیشہ شخص تھا۔ ایک مثنوی کا مصنف ہے جس کو اس نے سلطان شاہجہاں کے حضور میں نذر گزرانا تھا۔

جعفر ابن ابوطالب : حضرت علیؓ کے برادر حقیقی تھے۔ اس لڑائی میں شہید ہوئے تھے جو بعمر ۴۱ سال بمقام موتہ (ملک شام) رومی فوج سے ۶۲۹ء مطابق ۸ھ میں ہوئی تھی۔

جعفر برمکی بن یحییٰ : خالد بن برمیک کا جو ابتدا میں آتش پرست تھا، پوتا تھا۔ اس کا باپ یحییٰ ہارون رشید کا وزیر تھا۔ ہارون رشید تمام امور سلطنت میں اس سے مشورہ لیتا تھا۔ بعدۂ اس کے بیٹے جعفر کو خلیفہ نے وزارت کے عہدے پر ممتاز کیا۔ اس کا دادا خلیفہ ابوالعباس سفاح کا وزیر تھا۔ اور وہ خلفائے عباسیہ میں سب سے پہلا وزیر ہوا ہے۔ کیونکہ خلیفہ سفاح سے

پہلے کسی اور خلیفہ نے وزیر مقرر نہیں کیا۔ اپنے وزیر جعفر کو ہارون الرشید بہت عزیز رکھتا تھا۔ اس نے اپنی بہن عباسہ کی شادی جعفر کے ساتھ اس شرط پر کردی تھی کہ تعلقات زن وشو قائم نہ ہونے پائیں۔ لیکن جعفر خلیفہ کے اس حکم کی جو نہ صرف خلاف شرع تھا بلکہ خلاف فطرت بھی تھا تعمیل میں قاصر رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہارون رشید نے اپنے وفادار اور قابل وزیر جعفر کو قتل کرایا۔ بلکہ اس کے باپ یحییٰ اور اس کے بھائیوں فضل موسیٰ اور محمد کو بھی قید میں ڈال دیا اور ان کی جائداد قرق کر لی۔ یحییٰ بحالت قید ۸۰۶ء مطابق ۱۹۰ھ میں فوت ہو گیا اور اس سے تین سال بعد فضل بھی جیل خانے ہی میں جاں بحق تسلیم ہوا۔ محمد نے یحییٰ کی وفات کے بعد رہائی پائی۔ جعفر جس وقت قتل ہوا ہے اس کی عمر صرف ۲۸ سال کی تھی۔ اس کا قتل بروز یکشنبہ بتاریخ ۲۹ رجنوری ۸۰۳ء مطابق یکم صفر ۱۸۷ھ واقع ہوا۔

جعفر بن ابو جعفر المنصور : بغداد کا خلیفہ تھا۔ ہارون الرشید کی نامور بیگم زبیدہ خاتون جس کا نام نہر زبیدہ کی تعمیر کی وجہ سے مشہور عالم ہے اسی خلیفہ کی لڑکی تھی وہ ۸۰۲ء م ۱۸۶ھ میں فوت ہوا۔

جعفر بن طفیل : عرب کا ایک حکیم تھا جو بارہویں صدی میں گزرا ہے۔ وہ ایک کتاب کا مصنف ہے جس میں ایک قصے کے پیرایہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ فطرت کی روشنی سے انسان اشیاء اور خدا کا علم حاصل کرسکتا ہے۔

جعفر بن محمد حسینی : منتخب التواریخ کا مصنف تھا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر شاہ رخ بن امیر تیمور تک کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب مشرقی واقعات کی مستند تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ یہ تصنیف شاہ رخ کے پسر سویم بیسانغر کے نام پر ۱۴۱۷ء مطابق ۸۲۰ھ میں معنون کی گئی تھی۔ منتخب التواریخ کے نام سے اور تاریخیں بھی پائی جاتی ہیں جس میں ملا عبدالقادر بدایونی کی تاریخ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ لیکن وہ جعفر کی اس تاریخ سے علیحدہ ہے۔

جعفر خاں : اس کا خطاب عمدۃ الملک تھا۔ صادق خاں میر بخشی کا لڑکا تھا اور یمین الدولہ آصف خاں وزیر کا بھانجہ اور داماد تھا۔ عہد شاہجہاں میں پنج ہزاری منصب پر ممتاز تھا۔ ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۷۳ھ میں عالمگیر نے اس کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ تیرہویں سال جلوس عالمگیری یعنی ۱۶۷۰ء مطابق ۱۰۸۸ھ میں دہلی میں فوت ہوا۔ لیکن اس کی نعش آگرہ کو بھیجی گئی۔ اس کی وفات کے بعد وزارت کا عہدہ اسد خاں کو دیا گیا جو اسد الدولہ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ جعفر خاں کا مقبرہ آگرے میں جمنا کے کنارے پر اب تک موجود ہے۔

جعفر خاں : ابتدائی خطاب مرشد قلی خاں تھا۔ شہنشاہ عالمگیر نے ۱۷۰۴ء مطابق ۱۱۱۶ھ میں اس کو صوبے دار بنگال مقرر کیا۔ اس نے دارالسلطنت مرشد آباد کی بنیاد ڈالی اور اپنے خطاب کی رعایت سے اس نو آباد شہر کا نام مرشد آباد رکھا۔ وہ ایک برہمن کا لڑکا تھا۔ اور اس کو حاجی شفیع اصفہانی نے مسلمان کیا تھا۔ شہنشاہ محمد شاہ کے عہد میں ۱۷۴۶ء مطابق ۱۱۳۰ھ کے قریب فوت ہوا۔ اس کا داماد شجاع الدین جو بعد کو شجاع الدولہ مشہور ہوا اس کا جانشیں ہوا۔ اس خاندان کے حکمراں نوابان مرشد آباد کے نام سے مشہور ہیں۔ فہرست حسب ذیل ہے:

۱	مرشد قلی جعفر خاں	۱۷۰۴ء
۲	شجاع الدین داماد جعفر خاں شجاع الدولہ	۱۷۲۶ء
۳	علاء الدولہ سرفراز خاں	۱۷۳۹ء

۴ الہ وردی خاں مہابت جنگ ۱۷۴۰ء

۵ سراج الدولہ نبیرۂ الہ وردی خاں ۱۷۵۶ء

۶ جعفر علی خاں (۱۷۶۰ء میں معزول ہوا) ۱۷۵۷ء

۷ قاسم علی خاں داماد جعفر علی خاں ۱۷۶۰ء

۸ جعفر علی خاں دوبارہ مسند نشیں کیا گیا ۱۷۶۳ء

۹ نجم الدولہ پسر جعفر علی خاں ۱۷۶۴ء

۱۰ سیف الدولہ برادر نجم الدولہ ۱۷۶۶ء

۱۱ مبارک الدولہ ۱۷۶۹ء

۱۲ ناظم الملک وزیر الدولہ ۱۷۹۶ء

بتاریخ ۲۸ راپریل ۱۸۱۰ء فوت ہوا۔

۱۳ سید زین الدین علی خاں پسر وزیر الدولہ

سید احمد علی خاں ۱۸۱۰ء

۱۴ ہمایوں جاہ ۱۸۲۴ء

۱۵ منصور علی خاں نصرت جنگ ۱۸۵۸ء

جعفر خاں : جلوس بہادر شاہ کے پہلے سال میں نوازش خاں کی جگہ ۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ میں صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ لیکن وہ ناقابل ثابت ہوا۔ ایک مجمع نے اس کے قیام گاہ میں آگ لگا دی۔ وہ شراب بکثرت پیتا تھا۔ یہی کثرت شراب نوشی اس کی موت کا سبب واقع ہوئی۔ وہ ۱۷۰۹ء مطابق ۱۱۲۱ھ میں فوت ہوا۔

جعفر خاں بن صادق خاں : شاہان خاندان ژند سے فارس کا بادشاہ گزرا ہے۔ فارس میں ۱۷۸۵ء میں علی مراد خاں کی وفات کے بعد فارس کے مشاہیر شرفا نے اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا تھا مگر یہ لوگ آقا محمد خاں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ آقا محمد خاں نے جعفر خاں کو ۱۷۸۸ء میں دغا سے قتل کرا دیا۔

جعفر زٹلی میر : نارنول کے سید تھے۔ شاہزادۂ اعظم شاہ پسر عالمگیر کی ملازمت میں داخل تھے۔ ہندوستان میں اپنی بذلہ سنجی اور ہزلیات کے لیے مشہور ہیں۔ ریختہ میں ایک شاہنامے کے مصنف ہیں۔ شاہ فرخ سیر کی تخت نشینی کے موقع پر ایک ہجو آمیز نظم لکھنے کی وجہ سے بحکم بادشاہ مذکور ۱۷۱۳ء م ۱۱۲۵ھ میں قتل کیے گئے۔

جعفر صادق : (امام) کنیت ابو عبداللہ و ابو اسمٰعیل نام جعفر اور لقب صادق ہے کیونکہ آپ ہمیشہ سے سچ بولتے تھے۔ آپ محمد باقر علیہ السلام کے خلف اکبر تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کے پر پوتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر آپ کے جد مادری تھے۔ آپ کی والدہ بی بی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن حضرت ابی بکر صدیق تھیں۔ آپ امام ششم ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء کو ولادت ہوئی اور اسی شہر میں عہدۂ خلافت ابو جعفر المنصور ۷۶۵ء مطابق ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ اکثر حدیثوں کے راوی ہیں۔ خلیفۃ المنصور نے جب آپ کو اپنے دربار میں استفادہ حاصل کرنے کی غرض سے یاد کیا تو حضرت نے جواب بھیجا کہ "جس کی نظر اس دنیا پر ہے تجھ کو سچی نصیحت نہیں کرے گا۔ اور جس کی نظر عقبیٰ پر ہے وہ تیری محبت اختیار نہیں کرے گا"۔ مدت امامت کی چونتیس (۳۴) سال ہے۔ وفات آپ کی پندرہ (۱۵) رجب ۱۴۸ھ مطابق ۸۶۵ء روز جمعہ کو ہوئی۔ جنت البقیع واقع مدینہ منورہ میں آپ کا مزار ہے۔ وہیں آپ کے باپ دادا مدفون ہیں۔ آپ کی مادر گرامی کے نام سے جو حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر کی دختر تھیں ایک فالنامہ منسوب بتایا جاتا ہے۔

جعفر علی : (میر) حسرت تخلص۔ اردو کا شاعر۔ جرأت کا استاد تھا۔ ابتدا میں دہلی سے فیض آباد آیا۔ اور نواب شجاع الدولہ کی ملازمت اختیار کی۔ بادشاہ کے ساتھ فیض آباد سے لکھنؤ آ گیا۔ آصف الدولہ کے

دربار میں بہت معزز تھا۔ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء میں انتقال کیا۔ مفتی گنج لکھنؤ میں قبر ہے۔ قصائد لکھنے میں بہت ملکہ تھا۔ اکثر قصیدے مشکل زمینوں میں کہے۔ قصائد کا ایک مکمل دیوان چھوڑا۔ دو دیوان غزلیات ایک دیوان رباعیات ایک قطعات کا اس کے علاوہ ہیں۔

جعفر علی خاں : تاریخ میں میر جعفر کے نام سے مشہور ہے۔ انگریزوں نے شکست دی۔ وفات نواب سراج الدولہ کے بعد ماہ جون ۱۷۵۷ء مطابق شوال ۱۱۷۰ھ میں اس کو بنگال کا نواب بنایا تھا۔ مگر وہ انتظام سلطنت سے غافل ثابت ہوا۔ اس وجہ سے ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں معزول کر دیا گیا اور اس کی معقول پنشن مقرر کر دی گئی۔ اس کا داماد میر قاسم علی خاں مسند پر بیٹھا۔ میر قاسم نے مسند نشیں ہو کر انگریزوں کی مخالفت کی۔ اس لیے انگریزی فوج کو اس سے مقابلہ کرنا پڑا۔ میر قاسم نے اودوانالہ کی لڑائی میں بتاریخ ۲ راگست ۱۷۶۳ء مطابق ۲۲ رمحرم ۱۱۷۷ھ شکست کھائی۔ اس واقعہ کے بعد انگریزوں نے پھر جعفر کو مسند نشیں کیا۔ میر جعفر بروز چہار شنبہ بتاریخ ۵ رفروری ۱۷۶۵ء م ۱۴ رشعبان ۱۱۷۸ھ فوت ہوگیا۔ اس کا پسر میر پھلواری نجم الدولہ کے لقب سے مسند نشیں ہوا۔ جعفر کا مقبرہ مرشد آباد میں موجود ہے۔ اس مقبرے میں اس کی بیگم اور اس کا لڑکا میرن بھی مدفون ہیں۔

جعفر نصیری : ایک مصنف تھا جس نے کتاب لطائف خیال کو ۱۷۴۲ء مطابق ۱۱۵۵ھ میں مکمل کیا۔ اس کتاب کی تصنیف کی بنیاد ایک شخص محمد شاہ نامی نے ڈالی تھی۔

جگجیون داس : ولد منوہر داس باشندہ گجرات محمد معظم شاہ کی سرکار میں ڈاک کا مہتمم تھا۔ چونکہ خفیہ سرکاری کاغذات اس کی نظر سے گزرتے تھے اس لیے اس کو واقعات کے جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ۱۱۱۹ھ میں بہادر شاہ اول نے لاہور کے دربار میں باریابی بخشی اور وقائع نگاری کی خدمت پر اس کو مامور کیا۔ ۱۱۲۰ھ م ۱۷۰۸ء میں اس نے اپنی محنتوں کا ثمرہ منتخب التواریخ کے نام سے لکھ کر پیش کیا۔ اس کے صلے میں دربار شاہی سے خطاب وخلعت وانعام حاصل ہوا۔

جگت سنگھ : پسر مکند سنگھ ہاڑا شہنشاہِ عالمگیر کے زمانے میں امرائے اہل الرائے سے تھا۔ ۱۶۵۹ء میں زندہ تھا۔

جگت سنگھ : جے پور باجی نگر کا راجہ تھا۔ اس کے باپ کا نام راجہ پرتاب سنگھ تھا۔ اس کا باپ راجہ مادھو سنگھ ولد ایشری سنگھ تھا۔ ایشری سنگھ مشہور راجہ ہوا ہے جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا۔ وہ سلطان محمد شاہ کے عہد میں گزرا ہے۔ ۱۸۰۳ء میں جگت سنگھ اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ راجہ شرابی اور عیاش واقع ہوا تھا۔ اس راجہ کے پاس ایک طوائف تھی جس کا نام رس کپور تھا۔ ایک رات شراب کے نشے میں مخمور پا کر اس نے آدھا راج مانگا راجہ نے فوراً بحالت نشہ اس کی درخواست منظور کر لی۔ اسی وقت تقسیم نامے پر مہر و دستخط ہو گئے۔ صبح کو جب مہاراج ہوش میں آئے اور خدام سے حسب عادت اپنی ضرورت کی کوئی چیز طلب کی تو کہا گیا وہ تو رس کپور جی کے حصے میں گئی۔ پوچھا کیسا حصہ جب لوگوں نے رات کی کیفیت بیان کی ہنس کر خاموش ہو رہے۔ رات ہی رات میں رس کپور جی نے مہر بھی کھدوالی تھی اور ٹکسال میں سکہ بھی رس کپور نے ''ادھراجن'' کے نام سے چلا لیا تھا۔ اس پر مہاراج نے حکم دے دیا کہ اشتہار جاری کیا جائے اور منادی کرا دی جائے کہ رات کے وقت جو کچھ مہاراج حکم دیں وہ کالعدم سمجھا جائے۔ کوئی نہ مانے۔ راجہ

جے سنگھ اس کا جانشیں ہوا۔ جس کو مہاراجہ جگت سنگھ نے بوجہ لاولد ہونے کے متبنیٰ کیا تھا۔

جگت سنگھ کنور : راجہ مان سنگھ کا بڑا بیٹا۔ باپ کے ساتھ ملازمت شاہی میں داخل ہو کر منصب ہفت ہزاری سے سرفراز ہوا۔ یہ اکبر کا خاص درباری تھا۔ ۱۵۹۹ء م ۱۰۰۸ھ میں بنگالے کا حاکم بنایا گیا۔ آگرہ میں تہیہ سفر کر رہا تھا کہ سفر آخرت پیش آیا۔ اکبر نے اس کے صغیر سن بیٹے مہا سنگھ کو باپ کی جگہ دی اور بنگالے کی روانگی کا فرمان صادر کیا۔ شہنشاہ جہانگیر نے سنہ ۳ جلوس میں اس کی بیٹی سے شادی کی۔ راجہ مان سنگھ نے علاوہ ساٹھ ہاتھیوں کے لاکھوں روپیہ کے زیورات اور مرصع آلات دیئے۔

جگت گشا ئیں : (ملاحظہ ہو جودھابائی)۔

جگت نارائن : ایک شاعر تھا جس نے آصف الدولہ نواب لکھنؤ کی تعریف میں قصیدہ لکھا ہے۔ یہ شاعر ۱۷۹۷ء مطابق ۱۲۱۲ھ میں فوت ہوا۔

جگدیش چندر بوس : (پروفیسر) وطن بنگال۔ یہ اپنی سائنس دانی کی وجہ سے تمام ہندوستانیوں میں قابل فخر اور تمام یورپین ممالک میں ممتاز تھے۔ فروری ۱۹۱۳ء میں لاہور گئے وہاں بہت عزت ہوئی اور یونیورسٹی ہال میں لیکچر ہوئے۔ ایک مضمون برقی لہر کے عنوان سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔ اس وقت لندن یونیورسٹی سے ان کو ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری عطا ہوئی۔ انھوں نے سائنس کے آلات بھی خود بنائے اور انھیں سے کام لیا۔ انھوں نے برلن دارالحکومت جرمن میں بھی لیکچر دیئے جو وہاں چھپے ہیں۔ انھوں نے یہ تحقیق کی ہے کہ حیوانات کی طرح نباتات اور جمادات پر بھی بیرونی طاقتوں کا اثر ہوتا ہے۔

جگناتھ : راجہ بھگوانداس کا بھائی تھا۔ اس نے ایک لڑائی میں جو راجہ پرتاب سنگھ کے مقابلے میں ہوئی تھی نام پیدا کیا تھا۔ مشہور پہلوان رام داس کے پسر جاہ ماہ کو اسی نے قتل کیا تھا۔

جگناتھ راجہ : پسر بھارامل۔ شہنشاہ جہانگیر کے دربار کا ایک ہندو سردار تھا۔ ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ میں گزرا ہے۔ اس کو منصب پنج ہزاری حاصل تھا۔

جگناتھ کلانوت : فن موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ شاہجہاں کے دربار میں ملازم تھا۔ بادشاہ شاہجہاں نے اس کو مہا کبراج کا خطاب عطا کیا تھا۔

جلال : سید ضامن علی نام۔ جلال تخلص تھا۔ حکیم اصغر علی کے فرزند۔ رشک و برق کے شاگرد اور لکھنؤ کے باشندے تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں محلہ پار، لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی تعلیم مکمل نہ ہوئی تھی کہ شاعری کا شوق ہو گیا۔ اور اس کو ایک حد تک پورا کیا۔ نواب یوسف علی خاں کے آخر عہد میں رامپور قیام کیا۔ امیر مینائی اور داغ کے ہمعصر تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ کچھ دنوں ریاست مانگرول کاٹھیاوار کے نواب قاضی حسین میاں صاحب کے یہاں مقیم رہے۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء مطابق شوال ۱۳۲۷ھ میں انتقال کیا۔ ایک دیوان اور چند رسالہ ان کی یادگار ہیں۔

جلال یا جلالی : عرف سید عالم جلال یا جلالی۔ احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ سر سید جلال بن حسن کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ ایک دیوان کے مصنف ہیں۔

جلال اسیر : (ملاحظہ ہو اسیر)۔

جلال الدین الدوّانی : (ملاحظہ ہو دوانی)

جلال الدین پوربی : اصلی نام جت مال تھا۔ اس کے باپ کا نام کنسن تھا جو بنگال کا راجہ تھا۔ اپنے باپ کے فوت ہونے پر ۱۳۹۳ء مطابق ۷۹۴ھ میں تخت بنگال پر مسند نشیں ہوا۔ بادشاہ ہو کر اس نے مذہب

اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اس کا اسلامی نام جلال الدین تھا۔ اس نے اس قدر انصاف کے ساتھ حکومت کی کہ اپنے زمانے کا نوشیرواں کہلایا۔ اس کی مدت حکومت ۱۷ سال ہوئی۔ ۱۴۱۰ء مطابق ۸۱۲ھ میں وہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا احمد اس کا جانشیں ہوا۔

جلال الدین سیوطی بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر : مصر کے رہنے والے۔ چار سو کتابوں کے مصنف تھے۔ من جملہ ان کے تفسیر دُرّ المنثور اور تفسیر جلالین کا آخری نصف حصہ بہت مشہور ہے۔ اس تفسیر کو جلالین کا نام اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس کے دونوں حصے مختلف دو اشخاص کے جن کے نام جلال الدین تھے مصنفہ ہیں۔ حصہ اول کے مصنف جلال الدین محلی ہیں جن کا انتقال ۱۴۵۰ء مطابق ۸۵۴ھ میں ہوا۔ جلال الدین سیوطی کی دوسری مشہور تصنیف کا نام لُبّ لباب ہے۔ یہ رسالہ کتاب فی الانساب کے اسی انتخاب کا جو ابن الاثیر نے ساتویں صدی ہجری میں شائع کیا تھا خلاصہ ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ سیوطی کی ایک اور تصنیف کشف السلسلہ عن وصف الزلزلہ ہے جس میں ان تمام زلزلوں کی تاریخ لکھی گئی ہے جو ۱۳۷ء مطابق ۹۴ھ سے ان کے زمانے تک محسوس ہوئے تھے۔ اس کتاب کو مصنف نے اس زمانہ میں تصنیف کیا تھا جب کہ مصر میں ایک بڑا زلزلہ آیا تھا۔ اس کتاب میں سیوطی نے یہ بتایا ہے کہ زلزلہ اس وقت خدا بھیجتا ہے جب کہ انسانوں کی معصیت بڑھ جاتی ہے۔ ڈاکٹر اے۔ اسپرنگر نے عربی زبان سے اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔ سیوطی کا نام علم الحدیث میں بھی مشہور ہے۔ اس فن میں ان کی ایک کتاب جامع الجوامع مشہور ہے۔ بعدہٗ اس کا ایک انتخاب خود مصنف ہی نے جامع صغیر کے نام سے لکھا تھا۔ سیوطی نے ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء میں وفات پائی۔

جلال الدین رومی مولانا : آپ کا نام محمد اور لقب جلال الدین۔ نسب صدیقی۔ والد کا نام محمد بہاء الدین ہے جو سلطان العلماء کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا مولد بلخ ہے۔ ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء مطابق ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ تاریخ ولادت ہے۔ ابتدا میں اپنے والد بزرگوار سے جو حنفی المذہب تھے تعلیم حاصل کی۔ پھر سید برہان الدین ترمذی، محقق خلیفہ رشید والد بزرگوار سے علم ظاہر و باطن حاصل کیا۔ طالب علمی کے زمانے کا بڑا حصہ بغداد میں گزرا۔ آپ نے حصول علم کے لیے حجاز، شام، زنجان کا بھی سفر کیا۔ شیراز میں بھی مقیم رہے۔ سات سال لارندے میں گزارے وہیں ۱۸ سال کی عمر میں تکمیل کا درجہ حاصل کیا۔ ۶۲۳ھ میں شادی کی۔ بڑے فرزند سلطان بہاء الدین پیدا ہوئے۔ پھر آپ قونیہ (روم) میں تشریف لے گئے اس کے بعد سالہا سال آپ نے دمشق اور حلب کے مدارس جلاویہ میں تعلیم پائی۔ جب حضرت شمس تبریزی جو بابا کمال جنیدی کے خلیفہ تھے اپنے پیر کے ایما سے قونیہ جا کر مولینا رومی سے ملاقی ہوئے تو مولینا نے ان سے بیعت کر لی۔ اس سے پہلے مولینا پر علم ظاہری کا جو رنگ غالب تھا یعنی درس و تدریس وعظ و پند فتویٰ نویسی وغیرہ بیعت کے بعد یہ سب اشغال ترک ہو گئے اور حضرت شمس تبریزی کی صحبت کے سوا ان کو کوئی شئے بھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ محویت اور استغراق کا غلبہ ہو گیا تھا۔ کئی کئی دن سماع کی کیفیت میں بلا خورد و نوش گزر جاتے تھے۔ زہد و قناعت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اکثر اوقات منہ میں بلیلہ سیاہ رکھتے تھے تا کہ خلو معدہ اور جگر کی گرمی سے صفرا کا غلیان نہ ہو۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ کپڑے

تک سائلوں کو دے دیتے تھے۔ حلم و تواضع میں بھی بے مثل تھے۔ ان کی وجہ معاش صرف وہ پندرہ دینار تھے جو خدمت فتویٰ نویسی کے معاوضہ میں اوقاف سے ماہوار مقرر تھے۔ آپ نے ادائے فرض کے خیال سے مریدوں کو ہدایت کردی تھی کہ خواہ میں کسی حالت میں ہوں مجھے فتویٰ کے لکھانے والے ضرورت مند شخص کی آمد کی اطلاع کی جائے۔ چنانچہ مریدین ہر وقت دوات قلم لیے تیار رہتے تھے۔ جب کوئی استفتاء لاتا فوراً آپ جواب لکھادیتے۔ ۱۲۷۲ء میں قونیہ میں ایک زلزلہ آیا جس کا اثر چالیس روز تک رہا۔ اس کے چند روز کے بعد ۵ رجمادی الثانی ۶۷۲ھ مطابق ۱۷ ارستمبر ۱۲۷۳ء قونیہ میں وصال ہوا۔ جو سلسلۂ بیعت آپ سے چلا ہے وہ جلالیہ اور مولویہ کے نام سے مشہور ہے۔ روم و شام، مصر و عراقین اور حجاز و عرب و بعض دیگر جزائر میں مروج ہے۔ مولینا کی مشہور تصانیف سے تین کتابیں مشہور ہیں۔ ایک خطوط کا مجموعہ۔ دوسرا دیوان جس میں تقریباً ۳۰ ہزار اشعار ہیں۔ پنجاب میں طبع ہوا ہے۔ وہ انتخاب ہے۔ پورا دیوان بلکہ کلیات وہ ہے جو مطبع نولکشور نے لکھنؤ میں چھاپا ہے۔ لیکن چونکہ مولینا نے جابجا مقطع میں اپنے تخلص کے بجائے اپنے پیر شمس تبریز کا نام لکھا ہے اس لیے غلطی سے اس کو شمس تبریز کا دیوان کہا جاتا ہے۔ مثنوی مولینا روم مشہور خاص و عام ہے۔ جس کی تصنیف انھوں نے ۶۲۲ھ میں شروع کی تھی۔ اس کے سات دفتر ہیں جس میں ۴۵ ہزار سے زیادہ اشعار شمار کیے گئے ہیں۔ اس مثنوی کی جس قدر شرحیں لکھی گئی ہیں غالباً اس سے زیادہ کسی دوسری فارسی کتاب کی نہیں لکھی گئیں۔

جلال بخاری یا سید جلال بخاری : بخارا سے ہندوستان آئے۔ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے مرید ہوئے۔ اوچھ واقع ملتان میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں آپ کا توشہ اب تک ہوتا ہے۔

جلال بخاری سید : یہ دوسرے سید جلال ہیں جو سید احمد کبیر کی اولاد سے ہیں۔ ان کے والد کا نام سید محمد بخاری ہے۔ ۱۱ رفروری ۱۵۹۵ء مطابق ۱۱ ر جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو پیدا ہوئے۔ شاہجہاں ان کی بڑی عزت کرتا تھا جس کے عہد میں وہ تمام ہندوستان کے صدر الصدور مقرر ہوئے تھے۔ شش ہزاری منصب حاصل تھا۔ شاعر بھی تھے۔ رضا تخلص تھا۔ ۲۵ رمئی ۱۶۴۸ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۰۵۷ھ میں وفات پائی اور تاج گنج آگرہ میں دفن ہوئے۔ ان کے دادا سید احمد کبیر دہلی میں ایک مقام بجے منڈل میں دفن ہیں۔ جلال بخاری نے تین پسر چھوڑے تھے یعنی سید جعفر و سید علی ملقب بہ رضوی خاں اور سید موسیٰ۔ سید جعفر سب سے بڑے تھے جو تمام مدارج و مناصب میں اپنے باپ کے جانشیں ہوئے۔

جلال شروانی : یا جلال الدین طیب۔ فارس میں ۱۳۰۳ء اور ۱۳۸۴ء کے درمیان گزرا ہے۔ ''نظم گل ونوروز'' جو ۱۳۳۴ء مطابق ۷۳۴ھ میں لکھی گئی اس کی مصنفہ ہے۔

جمال : ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد عربی کی مشہور لغت صراح کا مصنف ہے۔

جمال الدین بن مالک : ''الفیہ'' کا جو تصوف کی مشہور کتاب ہے، مصنف ہے۔

جمال الدین افغانی : (سید) ۱۸۳۹ء میں بمقام بیت شرف علاقۂ کابل میں پیدا ہوئے۔ انیسویں صدی کے بعد سے افغانستان کے سوا ایران، مصر اور ترکی میں بھی دستوری حکومت کے خیالات کی اشاعت

میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ۱۸۵۶ء میں ہندوستان آئے۔ یہاں ایک سال کچھ مہینے قیام کیا۔ علوم مغربیہ میں دستگاہ حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء میں یہاں سے مکے شریف تشریف لے گئے۔ ۱۸۷۹ء میں دوبارہ مصر سے ہندوستان آئے اور حیدرآباد میں رہنے لگے۔ یہاں سے مصر کے سیاسی معاملات کے سلسلے میں کلکتے بلائے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں آپ ایران میں مقیم تھے۔ اسی سال بادشاہ ایران کے حکم سے گرفتار کر کے خارج البلد کر دیئے گئے اور قسطنطنیہ چلے گئے۔ وہیں ۹ / مارچ ۱۸۹۷ء کو وفات پائی۔

جمال الدین حسن : بدایوں کے رہنے والے شیخ صدیقی۔ مولوی وہاب الدین موجد متولی کے پوتے تھے۔ اپنے بھائی مولوی جمال الدین باقر سے علوم عقلی و نقلی میں تعلیم پائی اور سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ضلع مین پوری اور اضلاع اودھ میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ بعد غدر جھانسی کی ڈپٹی کلکٹری ملی۔ شاعر بھی تھے۔ حسن تخلص تھا۔ سراپائے رسول اکرمؐ موسوم بہ شبیہ احمدی ان کی تصنیف ہے۔ چارلس رکس صاحب بہادر کمشنر قسمت لاہور کی فرمائش سے ایک کتاب موسوم بہ "حالات دیہی" تصنیف کی جس میں پیمائش بندو بست وغیرہ کے قواعد و دیگر حالات جن کا جاننا یورپین حکام کو ضروری ہے درج کیے جاتے ہیں۔ یہ کتاب گورنمنٹ کے حکم سے ۱۸۵۸ء میں سرکاری پریس آگرہ سے شائع ہوئی اور مدتوں تک سررشتۂ تعلیم کے نصاب میں داخل رہی۔ ۱۳ / صفر ۱۲۸۳ھ م ۱۸۶۶ء کو انتقال کیا۔

جمال الدین حسن بن یوسف : بن مطہر حلی۔ آپ کا لقب شیخ العلماء تھا اور شہر بلّہ کے فقہا میں سر برآوردہ سمجھے جاتے تھے۔ کتاب خلاصۃ الاقوال کے مصنف ہیں۔ اس کے سوا آپ کی فقہ کی کتابیں بہت مشہور ہیں۔ تلخیص المرام، غایت الاحکام، تحریر الاحکام مختلف الشیعہ آپ ہی کی تصنیف سے ہیں۔

جمال الدین حسین انجو : فخر الدین کشمیری کا بیٹا اور لغت فرہنگ جہانگیری کا مصنف تھا۔ یہ کتاب ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ میں بعہد جہانگیری لکھی گئی اور بادشاہ جہانگیر کے نام پر معنون کی گئی تھی۔ انجو شیراز سے دکن آیا اور وہاں سے ۱۵۸۵ء م ۹۹۳ھ اکبر کے عہد میں آگرہ آیا اور رفتہ رفتہ سہ ہزاری منصب پر فائز ہو گیا۔ جہانگیر کے عہد میں عضد الدولہ کا خطاب پایا اور چہار ہزاری منصب ملا۔

جمال خاں : اس کو شاہجہاں کے عہد میں پنج ہزاری منصب حاصل تھا۔ بادشاہ نے ایک مینا بازار تعمیر کرایا اور یہ حکم دیا تھا کہ تمام اراکین اور معززین کی عورتیں اس بازار میں اپنے اپنے جواہرات کو فروخت کرنے کے لیے لے جائیں۔ وہ جو قیمت طلب کریں گی اسی قیمت پر خریدے جائیں گے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ بازار میں فروخت کرنے والی عورتوں میں اس جمال خاں کی زوجہ بھی تھی جو کہ نہایت شکیل اور صاحب جمال تھی۔ اس عورت کو دیکھ کر بادشاہ نے اس سے بات چیت کی اور ایک لاکھ کی قیمت میں اس کا پیش کردہ مصنوعی ہیرا خرید کیا جو قند کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ یہ عورت حسین ہونے کے سوا عقیل بھی تھی۔ اور آخر کار وہ محل شاہی میں داخل ہو گئی۔

جمال خلیفہ : اسحاق کرمانی کا لقب ہے۔ شرح حدیث الاربعین کا مصنف ہے۔ ۱۵۲۶ء مطابق ۹۳۲ھ میں وفات پائی۔

جمال کیلی شیخ : قزوین واقع اصفہان کا باشندہ تھا اور فارس کے بادشاہ علاء الدین اسمٰعیلی کے زمانے میں

گزرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اسمٰعیلی مذہب کا پوشیدہ طور پر پیرو تھا۔ بروز دوشنبہ بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۲۵۳ء مطابق ۴ شوال ۶۵۱ھ فوت ہوا۔

جمالی شیخ : (ملاحظہ ہو شیخ جمالی)۔

جمشید : حضرت عیسیٰ سے ۸۰۰ سو سال پہلے خاندان پیش وادیان سے فارس کا بادشاہ تھا۔ اس کا جام جمشید اور تخت جمشید مشہور ہے۔ اول الذکر کو زیادہ تر شعرا جام جم لکھتے ہیں اور اس کے متعلق مختلف قصے فارسی لٹریچر میں مشہور ہیں۔ جام جمشید کا شمار اس زمانہ کے عجائبات میں تھا۔

جمشید قطب شاہ اول : گولکنڈہ (دکن) کا بادشاہ تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد ماہ ستمبر ۱۵۴۳ء مطابق جمادی الثانی ۹۵۰ھ میں تخت نشیں ہوا۔ ۷ سال چند ماہ حکومت کی۔ ۱۵۵۰ء مطابق ۹۵۷ھ میں فوت ہوا اور اس کا بھائی اس کا جانشیں ہوا۔

جمیل ابن معمار : ایک مشہور عربی شاعر تھا جو خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں ہوا ہے اور ۷۰۱ء مطابق ۸۲ھ میں فوت ہوا۔

جناب عالیہ : محمد علی شاہ۔ شاہ اودھ کی والدہ کا لقب ہے۔ قبر حسین آباد لکھنؤ میں ہے۔ قطعہ تاریخ قبر پر کندہ ہے جس کا آخری شعر یہ ہے :

رحمتِ حق شد ز تاریخش ندا
وایم از بہر جناب عالیہ
۱۲۵۷ھ

جنابی : ابومحمد مصطفےٰ ابن سید حسن الحسینی کا لقب ہے جو ایک مشہور مورخ اور ایک کتاب تاریخ جنابی کا مصنف تھا جس کا صحیح نام بحرالذخار ہے۔ یہ کتاب فن تاریخ میں ابتداً عربی میں لکھی گئی تھی۔ بعد کو مصنف نے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر ۱۵۸۹ء مطابق ۹۹۷ھ تک کے حالات اس میں درج ہیں۔ ۱۵۹۱ء مطابق ۹۹۹ھ میں فوت ہوا۔

جنگ بہادر رانا : یہ راجپوت قوم کا دور اندیش اور عالی ہمت شخص انیسویں صدی کے شروع میں پیدا ہوا اور وہ بقول بعض نیپال کا بسمارک کہلاتا ہے۔ اپنی معمولی تعلیم ختم کرنے کے بعد ایک معزز عہدہ پر مامور ہوا۔ ۱۸۳۷ء میں معزول ہو کر بنارس چلا آیا۔ دو سال بعد پھر نیپال واپس آیا اور ولی عہد سریندر بکرم کا ملازم ہوا۔ ۱۶ ستمبر ۱۸۴۱ء کو نیپال کی وزارت کا قلمدان اس کے سپرد ہو گیا۔ ۱۸۵۰ء میں ولایت کا سفر کیا۔ جب تبت سے جنگ ہوئی تو اس کی بہادری اور مستعدی کی وجہ سے ۱۸۵۵ء میں تبت نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ ۱۸۵۶ء میں اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا اور مہاراجہ کا خطاب پایا۔ ۲۵ فروری ۱۸۷۶ء کو انتقال کیا۔

جنوبی بدخشاں : بدخشاں کا ایک شاعر اور ایہام گو (جگت باز) تھا جو ۱۵۲۱ء مطابق ۹۲۷ھ میں تھا۔

جنیدؒ بغدادی، شیخ : آپ خواہر زادہ و مرید و خلیفہ حضرت خواجہ سری سقطی کے تھے۔ آپ کا مولد و منشا بغداد۔ آپ کے والد محمد بن جنید آبگینہ فروشی کرتے تھے اور ان کا وطن شہر نہاوند تھا۔

جنید سلطان : مشہور شیخ صفی الدین اردبیلی کی تیسری پشت میں تھا اور شاہ اسمٰعیل اول ایرانی بانی خاندان صفوی کا پوتا تھا۔ نادر شاہ نے اس خاندان کی بیخ کنی کی۔ وہ ایک صوفی حکیم تھا۔ لیکن چونکہ اس کو ترکمان حاکم جہاں شاہ نے آذربائیجان سے نکال دیا تھا اس لیے وہ دیار نگر میں آباد میں ہوا۔ اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں وہ مع اپنے مریدوں کے شروان گیا اور ۱۴۵۸ء مطابق ۸۶۰ھ میں امیر خلیل اللہ حاکم شروان کی فوج کے ساتھ ایک لڑائی میں مارا گیا۔

جوّاد علی مرزا : سکندر حشمت بہادر امجد علی شاہ کا بیٹا اور واجد علی شاہ معزول بادشاہِ اودھ کا بھائی تھا۔ اودھ کی سلطنت انگریزی حکومت میں شامل ہو جانے پر والدۂ شاہِ اودھ کے ساتھ ۱۸۵۶ء میں ولایت کا سفر کیا۔ اس سفر کی غرض وغایت یہ تھی کہ پارلیمنٹ میں سلطنت کے واپس دلا پانے کا اپیل کیا جائے۔ ملکہ پیرس میں فوت ہوئیں۔ اس کے بعد ۱۸۵۸ء میں اس کو بھی وہیں پیام اجل آیا اور پیرس میں اپنی والدہ کے پاس دفن ہوا۔

جواں بخت بن شاہ عالم : (ملاحظہ ہو جہاندار شاہ ثانی)۔

جواں بخت مرزا : بہادر شاہ معزول بادشاہ دہلی کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا جو ۱۸۵۸ء میں اپنے باپ کے ہمراہ رنگون گیا تھا۔ جہاں وہ اپنی وفات تک جو ماہ ستمبر ۱۸۸۴ء میں واقع ہوئی مقیم رہا۔ یہ وہی شاہزادہ تھا جس کی شادی کے مشہور سہرے (نظم مبارکبادیاں) غالب اور ذوق کے دواوین میں موجود ہیں۔

جواہر سنگھ : ایک سکھ سردار تھا جو بعد وفات ہیرا سنگھ کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر ہوا۔ بتاریخ ۲۱ر ستمبر ۱۸۴۵ء سکھ فوج نے اس کو قتل کیا۔ اس کا جانشین راجہ لال سنگھ ہوا۔

جواہر سنگھ جاٹ راجہ ڈیگ و بھرتپور : سورج مل جاٹ کا بیٹا تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے بعد دسمبر ۱۷۶۳ء مطابق ۱۱۷۷ھ میں جانشیں ہوا اور ۱۸۶۸ء میں قتل کر دیا گیا۔ اس کا جانشیں اس کا بھائی راو رتن سنگھ ہوا۔ رتن سنگھ ۱۰ ماہ ۱۳ دن حکومت کرنے کے بعد مارا گیا۔

جواہر ناتھ : نومسلم (کشمیری) محدث اور علوم عقلیہ کے جامع تھے۔ وطن میں تحصیل علوم کے بعد حج کو گئے۔ وہاں کے علماء سے حدیث پڑھنے کے بعد اجازت حدیث حاصل کی۔ پھر کشمیر واپس آئے۔ اکل حلال کی غرض سے اون کاتنے کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ درس عربی دیتے تھے۔ ان کے مشہور شاگردوں میں ملا محمد ٹونیگر تھے جو محشی شرح ملا جامی ہیں۔ ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی اور کشمیر میں دفن کیے گئے۔

جوجی خاں : چنگیز خاں تاتاری کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ اس نے اپنے حصے میں قپچاق کا بڑا ملک پایا۔ لیکن یہ شہزادہ اپنے باپ سے چند ماہ پیشتر ۱۲۲۶ء میں فوت ہوا۔ اور اپنا ملک اپنے پسر باتو خاں کے واسطے چھوڑا جس نے روس و بلغاریہ کو فتح کیا اور ممالک پولینڈ و موری ویا (صوبجات روس) اور ڈیلسیا کو غارت کیا اور قسطنطنیہ پر حملے کرنے کی غرض سے ہنگری کو کوچ کیا جہاں قضا نے اس کی فاتحانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

جوش : حافظ رحمت خاں کے پرپوتے احمد حسین کا تخلص ہے۔ اس سے ایک اردو دیوان یادگار ہے۔ ۱۸۵۳ء مطابق ۱۲۶۵ھ میں بمقام لکھنؤ حیات تھا۔

جوشش : محمد حسن یا محمد روشن ساکن پٹنہ کا تخلص ہے جو شاہ عالم کے زمانے میں گزرا ہے۔

جوگی : (سلطان) ملاحظہ ہو محمد جوگی۔

جوہر : اس کا نام جواہر سنگھ تھا۔ ملا ناطق صاحب نیشاپوری کا شاگرد تھا۔ فارسی اور اردو کا دیوان چھوڑا اور ۱۸۵۱ء مطابق ۱۲۶۷ھ میں زندہ تھا۔

جوہر : منشی سیوا رام شاہجہاں پوری کا تخلص ہے جو اکبر شاہ ثانی کے عہد میں گزرا ہے۔ وہ فارسی میں بہت سی کتابوں کا مصنف ہے جواہر التعلیم و جواہر الترکیب وغیرہ اسی کی تصنیف ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۲۰ء مطابق ۱۲۳۵ھ میں زندہ تھا کیونکہ آخر الذکر کتاب اسی سنہ کی تصنیف شدہ ہے۔

جوہری فارابی : ابو نصر اسمٰعیل بن حماد لقب ہے۔ باوجود

ترکی النسل ہونے کے زبان عربی میں اس قدر دسترس حاصل کر لی تھی کہ عربی اور عجمی اس کو امام اللغات کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ صحاح اللغات کا مصنف ہے۔ اسی وجہ سے اسی کو صاحب الصحاح بھی کہا جاتا ہے۔ وہ تاریخ میں اپنے وطن کی نسبت فارابی الترکی کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۰۰۲ء مطابق ۳۹۳ھ میں وفات پائی۔ لیکن بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اس کی وفات ۹۹۲ء مطابق ۳۸۳ھ میں ہوئی۔

جویا : تخلص مرزا وارث بیگ شاعر جس کا وطن کشمیر تھا۔ ۱۷۰۶ء مطابق ۱۱۱۸ھ میں فوت ہوا۔ ایک دیوان کا مصنف ہے۔ اس کے بھائی مرزا کامران کا تخلص گویا تھا۔

جویاں امیر : (جووین۔جویاں) سلطان ابوسعید خاں بن الجائتو شاہ فارس کا استاد اور سپہ سالار تھا۔ ملک غیاث الدین نے ماہِ نومبر ۱۴۲۷ء مطابق محرم ۷۲۸ھ میں سلطان کے حکم سے اس کو ہلاک کیا۔ کیونکہ اس نے سلطان کے ساتھ اپنی دختر بغداد خاتون کی شادی کرنے سے انکار کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو بغداد خاتون)۔

جویریہ : حارث بن جرار کی بیٹی تھیں جو قبیلہ مصطلق کا سردار تھا۔ بنی مصطلق کے قبیلہ سے جو اس وقت کافر تھے۔ ۵ھ میں مسلمانوں سے جنگ ہوئی اور اس لڑائی میں امید سے زیادہ کافر گرفتار ہوئے جس میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس انصاری کے حصے میں آئیں اور نو اوقیہ سونا ادا کرنے کے بعد ثابت بن قیس نے ان کو رہا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن یہ رقم ان کی استطاعت سے زیادہ تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میں نے اس رقم کو آپ کے بھروسے پر منظور کر لیا ہے۔ آں حضرتؐ نے اس رقم کو ادا کر دیا۔ اور حضرت جویریہ اس رحمدلی اور اخلاق سے متاثر ہو کر شرف زوجیت نبوی سے مشرف ہونے کی آرزومند ہوئیں اور یہ درخواست قبول کی گئی۔ ۶۷۰ء م ۵۰ھ میں بعمر ۶۵ سال وفات پائی۔

جوینی : (ملاحظہ ہو معین الدین جوینی)۔

جوینی : جن کا صحیح نام ابوالمعانی عبدالملک بن عبداللہ۔ ایک جید عالم اور بہت مشہور حکیم تھے جن کا خطاب امام الحرمین ہے۔ ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں گزرے ہیں۔ حضرت امام غزالی ان کے شاگرد تھے۔ تاریخ جہاں کشا اور عقیدۃ النظامت ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۰۸۵ء مطابق ۴۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

جہاں : (ملاحظہ ہو بنی نرائن)۔

جہاں آرا بیگم : شاہنشاہ شاہِ جہاں کی فاضل بیٹی تھی۔ ممتاز محل دختر آصف خاں وزیر کے بطن سے بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۳/مارچ ۱۶۱۴ء مطابق ۲۱/صفر ۱۰۲۳ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ بیگم خوبی صورت کے ساتھ خوبیٔ سیرت میں بھی بے مثل شرم حیا کی مجسم تصویر تھی جیسا اس تاریخی واقعہ سے ظاہر ہے۔ ۱۰۴۴ھ میں جشن کے موقع پر اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ چونکہ اس موقع کے قریب عام عمائد سلطنت موجود تھے۔ اس نے ذرا بھی شور و غل نہ کیا۔ اس کو یہ ڈر تھا کہ عمایدین اس کا شور و غل سن کر محل کے اندر چلے آئیں گے اور اس کو اس حالت میں دیکھ لیں گے۔ اس ڈر سے وہ اپنی جان پر کھیل کر عجلت کے ساتھ آگے کو بڑھی اور زنانے کمرے میں پہنچتے ہی زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اس حادثہ سے اس کی صحت پر نہایت خراب اثر پڑا۔ اس وقت ایک انگریز ڈاکٹر سورت میں موجود تھا۔ بادشاہ نے اس کو علاج کے لیے بلایا اور خدا نے اس ڈاکٹر کے علاج سے شہزادی کو صحت عطا کی۔

بادشاہ نے علاوہ ذاتی انعام و اکرام کے ڈاکٹر کی درخواست پر اس کے ہم قوم تاجروں کے مال تجارت کا جو ہندوستان کی حدود سلطنت کے اندر لایا جائے محصول معاف فرمادیا۔ جہاں آرا نے شاہجہاں کے زمانۂ قید میں اس کی خدمت کر کے اپنی آزادی کو قید سے تبدیل کر کے بڑی ایثار نفسی کا ثبوت دیا تھا اور والدین کی اطاعت کا سب سے اعلیٰ اخلاقی فرض ادا کرنے کی مثال قائم کی تھی۔ وہ علم اور فضل میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھی۔ شعر بھی کہتی تھی۔ کتاب مونس الارواح میں حضرت خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اسی بیگم نے لکھے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں آرا بہت بڑی انشاء پرداز تھی۔ اس کتاب میں جو اشعار بزرگان دین کی شان میں جابجا پائے جاتے ہیں وہ اسی مصنفہ کی تصنیف سے ہیں۔ قلعۂ آگرہ کے قریب ایک شاندار مسجد سنگ سرخ کی (جو اب منہدم ہوگئی ہے) شاہجہانی عہد میں اسی بیگم نے یا اس کے نام سے بادشاہ نے پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے ۱۶۴۸ء مطابق ۱۰۵۸ھ میں تعمیر کرائی تھی۔ ۵ ستمبر ۱۶۸۰ء مطابق ۳ رمضان ۱۰۹۲ھ بعہد عالمگیری جہاں آرا بیگم راہی ملک بقا ہوئی۔ دہلی میں روضۂ حضرت محبوب الٰہی کے قریب دفن ہوئی۔

جہاں بانو بیگم : شاہزادہ مراد بن شاہنشاہ اکبر کی لڑکی تھی۔ اس کی شادی شاہزادہ پرویز پسر جہانگیر سے ہوئی تھی۔ اس کے بطن سے نادرہ بیگم پیدا ہوئی جو شاہزادہ مسمّیٰ داراشکوہ سے منسوب ہوئی۔

جہاں خاتون : اپنے حسن اور شعر گوئی کی وجہ سے ایران کی تاریخ میں بہت کچھ مشہور ہے۔ بعد وفات پہلے شوہر کے اس کی شادی خواجہ امین الدین وزیر شاہ ابواسحاق حاکم شیراز سے ہوئی تھی۔

جہاندار شاہ : جس کا نام محمد معزالدین تھا۔ دکن میں بروز چہار شنبہ ۸ اپریل ۱۶۶۳ء مطابق ۱۰ رمضان المبارک ۱۰۷۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی ماں کا نام نظام بائی تھا۔ فروری ۱۷۰۲ء مطابق ماہ محرم ۱۱۲۴ھ میں بہادر شاہ بن اورنگ زیب اس کے باپ کی وفات واقع ہوئی۔ بہادر شاہ نے چار لڑکے چھوڑے تھے۔ اس کی وفات کے ایک ہفتے کے بعد چاروں بھائیوں کے درمیان تقسیم ملک و مال کی بابت گفتگو ہوئی۔ معزالدین چاروں بھائیوں میں بڑا تھا۔ لیکن وہ خفیف العقل اور عیش دوست تھا۔ وہ سلطنتوں کے کاموں میں بہت کم دلچسپی لیتا تھا۔ اراکین سلطنت میں سے کسی امیر کو وہ اپنا دوست اور خیر خواہ بنانے کی بھی پروا نہ کرتا تھا۔ صرف ذوالفقار خاں بہادر اس کا طرفدار تھا۔ اور وہی چاروں بھائیوں کے درمیان رسل ورسائل کے فرائض کو انجام دیتا تھا۔ لیکن مصالحت سے معاملہ طے نہ ہوسکا۔ چاروں بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ ایک بھائی (عظیم الشان) ایک طرف اور بقیہ تین بھائی معزالدین، جہاں شاہ اور رفیع الشان جنھوں نے باہم یہ عہد کیا تھا کہ عظیم الشان پر فتح پانے کے بعد ملک کو برابر تین حصوں میں تقسیم کردیں گے دوسری طرف تھے۔ عظیم الشان کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور مارا گیا۔ فتح پانے کے بعد جو کثیر زرنقد تینوں بھائیوں کے ہاتھ آیا اس پر پھر جھگڑا ہوا۔ اب معزالدین اور جہاں شاہ برسرپیکار ہوئے۔ رفیع الشان ان دونوں بھائیوں کے باہمی جنگ کے نتیجے کا منتظر ہوکر علیحدہ رہا۔ جہاں شاہ اور اس کا بیٹا فرخندہ اختر اس لڑائی میں قتل ہوئے۔ اس کے بعد رفیع الشان سے بھی خاموش نہ رہا گیا۔ اور باوجود قلت سپاہ اور عدم قابلیت جنگ کے اپنے بڑے بھائی معزالدین کے مقابلے پر آیا۔ اس کا بھی وہی حشر

ہوا جو اس سے پہلے دونوں بھائیوں کا ہوا تھا۔
معزالدین ہر سہ مدعیان سلطنت کو ٹھکانے لگانے کے بعد باون برس کی عمر میں تخت و تاج شاہی کا مالک ہو کر بروز پنج شنبہ بتاریخ ۱۰/اپریل ۱۷۱۲ء مطابق ۴/ربیع الاول ۱۱۲۴ھ جہاندار شاہ کے لقب سے تخت نشیں ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے رستم دل خاں اور الہ وردی خاں اور مخلص خاں کو نہایت بے رحمی سے قتل کرادیا۔ ذوالفقار خاں کو اس نے وزارت کے عہدے پر مامور کیا۔ اس کے وقت میں فسق و فجور کو بہت ترقی ہوئی۔ یہ بادشاہ نہایت آرام طلب، عیش پسند، کمزور طبیعت واقع ہوا تھا۔ اس کو عورتوں کی طرح اپنے جسم کی آراستگی کا بہت شوق تھا۔ ایک کسبی لال کنور سے اس کو کمال تعشق تھا۔ اس کو امتیاز محل کا خطاب دے کر محل میں داخل کرلیا تھا۔ لال کنور کے سگے بھائی خوشحال خاں کو صوبے داری اکبر آباد اور منصب پنج ہزاری، سہ ہزار سوار مرحمت ہوا اور اس کے چچیرے بھائی مسمیٰ نعمت خاں کو بھی منصب عطا ہوا۔ بادشاہ کی اس قسم کی خفیف الحرکاتی سے امرائے دولت میں بددلی پیدا ہوگئی تھی۔ آخر فرخ سیر نے جو عظیم آباد میں حکومت کررہا تھا سید عبداللہ خاں اور حسین علی خاں کی مدد سے آگرے کے قریب ایک لڑائی میں جہاندار شاہ اپنے چچا کو شکست دی اور اس کو قلعۂ دہلی میں نظر بند کر کے تخت شاہی کا مالک ہوگیا۔ جہاندار شاہ نے صرف نو ماہ حکومت کی اور فرخ سیر کے حکم سے جنوری ۱۷۱۳ء مطابق ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ میں قتل کردیا گیا اور اس کی نعش بادشاہ کے حکم سے منظر عام پر نمایاں کی گئی۔ اس کی قبر دہلی میں بادشاہ ہمایوں کے مقبرے کے سامنے چبوترے پر اب تک موجود ہے۔

جہاندار شاہ شہزادہ : شاہ عالم کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا۔ احمد شاہ ابدالی جب مرہٹوں کے مقابلے میں پانی پت کے میدان میں مشہور فتح حاصل کر کے پانی پت سے نواح دہلی میں آیا تو اس نے شہزادہ عالی گہر یعنی شاہ عالم کو ۱۷۶۱ء میں ہندوستان کا بادشاہ مقرر کیا۔ شاہ عالم اس وقت دہلی میں موجود تھا اس لیے اس نے اس شہزادے کو جس کا خاندانی نام جوان بخت مرزا تھا بادشاہ کا نائب مقرر کردیا۔ شاہ عالم کی کمزور طبیعت کی وجہ سے اس کے زمانے میں سلطنت میں اندرونی خرابیاں اور بدنظمی کی حالت نمودار ہوگئی تھی۔ مرزا جواں بخت سے جب یہ حالت نہ دیکھی گئی تو وہ یہ خبر معلوم کر کے کہ انگریزی گورنر لکھنؤ میں آگیا ہے اپریل ۱۷۸۴ء میں دہلی سے لکھنؤ اس ارادے سے گیا کہ وہ انگریزوں کی مدد سے سلطنت کی حالت کی اصلاح کرے لیکن اسے کچھ مدد نہ ملی۔ جب چار سال یوں ہی گزر گئے تو اس نے ۱۷۸۷ء میں انگلستان کے بادشاہ جارج سوم کو ایک خط لکھا تھا کہ وہ گورنر جنرل ہند کو بادشاہ شاہ عالم کی امداد کا حکم دیں۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خط انگلستان کو روانہ بھی ہوا یا نہیں۔ اس شہزادے نے آخر وقت یہ خواہش کی کہ وہ اسمٰعیل بیگ کی مدد سے قلعۂ آگرہ کو فتح کرے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر وہ پھر انگریزوں کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوا۔ نواب وزیر نے انگریزوں کی سفارش سے پانچ لاکھ روپیہ سالانہ اس کا وظیفہ مقرر کردیا تھا۔ بنارس میں اس نے سکونت اختیار کرلی تھی۔ جہاں وہ ۳۱/مئی ۱۷۸۸ء مطابق ۲۵/شعبان ۱۲۰۲ھ کو ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس کا خاندان اب تک بنارس میں آباد ہے۔ جس کا شاہی وثیقہ خزانہ سرکاری سے جاری ہے۔ کارسن ڈی ٹاسی کے سفرنامے سے پتہ چلتا ہے کہ ولایت میں اس کی

تصنیف سے ایک کتاب موسومہ بیاض عنایت مرشد زادہ موجود ہے جس کا انگریزی ترجمہ کرنیل اسکاٹ نے کیا تھا اور جو مسٹر ہسٹنگز کے ریویو آف دی اسٹیٹ آف بنگال کے تتمہ کے طور پر شائع ہوا تھا۔

جہاں شاہ ترکمان: بن قرا یوسف ترکمان۔ سکندر ترکمان کا بھائی تھا۔ سکندر ترکمان کی وفات کے بعد ۱۴۳۷ء مطابق ۸۴۱ھ میں شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور نے اس کو آذر بائجان کا صوبہ دار بنایا تھا۔ سکندر ترکمان کی وفات تک جو ۱۴۴۷ء مطابق ۸۵۰ھ میں واقع ہوئی اس کی حکومت اس صوبے تک محدود رہی۔ لیکن اس کے بعد ہی اس نے فارس کا بڑا حصہ فتح کر لیا اور اپنی فوج دیار بکر تک لے گیا اور ایک لڑائی میں جو حسن بیگ عرف اذن حسن حاکم دیار بکر سے ہوئی تھی بتاریخ ۱۰ر نومبر ۱۴۶۷ء مطابق ۱۲ر ربیع الثانی ۸۷۲ھ ۷۰ سال کی عمر میں قتل ہوا۔ اس نے ۳۰ سال قمری سے زیادہ حکومت کی۔

جہاں شاہ شہزادہ: بادشاہ بہادر شاہ کا تیسرا لڑکا تھا۔ بہادر شاہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں مارچ ۱۷۱۲ء میں سلطنت پر خانہ جنگی واقع ہوئی۔ اسی لڑائی میں بمقام لاہور ماہ مارچ ۱۷۱۲ء میں قتل ہوا۔ نہ صرف وہ قتل ہوا بلکہ اس کا بھائی رفیع الشان اور اس کا لڑکا بھی کام آیا۔ ان مقتولین کی لاشیں لاہور سے دہلی کو بھیجی گئیں اور خاموشی کے ساتھ بادشاہ ہمایوں کے مقبرے میں جس کو خاندان شاہی کا گنج شہیداں سمجھنا چاہیے دفن کر دی گئیں۔

جہانگیر قلی خاں: خان اعظم مرزا عزیز کوکا کا لڑکا تھا۔ اکبر و جہانگیر کے عہد میں ملازمت شاہی کی عزت حاصل کی۔ جلوس شاہجہانی کے پانچویں سال یعنی ۱۶۳۱ء مطابق ۱۰۴۱ھ میں فوت ہوا۔

جہانگیر قلی خاں کابلی: پنج ہزاری کے منصب کا ایک امیر تھا جس کو جہانگیر نے ۱۰۱۶ھ میں صوبیدار بنگال مقرر کیا تھا اور بنگال میں ۱۶۰۸ء مطابق ۱۰۱۷ھ میں فوت ہوا۔

جہانگیر مرزا: امیر تیمور کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اپنے باپ سے قبل ۱۳۷۴ء مطابق ۷۷۶ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بیٹے کا نام پیر محمد تھا۔

جہانگیر مرزا: اکبر شاہ ثانی کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس نے دہلی کے رزیڈنٹ مسٹر سیٹن پر پستول چلایا تھا۔ لہٰذا وہ بطور شاہی قیدی کے الہ آباد بھیج دیا گیا جہاں وہ سلطان خسرو کے باغ میں بہت عرصے تک رہا۔ وہیں ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۳۶ھ میں ۳۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کے دفن کے وقت ۳۱ ضرب التواپ کی سلامی سر کی گئی تھی۔ خسرو باغ میں مدفون ہوا۔ کچھ دنوں بعد اس کا تابوت دہلی کو منتقل ہو کر حضرت محبوب الٰہی کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا۔

جہانگیر نورالدین محمد: اکبر کا بیٹا۔ راجہ بہاری مل کچھواہہ کی لڑکی کے بطن سے تھا۔ اس بیگم نے شاہی محل میں داخل ہو کر مریم زمانی خطاب پایا تھا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی کی دعا سے جو موضع سیکری ضلع آگرہ میں مقیم تھے جہانگیر ۳۱ راگست ۱۵۶۹ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو پیدا ہوا۔ اس کی ولادت موضع سیکری ہی میں واقع ہوئی تھی کیونکہ بادشاہ نے اسی غرض سے کہ شیخ حمل کی سعادت شیخ کے گھر میں حاصل ہو بیگم کو پہلے سے وہاں بھیج دیا تھا۔ شہزادے کا نام شیخ کے نام پر جیسا کہ شیخ نے دعا کے وقت فرمادیا تھا مرزا سلیم رکھا گیا۔ پیار کا نام شیخو بابا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں راجہ بھگوانداس کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی۔ دوسرا بیاہ راجہ اودے سنگھ کی لڑکی سے ہوا۔ تیسرا بیاہ خواجہ حسن کی

زین خاں کوکا کی دختر یا بھتیجی سے ہوا۔ راجہ کیشو داس راٹھور اور ایک اور پہاڑی راجہ کی لڑکیوں سے بھی اس کی شادی ہوئی تھی۔ قریب قریب ہر بیگم سے اولاد پیدا ہوئی۔ شہزادہ خورم جو بعد کو شاہجہاں کے لقب سے جانشیں ہوا راجہ اودے سنگھ کی دختر کی بطن سے تھا۔ جہانگیر کی سب سے پیاری بی بی نور جہاں تھی جس کے ساتھ اپنے جلوس کے چھٹے سال میں اس نے نکاح کیا۔ رفتہ رفتہ وہ امور سلطنت میں اس درجہ دخیل ہوگئی کہ اس کا نام سکّے پر کندہ ہوگیا ؎

بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

بتاریخ ۸؍جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۱۶۰۵ء اڑتیس سال کی عمر میں دارالخلافت آگرہ میں نورالدین جہانگیر کے نام سے سریر آرائے سلطنت ہوا۔ جلوس کے بعد سب سے پہلے اس نے زنجیر عدل قائم کی یہ زنجیر طلائی تھی۔ اس کا وزن چار من اور طول تیس گز تھا۔ اس میں ساٹھ گھنٹے لٹکتے تھے۔ اگر کوئی ستم رسیدہ گھنٹہ ہلا دیتا تھا تو بادشاہ کو اس کی فوراً اطلاع ہو جاتی تھی۔ اس کے وقت کے دوازدہ احکام مشہور ہیں جو اس نے کل ممالک محروسہ میں عالموں کے دستور العمل کے طور پر رعایا کی بہبودی کے واسطے جاری کیے تھے۔ اس کے وقت میں کبوتر وں کو نامہ بزی سکھلائی گئی تھی۔ یہ بادشاہ شکار کا بہت شایق تھا۔ اس نے بارہ سال کی عمر سے پچاس برس تک کی عمر کے شکار کا حساب اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۱۷۱۶۷ شکار خود اپنے ہاتھ سے اس مدت میں کیے تھے۔ ان میں چھیاسی شیر تھے۔ پچاس سال کی عمر کے بعد شکار سے توبہ کر لی۔ شاعری کا بھی شوق تھا۔ مصوری بھی جانتا تھا۔ شراب بکثرت پیتا تھا۔ جس کا ذکر اس نے اپنی سوانح عمری میں نہایت آزادانہ طریقہ سے لکھا ہے۔ آخر وقت میں کمی ہوگئی تھی۔ افیون بھی جو چالیس سال کی رفیق تھی چھوٹ گئی تھی۔ کشمیر کے سفر میں دمے کا مرض غالب آیا۔ اسی حالت میں کشمیر سے لاہور کو روانہ ہوا۔ راستے میں یکشنبہ ۲۸؍صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۶۲۷ء کو طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ ساٹھ برس کی عمر پائی۔ تقریباً تئیس سال بحساب قمری سلطنت کی۔ لاہور میں جہانگیر کا مقبرہ نور جہاں کے باغ میں موجود ہے۔ مادہ تاریخ وفات "جہانگیر از جہاں رفت" ہے۔ اس بادشاہ کی طرف دو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں جس میں اس نے اپنے عہد کا حال خود لکھا ہے۔ جن کا نام تزک جہانگیری ہے جس کو سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۴ء میں سب سے پہلے چھپوایا تھا۔ اس کے بعض حصوں کا ترجمہ ڈاکٹر انڈرسن نے انگریزی میں کیا ہے۔ دوسری جلد تزک جہانگیری کا انگریزی ترجمہ بھی میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا ہے جو لندن میں ۱۸۲۹ء میں چھپا تھا۔

جہانیان جہاں گشت، مخدوم: (ملاحظہ ہو شیخ جلال)۔

جھجار خاں : شمس الدین نام۔ ان کا خاندان ۶۱۰ھ میں مکہ معظمہ سے بدایوں آکر آباد ہوا۔ نسباً شیخ صدیقی عبدالرحمانی تھے۔ شیر شاہ سور کے امیروں میں داخل تھے۔ سرہند کی صوبے داری پر مامور رہے۔ بعدہٗ جب شہنشاہ اکبر کا زمانہ ہوا امرائے شاہی میں داخل ہوئے اور قلعہ رنتھبور کے قلع دار مقرر ہوگئے۔ لیکن ۱۵۵۳ء میں کچھ روپے کے عوض میں یہ قلعہ راؤ سرجن ہاڑ کو جو میواڑ کا ماتحت مانا جاتا تھا بحکم بادشاہ حوالے کر دیا۔ عہد اکبری کے آخری دور میں وفات پائی۔ بمقام بدایوں (سرائے ملا) اپنے خاندانی گورستان میں ایک گنبد ۹۵۰ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں تعمیر کیا۔ بعد وفات خود بھی

وہیں مدفون ہوئے۔ شاعری میں زاہد تخلص فرماتے تھے۔ بسم اللہ شریف کی تعریف میں ایک مثنوی لکھی تھی جس کا یہ شعر ان کے خاندانی تذکروں میں ملتا تھا۔

کنگرۂ سین چوں خنداں شدہ
خندۂ او از بن دنداں شدہ

۹ رذی الحجہ ۹۹۰ھ، م دسمبر ۱۵۸۲ء انتقال ہوا۔

جھنکوراؤ سندھیا : جس کو مکی راؤ بھی کہتے ہیں۔ دولت راؤ سندھیا کی وفات پر اس کی بیوہ باجی نے جھنکوراؤ سندھیا کو راجہ گوالیار مقرر کیا۔ ۱۸رجون ۱۸۲۷ء کو مسند نشیں ہوا۔ لیکن چونکہ وہ اس وقت صرف ۹ سال کا تھا لہٰذا باجی بائی منتظم ریاست رہی۔ اس نے ۱۸۲۸ء میں حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور ۱۵ سال چند ماہ حکومت کی۔ بتاریخ ۴رفروری ۱۸۴۳ء ۲۴ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کا جانشیں اس کا پسر متبنیٰ جیاجی سندھیا سابق راجہ گوالیار ہوا۔

جیاپا سندھیا : رانوجی سندھیا کا جو سندھیا خاندان کا بانی تھا لڑکا تھا۔ ۱۷۵۰ء مطابق ۱۱۶۳ھ میں قتل کیا گیا۔ اس کا جانشیں اس کا بھائی مادھوجی سندھیا ہوا۔

جیاجی راؤ سندھیا : راجہ گوالیار تھا۔ پورا نام مہاراجہ عالی جاہ جیاجی راؤ سندھیا۔ راجہ جھنکوجی راؤ سندھیا کا متبنیٰ پسر تھا جس کی وفات پر وہ بتاریخ ۴رفروری ۱۸۴۳ء مسند نشیں ہوا۔ اس کو جی۔ سی۔ بی۔ کا خطاب تھا گورنمنٹ انگریزی کی جانب سے سپہ سالاری کا اعزازی عہدہ عطا ہوا۔ ۱۸۸۸ء میں فوت ہو گیا۔

جیپال اوّل : لاہور کے برہمن راجہ ہیتپال کا پسر تھا۔ اس کی حکومت طول میں سرہند سے لنگھن تک اور عرض میں کشمیر سے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی۔ سبکتگین سلطان غزنی سے اس کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس مقابلے میں خونریز لڑائی کے بعد شکست کھائی تھی۔ دوسری مرتبہ بروز دو شنبہ بتاریخ ۲۷رنومبر ۱۰۰۱ء سلطان محمود بن سبکتگین نے شکست دی تھی۔ اس لڑائی میں جیپال مع اپنے خاص ۱۵ سرداروں کے جو اس کے بیٹے اور بھائی تھے قید ہوا۔ اس کی پانچ ہزار فوج میدان جنگ میں قتل ہوئی۔ محمود نے اس کی جان بخشی کر کے قید سے رہا کر دیا تھا۔ لیکن اس نے زمانے کے اس دستور کے مطابق کہ جو راجہ غیر ملک کے بادشاہ سے دوبارہ شکست کھائے وہ تخت سے اتار دیا جاتا تھا چتا پر بیٹھ کر اور اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مسمیٰ آنند پال راجہ ہوا۔

جیپال ثانی : انند پال کا لڑکا تھا۔ ۱۰۱۳ء میں اپنے باپ کی جگہ لاہور کا راجہ ہوا۔ سلطان محمود نے ۱۰۲۲ء میں اس کو ایک بڑی لڑائی میں جو دریائے راوی کے قریب ہوئی تھی شکست دی۔ اس لڑائی کے بعد سلطان محمود کی طرف سے لاہور میں ایک مسلمان صوبے دار رہنے لگا اور لاہور کی ہندو حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ جیپال اجمیر کو بھاگ گیا۔ یہی واقعہ ہندوستان میں سلطنت اسلامی کی بنیاد قائم کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

جیجی بیگم : شہنشاہ اکبر کی دایہ اور مرزا عزیز کوکہ کی ماں تھی۔ مرزا عزیز نے اکبری عہد میں بڑی عزت پائی۔ اس کو شہنشاہ اکبر نے خان اعظم کا خطاب عطا کیا تھا۔ جیجی بیگم ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۸ھ میں فوت ہوئی۔ اس کی وفات پر اکبر نے اظہار رنج و ملال کیا اور بطور اعزاز خود اس کے جنازے کو کندھا دیا۔

جے چند رراٹھور : قنوج کا آخری راٹھور راجہ تھا۔ بکسر سے لے کر قنوج تک سارا ملک اس کے زیر حکومت تھا۔ اس نے اپنے رہنے کا محل جس کو وہ بہت پسند کرتا تھا موجودہ جونپور کے قریب ۱۳۵۹ء مطابق سمت ۱۴۱۶ میں تعمیر کیا تھا۔ موجودہ شہر جونپور کو فیروز

شاہ نے سال ۱۲۷۰ء مطابق ۶۷۷ھ میں اپنے چچا فخرالدین محمد جوناں کی یادگار میں تعمیر کرایا تھا۔ ''شہر جونپور'' سے اس کی تعمیر کا سنہ برآمد ہوتا ہے۔ کرنیل ٹاڈ صاحب کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ جے چند کی حکومت کا زمانہ بارہویں صدی عیسوی کے قریب قریب ہے۔

جے سنگھ اوّل راجہ : جو عام طور پر مرزا راجہ کچھواہا کہلاتا تھا۔ راجہ مہا سنگھ ولد پرتاب سنگھ ولد راجہ مان سنگھ کا بیٹا تھا۔ شاہجہاں کی ملازمت میں تھا اور ۱۶۶۴ء کے قریب اس کو عالمگیر نے دکن کے صوبہ جات مفتوحہ کی صوبیداری عطا کی تھی۔ ۱۶۶۶ء میں وہ دربار میں واپس بلایا گیا تھا۔ برہان پور پہنچ کر راستے میں ۲۸ محرم ۱۰۷۸ھ مطابق ۱۶۶۷ء کو فوت ہو گیا۔ تمام راجپوت راجاؤں میں وہ علمی لحاظ سے قابل سمجھا جاتا تھا۔ ہندی اور سنسکرت کے علاوہ ترکی، فارسی اور عربی بھی جانتا تھا۔ اس خاندان میں یہ دستور تھا کہ لڑکوں کا منہ دس بارہ برس کی عمر تک کوئی مرد نہیں دیکھنے پاتا تھا۔ ان کی تعلیم اس طرح ہوتی تھی کہ لڑکے اور استاد کے درمیان میں چلمن ڈال دی جاتی تھی۔ راجہ جے سنگھ کی تعلیم بھی اسی طریقے سے ہوئی تھی۔ اس کے سوا یہ رسم بھی تھی کہ راجہ زمین پر پاؤں نہیں رکھتے تھے جس طرح بچوں کی ہوا کھانے کی گاڑیاں ہوتی ہیں اسی قسم کی گاڑیوں سے کام لیا جاتا تھا۔ راجہ شیو پرشاد اپنی سوانح میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ گاڑیاں جو سونے چاندی کی بنی ہوئی تھیں اپنی آنکھ سے دیکھیں جن کے کھینچنے کے لیے دو برہمن مقرر تھے اور دس ہزار روپے کی جاگیر پاتے تھے۔ ہوا محل اسی ریاست میں سب سے بلند دس منزل کی عمارت ہے۔ اس پر چڑھنے کے لیے بجائے زینے کے ایک کھرنجہ بنوایا گیا ہے۔ مہاراج کی گاڑی جسے گھوڑا کہتے ہیں اس کھرنجے پر ہو کر اوپر تک پہنچ جاتی ہے۔

اس کے بعد رام سنگھ اس کا بڑا بیٹا راجہ ہوا۔ جے سنگھ نے آگرہ میں بہت سی عمارات تیار کرائی تھیں۔ لیکن امتدادِ زمانہ نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ وہ مقام جہاں یہ عمارات کسی زمانے میں تعمیر ہوئی تھیں اب بھی موجود ہے جو جے سنگھ پورہ کہلاتا ہے۔

جے سنگھ ثالث راجہ : جے پور کا راجہ جگن سنگھ کا لڑکا تھا جو اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ جے سنگھ کو اس کے کامدار نے جس کا نام چھوٹا رام تھا سمت ۱۸۹۱ یا جنوری ۱۸۳۴ء میں قتل کر دیا اور اس کا شیر خوار بچہ جس کا نام رام سنگھ تھا اس کا جانشیں ہوا۔

جے سنگھ سوائی ثانی : کچھواہا قوم کا راجپوت تھا۔ اس کے باپ کا نام بشن سنگھ تھا جو رام سنگھ ولد مرزا راجہ جے سنگھ کا پر پوتا تھا۔ یہ راجہ بھی عام طور پر مرزا جے سنگھ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ صوبہ اجمیر میں ایک بڑے حصہ ملک کا جس کو اس وقت امبر کہتے تھے راجہ تھا۔ اس راجہ نے اپنے راج میں ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام جے پور رکھا۔ اس لیے وہ راجہ جے پور کے نام سے مشہور ہو گیا اور آج تک اس کے جانشیں اسی نام سے مشہور ہیں۔ اس کا باپ بشن سنگھ تقریباً سال ۱۶۹۳ء مطابق ۱۷۵۰ سمت میں فوت ہوا۔ اس کے فوت ہو جانے پر اس کو عالمگیر نے راجہ کا خطاب مع منصب ایک ہزار و پانصد کے عطا کیا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد جے سنگھ اعظم شاہ کا طرفدار ہو گیا اور اس کا بھائی بجے سنگھ بہادر شاہ کا مددگار رہا۔ اور بہادر شاہ نے تخت نشیں ہو کر سہ ہزاری کا منصب بجے سنگھ کو عطا کیا۔ بجے سنگھ اور جے سنگھ میں راج پر جھگڑا ہوا۔ بادشاہ دونوں میں سے کسی شخص کو ناخوش کرنا نہ چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے راج کو ضبط کر لیا اور سید حسین علی خاں کو

وہاں کا فوجدار کردیا۔ ۱۷۰۸ء مطابق ۱۱۲۰ھ میں بادشاہ اپنے بھائی کام بخش کی سرکوبی کی غرض سے دکن کو روانہ ہوا۔ جے سنگھ نے موقع پا کر اجیت سنگھ راٹھور کی مدد سے فوجدار شاہی کا مقابلہ کیا اور فوجدار کو قتل کر کے اس صوبے پر قبضہ کرلیا۔ فرخ سیر کے عہد میں اس کو ادھراج راجہ جے سنگھ کے خطاب سے معزز کیا گیا اور محمد شاہ کے عہد میں سوائی کے خطاب سے معزز کیا گیا۔ ۱۷۳۲ء مطابق ۱۱۴۵ھ وہ مالوے کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے نجوم کی تعلیم کے واسطے پانچ رصدگاہیں دہلی و بنارس و متھرا و اجین و جے پور میں تعمیر کرائیں اور بادشاہ کے نام پر علم نجوم کی ایک کتاب ''زیج محمد شاہی'' شائع کی۔ اس نے ہندوستان کے ہر صوبے میں مسافروں کے آرام کے واسطے اپنے خرچ سے کارواں سرائے اور بازار بنوائے۔ کارہائے رفاہِ عام میں دلچسپی اور اپنے علم کے ذوق وشوق کی وجہ سے وہ رعایا میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ ماہ ستمبر ۱۷۴۳ء مطابق ۹ رشعبان ۱۱۵۶ھ کو فوت ہوگیا۔ اس کا جانشیں اس کا پسر ایشری سنگھ جس کی وفات کے بعد ۱۷۶۰ء میں مادھو سنگھ اس کا جانشیں ہوا۔ اس نے تین رانیاں چھوڑی تھیں جنھوں نے مع اپنی خواصوں کے اس کی چتا پر جان دے دی۔

جے سنگھ یا رانا جے سنگھ: رانا سانگا کی اولاد سے تھا۔ اکبر کے زمانے میں اودے پور کا راجہ تھا۔ ۱۶۸۰ء مطابق ۱۰۹۱ھ میں اپنے باپ کا جانشیں مقرر ہوا۔

جیکب ساسوں: بمبئی کا بہت بڑا نامی سوداگر۔ ڈیوڈ ساسوں کا پوتا۔ ۱۹۰۸ء میں بیرونیٹ کا خطاب ملا۔ تہتر برس کی عمر ہوئی۔ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۱۶ء میں بائی کھلا (بمبئی) میں انتقال ہوا۔ اس کے مرنے پر بیرونیٹ کا خطاب اس کے چھوٹے بھائی ایڈورڈ الیاس ساسوں پر منتقل ہوا۔

جیمل: ایک راجہ تھا جس کو تاریخ میں سب سے زیادہ بہادر راجہ کہا گیا ہے۔ ۱۵۶۸ء میں شہنشاہ اکبر اودے پور کے بانی اودے سنگھ پسر رانا سانگا سے ناخوش ہوگیا۔ اکبر نے قلعہ چتور کا محاصرہ کیا۔ رانا سانگا نے اپنے دوسرداروں جیمل اور فتا پر اپنا ملک چھوڑ دیا اور خود روپوش ہوگیا۔ راجہ جیمل اور فتا نے قلعے کے بچانے کی جان توڑ کوشش کی۔ اگرچہ قلعہ چار ماہ کے بعد فتح ہوگیا اور جیمل مارا گیا۔ لیکن جیمل کی بہادری کے گیت اب تک لوگوں کی زبان پر ہیں۔ اکبر نے ان کی یادگار میں دو بڑے ہاتھی پتھر کے ترشوائے۔ ان پر جیمل اور فتا کی مورتیں سوار کیں اور قلعۂ آگرہ کے صدر دروازے پر ان کو بطور یادگار کے اس طریقے سے نصب کرادیا کہ دونوں ہاتھیوں کی سونڈیں مل کر محراب بن گئیں ہیں۔

چ

چاند: دہلی کے چوہان راجہ پرتھی راج کے زمانے کا ملک الشعراء تھا۔ جب پرتھی راج شہاب الدین کے ہاتھ میں اسیر ہو کر غزنی بھیجا گیا تو چاند بھی اس کے ساتھ تھا۔ دونوں نے شہاب الدین کے مرنے پر خودکشی کرلی۔ اس کی پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ لیکن اس کی تصانیف سے پتا چلتا ہے کہ وہ لاہور پیدا ہوا تھا۔

چاند بی بی یا چاند سلطانہ: دکن کی مشہور تاریخی خاتون۔ حسین نظام شاہ والی احمد نگر کی بیٹی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی بہن اور بیجاپور کے علی عادل شاہ کی بیگم تھی۔ ۱۵۸۰ء میں علی عادل شاہ کی وفات کے بعد اس کا نابالغ بھتیجا ابراہیم عادل شاہ دوم مسند نشیں ہوا۔ اس کی نابالغی کے زمانے میں چاند بی بی بہ حیثیت

سرپرست کے بیجاپور کی سلطنت کا کام انجام دیتی رہی۔ وہ اس زمانے میں مشہور مدبر و سیاست داں تھی۔ ۱۵۹۵ء میں جب شہزادہ مراد نے دکن پر لشکر کشی کی تھی اس وقت احمد نگر کو اسی نے مغلوں کے زبردست پنجے سے محفوظ رکھا تھا۔ اس لڑائی میں جو ہوشیاری مردانہ وار ہمت اور استقلال چاند سلطانہ نے دکھایا وہ تاریخ میں یادگار ہے۔ میدان جنگ میں آکر خود چاند سلطانہ نے کمان کی کیونکہ اس کو اپنے گرفتار ہو جانے کا خوف نہ تھا۔ آخر کار بوجہ رسد بہم نہ پہنچنے کے فوج مغلیہ اس قدر عاجز ہوئی کہ شہزادۂ مراد اور اس کے ساتھی چاند بی بی کے ساتھ صلح پر راضی ہو گئے اور یہ شرائط قرار پائیں کہ صرف برار شہزادے کے قبضے میں رہے اور احمد نگر اور اس کے تعلقات چاند بی بی کے زیر اہتمام برہان شاہ کے پوتے بہادر شاہ کے قبضے میں رہیں۔ ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۹ھ میں جب کہ دوبارہ شہنشاہ اکبر کی فوج نے قلعۂ احمد نگر پر یورش کی۔ حبشہ خاں خواجہ سرا نے بعض اہل قلعہ سے سازش کر کے چاند بی بی کو مار ڈالا اور بقول بعض تیزاب کے کنویں میں گر کر وفات پائی۔ اس کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔

چتر سال: بندیل کھنڈ کے سردار چیت سنگھ کا لڑکا تھا۔ باپ کے بعد بندیل کھنڈ کا راجہ ہوا۔ مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی قوت کے خوف سے مرہٹوں کے سردار باجے راؤ سے عہد نامہ کر لیا اور اپنے ملک کا ایک تہائی حصہ باجے راؤ اول کو اس شرط پر دے دیا کہ باجے راؤ اس کے بعد اس کے جانشیں چتر سال کے ملک کی حفاظت کرے۔ چتر سال ۱۷۳۵ء میں مر گیا اور دولٹ کے ہردے ساہ اور جگت نرائن چھوڑے۔ مرہٹوں کو جو ملک چتر سال سے ملا تھا اس میں کالپی، سیرونج، کونچ گرا کوہٹہ اور ہردے نگر شامل تھے اور تھوڑے عرصے کے بعد جب بندیل کھنڈ کے افسر لڑائی میں قتل ہو گئے اور چتر سال کے اولاد میں سے بخت سنگھ کے پوتے نانا ارجن نے ملک کو ویران کر ڈالا تو نانا فرنویس نے جو اس وقت مرہٹوں کا وزیر اعظم تھا چتر سال کے عہد نامے کا کچھ خیال نہ کر کے اس کے تمام ملک کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

چترمن رائے: (رائے) قوم کایستھ سکینہ۔ اس نے وزیر الممالک غازی الدین خاں کی فرمائش سے ہندوستان کی تاریخ لکھی اور اس کا نام چار گلشن رکھا جو چار گلشنوں پر منقسم ہے۔ گلشن اول بادشاہان ہند کے حال میں۔ گلشن دوم صوبوں کے حال میں۔ گلشن سوم دہلی سے چاروں طرف بڑے بڑے شہروں تک جو سڑکیں گئی ہیں ان کی پیمائش اور ایک ایک منزل کا حال۔ یہ باب اس کتاب کا سب سے اہم حصہ ہے۔ گلشن چہارم میں ہندو فقیروں اور جوگیوں کے حالات اور سلسلے ہیں۔ ۱۱۷۳ھ میں یہ کتاب اتمام کو پہنچی۔

چراغ علی: ریاست حیدرآباد سے نواب اعظم یار جنگ بہادر کا خطاب ملا۔ صوبہ گلبرگہ کے صوبیدار اور حیدرآباد میں معتمد فنانس رہے۔ بڑے عالم و فاضل تھے۔ ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ سرسید کے تعلیمی مشن کے خاص حامی تھے۔ تہذیب الاخلاق میں اسلامی مباحث پر مدتوں مضمون لکھے ہیں۔ جو ایک رسالے کی صورت میں علیحدہ شائع ہو چکے ہیں۔ ۲۱/ذی حجہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۵/جون ۱۸۹۵ء کو بمقام بمبئی انتقال کیا۔ پچاس برس کی عمر پائی۔ تصانیف درج ذیل ہیں: تحقیق الجہاد، اعظم الکلام، فی ارتقاء الاسلام، مجموعہ رسائل چراغ علی، اسلام کی دنیوی برکتیں وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ عربی، فارسی، انگریزی کے عبری، کالڈی زبانوں میں بھی اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ لیٹن اور گریک بھی جانتے تھے۔

انگریزی میں بھی ان کی تصانیف ہیں۔ بلدۂ حیدرآباد میں آپ کے نام سے ایک محلّہ آج تک چراغ علی کی گلی کے نام سے مشہور ہے۔

چغتا خاں : چنگیز خاں کا دوسرا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر اس کی وصیت کے مطابق ملک کا وسطی حصہ جس میں بلخ، بدخشاں، کاشغر وغیرہ شامل تھا اس کے حصہ میں آیا لیکن اس نے اپنے حصہ ملک میں نائب مقرر کر رکھے تھے۔ وہی سیاہ وسپید کے مالک تھے۔ یہ خود اپنے بڑے بھائی اُقتا خاں کے پاس جو مشرقی حصہ ملک پر حکمراں تھا اپنی زندگی عزلت گزینی میں بسر کرتا تھا۔ اُقتا خاں اس کی نیکی کی وجہ سے اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ اُقتا خاں سے سات ماہ پہلے جون ۱۲۴۱ء مطابق ۶۳۸ھ میں فوت ہوا۔

چکبست : پنڈت برج نرائن نام۔ چکبست تخلص۔ وطن آبائی لکھنؤ ہے۔ ۱۸۰۲ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ کیننگ کالج لکھنؤ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قانون کا امتحان دیا اور اب لکھنؤ میں وکیل ہیں۔ شاعری میں آتش اور انیس کی مقلد ہیں۔ اساتذہ کا کلام پڑھنے کا بھی بہت شوق ہے۔ نثر میں بھی اچھے مضامین لکھتے ہیں اور چند لوگوں کے کلام پر ریویو کیے ہیں۔ کلام کا مجموعہ صبح وطن کے نام سے لکھنؤ سے ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا ہے۔ گلزار نسیم پر ایک مبسوط تنقید لکھی ہے۔

چکر چوباں : (سید) سارنگ پور ضلع پنواڑ میں پختہ مزار ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے قبر وسط چبوترے میں تھی۔ قبر سرکتے سرکتے اب کونے میں ہوگئی ہے۔ اس لیے ان کو وہاں کے باشندے پیر سرکی کہتے ہیں۔

چماجی : مرہٹہ سردار رگھناتھ راؤ کا چھوٹا لڑکا تھا۔ مادھو راؤ دوم کے بعد خفیہ طور سے ۱۷۹۶ء میں پونا میں تخت پر بٹھایا گیا۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ اس کا بڑا بھائی باجی راؤ دوم ۴ دسمبر ۱۷۹۶ء کو بیٹھا۔

چندا صاحب : چندا صاحب حسین دوست محمد خاں کا لقب تھا جو کہ ارکاٹ کے نواب کا داماد تھا۔ اس نے اپنی فوجی خدمات سے اس ریاست میں اچھا رسوخ حاصل کیا تھا۔ ٹرچنا پلی کی حکمراں رانی کو اس نے اپنی باتوں سے رام کر لیا حتیٰ کہ ۱۷۳۶ء میں اس شہر پر خود قابض ہو گیا۔ ۱۷۴۱ء میں اس کو مرہٹوں نے ستارہ کے قلعے میں قید کر دیا۔ لیکن ۱۷۴۸ء میں ڈوپلے کی مدد سے رہائی پائی اور مظفر جنگ نے اس کو ارکاٹ کا نواب بنا دیا۔ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ میں مرہٹوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کا سر محمد علی خاں کے پاس جو اس وقت انگریزوں کی مدد سے ارکاٹ کا نواب بن گیا تھا، بھیج دیا گیا۔ محمد علی خاں نے تقریباً چالیس سال حکومت کی۔

چندا کنور : لاہور کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رانی اور دلیپ سنگھ کی ماں تھیں۔ ۱۸۶۳ء میں لندن میں انتقال کیا۔

چندا مہ لقا : چندا مہ لقا حیدرآباد کی مشہور طوائف جو فن شعر میں قابلیت رکھتی تھی۔ صاحب دیوان تھی۔ اس دیوان پر شیر محمد خاں متخلص بہ ایماں نے نظر ثانی کی تھی۔ اس کی تاریخ وفات صحیح نہیں معلوم لیکن اس قدر پتہ چلتا ہے کہ اس نے یکم اکتوبر ۱۷۹۹ء کو اپنے ہاتھ سے اپنے دیوان کی ایک جلد کپتان مالکم کو نذر کی تھی۔ یہ جلد اب بھی ایسٹ انڈیا ہاؤس لائبریری میں موجود ہے۔

چندر بھان برہمن : چندر بھان پٹیالے کا باشندہ تھا۔ اس کو فارسی زبان میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ برہمن تخلص کرتا تھا۔ شاہجہاں بادشاہ صاحبقراں کے بڑے

بیٹے داراشکوہ کے دربار میں میر منشی رہا تھا۔گلدستہ تحفۃ الانوار، تحفۃ الفصحا، مجمع الفقراء، چار چمن، منشیات برہمن جس میں اس نے اپنے مکتوبات کو جمع کیا ہے اور ایک دیوان فارسی اس کی تصنیف سے ہے۔داراشکوہ کی وفات کے بعد وہ بنارس چلا گیا تھا اور وہیں ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۷۳ھ میں فوت ہوا۔

چندر گپتا : اس نے خاندان نیڈا کے تمام پسماندگان کو قتل کر کے سلطنت مگدھ کو جس کا دارالسلطنت مشہور و معروف شہر پاٹلی پترتھا فتح کیا اور سیلیوکس نکیٹر کی لڑکی سے شادی کی۔اشوک اسی کا پوتا تھا۔

چندولال : پیدائش ۱۱۷۵ھ م ۱۷۶۱ء۔رائے نرائن داس کے بیٹے تھے۔ان کا سلسلہ نسب راجہ ٹوڈرمل سے ملتا ہے۔پہلے نواب شمشیر جنگ کی پیشی میں کام کیا۔ پھر والیِ دکن کے یہاں تعلقہ موروثی کے کارپرداز رہے۔ ۱۲۱۲ھ میں راجہ بہادر اور ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ اور ۱۲۴۵ھ میں راجۂ راجایان کا بتدریج خطاب پائے۔بعہد نواب ناصرالدولہ ۱۲۴۸ھ میں وزیر اعظم مقرر ہوئے۔نہایت فیاض اور علم دوست تھے۔اپنی عمر کا زیادہ حصہ ملکی خدمات میں صرف کیا۔ اور ۱۲۶۱ھ م ۱۸۴۵ء میں فوت ہوئے۔شاعری میں شاداں تخلص تھا۔اردو میں شاہ نصیر دہلوی سے تلمذ تھا۔

چنگیز خاں : چینی تاتار کے ان بلند اور وسیع میدانوں میں جو منگولیا کہلاتے ہیں چند خانہ بدوش قومیں رہتی تھیں جو ایک ہی مورث کی اولاد تھیں۔نہایت خونخوار، سخت دل اور جنگ جو مشہور تھیں۔اسی قوم میں ۱۱۵۴ء مطابق ۵۴۹ھ میں چنگیز خاں پیدا ہوا۔تیرہ سال کی عمر میں اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔اس وقت متفرق طور پر ہر قوم کا جدا جدا سردار تھا۔اس کا باپ بھی ایک سردار تھا۔اس کو اپنے گروہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ لوگ اس کی جان کے درپے تھے۔لیکن اس نے کئی سال کی مسلسل کوشش کے بعد اپنے دشمنوں پر کامل فتح حاصل کی۔اور بالآخر تمام متفرق اقوام کو متحد کر کے ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء میں ان کا بادشاہ بن گیا اور خاقان کا لقب اختیار کیا۔اور قراقرم دارالسلطنت بنایا۔اس کے بعد اس نے جنوب و مغرب کی طرف رخ کیا۔ ۶۱۶ھ مطابق ۱۲۱۹ء میں اس نے کل تاتار اور چین کو اپنا ماتحت کر لیا۔خوجند، بخارا، سمرقند، بلخ، ارگنج، نیسا، نیشاپور، ہرات، رے اس نے فتح کیے اور دنیا کا فاتح مشہور ہوا۔

چورامن : یہ ایک بہادر جاٹ تھا جس نے بادشاہ اورنگزیب کے دکن کے آخری سفر میں شاہی خزانہ کو لوٹ کر آگرہ سے ۱۴ کوس کے فاصلے پر بھرتپور میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا اور اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ بھرتپور کے راجہ اسی کی اولاد میں ہیں۔کچھ عرصے کے بعد جب محمد شاہ بادشاہ و قطب الملک سید عبداللہ خاں میں جنگ چھڑی تو اس لڑائی میں چورامن بھی کام آیا۔ اور اس کا لڑکا بدن سنگھ اس کے مرنے پر نومبر ۱۷۲۰ء مطابق محرم ۱۱۳۳ھ میں جانشیں ہوا۔

چیت سنگھ راجہ : بلونت سنگھ پسر منارام بانی ریاست بنارس کا جانشیں اور لڑکا تھا۔ ۱۷۷۰ء میں باپ کے مرنے کے بعد بنارس کا راجہ ہوا۔وارن ہسٹنگس گورنر جنرل ہند نے مزید تاوان ملکی ضرورتوں کے پورا کرنے کی غرض سے منجانب گورنمنٹ آف انڈیا اگست ۱۷۸۱ء میں طلب کیا۔راجہ کے انکار کرنے پر گورنر جنرل نے اس کو قید کر لیا۔اس پر بلوہ ہوا۔سپاہیوں کی دو کمپنیاں اور افسر مارے گئے۔لیکن آخر کار راجہ چیت سنگھ کو شکست ہوئی۔اس کا قلعہ چھین لیا گیا۔وہ گدی سے اتار دیا گیا۔راجہ مہیب نرائن اس کا بھتیجا جانشیں

ہوا۔ چیت سنگھ نے گوالیار میں پناہ لی اور ۲۹ر مارچ ۱۸۱۰ء کو وہیں مرگیا۔

چین قلیچ خاں : (ملاحظہ ہو آصف جاہ اوّل)۔

ح

حاتم : (شاہ) شیخ ظہور الدین کا تخلص ہے۔ ولی دکنی کا ہمعصر تھا۔ دہلی میں ۱۶۹۹ء مطابق ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوا۔ سپہ گری پیشہ تھا۔ پیشتر رمز تخلص تھا۔ فارسی شاعری میں صائب کا پیرو تھا۔ اس کی اردو شاعری کی ابتدا اس وقت ہوئی جبکہ ۱۷۲۰ء مطابق ۱۱۳۲ھ میں دیوان ولی دکن سے دہلی آیا۔ دہلی میں سب سے پہلے حاتم ہی صاحب دیوان اردو کا شاعر گزرا ہے۔ دو تین دیوان اردو کے اور ایک فارسی دیوان اس سے یادگار ہے۔ آخر زمانے میں اردو کی اصلاح کی طرف خاص توجہ کی تھی۔ یعنی بہت سے غیر مانوس اور غیر فصیح الفاظ ترک کردیئے تھے۔ لیکن عام لوگوں نے اس کی پابندی اور تتبع نہ کیا۔ بالآخر تقریباً سو برس کے بعد ناسخ و آتش، ذوق و مومن کے وقت میں رفتہ رفتہ اس کے خیال کی تکمیل ہوئی اور اردو موجودہ فصاحت کے زینے پر پہنچ گئی۔ اردو شاعری میں پینتالیس اصحاب کو ان سے تلمذ حاصل تھا جن میں سب سے زیادہ نامور مرزا رفیع السودا ہیں۔ شاہ حاتم نے تارک الدنیا ہوکر میر بادل شاہ سے بیعت کی تھی۔ چھیانوے سال کی عمر میں ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا۔ دہلی میں دہلی دروازہ کے باہر قبر ہے۔ بقول بعض سال وفات ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۱ء ہے۔

حاتم : (میاں) سنبھلی۔ شاگرد و مرید شیخ عزیز اللہ سنبھلی۔ اپنے زمانے کے بے ہمتا، عالم وفقیہ اور متقی تھے۔ کہتے ہیں کہ شرح مفتاح ومطول کو بائے بسم اللہ سے تائے تمت تک چالیس مرتبہ پڑھا تھا۔ ایسا ہی دیگر کتب پر قیاس کرنا چاہیے۔ جب ملا علاء الدین رازی نے حاشیہ عقائد نسفی تصنیف کر کے اس کو دعویٰ کے ساتھ میاں حاتم کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اتنی باریکیاں نکالیں کہ ملا کو لاجواب ہونا پڑا۔ ۷۰ سال کی عمر پاکر ۹۶۸ھ یا ۹۶۹ھ م ۱۵۶۱ء میں انتقال کیا۔

حاتم اصم : کانوں سے معذور تھا۔ اسی وجہ سے الاصم کہلاتا تھا۔ اپنے علم وفضل و زہد کی وجہ سے نہایت مقتدر تھا۔ شفیق بلخی کا شاگرد تھا اور احمد خضرویہ کا استاد تھا۔ ۸۵۱ء مطابق ۲۳۷ھ میں متوکل خلیفہ بغداد کے زمانے میں وفات پائی۔ اور اپنے وطن بلخ ملک خراسان میں دفن ہوا۔

حاتم طائی : عرب میں قبیلہ بنی طے کا مشہور عربی سردار۔ فیاضی، بہادری اور شاعری میں بہت مشہور تھا۔ رسول مقبول صلعم کے زمانے سے کچھ ہی پیشتر گزرا ہے۔ کبھی کسی سائل کو خالی نہ پھیرتا۔ اس نے جوشِ سخاوت میں اپنے عزیز گھوڑے اور اسلحہ کے دینے میں بھی عذر نہ کیا۔ عرب میں موضع انورض میں اس کا مقبرہ ابھی تک ہے۔ "حاتم طائی" فارسی نامی کتاب میں جس کا اردو میں بھی ترجمہ ہوگیا ہے اس کے کارنامے درج ہیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ ڈنکن، فاربس اے۔ ایم نے کیا ہے۔

حاتم علی بیگ مرزا : (ملاحظہ ہو مہر)۔

حاجی بیگم : ہمایوں کی بی بی تھی۔ (ملاحظہ ہو حمیدہ بانو بیگم)۔

حاجی خلیفہ : ایک مشہور مصنف تھا۔ عموماً مصطفےٰ حاجی خلیفہ کہلاتا ہے۔ فضلکہ اس کی تصنیف ہے۔ کشف الظنون، تقویم التواریخ رومی بھی اسی کی

تصنیف ہیں۔ تقویم التواریخ رومی میں ابتدائے آفرینش سے ۱۶۴۸ء مطابق ۱۰۵۸ھ تک کے مشہور واقعات بالترتیب ایک نقشے کی صورت میں درج ہیں۔ سلطان محمد چہارم شاہ قسطنطنیہ کے زمانے میں ترکی زبان سے عربی میں اس کا ترجمہ ہوا۔ کشف الظنون عربی و فارسی کتابوں کی فہرست ہے۔ کتاب کے نام کے تحت مصنف کا نام اور کتاب کا خلاصہ درج کیا گیا ہے جس کا انگریزی اور لاطینی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ چیمبرس، انسائیکلوپیڈیا میں تاریخ کبیر کا مصنف بھی اسی کو لکھا ہے۔ تاریخ وفات ۱۶۵۷ء مطابق ۱۰۶۷ھ ہے۔

حاجی محمد بیگ خاں : مشہور مصنف میر طالبی کا باپ۔ ترکی النسل تھا۔ لیکن اس کی پیدائش عباس آباد (اصفہان) کی تھی۔ نادرگردی میں فارس سے ہندوستان چلا آیا۔ نواب ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کے مصاحبوں میں داخل ہوا۔ صفدر جنگ نے اپنے بھتیجے محمد قلی خاں کو ۱۷۵۰ء مطابق ۱۱۶۳ھ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اور اس کی ماتحتی میں حاجی محمد بیگ کا تقرر ہوا۔ صفدر جنگ کے مرنے پر جب شجاع الدولہ کا زمانہ آیا اس نے محمد قلی خاں کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے بعد حاجی محمد بیگ اپنی جان بچا کر صوبۂ بنگال کو بھاگ گیا۔ اور وہیں اپریل ۱۷۶۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۱۸۲ھ میں بمقام مرشد آباد فوت ہو گیا۔

حاجی محمد خاں : (سیستانی) یہ پہلے بیرم خاں خانخاناں کی ملازمت میں تھا۔ جب خانخاناں علیحدہ ہوا اس کو اکبر نے سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ وہ منعم خانخاناں کے ہمراہی میں بنگال کو بھیجا گیا تھا۔ اسی اثناء میں بمقام گوڑ ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء فوت ہوا۔

حاجی محمد جان مشہدی : مشہد کا رہنے والا تھا۔ اس کا تخلص قدسی تھا۔ شاہجہاں کے زمانے میں ملک الشعراء ہوا۔ ظفر نامہ شاہجہانی اسی کی تصنیف سے ہے۔ ۱۶۴۵ء مطابق ۱۰۵۵ھ میں فوت ہوا۔

حاجی محمد کشمیری مولانا : اس کے مورث اعلیٰ ہمدان سے میر سعید علی ہمدانی کے ساتھ کشمیر آئے۔ حاجی محمد کشمیری کا مولد کشمیر ہے۔ لیکن اس نے نشو و نما دہلی میں پائی۔ اکبر کے زمانے کا ایک نامور شاعر تھا اور جمعرات کے دن ۲۲ ستمبر ۱۵۹۷ء مطابق ۱۹ صفر ۱۰۰۶ھ میں فوت ہوا۔

حاذق حکیم : حکیم ہمام کا بیٹا۔ ابوالفتح گیلانی کا بھتیجا تھا۔ شاہجہانی عہد میں گزرا ہے۔ مشہور طبیب اور شاعر تھا۔ ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۶۸ھ میں فوت ہوا۔

حاذق الملک : (ملاحظہ ہو مسیح الملک)۔

حارث بن ابی ہالہ : حضرت بی بی خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے فرزند تھے۔ جب پہلی مرتبہ مسلمانوں کی تعداد چالیس تک پہنچ جانے پر آنحضرت صلعم نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا تھا تو کفار آنحضرت صلعم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ حارث یہ خبر سن کر دوڑے آئے۔ کافروں نے ان کو شہید کر دیا۔ راہ اسلام میں یہ پہلی شہادت تھی۔

حافظ آبرو : نورالدین بن لطف اللہ اس کا نام ہے۔ "تاریخ حافظ آبرو" کا مصنف۔ ہرات میں پیدا ہوا۔ بچپن ہمدان میں گزرا۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ امیر تیمور کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل کیا۔ امیر تیمور کی وفات کے بعد شاہ رخ مرزا کے درباری شعرا میں داخل ہوا۔ شاہزادہ بایسنغر اس کی بہت قدر و منزلت کرتا تھا۔ اس نے زبدۃ التواریخ بایسنغر جو تمام دنیا کی تاریخ ہے لکھی جس میں عالم کے مختلف مذاہب اور رسوم کا جو ۱۴۲۵ء مطابق ۸۲۹ھ تک دنیا میں رائج ہو

چکی تھیں حال لکھا گیا ہے۔اس کتاب کی تصنیف سے پانچ سال کے بعد ۱۴۳۰ءمطابق ۸۳۴ھ میں شہر زنجان میں فوت ہوا۔

حافظ آدم : شیخ احمد سرہندی کا مرید اور خلیفہ ۱۸۷۳ء میں سکھوں کے گرو تیغ بہادر کے ساتھ مل کر اس نے اپنی ایک بڑی جماعت بنالی تھی۔اس کے بعد قرب و جوار کے باشندوں سے خراج وصول کیا۔شہنشاہ عالمگیر نے سندھ کے پار ہندوستان سے جلاوطن کر دیا۔

حافظ حلوائی: شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور کے زمانے میں ۱۴۳۰ءمطابق ۸۳۴ھ میں ہرات میں گزرا ہے۔

حافظ خواجہ : ان کا نام محمد لقب شمس الدین حافظ تخلص۔کمال الدین کے بیٹے محمد شمس الدین نام۔ خواجہ کا خاندان اصفہانی تھا۔ان کے دادا نے شیراز میں سکونت اختیار کی تھی۔یہ بھی شیراز ہی میں ۷۱۵ھ م ۱۳۱۵ء میں پیدا ہوئے۔یہ ایران کے سب سے زیادہ نازک خیال شاعر تھے۔ان کا ابتدائی زمانہ شیخ حسین حاکم شیراز کے عہد میں گزرا ہے۔مگر ان کی زندگی میں شیراز کے سات بادشاہ یکے بعد دیگرے حکمراں ہوئے اور جنگ وجدال ہوتی رہی۔امیر تیمور کے زمانہ میں جب اس نے شاہ منصور کو شکست دی ہے وہ زندہ تھے۔ایک ہر دلعزیز شخص تھے۔اور سلاطین کے درباروں میں بھی جاتے تھے۔خواجہ حافظ کی علمی وادبی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔حافظ قرآن بھی تھے۔اور اکثر فرصت کے اوقات میں رموز قرآنی بیان کرتے تھے۔تفسیر کشاف کا حاشیہ لکھا۔معقول و منقول کی تطبیق کی۔ان کے تمام اشعار نزاکت اور لطافت، صنائع و بدائع اور حسن ادا کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔سید قاسم انوار نے ان کی وفات کے بعد ان کے کلام کو جمع کیا جو ''دیوان حافظ'' کے نام سے مشہور ہے۔حافظ کو لسان الغیب کہا جاتا ہے۔لوگ ان کے دیوان سے فال نکالتے ہیں۔۱۳۸۸ءمطابق ۷۹۲ھ میں انتقال کیا اور بمقام مصلیٰ شیراز میں دفن ہوئے۔انتقال کی تاریخ کسی نے خوب کہی ہے ؎

چو در خاکِ مصلےٰ یافت مسکن
بجو تاریخش از خاک مصلےٰ
۷۹۲ھ

آپ کے مقبرے کی شاندار عمارت جو بہ صرفِ کثیر تیار کرائی گئی ہے اب تک شیراز میں موجود ہے۔ ہر ہفتے میں روز مقررہ پر لوگ جمع ہوتے ہیں۔رنگین مزاج، رند مشرب۔خواجہ حافظ کے نام کی چند بوندیں جامِ ارغوانی سے خاکِ مصلےٰ پر گرا دیتے ہیں اور پھر مست ہو کر ان کے ترانے گاتے ہیں۔کچھ لوگ کھانے پکاتے اور چائے پیتے ہیں۔

حافظ دراز : (پیشاوری) اصل نام محمد احسن واعظ ابن حافظ محمد صادق واعظ۔ پیدائش ۱۲۰۲ھ م ۱۷۸۷ء فقہ و حدیث و اصول میں یگانہ روزگار۔اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے تحصیل کیے۔تمام عمر تدریس و تالیف میں صرف کی۔بعمر ۶۱ سال تقریباً ۱۲۶۳ھ م ۱۸۴۶ء میں وفات پائی۔ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔ منہج الباری، شرح فارسی، صحیح بخاری، تفسیر سورۂ یوسف، تفسیر والضحیٰ، معراج نامہ، وفات نامہ، حاشیہ شرح قاضی مبارک بر سُلّم، حواشی تتمہ، اخوند، یوسف وغیرہ۔

حافظ رحمت خاں : (حافظ الملک) ایک روہیلہ سردار تھا۔۱۷۵۱ء میں صفدر جنگ نے ایک رسالہ مرہٹوں کا روہیلوں سے خراج شاہی وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ روہیلوں کو شکست ہوئی۔۱۷۵۴ء میں روہیلوں نے باہم حکومتِ روہیل کھنڈ کو تقسیم کر لیا۔ بریلی اور پیلی بھیت حافظ رحمت خاں کے حصے میں رہی۔مراد آباد

اور کچھ حصہ ضلع بدایوں کا دوندے خاں کو ملا۔ حافظ رحمت خاں اپنی قابلیت کی وجہ سے سب میں پیش پیش تھا۔ اس زمانے میں مرہٹوں کا دور دورہ تھا اور وہ روہیلوں کو شکست دینے پر تلے ہوئے تھے۔ ۱۷۷۳ء میں نواب وزیر اودھ شجاع الدولہ سے حافظ رحمت خاں نے یہ صلحنامہ کیا کہ وہ ان کو چار لاکھ روپیہ سالانہ بطور خراج ادا کیا کرے گا۔ بشرطیکہ شجاع الدولہ مرہٹوں سے بچانے میں اس کی مدد کرے اور ۱۷۷۳ء میں جب مرہٹوں کا اور زیادہ زور ہوا اور وہ مراد آباد، سنبھل اور گنور کو تباہ و برباد کر چکے تو حافظ رحمت خاں نے چالیس لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کو اس شرط پر ادا کرنا منظور کیا کہ وہ مرہٹوں کو اس کے ملک سے خارج کر دے۔ اس روپے کا تمسک لکھوایا گیا کہ مرہٹوں کو روپیہ دے کر روہیل کھنڈ کو ان کی تاخت و تاراج سے بچایا جاوے۔ لیکن مرہٹوں کو شجاع الدولہ ان کے ارادوں سے باز نہ رکھ سکا۔ اور مرہٹوں نے شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کرنے کے لیے حافظ رحمت خاں سے راستہ طلب کیا۔ درصورت راستہ نہ دینے کے خود اس کے ملک کو تباہ کرنے کا اعلان کیا۔ حافظ رحمت خاں نے مسلمان نواب کے مقابل میں مرہٹوں کا ساتھ دینا منظور نہیں کیا اور مرہٹوں کا مقابلہ کیا۔ ان کو شکست دی۔ بعدہٗ حافظ رحمت خاں نے شجاع الدولہ سے واپسی تمسک کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ اس تمسک کی ادائیگی اس پر مشروط تھی کہ نواب مرہٹوں کو روہیل کھنڈ کی تاخت تاراج سے باز رکھے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخر بہ مجبوری حافظ رحمت خاں نے کچھ روپیہ دے کر مرہٹوں سے صلح کر لی۔ تب نواب شجاع الدولہ کے کان کھڑے ہوئے اور اس نے روہیلوں کو زیر کرنے کے لیے انگریزوں سے مدد چاہی۔

انگریزوں نے اس شرط پر کہ نواب چالیس لاکھ روپیہ ان کو دے۔ اپنی فوج روہیلوں سے لڑنے کے لیے بھیج دی۔ شجاع الدولہ کی بھی بیشمار فوج تھی۔ دونوں فوجیں حافظ رحمت خاں سے مقابلہ کرنے کے لیے میراں پور کٹڑے میں خیمہ زن ہوئیں۔ ۱۱ر صفر ۱۱۸۸ھ مطابق ۲۳ر اپریل ۱۷۷۴ء کو فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ دوپہر تک سلسلۂ جنگ جاری رہا۔ دو ہزار روہیلے اور بہت سے سردار کام آئے۔ حافظ رحمت خاں کے بائیں بازو کے قریب گولہ لگا جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہوا۔ اس کا ایک بیٹا بھی قتل ہوا۔ دوسرا بیٹا قید ہو گیا۔ تیسرا بیٹا مفرور ہو گیا۔ حافظ رحمت خاں کی روح کا پرواز ہونا تھا کہ میدان جنگ انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ حافظ کا سر سلطان افغان نے کاٹ کر شجاع الدولہ کے سامنے پیش کیا۔ نواب شجاع الدولہ نے یہ سر سید شاہ مدن سے شناخت کرایا۔ یہ سید شاہ مدن شجاع الدولہ کے معتمد علیہ تھے۔ اور بطور وکیل کے حافظ رحمت خاں کے پاس آتے جاتے تھے۔ شاہ صاحب نے اس کو پہچانا اور یہ شعر پڑھا ؎

سر کشتہ بر نیزہ میزد نفس
کہ معراج مرداں ہمیں ست و بس

اس پر نواب اس وقت خاموش ہو گیا مگر ان کو بسولی پہنچ کر قید کر دیا۔ حافظ رحمت خاں کی لاش میدان جنگ سے بریلی لائی گئی اور شہر بریلی سے باہر جانب غرب ۱۲ر صفر ۱۱۸۸ھ م ۱۷۷۴ء کو مدفون ہوئی۔ کرنل چیمپین نے جو اس لڑائی میں انگریزوں کی طرف سے شریک تھا۔ حافظ رحمت خاں کی بہادری و استقلال کی بڑی تعریف لکھی ہے۔

حالی : مولانا الطاف حسین نام۔ حالی تخلص۔ باپ کا نام ایزد بخش۔ سلسلۂ نسب عبداللہ انصاری سے ملتا ہے۔

۱۸۳۷ء میں قصبۂ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ غالب کے نامور شاگردوں میں تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری کی بنیاد جدید مغربی طرز پر قائم کی اور اس طرز کے مسلم الثبوت شاعر ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں سرکار انگریزی کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ان کی مشہور تصانیف، مسدس حالی الموسوم بہ مدّو جزر اسلام، یادگار غالب، حیات جاوید، حیات سعدی، دیوان حالی، شکوۂ ہند وغیرہ ہیں۔ ان کی نظم جو سب سے زیادہ مقبول ہوئی وہ مسدس موسومۂ مدوجزر اسلام ہے جس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی تصویر دلگداز پیرایہ میں کھینچی گئی ہے۔ ایک کتاب مجالس النساء عورتوں کی تعلیم کے لیے قصے کے پیرایہ میں ان کی ابتدائی تصانیف میں مشہور ہے۔ ایک کلیات جو قدیم و جدید غزلیات اور قطعات اور رباعیات وغیرہ کا مجموعہ ہے مع ایک بے مثل مقدمے کے جس میں شاعری پر ایک عالمانہ بحث کی ہے ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ ان کی متفرق نظموں کا ایک مجموعہ مجموعۂ نظم حالی کے نام سے چھپ چکا ہے۔ ۳۰ ردسمبر ۱۹۱۴ء کو مولانا حالی نے پانی پت میں انتقال کیا وہیں دفن ہیں۔

حالتی : قاسم بیگ کا تخلص ہے جو طہران میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اور اس کی زندگی کا زیادہ حصہ قزوین میں بسر ہوا۔ شاہ طہماسپ صفوی کا ہمعصر تھا اور شاہ اسمٰعیل ثانی کی تخت نشینی پر ۱۵۷۶ء مطابق ۹۸۴ھ میں تاریخ لکھی ہے۔ فارسی میں ایک دیوان یادگار چھوڑا۔

حامد : عبدالحامد یحییٰ بھی کہلاتے ہیں۔ مشہور خوشنویس تھے۔ انھوں نے معاویہ ثانی (بنی امیہ) کے زمانے میں عربی رسم خط میں بہت اصلاحیں کی۔ ۷۴۹ء مطابق ۱۳۲ھ میں انتقال کیا۔

حامد علی خاں : (نواب سید) کرنیل، ہز ہائی نس عالیجاہ فرزند دلپذیر دولت انگلیشیہ۔ مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا، مستعد جنگ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ وی۔ او۔ فرمانروائے ریاست رامپور۔ آپ کی ولادت بمقام رامپور (صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ) ۳۱ راگست ۱۸۷۵ء کو ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت زید شہید سے ملتا ہے اور آپ زیدی سادات سے ہیں۔ (آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی نواب سید مشتاق علی خاں بہادر تھا جن کی وفات ۲۵ رفروری ۱۸۸۹ء کو ہوئی)۔ ۲۷ رفروری ۱۸۸۹ء کو آپ کی رسم مسند نشینی ادا ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال اور ۴ ماہ کی تھی۔ تاسنِ بلوغ بحکم گورنمنٹ کونسل آف ریجنسی قائم ہوئی۔ مارچ ۱۸۹۳ء میں سفر یورپ کو تشریف لے گئے اور جنوری ۱۸۹۴ء میں مع الخیر واپس ہوئے۔ آپ کا سفرنامہ یورپ شائع ہو چکا ہے جو مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

فروری ۱۸۹۴ء میں آپ کی شادی نواب صاحب جاورہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جون ۱۸۹۶ء میں کونسل آف ریجنسی کی شکست ہوئی اور آپ کو اختیارات کامل عطا ہوئے۔ ملکی اور قومی کاموں کی ترقی و اصلاح میں عموماً اور مسلمانوں کی ترقی و تعلیم میں خصوصاً آپ کو زیادہ انہماک ہے۔ آپ کی دریادلی اور فیاضی کی جو علمی کاموں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ چند مثالیں یہ ہیں :

سرسید میموریل فنڈ میں پچاس ہزار روپیہ اور سو روپیہ ماہوار ہمیشہ کے لیے مقرر فرمائے۔ ۱۹۰۰ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو اپنے دارالریاست میں مدعو فرما کے مسلمانان ہندوستان کی ہمت افزائی فرمائی۔ بریلی کالج کے واسطے اپنی اراضی واقع بریلی ہ

ایک وسیع قطعہ مرحمت فرمایا۔ ندوۃ العلماء کے واسطے پانچ سورو پیہ سالانہ عنایت فرمائے۔ مسلم یونیورسٹی کے واسطے یکمشت ڈیڑھ لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ بریلی اسلامیہ اسکول کو دس ہزار روپیہ مرحمت فرمائے۔ لیڈی ڈفرن فنڈ کو پچاس ہزار، علیگڑھ یونین کلب کو دس ہزار، محسن الملک فنڈ میں ۱۵ ہزار۔ نمائش الہ آباد کے چندے میں بیس ہزار روپیہ، زنانہ اسکول لکھنؤ کے چندے میں چالیس ہزار روپے دئے۔ شیعہ کانفرنس کو پانچ ہزار اور شیعہ کالج کو دو لاکھ روپیہ لطف فرمائے۔ آپ نہایت علم دوست اور مربی وقدردان علم وفن اور فیاض فرمانروا ہیں۔ خاص رامپور میں انگریزی ہائی اسکول کے علاوہ عربی تعلیم کے واسطے مدرسہ عالیہ ایک مشہور مدرسہ ہے جس میں ہر سال بہت سے طلباء فارغ ہوکر سندیں حاصل کرتے ہیں۔ آپ عربی و فارسی کے علاوہ انگریزی زبان کے ایک زبردست مقرر ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کے کتب خانہ میں اس وقت (۲۱۵۹۲) کتابیں ہیں جن میں سے (۸۵۷۰) قلمی کتب ہیں۔ ان میں اکثر ایسی نادر و نایاب ہیں کہ ان کا دوسرا نسخہ ہندوستان میں دستیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کتب خانے کی ایک مفصل اور مشرح فہرست موجود ہے۔ جس میں ہر کتاب کی تاریخ درج ہے۔ یہ فہرست حافظ احمد علی خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ کتب خانہ کی محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔

حامد علی مرزا: شاہزادہ مرزا حامد علی خاں۔ پسر واجد علی شاہ آخری بادشاہ اودھ۔ ۱۸۵۶ء میں اپنی دادی کے ساتھ حصول ریاست کی کوشش میں انگلستان گیا۔ (ملاحظہ ہو جواد علی)۔

حبیب الرحمٰن خاں: (مولوی) شروانی والد کا نام محمد تقی خاں، بھیکم پور ضلع علی گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ عمر خاں شروانی تھے جن کا ذکر سکندر لودی کے بیان میں صاحب تاریخ فرشتہ نے کیا ہے۔ اسی نسبت سے یہ خاندان شروانی مشہور ہے۔ آپ کے بزرگ اکبری اور شاہجہانی عہد میں دہلی سے ترک سکونت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔ پیدائش ۵ رجنوری ۱۸۶۷ء مطابق ۱۲۸۳ھ مولانا مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی اور مولوی عبدالغنی خاں صاحب غنی مئو فرخ آبادی سے علوم عربیہ حاصل کیے اور شیخ حسین صاحب عرب محدث بھوپال سے حدیث میں سند حاصل کی۔ انگریزی تعلیم بھی انٹرنس تک پائی ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے بیعت ہیں۔ منشی امیر احمد صاحب لکھنوی مینائی سے شاعری میں تلمذ حاصل ہے۔ حسرت تخلص ہے۔ اردو فارسی میں شعر فرماتے ہیں۔ ندوۃ العلماء کے رکن ہیں۔ علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی ہیں۔ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے آنریری سکریٹری ہیں۔ ایک علمی رسالہ کانفرنس گزٹ آپ کی ایڈیٹری میں علی گڑھ سے نکلتا ہے۔ مدتوں رسالۂ الندوہ کے بھی ایڈیٹر رہے ہیں۔ ''علمائے سلف'' جس میں علمائے قدیم کی علمی، مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور دنیاوی زندگی کا حال بیان کیا گیا ہے آپ کی مشہور اور مقبول تصنیف ہے۔ آپ کی ایک تصنیف ''نابینا علماء'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں اندھوں کی تعلیم کا کیا طریقہ تھا۔ سیرۃ الصدیق، ذکر جمیل، ذکر حبیب آپ کی تصنیف سے ہیں۔ آپ کا ایک شاندار کتب خانہ بھی جس میں عربی فارسی اردو کی بالخصوص فارسی کی نایاب قلمی کتابیں جمع کی گئی ہیں حبیب گنج میں جو بھیکم پور ضلع علیگڑھ کے قریب آپ کے نام پر آباد کیا گیا ہے موجود ہے۔ جس سے آپ کے

علم دوست ہونے کا ثبوت ہوتا ہے۔ جون ۱۹۱۸ء سے آپ صدر الصدور امور مذہبی کی خدمت پر ریاست حیدر آباد میں مامور ہیں۔ ابتدا میں چند سال جامع عثمانیہ کے وائس چانسلر رہے۔ عربی زبان کی سب سے بڑی دارالاشاعت (دائرۃ المعارف) کے ناظم اعلیٰ مجلس اشاعتِ علوم و فنون کے رئیس اکبر اور کل رقبۂ حکومت دکن کے شیخ الاسلام ہیں۔ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء میں اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ نے آپ کو نواب صدر یار جنگ بہادر کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ۱۱راگست ۱۹۵۰ء کو مطابق ۱۳۶۹ھ علی گڑھ میں وفات پائی۔

حبیب اللہ : بحر المنطق جو عربی زبان کی مشہور کتاب ہے انھیں کی تصنیف ہے۔

حبیب اللہ : (شیخ) قنوجی۔ علوم درسیہ کے عالم۔ مولوی علی اصغر قنوجی کے ہمعصر اور شاہ عبدالجلیل الٰہ آبادی کے مرید تھے۔ تمام عمر ہدایت و ارشاد میں مشغول رہے۔ ۱۱۴۰ھ میں بمقام قنوج وفات پائی اور اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف لطیف سے جواہر خمسہ، تذکرۃ الاولیاء، روضۃ النبیؐ، انیس العارفین اور الفاصل فی الفقہ مشہور ہیں۔

حبیب اللہ خاں : (امیر کابل) ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۱ء میں تخت نشیں ہوئے۔ ان کے زمانے میں افغانستان میں بہت کچھ حربی ترقی ہوئی۔ فوج کی تعداد پانچ لاکھ ہوگئی اور تمام اسلحہ جو پیشتر دیگر ممالک سے خریدے جاتے تھے وہیں تیار کیے جانے لگے۔ سلطنت ہند سے متحد رہنے کے معاوضے میں سرکار برطانیہ نے اٹھارہ لاکھ روپیہ سالانہ دینا منظور کیا اور ۱۹۰۵ء میں قدیم عہد نامے کی تجدید کے ساتھ ہز ہائی نس کے بجائے ہز مجسٹی کا لقب تسلیم کیا گیا۔ جنوری ۱۹۰۷ء میں انھوں نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اور آگرہ، دہلی، کلکتہ، بمبئی اور علیگڑھ وغیرہ میں خیر مقدم ہوا۔ دارالسلطنت کابل میں حبیبیہ کالج کی بنیاد ڈالی جس میں موجودہ طرز تعلیم رائج ہے اور جدید علوم وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ ۲۰ر فروری ۱۹۱۹ء کو ایک قاتل کے ہاتھ سے بمقام نعمان شہید ہوئے۔ یورپ کی مہیب جنگ ۱۹۱۴ء میں سرکار برطانیہ کا نہایت وفاداری کے ساتھ ساتھ دیا۔ امیر امان اللہ خاں ان کے فرزند جانشیں ہوئے۔

حبیب اللہ شاہ : شاہ نعمت اللہ ولی کے اولاد میں تھے۔ دکن کے بہمنی بادشاہوں کے یہاں بڑا اقتدار پایا تھا۔ سلطان ہمایوں ثانی بہمنی کے زمانے میں بھی موجود تھے۔ یہ بادشاہ بہمنی خاندان میں بڑا ظالم گزرا ہے۔ اس نے ان کو جون ۱۴۶۰ء مطابق شعبان ۸۶۴ھ میں قتل کرا دیا۔

حبیب عجمی خواجہ : خواجہ حسنؒ بصری کے خلیفہ اور مرید۔ مشہور بزرگ تھے۔ عجم کے رہنے والے تھے۔ ۷ر رمضان ۱۲۰ھ مطابق ۲۸ر اگست ۷۳۸ء کو وفات پائی۔

حجاج بن یوسف الثقفی : بنی ثقیف میں سے ایک عرب سپہ سالار تھا۔ خلیفہ عبدالملک (بنی امیہ) نے اس کو حجاز اور عراق عرب کا حاکم بنا دیا تھا اور اس کے ماتحت عبداللہ بن زبیر کے خلاف فوج روانہ کی تھی۔ اس نے مدینے پر حملہ کر کے سخت خونریزی کی اور بعد از اں مکے پر بڑھ کر محاصرہ کر لیا اور ہر طرف سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ ۷۲ھ مطابق ۶۹۲ء میں عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے۔ حجاج بڑا ظالم اور سفاک تھا۔ اس نے حجاز کی متبرک سرزمین پر جو مظالم توڑے ہیں وہ نہایت ہی سنگین اور بیشمار ہیں۔ اس نے مختلف جنگوں میں ایک

لاکھ ۵۰ ہزار مسلمانوں کا خون کیا تھا۔ اور اس کے مرنے کے بعد پچاس ہزار مسلمان اس کی حراست میں پائے گئے۔ خلیفہ ولید اول کے زمانے میں ۸۵ھ مطابق ۷۰۴ء میں ۸۵ برس کی عمر میں ہلاک ہو گیا۔

حجت : (ملاحظہ ہو ناصر خسرو)۔

حجر : ایک بڑے زاہد متقی پابند شرع شریف۔ خدا رسیدہ بزرگ موالیان اہل بیت میں سے تھے۔ امیر معاویہ کے عہد میں انھوں نے زیاد حاکم کوفہ سے دو بدو گفتگو کرتے ہوئے حقارت کے لہجہ میں نہایت دلیری سے کہا تھا کہ خلافت سوائے اولاد علی کے اور کسی کا حق نہیں۔ اس پر امیر معاویہؓ کے حکم سے ۶۶۲ء میں شہید کر دیئے گئے۔

حریری: ابو محمد قاسم بن علی بن عثمان الحریری البصری اس کا پورا نام ہے۔ بصرہ کا رہنے والا تھا۔ اپنے زمانے میں بہترین مؤرخ گزرا ہے۔ مقامات حریری اس کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو نوشیرواں بن خالد وزیر سلطان محمد سلجوقی کے فرمائش سے تصنیف کیا تھا۔ شعراء اور مؤرخین اس کتاب کو عربی علم ادب میں قرآن مجید کے بعد دوسرے درجے پر سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کا تقریباً مغرب و مشرق کی ہر زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ حریری نے بمقام بصرہ ۱۱۱۲ء مطابق ۵۱۶ھ میں وفات پائی۔

حزیں مولینا شیخ محمد علی : اصفہان کے متمول خاندان سے تھا۔ شیخ ابو طالب گیلانی کا بیٹا تھا۔ شیخ تاج الدین ابراہیم المعروف بہ شیخ زاہد گیلانی جو شیخ صفی الدین اردبیلی کے پیر تھے ان کے مورثوں میں تھے۔ ۷ رجنوری ۱۶۹۲ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۰۳ء کو بمقام اصفہان پیدا ہوا۔ باپ کی دولت کو ناعاقبت اندیشی سے برباد کرنے کے بعد فکر معاش میں ایران و افغانستان کی سیر کرتا ہوا ہندوستان آیا۔ جب دہلی پہنچا تو ٹھیک وہی زمانہ تھا جب کہ نادر شاہ دہلی کو لوٹ کر تباہ کر چکا تھا۔ یعنی ۱۷۳۷ء مطابق ۱۱۴۶ھ محمد شاہ بادشاہ دہلی کا عہد تھا۔ عام بدنظمی اور بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی۔ نواب عمدۃ الملک امیر خاں کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں رسائی ہو گئی۔ دہلی میں چودہ سال قیام کے بعد بنارس پہنچا۔ اور آخر وقت تک وہیں رہا۔ جیسا کہ اس کے مشہور شعر سے ظاہر ہوتا ہے

از بنارس نہ روم معبد عام ست اینجا
ہر برہمن بچہ لچھمن و رام ست اینجا

نظم و نثر فارسی میں کثیر التصانیف تھا۔ کئی دیوان اور مثنویاں اور اپنی سوانح عمری لکھی جو کلیات حزیں کے نام سے موجود ہے۔ اس کا لکھا ہوا ایک فارسی تذکرۂ شعرا بھی ہے۔ حزیں کی سوانح عمری کا انگریزی ترجمہ ۱۸۳۰ء میں مسٹر ایف سی بیلفور نے کیا تھا۔ ۱۷۶۶ء اور بقول بعض ۱۷۷۹ء مطابق ۱۱۸۰ھ میں بنارس میں انتقال کیا اور وہیں اپنے بنائے ہوئے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حسرت : فضل الحسن کا تخلص ہے۔ والد کا نام اظہر حسن ہے۔ موہان ضلع اُناؤ کے رہنے والے۔ پیدائش تقریباً ۱۸۷۵ء۔ علی گڑھ کالج سے ۱۹۰۳ء میں بی۔اے پاس کیا۔ ابتداء سے شعر و شاعری کا شوق تھا۔ منشی امیر اللہ صاحب تسلیم لکھنوی سے تلمذ اختیار کیا۔ کالج چھوڑنے کے بعد رسالۂ اردوئے معلیٰ جاری کیا جس نے اردو لٹریچر کی بہت خدمت کی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد اس رسالے کی ادبی حیثیت پر ایڈیٹر کے سیاسی خیالات کا رنگ غالب آ گیا اور وہ بجائے ایک ادبی رسالے کے سیاسی رسالہ ہو گیا۔ ۱۹۰۷ء میں مولانا حسرت کو رسالے کے ایک مضمون کی وجہ سے قید کی سزا ہوئی۔ قید میں بھی برابر سلسلۂ شاعری جاری رہا۔ قید سے واپس آ کر اردوئے معلیٰ پھر جاری کیا جس میں

مشاہدات زنداں کے نام سے جیل خانے کے حالات نثر میں لکھے اور ایام قید کی مصنفہ غزلیں بھی وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوتی رہیں۔ ایک غزل کا مقطع ہے۔

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری چکّی کی مشقت بھی

سیاسی معاملات میں کانگریس کے حامی اور مسٹر تلک کے مقلد رہے۔ موجودہ جنگ عظیم کے شروع ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں پھر نظر بندی کا حکم ہوا جس کے جواز پر انھوں نے اعتراض کیا اور عدم تعمیل حکم میں قید محض کی سزا دی گئی۔ جون ۱۹۱۸ء میں قید سے رہا ہوئے۔ تقریباً پچاس سال کی عمر ہے۔ کئی دیوان اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ اردو دیوان غالب کی شرح لکھی اور بعض اساتذہ سابق و حال کے غیر مطبوعہ کلام کا انتخاب اور ان کا تذکرہ ماہانہ رسالے کے ساتھ شائع کیا۔ تجارت پارچہ وغیرہ ذریعہ معاش ہے۔ کانپور میں قیام ہے۔

حسرت : پٹنہ کے میر محمد حیات کا تخلص ہے۔ اس کا خطاب ہیبت قلی خاں تھا۔ پورنیہ (بنگال) میں کچھ عرصے تک نواب شوکت جنگ کا ملازم رہا اور بعد کو مرشد آباد کے نواب سراج الدولہ کا ملازم ہوا۔ ۱۸۰۰ء مطابق ۱۲۱۵ھ سال وفات ہے اور دو ہزار اشعار کا دیوان چھوڑا۔

حسرت : مرزا جعفر علی کا تخلص ہے*۔ اٹھارھویں صدی کے اواخر کا اردو شاعر تھا۔ نواب محبت خاں لکھنوی کا استاد تھا۔

حسرت : (ملاحظہ ہو حبیب الرحمٰن خاں مولوی)۔

حسرتی : (ملاحظہ ہو شیفتہ)۔

حسنؓ : (امام) جناب سیدہ و مولا علیؓ کے فرزند اکبر۔ کنیت ابو محمد۔ اسم مبارک شبر و حسن ہے۔ ۱۵/ رمضان المبارک ۳ھ مطابق یکم مارچ ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے سینے تک اپنے نانا حضرت رسول اللہ صلعم سے مشابہ تھے۔ زہد و سخاوت میں ضرب المثل تھے۔ دو مرتبہ تمام مال و اسباب اور تین مرتبہ نصف نصف مال راہ خدا میں خیرات کر دیا۔ دوازدہ امام میں سے امام دوم ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد دس روز کم چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ آپ کی خلافت کا عہد خلافت راشدہ کی تیس سال کی مدت کا پورا کرنے والا تھا۔ خلیفہ ہو جانے پر دار الخلافہ کوفہ میں چالیس ہزار آدمیوں سے زیادہ نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ آپ کے خاتم کا نقش ''العزۃ للہ'' تھا۔ شوال ۴۱ھ میں ملک و سلطنت معاویہ ابن ابوسفیان کو جنھوں نے فوج کثیر کے ساتھ عراق پر حملہ کیا تھا اس شرط پر سپرد کر دیا کہ تاحین و حیات معاویہ خلیفہ رہیں۔ ان کے بعد حضرت امام حسینؓ خلیفہ بنائے جائیں۔ خلافت چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں یادِ خدا میں بقیہ زندگی بسر کی۔ امیر معاویہ بطور نذر کے ہر سال ایک کثیر رقم بھیجا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے جو آپ کی ایک زوجہ تھی یزید بن معاویہ کے اغوا سے بہ طمع دنیاوی زہر دیا۔ یزید نے اس صلے میں اس کو اپنی بی بی بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن بجائے اس وعدے کو پورا کرنے کے صرف زر کثیر دے کر قاتلہ کو خوش کر دیا۔ زہر دینے کے واقعہ سے چالیس روز بعد ۵/ ربیع الاول ۴۹ھ مطابق ۶۷۰ء کو

---

* باپ کا نام ابوالخیر اور پیشہ عطاری تھا۔ لکھنؤ کے استادوں میں اس کا شمار تھا۔ اس کو سودا کی برابری کا دعویٰ تھا۔ باہم ہجو بھی کہی گئی ہے۔ نواب محبت خاں اس کے شاگرد تھے۔ اس کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۵ء)، بعض ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ء) اور بعض ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) بتاتے ہیں۔ جرأت کا لکھا ہوا مصرع تاریخ - ''یوں جائے جہاں سے حسرت ارماں ہے، ہائے'' سے آخری تاریخ کی تائید ہوتی ہے۔ (مرتب)

درجۂ شہادت حاصل کیا۔ اڑتالیس برس پانچ مہینے بیس یوم کی عمر ہوئی۔ مزار شریف جنت البقیع واقع مدینہ منورہ میں ہے۔

حسن : (مولینا) صغانی۔ لاہوری۔ ان کے بزرگ اصفہان (چغان) سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے تھے۔ پیدائش ۱۵ صفر ۵۷۷ھ بمقام لاہور ہوئی۔ اپنے والد ماجد سے تحصیل علوم کی۔ ۶۱۵ھ میں بغداد جا کر مقیم ہوئے اور وہیں ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ اپنی وصیت کے موافق مکہ معظمہ میں دفن ہوئے۔ کتاب العروض، مشارق الانوار، مصباح الدجیٰ وغیرہ کے سوا ''کتاب الفرائض و کتاب العبادت'' (نامکمل) آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

حسن : (میر) میر غلام حسن نام۔ حسن تخلص۔ میر عابد حسین ضاحک کا بیٹا اور میر ضیاء الدین ضیا کا شاگرد تھا۔ مثنوی سحر البیان جو مثنوی میر حسن کے نام سے مشہور ہے اس کی اردو کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ مثنوی ۱۷۸۵ء مطابق ۱۱۹۹ھ میں نواب آصف الدولہ کے نام پر معنون کی گئی۔ اس کے مورث ہرات کے باشندے تھے۔ مگر حسن دہلی میں پیدا ہوا۔ عالم شباب میں فیض آباد آیا۔ پھر لکھنؤ میں مقیم ہوا۔ جہاں نواب صفدر جنگ اور ان کے بیٹے نواب مرزا نوازش علی خاں اس کی عزت اور مدد کرتے رہے۔ ۸ ہزار بیت کا ایک دیوان اور اردو شعراء کا تذکرہ بھی اس کی تصنیف ہے۔ ۱۷۸۶ء مطابق ۱۲۰۱ھ میں انتقال کیا۔

حسنؒ ابدال : باباحسن ابدال بھی کہلاتے ہیں۔ ایک مشہور بزرگ اور خراسان کے شہر سبزوار کے سید تھے۔ یہ مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور کے ہمراہ ہندوستان آئے اور قندھار میں وفات پائی وہیں ان کا مزار ہے۔

حسن بزرگ : شیخ حسن یا امیر حسن القاآنی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ امیر القاآن جلائر کا لڑکا تھا جو سلطان ارغوں خاں بادشاہ فارس کی نسل سے تھا۔ امیر چوباں کی لڑکی بغداد خاتون سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ ابوسعید بادشاہ فارس کے فوت ہونے پر اس نے اس کی بیوہ دلشاد خاتون سے شادی کرلی اور اسی طرح سے بغداد کی حکومت کے حاصل کرنے کا اس کو موقع مل گیا۔ حکومت بغداد پر اقتدار حاصل کرنے کی خواہش نے اسے زندگی بھر چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ قبل اس کے کہ اس کو بغداد پر تسلط کامل حاصل ہوا اور اس کی دیرینہ آرزو برآئے جولائی ۱۳۵۶ء مطابق رجب ۷۵۷ھ میں فوت ہوگیا۔ لیکن اس نے تاج و تخت کے حصول کے لیے جن کوششوں میں اپنی عمر تمام کردی تھی اس کی وہ مساعی بلیغہ اس کے خوش قسمت بیٹے اویس جلائر کے عہد میں بارآور ہوئیں جس نے نہ صرف حکومت بغداد پر قناعت کی بلکہ اپنے زمانے میں آذربائجان اور ملک خراسان پر بھی فوج کشی کی اور کم وبیش اٹھارہ سال کی حکومت کے بعد اکتوبر ۱۳۷۶ء مطابق ۷۷۶ھ میں فوت ہوگیا۔

حسن بصری خواجہ : موسیٰ راعی ابن خواجہ اویس قرنی کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام خیرہ تھا جو خادمہ تھیں اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ کی۔ مدینہ منورہ میں بعد خلافت حضرت عمر فاروق ۲۱ھ مطابق ۶۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نہایت خوش رو اور خوبصورت تھے۔ حضرت عمر نے ان کے حسن کی وجہ سے حسن نام رکھا۔ اپنے وطن (بصرہ) کی نسبت سے حسن بصری مشہو رہوئے۔ جواہرات کی تجارت کرتے تھے اس وجہ سے حسن جوہری بھی کہلاتے ہیں۔ آخر میں آپ نے اس کو ترک کرکے عزلت گزینی اختیار کرلی۔ آپ بہت بڑے صاحب کرامات، مستجاب الدعوات، امام الوقت

علوم ظاہری و باطنی کے جید عالم اور واعظ تھے۔ آپ کے بیان میں نہایت درد اور ذوق پایا جاتا تھا۔ نواسی سال کی عمر میں ۵ رجب ۱۱۰ھ مطابق اکتوبر ۷۲۶ء میں وفات پائی۔ مزار آپ کا بصرہ میں آبادی شہر سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

حسن بن سہل : خلیفہ مامون رشید کے وزیر تھے۔ حسن کی ایک لڑکی توران دخت نامی نہایت حسین اور قابل تعلیم یافتہ تھی۔ خلیفہ نے اس کے ساتھ اپنی شادی کر لی۔ توران کو خلیفہ کے مزاج میں اس قدر دخل ہو گیا تھا کہ اس نے بہت سے مدرسے، شفاخانے، عورتوں کے واسطے تعمیر کرائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ "جاویدان خرد" کا جو ایک فارسی کتاب ہے عربی ترجمہ اسی نے کیا تھا۔

حسن بن محمد خاکی : (شیرازی) اکبر کے زمانے میں ہندوستان آیا۔ سلطنت میں مختلف عہدوں پر مامور رہا۔ منتخب التواریخ اس کی تصنیف ہے۔ یہ تاریخ ملّا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ سے علیحدہ ہے۔ اکبر کی ختم حکومت سے پہلے اس نے ۱۰۰۱ھ میں جس سال وہ پٹنے کا دیوان مقرر ہوا تھا اس کتاب کی تصنیف شروع کی تھی۔

حسن بن محمد شریف : "انیس العشاق" اس کی تصنیف ہے۔ اس میں شعرا کے تمام اصطلاحات و استعارات کی شرح لکھی گئی ہے اور کہیں کہیں سند کے طور پر مثالیں بھی دی گئی ہیں۔

حسن بیگ خان بدخشی : دو ہزار اور پانصدی کے منصب داروں میں داخل تھا۔ اکبری عہد کے آخری دور میں کابل کا حاکم ہوا اور پنجاب میں قلعہ رہتاس جاگیر میں ملا تھا۔ دوسروں کو مجرم بنانے کی بیکار کوشش کی سزا میں اس کو ایک گائے کی کھال پہنا کر گدھے کے پیر سے باندھ کر تمام شہر میں گھسٹوایا گیا جس سے چند گھنٹوں میں دم گھٹ کر اس کا کام تمام ہو گیا۔

حسن جلایر سلطان : امیر حسن بزرگ کا پوتا تھا۔ اپنے والد سلطان اویس جلایر کی جگہ اکتوبر ۱۳۷۴ء مطابق ۷۷۶ھ میں بغداد کا بادشاہ ہوا اور اپنے بھائی سلطان احمد کے مقابلے میں ۱۳۸۲ء مطابق ۷۸۴ھ میں لڑائی میں کام آیا۔

حسن خاں شاملو : شاہ عباس صفوی دوم اور اس کے بیٹے شاہ سلیمان کے زمانے میں ہرات کا حاکم تھا۔ ۱۶۹۷ء مطابق ۱۱۰۹ھ میں فوت ہوا۔ صاحب دیوان ہے۔

حسنؒ خواجہ : (ملاحظہ ہو حسن سنجری)۔

حسنؒ خواجہ : بن خواجہ ابراہیم۔ ایک برگزیدہ درویش تھے۔ شاعر بھی تھے۔ ان کی تصنیف سے ایک دیوان ہے جس کی ہر غزل کے آخر میں انھوں نے اپنے معشوق کا نام لکھا ہے۔

حسن سلیمی : (ملاحظہ ہو سلیمی)

حسن سنجری : والد کا نام علائے سنجری تھا۔ حضرت امیر خسرو کے ہمعصر تھے جن کا سعدی ہندی لقب ہے۔ ۵۰ سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مرید ہو گئے۔ دہلی سے دکن جا کر سلسلۂ رشد و ارشاد جاری کیا اور وہیں بقول مصنف تذکرہ مراۃ الخیال ۱۳۰۷ء مطابق ۷۰۷ھ میں وفات ہوئی۔ خلد آباد میں مدفن ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے ملفوظات آپ نے جمع کیے ہیں۔ "جو فوائد الفواد" کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک فارسی دیوان بھی چھوڑا۔

حسن سید غزنی : غزنی کا رہنے والا۔ سلطان بہرام شاہ غزنی کے زمانے میں شاعر گزرا ہے۔ صاحب دیوان تھا۔ یہ سید حسن الحسینی بھی کہلاتا ہے۔ ۱۱۷۰ء مطابق

۵۶۵ھ میں مکہ معظمہ سے واپس ہوتے ہوئے راستے میں فوت ہوا۔

حسن شیخ : شیخ نذر اللہ کا بیٹا تھا۔ صراط استقام اس کی تصنیف ہے۔ ۱۰۷۸ء میں بمقام میرٹھ انتقال ہوا۔

حسن صباح : چوتھی صدی ہجری کے شروع میں طوس میں پیدا ہوا تھا۔ خواجہ حسن نظام الملک مشہور وزیر دربار سلجوقی کا ہم مکتب اور دوست تھا۔ اسی کی وساطت سے سلطان الپ ارسلان سلجوقی کے دربار میں یساول (میر نقیب) مقرر ہو گیا تھا۔ لیکن وہ بعدۂ خود اپنے محسن نظام الملک کی تخریب کے درپے ہو گیا اور دربار سے نکالا گیا۔ شام میں پہنچ کر فرقۂ اسماعیلیہ کے پیشوا کی ملازمت میں داخل ہو گیا اور اسی فرقے کے عقائد کے بموجب تعلیم و تلقین کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اس نے کوہستان کے شاداب قطعات میں عالیشان اور خوشنما مکانات تعمیر کرائے جن کو وہ بہشت بتاتا تھا۔ اس بہشت میں خوبصورت لڑکوں اور لڑکیوں کو بطور حور و غلمان کے اس نے آباد کیا تھا۔ اس کے عقیدت مند جو دور دراز فاصلے سے اس کے پاس آتے ان کو بھنگ کے نشے میں سرشار کر کے اس بہشت کی سیر کراتا۔ اس کی جماعت یوماً فیوماً بڑھتی گئی اور جب اس کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تو اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک مضبوط اور نا قابل گزر قلعے پر جو سلاطین ویلم کا بنایا ہوا تھا اس نے ۴۸۲ھ مطابق ۱۰۸۹ء میں قبضہ کر لیا۔ ملک شاہ سلجوقی نے جو اس وقت فارس کا بادشاہ تھا نظام الملک کو اس کے مقابلے پر فوج لے کر بھیجا۔ راستہ میں صباح کے ایک مرید نے خنجر مار کر نظام الملک کو قتل کر دیا۔ اس کے دو ماہ بعد ملک شاہ کا بھی انتقال ہو گیا اور شاہی فوج محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گئی۔ حسن بن صباح ۲۶ / جمادی الثانی ۵۱۸ھ مطابق ۱۱۲۴ء کو ۳۵ سالہ نبوتِ ہلاکت کے بعد فوت ہو گیا۔ تاریخ میں شیخ الجبل کوہستانی سکونت کی وجہ سے مشہور ہے اور نبی الہلاکت بھی کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس نے بنی امیہ اور بنو عباس کے خلاف بظاہر بنی فاطمیہ کی ہمدردی میں اپنا یہ مشن قائم کیا تھا کہ جو لوگ اس کے مرید ہوتے تھے وہ فدائی کہلاتے تھے اور وہ بھیس بدل کر اپنے مخالفین کو کسی نہ کسی طرح مار ڈالتے تھے۔ وہ اپنا کام ایک کونسل کے سپرد کر گیا تھا جس کا حاکم اعلیٰ کیا قرار پایا۔ اس نے بھی اس مشن کو جاری رکھا۔

حسن عسکری : آپ خلف اکبر سید امام علی نقی کے ہیں اور دوازدہ امام میں سے گیارہویں امام ہیں۔ اپنے والد کے بعد مسند امامت پر بیٹھے۔ بمقام مدینہ دس ربیع الاول ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ مدت امامت قریب ۶ سال بمقام سرمن رائے (متصل بغداد)۔ آپ کو بایمائے حاکم بغداد زہر دیا گیا جس سے ۸ / ربیع الاول بہ روز جمعہ ۲۶۰ھ میں شہید ہوئے۔ اپنے والد کے مقبرے کے پاس بمقام سرمن رائے متصل بغداد مدفون ہیں۔

حسن علی : میسور کے سلطان ٹیپو کے عہد میں ملک الشعراء تھا۔ بھوکیل یا کوک شاستر بزبان فارسی اس کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں عورتوں کے متعلق عجیب و غریب معلومات مرقوم ہیں۔ اس کو سنسکرت سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ترجمہ فارسی نثر میں لذت النساء ہے جو ضیاء الدین بخشی نے کیا ہے۔

حسن کاشی مولانا : کاشان کا رہنے والا فارسی کا شاعر تھا۔ بہت سی غزلیں اور قصیدے اس کے مشہور ہیں۔ ہفت بند کاشی اسی کی تصنیف سے ہے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہوئی۔ صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ یہ شاعر آٹھویں صدی ہجری میں گزرا ہے۔

حسن کوچک شیخ : امیر چوہان کا پوتا تھا۔ ابوسعید شاہ فارس کی وفات کے بعد ۱۳۳۵ء میں شورش اور بدامنی ہوئی۔ حسن کوچک کو اسی زمانے میں عروج ہوا۔ امیر حسن بزرگ سے کئی بار لڑا۔ اتفاق سے دسمبر ۱۳۴۳ء م رجب ۷۴۴ھ میں اپنی ایک تیز مزاج زوجہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

حسن میمندی: ناصر الدین سبکتگین کے زمانے میں دیوان تھا۔ ناصر الدین نے اس کی دراز دستیوں کی اطلاع پاکر اس کو قتل کروا دیا تھا۔ عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ وہ سلطان محمود غزنوی کا وزیر تھا۔ کیونکہ محمود کی تخت نشینی سے پہلے ہی وہ مر چکا تھا۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ اس کا بیٹا احمد بن حسن میمندی سلطان محمود غزنوی کا وزیر تھا۔

حسین : مظفر حسین کا تخلص ہے۔ اس کو شہید بھی کہتے ہیں۔ ریاض السالکین اس کی تصنیف ہے۔

حسین الدین حسین بن علی: برہان الدین علی کا شاگرد تھا۔ شرح ہدایہ الموسوم بہ ''نہایہ'' اس کی تصنیف ہے۔

حسین بن حسن الحسینی : غور کا رہنے والا تھا۔ کنز الرموز، سی نامہ، نزہت الارواح، زاد المسافرین، طرب المجالس، روح الارواح، صراط المستقیم اور دیوان عربی و فارسی اس کی تصنیف ہیں۔ بقول جامی ۱۳۱۷ء مطابق ۷۱۰ھ میں انتقال کیا اور ہرات میں دفن ہوا۔ مصنف تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ اس کا نام امیر حسینی سادات تھا۔ اور یہ اپنے والد سید نجم الدین کے ساتھ بہ تقریب تجارت ہندوستان آیا۔ ملتان کے شیخ بہاء الدین ذکریا کا مرید ہوا۔ اور ہرات میں یکم دسمبر ۱۳۱۸ء مطابق ۶ رشوال ۷۱۸ھ کو انتقال ہوا۔

حسینؓ بن علیؓ : اسم مبارک آپ کا شبیر و حسین۔ کنیت ابوعبداللہ۔ لقب سید الشہداء ہے۔ حضرت رسول مقبول صلعم کے نواسے۔ حضرت مولا علیؓ کے فرزند اصغر ہیں۔ ولادت شریف مدینہ منورہ میں ۳ یا ۵ رشعبان ۴ھ مطابق جنوری ۶۲۶ء روز سہ شنبہ کو ہوئی۔ آپ ناف سے تا بہ قدم حضور سرور عالم صلعم کے مشابہ تھے۔ دوازدہ امام میں سے تیسرے امام ہیں۔ امیر معاویہ کے بعد جب یزید بن معاویہ تخت نشیں ہوا اس نے ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کے پاس ایک تحریر بھیج کر آپ سے اپنی بیعت چاہی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس سے قبل یزید کو ولی عہد مقرر کر کے ۵۱ھ مطابق ۶۷۱ء میں امیر معاویہ نے خود مدینے سے مکے پہنچ کر یزید کے حق میں بیعت لینا چاہی تھی۔ لیکن اس وقت بھی آپ اور نہ صرف آپ نے بلکہ عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر نے بھی ایک بے دین اور فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنی پسند نہیں کی۔ ۶۰ھ میں آپ مع عیال و اطفال مکے میں مدینہ سے تشریف لے آئے تھے۔ یہاں پہنچ کر آپ کو اہل کوفہ کی طرف سے متعدد درخواستیں پہنچیں کہ آپ یہاں تشریف لا کر ہمیں یزید کے مظالم سے بچایئے اور اپنی بیعت سے مشرف کیجیے۔ آپ کوفیوں کی درخواست پر وہاں جانے کے لیے مستعد ہو گئے۔ آپ کے تمام دوستوں نے یہ کہہ کر روکنا چاہا کہ اہل کوفہ اور تمام اہل عراق تلون مزاجی اور بے وفائی میں مشہور ہیں۔ ان کے وعدوں کا اعتبار نہیں مگر اہل عراق کے حلفی وعدوں پر اعتبار کر کے نیک دل اور خدا ترس امام اہل و عیال و جاں نثار اور تابعین کے ساتھ کوفے کو روانہ ہو گئے۔ یہ فدائی تعداد میں کل بہتر تھے جس میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیدل تھے۔ جب آپ عراق کی حد میں پہنچے تو کوفیوں کی مدد کا نشان نہ پا کر آپ کو ان کی وفاداری پر شبہ ہوا۔ اور راستے میں کربلا میں خیمہ زن ہو گئے۔ عبیداللہ بن زیاد جو تاریخ میں قصاب کے لقب سے مشہور ہے اس نے عمرو کے ماتحت

آپ کے مقابلے کو ایک فوج روانہ کی جس نے آپ کے خیمے کو گھیر لیا اور دریائے فرات کی طرف آمد و رفت بند کردی۔ آپ کے اہل و عیال اور فدائیوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ آپ نے دشمن سے کہا کہ یا تو مجھے مدینہ واپس جانے دو یا رومیوں کے مقابل سرحدی جنگ پر قسطنطنیہ کی طرف بھیج دو یا یزید کے پاس پہنچادو لیکن عبیداللہ بن زیادہ کا حکم عمرو کو یہ تھا کہ مطلق رحم نہ کھانا چاہیے اور ایک نہ سنی جائے۔ آخر میں آپ نے یہ فرمایا کہ میرے بچوں اور عورتوں کو نہ ستایا جائے۔ ساتھیوں کے قتل عام سے درگزر کی جائے۔ صرف مجھے شہید کر کے اس جھگڑے کا خاتمہ کیا جائے مگر دشمن تو خون کی ندیاں بہانے پر اڑا ہوا تھا۔ جب وہ کسی بات پر راضی نہ ہوا تو آپ نے اپنے رفقاء سے ایما کیا کہ وہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ مگر کسی نے آپ کو تنہا چھوڑنا گوارا نہیں کیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ دشمنوں کی فوج میں سے ایک سردار ''حُرؒ'' نامی بھی حسینی فوج میں آملے تھے۔ پہلے فرداً فرداً جنگ شروع ہوئی۔ اس میں رفقائے امام نے شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور دشمنوں کو بہ کثرت تہہِ تیغ کیا تو اپنی ناکامی دیکھ کر مخالفین نے دور سے تیر اندازی شروع کی۔ جس سے باری باری آپ کے ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ حتیٰ کہ صرف امام بہ نفسِ نفیس باقی رہ گئے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ تمام جسم مبارک زخموں سے چھلنی تھا۔ پیاس کی شدت سے زبان خشک تھی۔ آپ نے ارادہ کیا کہ دریا کی طرف جائیں لیکن تیروں کی شدید بارش نے کامیاب نہ ہونے دیا تو آپ پھر خیمے میں اہل و عیال کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت علی اصغرؓ اپنے شیر خوار بچے کو گود میں لے کر فوج اعدا کے مقابل آئے۔ لیکن ظالموں نے اس شیر خوار بچے پر بھی رحم نہ کھایا اور تیر کا نشانہ بنا کر اس بے گناہ کا کام تمام کر دیا۔ اس وقت بھی آپ کی زبان سے بے صبری اور ناشکری کے الفاظ نہ نکلے۔ اسی حالت میں آپ نے زندوں اور مُردوں کے واسطے دعا کی۔ زاں بعد ایک بہادرانہ جوش کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں کی فوج کے قلب میں جا پہنچے اور ان کو مار کر گرایا۔ آپ کے جسم مبارک سے خون جاری تھا۔ حالت متغیر تھی۔ آخر غش کھا کر زمین پر گر پڑے تو شمر یا خولی لعین نے تلوار سے سر مبارک کو جدا کر دیا۔ اور گستاخی اور بے ادبی کی کوئی حد نہ چھوڑی۔ یہ واقعہ ۱۰ رمحرم ۶۱ھ مطابق ۱۰ راکتوبر ۶۸۰ء یوم جمعہ کو بعد نماز جمعہ ہوا۔ اس کے بعد کوفے لے جا کر سر مبارک عبیداللہ بن زیاد کے پاس پیش کیا گیا۔ اس ملعون نے بھی سر مبارک سے گستاخی کی اور اپنی چھڑی سے ٹھکرایا اور اس کو مع اسیران اہل بیت کے جن میں صرف حضرت امام زین العابدین از جنس ذکور بوجہ مریض ہونے کے باقی رہ گئے تھے یزید کے پاس دمشق بھیج دیا۔ تمام مسلمانوں میں اس سانحے کی خبر نے ایک تہلکۂ عظیم مچا دیا۔ محرم کے پہلے ہفتے میں اس واقعے کی یادگار آج تک منائی جاتی ہے۔ سر مبارک اور دیگر شہدا کے سر اہل بیت کی ہمراہی میں نعمان بن بشیر کی معیت میں مدینہ طیبہ کو لائے گئے وہاں سر مبارک جنت البقیع میں حضرت بی بی فاطمہ کی قبر شریف کے پاس مدفون ہوا۔ جسم مبارک جس کو دشمنوں کی فوج بے گور و کفن میدان کربلا میں چھوڑ گئی تھی تیسرے روز باشندگان موضع غاضریہ نے جو قریب کربلا کے ایک گانوں ہے۔ کربلا میں دفن کر دیا۔

بویہ خاندان کے پہلے بادشاہ نے اس موقعے پر ایک شاندار روضہ تعمیر کرایا جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ گنبد فیض کے نام سے مشہور ہے۔ موجودہ زمانے

میں مرزا حیرت دہلوی نے اس مشہور واقعۂ شہادت سے انکار کر کے شہرت حاصل کی اور اس کے متعلق ایک کتاب بھی شائع کی جو دلائل کی کمزوری کی وجہ سے مقبول نہ ہوئی۔

حسین بن محمد السمعانی : خزانۃ المفتین جس میں بہت سے فتوے ہیں اور جو ہندوستان میں فقہ کی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے ان کی تصنیف سے ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۹ء مطابق ۷۴۰ھ میں تصنیف ہوئی۔ ہندوستان کے اکثر کتبخانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

حسین حلاج شیخ : (ملاحظہ ہو منصور بن حلاج)۔

حسین خوانساری : ایک مشہور ایرانی فلسفی تھا۔ طہران اور کاشان کے درمیان ایک شہر خوانسار نامی ہے اس کی نسبت سے خوانساری کہلاتا ہے۔ سترہویں صدی کے دوسرے حصے میں گزرا ہے۔

حسین دوست سنبھلی میر : سنبھل کا رہنے والا ابوطالب کا بیٹا تھا۔ تذکرۂ حسینی کا مصنف ہے جو شعراء کا ایک مبسوط تذکرہ ہے۔ یہ تصنیف محمد شاہ بادشاہ دہلی کی وفات سے جو ۱۷۴۸ء میں واقع ہوئی چند سال بعد کی معلوم ہوتی ہے۔

حسین سادات میر : (ملاحظہ ہو حسین بن حسن الحسینی)۔

حسین سبزواری: سبزوار کا رہنے والا۔ لطائف وظائف اور راحت الارواح اس کی تصانیف ہیں۔ اس میں ریاضت و نفس کشی کے بہترین طریقے درج ہیں۔

حسین شاہ سید : ''ہشت گلگشت'' کا مصنف ہے۔ یہ کتاب حضرت امیر خسروؒ کی منظوم کتاب ہشت بہشت سے نثر کی گئی ہے۔ ۱۸۰۰ء مطابق ۱۲۱۵ھ میں ایم چارلس پیرن M. Charles Perron کی فرمائش سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں بہرام گور کا قصہ ہے۔ شاعر بھی تھا۔ حقیقت تخلص تھا۔ ایک دیوان اردو چھوڑا۔ تحفۃ انجم، خزینۃ الامثال، صنم کدۂ چین اسی کی تصنیف سے ہیں۔ کرنل کیڈ کا میر منشی ہو کر چیتا پٹن مدراس کو گیا اور وہیں فوت ہوا۔

حسین شاہ شرقی سلطان : اپنے بھائی محمد شاہ کے بعد جو ۱۴۵۲ء مطابق ۸۵۶ھ میں ایک لڑائی میں قتل ہوا تھا۔ جونپور کا بادشاہ ہوا۔ اس کو بہلول لودی بادشاہ دہلی سے چند لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ آخر کار ۱۴۷۶ء میں شکست کامل ہوئی۔ لیکن فاتح بہلول لودی نے حسین شاہ کو تھوڑا سا علاقہ جس کی آمدنی ۵ لاکھ سالانہ تھی بطور جاگیر کے دے دیا۔ بہلول لودی نے اپنے مرنے پر جونپور کی ریاست اپنے بیٹے باربک کو تفویض کر دی تھی اور یہ وصیت کی تھی کہ وہ حسین شاہ شرقی کی جاگیر کو بدستور بحال رکھے۔ باربک نے اس وصیت پر عمل کیا اور ایک محدود رقبے میں جو حسین شاہ کی خاندانی جاگیر کے طور پر اس کو حسب وصیت شاہی عطا ہوا تھا اس کی حکومت اس وقت تک قائم رہی جب تک کہ جونپور کا علاقہ سلطنت دہلی میں شامل نہ ہو گیا جس کا باعث خود حسین شاہ ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ حسین شاہ شرقی نے جس کو باربک سے زیادہ قرب حاصل تھا اس کو ترغیب دی کہ اپنے بھائی سکندر لودی سے لڑ کر سلطنت دہلی پر قبضہ حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے حملہ کیا اور پہلی ہی لڑائی میں شکست کھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جونپور کی کل ریاست مع حسین شاہ کی جاگیر کے سلطنت دہلی میں شامل ہو گئی۔ حسین شاہ نے اس واقعے کے بعد بنگال پہنچ کر بنگال کے بادشاہ کے زیر سایہ پناہ لی۔ یہاں اس کے مرتبے کے موافق اس کی عزت کی گئی اور بقیہ عمر اس نے یہیں گزار دی۔ ۱۴۹۹ء مطابق ۹۰۵ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی موت نے جونپور کی شاہی نسل

کا خاتمہ کر دیا۔

حسین خاں بہادر : اللہ وردی خاں کے دوسرے بیٹے کا نام ہے۔ جو عالمگیر کے زمانے میں بڑے مرتبے کا امیر تھے۔ بیجاپور کے قلعے کی تسخیر کے بعد ۱۳/اکتوبر ۱۶۸۶ء مطابق ۲۵/ذی قعدہ ۱۰۹۷ھ میں مرا۔

حسین علی خاں سید : سید امیر الامراء (ملاحظہ ہو عبداللہ خاں سید)۔

حسین غزنوی : پدماوت فارسی کا مصنف ہے۔ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوئے۔

حسین کشمیری : ہدایت الاعمیٰ فارسی میں اس کی تصنیف ہے۔ اس میں مختلف مذہبی مضامین تصوف وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

حسن لنگا اوّل : ملتان کا تیسرا بادشاہ تھا۔ اپنے والد قطب الدین محمد لنگا کے بعد ۱۴۶۹ء مطابق ۸۷۴ھ میں ملتان کا بادشاہ ہوا۔ اس نے سکندر لودی شاہ دہلی سے ایک صلحنامہ کیا اور ۹۰۴ھ مطابق ۱۴۹۸ء میں فوت ہوگیا اور بقول بعض بروز یکشنبہ ۲۸/اگست ۱۵۰۲ء مطابق ۲۶/صفر ۹۰۸ھ میں تیں یا چونتیس سال حکومت کرنے کے بعد مرا۔ اس کا پوتا محمود خاں لنگا جانشیں ہوا۔

حسین لنگا ثانی : ملتان کا پانچواں اور آخری بادشاہ تھا۔ اپنے والد محمود خاں لنگا کے بعد ۱۵۲۴ء میں ملتان کا بادشاہ ہوا۔ اس وقت یہ نابالغ تھا۔ اپنے بہنوئی شجاع الملک کے جو اس کی اتالیقی کا کام کرتا تھا بالکل ہاتھ میں تھا۔ اس کے زمانے میں شاہ حسین ارغوں بادشاہ ٹھٹہ نے بابر شاہ کے حکم سے ملتان پر چڑھائی کی تھی۔ ۱۵/ماہ کے محاصرے کے بعد ۱۵۲۶ء مطابق ۹۳۲ھ میں ملتان فتح ہوگیا۔ فتح کے بعد شاہ حسین ارغوں لشکر خاں کو حسین لنگا کا نائب مقرر کر کے ٹھٹے کو واپس چلا آیا۔

جب اپنے دوران علالت میں بابر شاہ نے دہلی کی سلطنت اپنے بیٹے ہمایوں کو دے دی ہمایوں نے پنجاب مرزا کامران کو جاگیر میں دے دیا۔ کامران نے لاہور پہنچ کر لشکر خاں کو طلب کیا اور اس کو کابل کا حاکم مقرر کر دیا اور ملتان کو دہلی کا صوبہ قرار دیا۔

حسین مرزا : (ملاحظہ ہو سلطان حسین مرزا)۔

حسین مروی : (ملاحظہ ہو خواجہ حسین مروی)۔

حسین معمائی میر : ایک مشہور معمائی تھا جو ۱۴۹۸ء مطابق ۹۰۴ھ میں فوت ہوگیا۔

حسین میبذی معین الدین : "ہجنجل الارواح" اس کی تالیف ہے۔ اس میں ایرانی اور ترکی شعراء کے کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ یہ دسویں صدی ہجری میں گزرا ہے۔

حسین نظام شاہ اوّل : تیس برس کی عمر میں اپنے والد برہان نظام شاہ اول کی وفات کے بعد ۱۵۵۴ء مطابق ۹۶۱ھ میں احمد نگر دکن کا بادشاہ ہوا۔ ۱۵۶۵ء مطابق ۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ سلطان بیجاپور، ابراہیم قطب شاہ سلطان گولکنڈہ اور امیر برید بادشاہ احمد آباد بیدر اور حسین نظام شاہ نے متحد ہو کر راجہ رام راج والیِ بیجانگر کا مقابلہ کیا۔ اس مقابلے میں راجہ مغلوب ہو کر قتل ہوا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام شاہ بھی گیارہ دن سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ ۹/جون ۱۵۶۵ء مطابق ۷/ذی قعدہ ۹۷۵ھ کو فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا مرتضیٰ نظام شاہ جانشیں ہوا۔

حسین نظام شاہ ثانی : نظام شاہی خاندان کا شہزادہ تھا۔ (ملاحظہ ہو فتح خاں بن ملک عنبر)۔

حسین نقشی ملا : مہرکنی کی رعایت سے نقشی تخلص تھا۔ اکبر کے زمانے میں ایک عمدہ مہرکن اور شاعر گزرا ہے۔ ۱۶/جولائی ۱۵۸۱ء مطابق ۱۴/جمادی الثانی ۹۸۹ھ تاریخ وفات ہے۔

حسین واعظ مولینا : بعض تذکرہ نویسوں نے اس کا پورا نام کمال الدین حسین الواعظ الکاشفی لکھا ہے۔ مشہور مصنف تھا۔ سلطان حسین مرزا الملقب بہ ابوالغازی بہادر، بادشاہ خراسان کے وقت میں ہرات میں معزز عہدے پر ممتاز تھا جہاں آخر وقت تک رہا۔ تفسیر حسینی اسی کی تصنیف سے ہے۔ دوسری تفسیر کلام مجید کی جواہر التفسیر کے نام سے لکھی۔ منجملہ دیگر تصانیف کے اس کی تصنیف موسومہ روضۃ الشہداء مشہور ہے۔ اسی کا خلاصہ دہ مجلس کے نام سے کیا ہے۔ اخلاق محسنی، انوار سہیلی فارسی کی درسی کتابیں ہیں اسی کی مصنفہ ہیں۔ مثنوی مولانا روم کا انتخاب کیا جو لب لباب کے نام سے مقبول عام ہے، مخزن الانشاء، سبع کاشفہ، اسرار قاسمی اور مطلع الانوار اس کی مشہور تصانیف ہیں۔ ہرات میں ۳؍جون ۱۵۰۵ء مطابق ۳۰؍ذی الحجہ ۹۱۰ھ کو انتقال ہوا۔

حشمت : بخشی علی خاں کا تخلص ہے۔

حشمت دہلوی : میر محتشم علی خاں کا تخلص ہے جس کے مورث بدخشاں سے دہلی آئے تھے۔ ۱۸۴۸ء مطابق ۱۱۶۱ھ میں فوت ہوا۔ ایک فارسی دیوان چھوڑا۔

حفص مولینا : (مولانا ابوحفص البخاری ملاحظہ ہو)۔

حفصہؓ : حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی تیزیٔ مزاج کے سبب کوئی شخص شادی پر راضی نہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس امر کی شکایت آنحضرت صلعم سے کی۔ آپ نے خود اپنی قبولیت کا شرف بخشا اور یہ شادی ۳ھ میں ہوئی۔ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہیں اور جمادی الاول ۴۱ھ مطابق ۶۴۵ء میں وفات پائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو نسخہ قرآن کریم کا کاغذ پر سب سے اول مرتبہ مکمل کرایا تھا وہ انھیں کی امانت میں رکھا گیا تھا۔

حفیظ الدین احمد قولوی : عیار دانش کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام خرد افروز رکھا۔ یہ ترجمہ ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۸ء میں فورٹ ولیم کالج کے استعمال کے واسطے کیا گیا تھا۔

حفیظ الدین احمد نسفی بن احمد : مدارک التنزیل اور حقائق التناویل تفسیریں عربی میں لکھیں اور فقہ میں ایک کتاب وافی اور اس کی شرح کافی اور کنز الدقائق جو وافی سے ماخوذ ہیں تصنیف کی۔ ۱۳۱۰ء مطابق ۷۱۰ھ میں انتقال کیا۔

حفیظ اللہ شیخ : سراج الدین علی خاں آرزو کا شاگرد تھا۔ آثم تخلص تھا۔ محمد شاہ دہلی کے اکیسویں سال حکومت میں ۱۷۶۷ء مطابق ۱۱۸۱ھ میں فوت ہوا۔

حقیری : مولانا شہاب الدین معمائی کا تخلص ہے۔

حقیقت : (ملاحظہ ہو حسین شاہ سید)۔

حکیم : شاہ عبدالحکیم لاہوری کا تخلص ہے۔ تذکرۂ مردم دیدہ ان کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب بمقام اورنگ آباد ۱۷۶۱ء مطابق ۱۱۷۵ھ میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں مصنف نے ان شعراء کا حال لکھا ہے جس سے اس نے ذاتی طور پر ملاقات کی تھی۔

حکیم الملک : شمس الدین نام۔ اکبری عہد کا مشہور اور نامور حکیم تھا۔ طب اور علوم عقلی و نقلی میں کامل دستگاہ تھی*۔ اجازت لیکر حجاز کو گیا۔ ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء میں شرف حج سے مشرف ہوا اور وہیں وفات پائی۔

حکیم الممالک : پیر محمد ہندی کا خطاب ہے۔ عالمگیر کے زمانے میں چار ہزاری منصب دار اور شاہی طبیب تھا۔

حکیم علی گیلانی : حکیم الملک کا بھانجا تھا۔ اکبر کے

---

* بادشاہ سے اجازت لیکر حجاز گیا۔ (عرشی)

مصاحبوں میں داخل تھا۔ تمام علوم شرعیہ میں مہارت رکھتا تھا۔ طب میں تجربہ کم تھا۔ لاہور کا عجیب اور مشہور حوض جس کی تاریخ میر حیدر معمائی نے "حوض حکیم علی" کہی ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۳ء میں اس کی ایجاد سے تعمیر ہوا اور بادشاہ اکبر خود دیکھنے کے لیے آیا۔ اس حوض کا طول اور عرض ۲۰×۲۰ گز ہے اور عمق ۳ گز۔ بیچ میں سنگین ہے۔ اس کی چھت پر بلند منارہ اور حجرے کے چاروں طرف چار پل تھے۔ کمال یہ تھا کہ حجرے کے دروازے کھلے تھے اور پانی اندر نہ جاتا تھا۔ ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۴ء میں ہفت صدی منصب پایا اور جالینوس الزمانی خطاب ملا۔ ۵ محرم ۱۰۱۸ھ مطابق ۱۶۰۹ء کو فوت ہوا۔

حکیم عین الملک : دوائی تخلص کرتا تھا۔ اکبری عہد کا مشہور طبیب تھا۔ اور بڑا انشاء پرداز تھا۔ دکن کا بھی سفر کیا تھا۔ خواجہ نظام الدین احمد اور ملا عبدالقادر* بدایونی سے مخلصانہ تعلقات تھے۔ ہنڈیا ضلع الہ آباد میں ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۴ء کو وفات پائی۔

حلیمہؓ : قبیلہ بنی سعد میں سے تھیں۔ ان کے خاوند کا نام حارث بن عبدالعزا تھا۔ یہ قبیلہ ایک پہاڑی میں جو طائف کے جنوب میں واقع ہے سکونت گزیں تھا۔ آنحضرت روحی فداہ کی پیدائش کے آٹھ دن بعد دودھ پلانے کی خدمت ان کے سپرد کی گئی اور حلیمہ حضور کو آب و ہوا کی بہتری کے خیال سے اپنے گھر لے گئیں اور وہیں پرورش کیا اور چھٹے مہینے آپ کی ماں اور دادا کو زیارت کرا جاتی تھیں۔ دو سال تک آپ نے حلیمہ کا دودھ پیا۔ دودھ چھوٹنے کے بعد پھر آپ کی والدہ نے حلیمہ کے گھر واپس کر دیا کہ تھوڑے دن اور پہاڑ کی آب و ہوا میں رہ لیں۔ چار سال کی عمر تک آپ حلیمہؓ کے پاس رہے۔

حماد : امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے تھے۔ ۷۹۲ء مطابق ۱۷۶ھ میں انتقال کیا۔

حمد اللہ مستوفی بن ابوبکر الخواجہ القزوینی: اس کا نام حمد اللہ بن ابی بکر بن نصر مستوفی ہے۔ قزوین کا رہنے والا تھا۔ تاریخ گزیدہ اس کی تصنیف ہے جس کو اس نے ۱۳۲۹ء مطابق ۷۳۰ھ میں تصنیف کیا اور وزیر غیاث الدین بن رشید الدین مصنف جامع التواریخ کی نذر گزرانا۔ تاریخ طبعی پر ایک کتاب نزہت القلوب بھی لکھی جو بہت مشہور ہے۔

حمزہؓ امیر : عبدالمطلب کے بیٹے اور رسول اللہ صلعم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ نبوت کے چھٹے سال میں ایمان لائے۔ سرکار نبوی سے اسد اللہ کا خطاب پایا۔ نہایت باہمت اور بہادر آدمی تھے۔ دین محمد کا پہلا جھنڈا "رایت الاسلام" انھیں کے ہاتھ میں دیا گیا۔ مارچ ۶۲۵ء مطابق شوال ۳ھ میں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ابوسفیان، سردار قریش کی بی بی ہندہ نے آپ کا دل اور جگر نکال کر دانتوں سے چبایا اور آپ کے کان ناخن اور جلد کے ٹکڑے کاٹ کر اور تاگوں میں پرو کر بازوؤں اور کانوں میں پہنے۔ حضرت حمزہ ابوعمر بھی کہلاتے ہیں۔

حمزہ مرزا : سلطان محمد خدا بندہ کا بڑا بیٹا اور شاہ طہماسپ اول صفوی شاہ ایران کا پوتا تھا۔ بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے اس کے باپ نے پہلے تو کاروبار سلطنت مرزا سلیمان وزیر کے ہاتھ میں کلیتاً دے دیا تھا مگر جب یہ وزیر مارا گیا تو مرزا حمزہ کو اس کی جگہ مامور کیا۔ اس شاہزادہ نے اپنی مردانگی سے باپ کی تمام مشکلات آسان کر دیں۔ مگر یہ حالت بھی قائم نہ رہی اور ۲۴ر نومبر ۱۵۸۶ء مطابق ۲۲ر ذی الحجہ ۹۹۴ھ کو

*مورخ۔ (عرشی)

ایک حجام نے اس شاہزادے کو خود اس کی آرامگاہ میں پہنچ کر ہلاک کر دیا۔

حمید : ایک شاعر تھا۔ (عصمت نامہ) اس کی تصنیف سے ہے جو ۱۶۰۸ء مطابق ۱۰۱۶ھ میں جہانگیر کے زمانے میں تصنیف ہوا تھا۔

حمید : (شیخ) سنبھلی۔ قرآن مجید کی تفسیر دانی و دقیقہ رسی میں علامۂ زماں تھا۔ ہمایوں بادشاہ اس کا نہایت معتقد تھا۔ کہتے ہیں کہ دوسری مرتبہ جب ہمایوں بادشاہ نے ہندوستان کو فتح کیا تو شیخ موصوف استقبال شاہ کے واسطے کابل گیا اور بادشاہ نہایت رفق و مدارات سے پیش آیا۔ ۱۳۴۹ء مطابق ۷۵۰ھ میں اس نے انتقال کیا۔ فخر الدین ختم اللہ مستوفی کا بھائی تھا۔

حمید الدین علی النجاری : ہدایہ پر ایک مختصر شرح لکھی جس کا نام فوائد رکھا۔ ۱۲۶۸ء مطابق ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔

حمید الدین عمر قاضی : سلطان سنجر سلجوقی شاہ فارس کے زمانے میں انوری کا ہم عصر تھا۔ تفسیر موسومہ مقامات اس کی تصنیف ہے۔

حمید الدین قاضی دہلوی : دہلی کے رہنے والے شرح ہدایت الفقہ اور دیگر کتب ان کی تصنیف ہیں۔ ۱۳۶۲ء مطابق ۷۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

حمید الدین ناگوری : (قاضی) اصل نام محمد ابن عطار ہے۔ شمس الدین التمش بادشاہ کے زمانے میں علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ مرید و خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ لیکن وجد و سماع کا زیادہ غلبہ تھا۔ ان کی تصانیف میں سے طوالع شموس زیادہ مشہور ہے۔ ۶۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ شہر دہلی میں قطب صاحب کی درگاہ کے قریب دفن ہوئے۔

حمید اللہ خاں : احادیث الخوانین یا تاریخ حمید اس کی تصنیف ہے جس میں چٹاگاؤں کے تاریخی حالات ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں کلکتہ میں یہ کتاب طبع ہوئی۔

حمیدہ بانو : ملکہ بانو کی بیٹی۔ ممتاز محل کی بہن تھی۔ خلیل اللہ خاں کے ساتھ شادی ہوئی جو ۱۶۶۲ء میں فوت ہوا۔

حمیدہ بانو بیگم : وفات کے بعد مریم مکانی مشہور ہوئی۔ حاجی بیگم بھی کہلائی جاتی ہے۔ شیخ احمد جام کی پرپوتی تھی۔ ۱۵۴۱ء مطابق ۹۴۸ھ میں شہنشاہ ہمایوں کے ساتھ شادی ہوئی۔ اکبر اسی کے بطن سے پیدا ہوا۔ پرانی دہلی میں اپنے شوہر کے مقبرے کے قریب ایک سرائے موسومہ عرب سرائے تعمیر کی۔ حج بیت اللہ کے لیے مکے شریف گئی اور وہاں سے ۳۰ عرب اپنے ساتھ لائی۔ پیر کے دن ۲۹ راگست کو ۱۶۰۳ء مطابق ۱۰۱۲ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور دہلی میں ہمایوں کے مقبرے میں دفن ہوئی۔

حنبل امام : امام احمد نام محمد بن حنبل کے بیٹے۔ حنبل کے نام سے مشہور ہوئے۔ اہل سنت والجماعت میں جو چار ائمہ مجتہدین گزرے ہیں ان میں سے ایک تھے۔ بغداد میں بارہویں ربیع الاول ۱۹۴ھ مطابق ۸۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ کچھ عرصے تک بغداد ہی میں تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ اس کے بعد کوفے، بصرے، مکے، مدینے، یمن اور شام جا کر علم حدیث حاصل کیا۔ حافظہ نہایت زبردست پایا تھا۔ دس لاکھ حدیثیں برزبان تھیں۔ حدیث میں آپ کی کتاب مُسند نہایت مقبول اور جامع سمجھی جاتی ہے۔ نہایت سادہ روی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے زاہد و متقی تھے۔ مُسند کے علاوہ آپ کی تصنیفات سے اور بھی کتب مفیدہ مثل تفسیر، کتاب الزہد، ناسخ منسوخ، منسک کبیر، منسک صغیر وغیرہ ہیں۔ یہ خلیفہ معتصم کے زمانے میں

تھے۔ مشہور ہے کہ خلیفہ نے امام صاحب سے یہ خواہش کی وہ مسئلہ خلق قرآن کی نسبت فتویٰ دیں۔ امام صاحب نے اس عقیدے کو گمراہی بتایا۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ کلام الٰہی ہے کسی کا تصنیف کردہ نہیں ہے۔ خلیفہ نے اس پر ناراض ہو کر ان کو قید کر لیا اور نہایت بدسلوکی سے پیش آیا۔ یہ واقعہ ۲۲۰ھ مطابق ۸۳۵ء کا ہے۔ امام صاحب کی وفات ۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ مطابق ۳۱/جولائی ۸۵۵ء کو ہوئی۔ بمقام بغداد باب حرب میں جس کو حربیہ بھی کہتے ہیں آپ کا مقبرہ موجود ہے۔ امام صاحب کے جنازے کے ساتھ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شمار کی گئی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ اس روز بیس ہزار عیسائی یہودی اور مجوسی مسلمان ہوئے۔ حنبلی مذہب اگرچہ مذہب حنفی کی طرح سے زیادہ عام نہیں ہے لیکن خاص بغداد اور اس کے گرد و نواح میں یہ مذہب خاص طور پر شہرت رکھتا ہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ بھی مذہب حنبلی کے پیرو تھے۔

حنی : محمد بن علی کا لقب ہے۔ ایک شاعر تھا۔ ۱۳۲۳ء مطابق ۷۳۳ھ میں فوت ہوا۔

حنیفہؒ امام : آپ کا نام نعمان۔ ابوحنیفہ کنیت۔ امام اعظم لقب ہے۔ والدہ کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ابن ماہ تھا جو عجمی النسل تھے۔ زوطی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں مشرف بہ اسلام ہو کر کوفے میں آباد ہوئے۔ کوفہ اس زمانے میں دارالخلافت اور حضرت علی کا جائے قیام تھا۔ زوطی کو مولا علیؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا۔ اور حضور مولا علی ان سے بہت اُنس رکھتے تھے۔ جب زوطی کے فرزند ثابت پیدا ہوئے تو حضور مولا علی نے ثابت کے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا دی کہ خدا کرے تو سعادت دارین حاصل کرے اور تو اور تیری نسل سے آیندہ لوگ اسلام کے پُرجوش مددگاروں سے بنیں۔ چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی اور ۸۰ھ میں ثابت کے فرزند امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے میں آنحضرت صلعم کے کئی صحابہ کوفے میں حیات تھے۔

امام صاحب نے علم فقہ کوفے میں رہ کر حماد سے حاصل کیا اور علم حدیث میں امام کے شیوخ خاص کوفے کے رہنے والے اُنتیس شخص تھے۔ اس کے بعد امام صاحب حرمین تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ میں عطا ابن ریاح سے علم حدیث حاصل کیا۔ مدینہ طیبہ میں بھی علوم حاصل کیے۔ حضرت امام باقر سے بھی آپ نے بہت تعلیم حاصل کی اور اہل بیت سے خاص محبت رکھتے تھے۔ یزید بن عمرو بن ہیرہ گورنر کوفہ نے امام صاحب کو کوئی عہدہ بقول بعض عہدہ قضا یا افسر خزانہ دینا چاہا تھا۔ امام صاحب نے انکار کیا۔ یزید نے غصے میں آ کر دس درّہ روزانہ لگائے جانے کا حکم دیا۔ لیکن امام صاحب اپنی رائے پر قائم رہے اور اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔ کچھ دنوں بعد یزید نے خود امام صاحب کو چھوڑ دیا اور وہ کوفے سے مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۳ء تک وہیں رہے۔ خلیفہ منصور کے زمانے میں ۱۴۶ھ مطابق ۷۶۳ء میں بغداد بلائے گئے۔ خلیفہ نے ان کو عہدہ قضا پیش کیا۔ آپ نے بے حد انکار کیا مگر جب خلیفہ نے ایک نہ مانی تو مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ ایک روز کام بھی کیا۔ لیکن پھر خلیفہ سے معذرت کی۔ خلیفہ نے قید کر دیا۔ ۱۴۶ھ مطابق ۷۶۳ء سے ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء تک قید رہے۔ لیکن یہ قید معمولی نظربندی تھی کوئی امر ان کے ادب و تعظیم کے خلاف نہ ہوتا تھا۔ حلقہ درس جاری تھا۔ امام محمد نے جو امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں تھے قید

خانے ہی میں تعلیم پائی تھی۔ خلیفہ کو قید خانہ میں اس قدر رجحان دیکھ کر امام صاحب کی طرف سے بغاوت کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے ان کو زہر دلوادیا اور رجب ۱۵۰ھ م ۷۶۷ء میں امام صاحب کی شہادت واقع ہوئی۔ خیزراں کے مقبرے میں دفن کیے گئے۔ جنازے کی پہلی نماز میں پچاس ہزار آدمی کا مجمع تھا۔ اس کے بعد بیس روز تک لوگ نماز پڑھا کیے۔ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ لاکھوں روپے کا لین دین تھا۔ معاملہ نہایت صاف اور سچا رکھتے تھے اور مخیّر بہت تھے۔ اکثر فقراء و مساکین پر صرف کرتے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں فقہ اکبر، العالم والمتعلم، مسند وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ قاضی ابو یوسف بھی آپ کے شاگردان رشید میں نہایت مشہور ہیں۔

حنین : ابوزید عبدالرحمٰن حنین بن اسحاق بن حنین نام ہے۔ مشہور طبیب تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں یونانی زبان سے شامی اور عربی زبان میں ترجمہ کیں۔

حیا : شیورام داس نام۔ راجہ دیا مل امتیاز کا بھائی تھا۔ مرزا عبدالقادر بیدل سے تلمذ تھا۔ پانچ ہزار اشعار کا ایک دیوان یادگار چھوڑا۔

حیات اللہ احراری : حیات العارفین ان کی تصنیف ہے۔ ۱۰۶۱ء میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر آگرہ میں ہے۔

حیدر : میر حیدر شاہ اس کا نام ہے۔ نواب سرفراز خاں حاکم بنگال کی ملازمت میں ایک بہادر سپاہی تھا۔ احمد شاہ کے زمانے میں ۱۷۵۰ء م ۱۱۶۱ھ کے قریب سو برس کی عمر میں وفات پائی۔

حیدر خاں میر : میر حیدر کا پوتا تھا۔ ۱۸ ر ستمبر ۱۷۲۸ء م ۱۱۳۲ھ کو اس نے حسن علی خاں امیر الامراء کو عرضی پیش کرنے کے بہانے سے شہنشاہ محمد شاہ کے اغوا سے مار ڈالا پھر خود بھی مارا گیا۔

حیدر رازی : ایک ایرانی مورخ تھا جس نے سترھویں صدی عیسوی میں متعدد تصانیف کیں۔

حیدر سلطان : شاہ اسمٰعیل اوّل صفوی کا باپ تھا۔ شیخ جنید بن شیخ ابراہیم بن خواجہ علی بن شیخ صدرالدین موسیٰ بن شیخ صافی یا صفی الدین اردبیلی کا بیٹا تھا جو موسیٰ کاظم امام ہفتم کی اکیسویں پشت میں تھا۔ شروان میں جولائی ۱۴۸۰ء مطابق شعبان ۸۹۳ھ میں یعقوب بیگ بن اذن حسن کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا۔

حیدر علی : ایک پنجابی سپاہی تھا۔ فتح محمد نامی کا بیٹا تھا۔ ۱۷۰۲ء میں پیدا ہوا۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا مگر غیر معمولی حافظہ رکھتا تھا۔ ۴۷ سال کی عمر میں میسور کی فوج میں بھرتی ہوا اور دیکھتے دیکھتے سرداری کے رتبہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت سلطنت میسور میں نن راج وزیر اصلی حکمراں بنا بیٹھا تھا۔ حیدر نے رفتہ رفتہ اپنی فوج اور سامان بڑھالیا۔ اسی دوران میں مرہٹوں کو بھی ایک سے زیادہ مرتبہ سخت سخت شکستیں دیں حتی کہ رعایا اور فوج کا اعتبار حیدر پر زیادہ ہوتا گیا جس سے فائدہ اٹھا کر ۱۷۶۱ء میں حیدر نے تخت میسور پر قبضہ کرلیا۔ ۲۰ سال تک حکومت کی اور انگریزی قوت کا ہمیشہ مقابل بنا رہا۔ اس کی شجاعت اور بہادری کے کارنامے جو انگریزوں کے خلاف اس نے دکھائے تاریخ ہندوستان کے اہم واقعات سمجھے جاتے ہیں۔ ۱۷۸۲ء میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا سلطان ٹیپو (ٹیپو) اس کا جانشیں ہوا۔

حیدر علی : مولوی فیض آبادی۔ فیض آباد کے رہنے والے تھے۔ منتہی الکلام اور دیگر کتب ان کی تصنیف ہیں۔ دہلی میں ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۰ھ میں زندہ تھے۔

حیدر معمائی میر : شاہ اسمٰعیل ثانی شاہ فارس کے

زمانے میں ایک معمہ گو گزرا ہے۔ تاریخ اور معمے لکھنے میں مشہور تھا۔ اکبر کے زمانہ میں ہندوستان آیا اور جب بحری راستے سے ایران کو واپس جا رہا تھا سمندر میں غرق ہو گیا۔

حیدر ملک : رئیس الملک چغتائی اس کا خطاب تھا۔ ایک نہایت معتبر تاریخ کشمیر لکھی جس میں اس نے اپنے زمانے تک کے حالات درج کیے ہیں۔ جہانگیر کے دربار کا امیر تھا۔ اس کا زمانہ ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۸ء کے قریب ہے کیونکہ اس سال میں اس کا بادشاہ کے ساتھ کشمیر جانا پایا جاتا ہے۔

حیدری : اصل نام محمد اکبر نذر علی حیدری ہے۔ پیدائش ۱۸۶۹ء میں بمقام بمبئی ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں بی۔ اے۔ اور اسی سال ایل۔ ایل۔ بی۔ کا امتحان پاس کیا۔ ناگپور میں انجمن اسلامیہ کے زیر نگرانی ایک مدرسہ قائم کرایا جس کے لائف پریسیڈنٹ ہیں۔ ۱۸۹۲ء میں اکونٹنٹ جنرل ہو کر الہ آباد اور مدراس میں رہے۔ گورنمنٹ پریسوں کی جانچ کا کام بھی ان کے سپرد رہا جس سے سرکار کی کئی لاکھ کی بچت ہوئی۔ علی گڑھ ایم۔ اے۔ او۔ کالج کے ٹرسٹی رہے اور اب علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کورٹ کے ممبر ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کی اور ایک عالمانہ خطبہ سے حاضرین کو مستفید کیا۔ حیدرآباد دکن میں سلطنت آصفیہ کے فنانس منسٹر ہیں۔ حیدر نواز جنگ کے خطاب سے ممتاز ہیں۔

حیران : میر حیدر علی کا تخلص ہے*۔ ضلع بہار میں ان کو قتل کیا گیا مگر دم نکلنے سے قبل قاتل پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا۔

حیرانی : مولانا ہمدانی۔ ہمدان کا رہنے والا تھا۔ چند مثنویاں اس کی تصنیف ہیں۔ یعنی بہرام و ناہید، مناظرہ ارض و سما، مناظرۂ شمع و پروانہ اور مناظرۂ بیخ و مرغ۔ ۹۸-۱۴۹۷ء مطابق ۹۰۳ھ میں وفات پائی۔

حیرت : پنڈت اجودھیا پرشاد کا تخلص ہے۔ کشمیری الاصل تھے مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چند مثنویاں اور ایک مختصر دیوان ان کی تصنیف ہیں۔ ۱۲۳۴ھ م ۱۸۱۸ء میں ۳۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حیرت : ملاحظہ ہو قیام الدین۔

حیرتی : مرو کا ایک شاعر تھا۔ ایک قصیدے کے عوض جو شاہ طہماسپ اوّل صفوی کی شان میں لکھا تھا ملک الشعراء کا خطاب ملا تھا۔ کتاب بہجۃ المباہج کے علاوہ مثنوی گلزار اس کی تصنیف ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد چالیس ہزار ہے۔ کاشان میں ۱۵۵۴ء م ۹۶۲ھ میں قتل ہوا۔

حیرتی : ایک مشہور شاعر تھا۔ اصفہان میں تعلیم پائی اور ۱۵۸۵ء میں جب تقی کاشانی نے اپنا تذکرہ لکھا زندہ تھا۔ اگرچہ اس کو سرکار ایران سے ایک معقول رقم گزر اوقات کے واسطے ملتی تھی مگر اس کی فضول خرچی کی وجہ سے وہ بالکل ناکافی ہوتی تھی۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی بادشاہوں کی فیاضی سن کر ۱۵۸۱ء م ۹۸۹ھ میں ہندوستان آیا اور یہیں فوت ہوا۔

خ

خاتون : ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی ترکان خاتون کے بطن سے تھی۔ خلیفہ مقتدی بامراللہ عباسی سے ۴۷۸ھ م ۱۰۸۵ء میں عقد ہوا۔ اور ۴۸۰ھ م ۱۰۷۸ء میں

---

* دلی میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ اور فیض آباد میں تربیت پائی۔ سپہ گری پیشہ تھا مگر شاعری سے فطری مناسبت تھی، اس لئے خوب خوب کہا ہے۔ صاحب تلامذہ تھا۔ چنانچہ میر شیر علی افسوس اس کے شاگرد تھے۔ سرب سنگھ دیوانہ سے تلمذ تھا۔ نواب آصف الدولہ کے عہد میں بہار میں مقتول ہوا۔ لطف نے لکھا ہے کہ ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) تک بقید حیات تھا۔ (عرشی)

رخصتی ہوئی۔ پچاس لاکھ مہر معجل قرار پایا۔ اس عقد میں چالیس ہزار من فقط شکر صرف ہوئی۔ خاتون کے بطن سے جولڑکا ہوا اس کا نام ابوالفضل جعفر تھا۔

خادم : تخلص۔ ناظر بیگ نام۔ محمد افضل ثابت کا شاگرد تھا۔ ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ سے کچھ عرصے پیشتر فوت ہوا۔

خادم : تخلص۔ شیخ احمد علی سندیلوی بن محمد حاجی بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ منجملہ ان کے ایک کتاب انیس العشاق ہے۔ تقریباً ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ میں گزرا ہے۔

خافی : ابوالحسن خاں مصنف نظم چہار درویش کا تخلص ہے۔

خافی خاں : اصل نام محمد ہاشم ہے۔ ایرانی الاصل۔ بادشاہ عالمگیر کے زمانے کا مشہور مصنف ہے۔ ''منتخب اللباب'' جس کو تاریخ خافی خاں بھی کہتے ہیں اسی کی تصنیف سے ہے۔ یہ ہندوستان کی مشہور تاریخ ہے۔ اس تاریخ میں بابر شاہ سے لے کر محمد شاہ کی تخت نشینی تک کے حالات لکھے گئے ہیں۔ بالخصوص عالمگیر کے عہد کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس تاریخ کو وہ عالمگیر کے عہد میں شائع نہ کر سکا۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۷۳۲ء میں اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ اس کی تصنیف مقبول انام ہوئی اور اس تصنیف کو خافی خاں کے لقب سے موسوم کیا گیا۔ انگریز مؤرخین اس تاریخ کو نہایت قابل قدر اور مستند مانتے ہیں۔

خاقانی : ایران کا مشہور شاعر خاقان کبیر منوچہر بادشاہ شروان کے عہد میں گزرا ہے۔ اس کو سلطان الشعراء کا خطاب ملا تھا۔ اس کا نام افضل الدین ابراہیم بن علی شروانی تھا۔ شروان کا رہنے والا ابوالعلا گنجوی کا شاگرد اور فلکی اس کا استاد بھائی تھا۔ خاقانی کا تخلص ابتدا میں حقایقی تھا۔ جب خاقان کبیر منوچہر کے دربار میں پہنچا تو سلطان نے اسے خاقانی کے لقب سے ملقب کر دیا جس کو اس نے اپنا تخلص بنالیا۔ تحفۃ العراقین کا مصنف ہے جس میں عراق عجم اور عراق عرب کا حال نظم میں لکھا گیا ہے۔ ایک دیوان فارسی اس کی تصنیف ہے۔ بمقام تبریز ۱۱۸۶ء مطابق ۵۸۲ھ میں وفات پائی۔ مقبرہ سرخاب میں دفن ہوا۔ وہیں ظہیر فاریابی اور غفور نیشاپوری اس کے پہلو میں مدفون ہیں۔

خاکسار : شکراللہ خاں کا تخلص ہے جو ۱۶۹۶ء مطابق ۱۱۰۸ھ میں فوت ہوا۔ اور ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔

خاکی : کتاب مناقب العارفین کا مصنف ہے۔ یہ کتاب تین صوفیائے کرام، خواجہ بہاء الدین و برہان الدین و جلال الدین کے حالات پر مشتمل ہے۔

خاکی شیرازی : ایک فارسی دیوان کا مصنف ہے۔

خالد ابن برمک : پہلا برمک تھا جو ابوالعباس سفاح کا وزیر تھا۔ وہ جعفر وزیر ہارون الرشید کا دادا تھا۔ ۷۸۰ء یا ۷۸۲ء مطابق ۱۶۳ھ یا ۱۶۵ھ میں فوت ہوا۔

خالد ابن ولید : ہجرت کے آٹھویں سال اسلام قبول کیا اور مسلمانوں کے ایک مشہور اور بہادر سپہ سالار ہوئے حضرت میمونہ اُم المومنین ان کی پھوپھی تھیں۔ جنگ موتہ کے (۸ھ م ۶۲۹ء) موقع پر عام انتخاب سے آپ فوج اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ سیف اللہ آپ کا لقب تھا۔ اس لڑائی میں آپ نے شجاعت و سپہ گری کی خوب داد دی۔ رومی فوج کو سخت شکست ہوئی۔ جنگ یمامہ میں مسیلمۂ کذاب کو شکست دی۔ حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کے زمانے میں صرف اتنی بات پر کہ آپ بیت المال کے مصارف کا حساب دربار خلافت میں نہیں بھیجا کرتے تھے سپہ سالاری سے تنزل کر کے آپ کو ابوعبیدہ کا ماتحت کر دیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے موقع

پر معزول کر دیا اور تمام عمال کے نام یہ اطلاع بھیج دی کہ خالد کو ناراضی یا خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا گیا بلکہ اس وجہ سے ہٹایا گیا کہ لوگ ان کی اس درجہ تعظیم و تکریم کرنے لگے تھے کہ آئندہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں لوگوں کے عقائد مشرکانہ نہ ہو جائیں۔ آخر کار ۶۳۹ء میں عمواس کی وبا میں انتقال ہوا۔

خالد ابن یزید ابن معاویہ : یزید بن معاویہ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ معاویہ ثانی کی وفات پر مروان اس کو تخت سے محروم کر کے خود جانشین ہو گیا اور اس غرض سے کہ خالد کی ماں کو خالد کا تخت نشین ہونا ناگوار نہ گزرے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ لیکن اس نے موقع پا کر مروان کو قتل کر دیا۔ خالد علمی مذاق رکھتا تھا اور ۷۰۴ء مطابق ۸۵ھ میں فوت ہوا۔

خالدی : ابوالفرج کا لقب ہے جو دربار سلطان سیف الدولہ ہمدانی کا نامور شاعر تھا۔ قصبۂ خالدیہ کا متوطن تھا اور اسی وجہ سے خالدی کہلاتا تھا۔

خالص : (ملاحظہ ہو امتیاز خاں اصفہانی)۔

خان بہادر : پسر راجہ متھرا جیت ساکن پٹنہ کتاب جامع بہادر خانی کا مصنف ہے جو فارسی زبان میں یورپین سائنس (علوم جدیدہ) پر پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نجوم و علم مناظرہ اور علم ریاضی کے رسالے شامل ہیں اور اعداد و علم ہندسہ وغیرہ کے بہت سے نکات پر مشتمل ہے۔

خان بہادر خاں : حافظ رحمت خاں کے خاندان میں تھا جو ۱۸۵۷ء میں بریلی کا جج ماتحت (صدر الصدور) تھا جب بریلی میں غدر کے آثار نمایاں ہوئے تو اس نے اپنی بدعقلی سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا اور وہاں کا حاکم بن بیٹھا۔ نہ صرف بریلی میں بلکہ قرب و جوار میں بھی اپنی طرف سے ناظم مقرر کر دیئے، فوج بھرتی کرنا شروع کی، توپیں ڈھلوائیں، جابجا تھانے اور تحصیلیں مقرر کیں ان انتظامات کی غرض سے رعایا سے جبریہ روپیہ وصول کیا۔ آخر انگریزی عملداری قائم ہونے پر ۱۸۵۸ء میں سزائے موت پائی۔

خان بہادر خاں بن جلال الدین خاں بن حافظ رحمت خاں (ملاحظہ ہو مصروف)۔

خان دوراں اوّل : جس کا نام شاہ بیگ خاں کابلی ہے۔ سلطان اکبر کے عہد میں ایک امیر تھا۔ ۱۶۰۷ء مطابق ۱۰۱۶ھ میں اس کو جہانگیر نے خان دوراں کا خطاب عطا کیا تھا اور کابل کا صوبہ دار مقرر کیا تھا وہ لاہور میں ۱۶۳۰ء مطابق ۱۰۲۹ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

خان دوراں خان ثانی نصرت جنگ : نصرت جنگ خطاب خواجہ حصاری نقشبندی کا ہے۔ شاہجہاں کے عہد میں وہ ملازمت شاہی میں منسلک تھا اور ہفت ہزاری کا منصب رکھتا تھا۔ بتاریخ ۱۲ر جولائی ۱۶۴۹ء مطابق ۲۷ر جمادی الاول ۱۰۵۵ھ لاہور میں ایک نوجوان کشمیری برہمن کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی نعش گوالیار میں لا کر اس کے خاندانی قبرستان میں دفن کی گئی۔

خان دوراں ثالث نصرت خاں : نصرت خاں بن خان دوراں نصرت جنگ۔ شاہنشاہ عالمگیر کے عہد میں پنج ہزاری منصب دار تھا۔ اپنی زندگی کے آخر حصے میں وہ صوبیدار اڑیسہ مقرر کیا گیا وہیں چند سال کے بعد ۱۶۶۷ء مطابق ۱۰۷۷ھ میں فوت ہوا۔

خان دوراں رابع : ملاحظہ ہو عبدالصمد خاں بہادر جنگ۔

خان جہاں : حسین قلی بیگ۔ عہد اکبری میں پنج ہزاری منصب پر ممتاز تھا۔ بعد وفات منعم خاں ۱۵۷۶ء مطابق ۹۸۴ھ میں وہ صوبہ دار بنگال مقرر ہوا۔ اس نے داؤد خاں معزول نواب بنگال کو جو بادشاہ

کے مقابلے میں دوبارہ باغی ہو گیا تھا اسی سال شکست دے کر قید کر لیا اور بالآخر تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کا سر آگرے بھیج دیا۔

فہرست صوبہ داران بنگال

خان جہاں	۱۵۷۶ء
مظفر خاں	۱۵۷۹ء
راجہ ٹوڈرمل	۱۵۸۰ء
خان اعظم	۱۵۸۲ء
شہباز خاں	۱۵۸۴ء
راجہ مان سنگھ	۱۵۸۹ء
قطب الدین	۱۶۰۶ء
جہانگیر قلی	۱۶۰۷ء
اسلام خاں	۱۶۰۸ء
قاسم خاں	۱۶۱۳ء
ابراہیم خاں	۱۶۱۸ء
شاہجہاں	۱۶۲۲ء
خانہ زاد	۱۶۲۵ء
مکرم خاں	۱۶۲۵ء
فدائی خاں	۱۶۲۸ء
قاسم خاں جوبن	۱۶۲۸ء
اعظم خاں	۱۶۳۲ء
سلطان شجاع	۱۶۳۹ء
میر جملہ	۱۶۶۰ء
شایستہ خاں	۱۶۶۴ء
فدائی خاں	۱۶۷۷ء
سلطان محمد اعظم	۱۶۷۸ء
شایستہ خاں	۱۶۸۰ء
ابراہیم خاں	۱۶۸۹ء
مرزا عظیم الشان	۱۶۹۷ء

خان جہاں بارہہ : سید مظفر خاں ساکن بارہہ ضلع مظفر نگر کا خطاب ہے جو چھ ہزاری منصب دار تھا اور بعہد شاہجہانی لاہور میں ۱۶۴۵ء مطابق ۱۰۵۵ھ میں فوت ہوا۔

خان جہاں کوکلتاش : اصل نام میر ملک حسین میر ابوالمعالی خوافی کا فرزند تھا۔ اس کا شمار مقتدر امراء میں تھا اور چونکہ عالمگیر کی دایہ کا لڑکا تھا لہٰذا اپنے آپ کو تمام امراء سے بڑا سمجھتا تھا۔ ۱۶۷۰ء مطابق ۱۰۸۱ھ میں صوبہ دار دکن مقرر ہوا اور تقریباً ۱۶۷۳ء میں عالمگیر نے ۷۰۰ کے منصب سے ۷۰۰۰ کے منصب پر ترقی دی اور خان جہاں بہادر کوکلتاش ظفر جنگ خطاب عطا کیا۔ اس کا سابقہ خطاب بہادر خاں تھا۔ بتاریخ ۲۴/ نومبر ۱۶۹۷ء مطابق ۱۹/ جمادی الاول ۱۱۰۹ھ فوت ہوا۔ تاریخ آسام موسومہ حملہ آسام اسی کی تصنیف سے ہے۔

خان جہاں کوکلتاش ظفر جنگ : جہاندار شاہ کے رضاعی بھائی علی مراد کا خطاب تھا۔ بہادر شاہ کے عہد میں اس کو کوکلتاش خاں* کا خطاب عطا کیا گیا اور جب جہاندار شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے خان** جہاں ظفر جنگ کے خطاب سے مخاطب کیا اور میر بخشی کے معزز عہدے پر مامور کر کے ۹ ہزاری منصب سے سرفراز کیا چند دنوں کے بعد فرخ سیر اور جہاں دار شاہ کی باہمی لڑائی میں ۱۷۱۳ء مطابق*** ۱۱۲۵ھ میں مارا گیا۔

خان جہاں لودی : غالباً ایک مجہول النسب افغان تھا لیکن ہندوستان میں اپنی قوم پر فخر اور غرور کرتا تھا۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ سلطان بہلول لودی کی اولاد میں تھا اور بقول بعض مؤرخین وہ دولت خاں لودی شاہو خیل کی اولاد سے تھا۔ بہت سی فوجی خدمات

---

* بہادر۔ (عرشی)
** خان بہادر ظفر جنگ سپہ سردار۔ (عرشی)
*** چہارشنبہ ۱۳/ ذی الحجہ۔ (عرشی)

اس کے متعلق تھیں۔ شاہنشاہ جہانگیر کے عہد میں پنج ہزاری منصب پر سرفراز تھا۔ دکن کی کمان پر بماتحتی شاہزادہ پرویز اس کی تعیناتی رہی ہے۔ شاہجہاں کے عہد میں اس نے بغاوت اختیار کر لی تھی اور خودمختاری حاصل کرنے کی کوشش میں تھا۔ ۱۰۴۰ء مطابق ۱۶۳۱ء میں بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا اور ۲۸ رجنوری سنہ مذکور کو فوج کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ سر کاٹ کر شاہجہاں کے پاس آگرہ بھیجا گیا۔

خان جہاں مقبول ملک : خطاب قوام الملک سے ممتاز تھا۔ سلطان فیروز شاہ باربک کے عہد میں جو ۱۳۵۱ء سے شروع ہوتا ہے وزارت کا عہدہ ملا۔ وہ ابتدا میں ہندو تھا اور اس کا نام کٹو تھا۔ مسلمان ہونے پر اس کا نام مقبول رکھا گیا اور ۱۳۷۴ء مطابق ۷۷۶ھ میں فوت ہوا۔

خان خاناں : بیرم خاں وزیر اکبر اور اس کے بیٹے عبدالرحیم خان خاناں وزیر شاہنشاہ مذکور اس خطاب سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ (ان کے حالات ملاحظہ ہوں)۔

خان زماں : علی قلی خاں کا خطاب ہے۔ شاہنشاہ ہمایوں کے مشہور سردار حیدر سلطان ازبک کا لڑکا تھا۔ بہادر خاں اس کا حقیقی بھائی تھا۔ اکبر کے عہد میں بھی دونوں بھائی اپنی عمدہ خدمات کے سبب معزز و ممتاز رہے۔ جونپور میں جاگیر عطا ہوئی۔ دونوں بھائیوں نے شاہزادہ مرزا الحکیم کی طرف ہوکر بادشاہ کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا جس کی وجہ سے بادشاہ کو ان کے مقابلے کے لیے فوج بھیجنا پڑی۔ اس لڑائی میں دونوں بھائی کام آئے۔ یہ واقعہ ۹ رجون ۱۵۶۷ء مطابق یکم ذی الحجہ ۹۷۴ھ میں پیش آیا۔

خان زماں : اعظم خاں برادر آصف جعفر بیگ داماد یمین الدولہ آصف خاں کے دوسرے پسر میر خلیل کا خطاب ہے۔ وہ شاہجہاں کے عہد میں برسوں ملازمت شاہی میں رہا اور عالمگیر کے عہد میں پنج ہزاری کے منصب پر ممتاز رہا۔ اپنی وفات کے وقت وہ مالوہ کا صوبہ دار تھا جہاں وہ ۱۶۸۴ء مطابق ۱۰۹۵ھ میں فوت ہوا۔

خان زماں بہادر : جس کا سابق خطاب خانہ زاد خاں تھا۔ امان اللہ نام تھا۔ مہابت خاں عرف زمانہ بیگ کا پسر تھا۔ سلطان جہانگیر کے عہد میں وہ ایک علاقہ کا سردار تھا اور ۱۶۲۵ء مطابق ۱۰۳۴ھ میں صوبہ دار بنگال مقرر ہوا۔ عہد شاہجہانی کے پہلے سال اس کو منصب پنج ہزاری مع خطاب خان زماں بہادر عطا ہوا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ امانی تخلص تھا۔ ایک کتاب موسومہ ''مجموعہ'' کا مصنف ہے جس میں تمام مسلمان بادشاہوں کے حالات درج ہیں جنھوں نے اس کے زمانے سے قبل تمام دنیا میں حکومت کی تھی۔ اس نے ایک دیوان بھی یادگار چھوڑا۔ دولت آباد میں ۱۶۳۷ء مطابق ۱۰۴۷ھ میں فوت ہوا۔

خان زماں فتح جنگ : شیخ نظام حیدرآبادی کا خطاب تھا۔ ابتدا میں وہ چند سال ابوالحسن حاکم حیدرآباد کا ملازم رہا۔ اس کے بعد شاہنشاہ عالمگیر کی ملازمت میں داخل ہوا۔ ۱۶۸۹ء مطابق ۱۱۰۰ھ اس نے مرہٹہ سردار سمبھا کو مع اس کی بی بی اور بچوں کے قید کیا جس کی وجہ سے وہ خطاب مذکورہ بالا کے ساتھ ہفت ہزاری کے منصب پر ممتاز کیا گیا۔ ۱۶۹۶ء مطابق ۱۱۰۸ھ میں فوت ہوا۔

خان عالم : مرزا برخوردار کا خطاب ہے جو مرزا عبدالرحمٰن کا بیٹا تھا۔ عہد شاہجہانی میں پنج ہزاری منصب پر ممتاز تھا۔ عہد عالمگیری میں بھی معزز و مفتخر رہا

۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شاہنشاہ عالمگیر کے دربار میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ پنشن پاتا تھا۔ آگرے میں دریائے جمنا کے کنارے اس نے ایک مکان اور ایک باغ تعمیر کرایا تھا۔ یہ عمارت سنگِ سرخ سے روضہ تاج گنج کے شمالی بُرج سے ملحق ۵۰ بیگہ آراضی میں تعمیر ہوئی تھی۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ شش ہزاری منصب پر ممتاز تھا۔ اور بہار کی صوبہ داری پر مامور تھا۔

خان عالم : اخلاص خاں بن خان زماں شیخ نظام کا خطاب ہے۔ شاہنشاہ عالمگیر کے امراء میں داخل تھا۔ ۱۶۸۹ء مطابق ۱۱۰۰ھ میں پنج ہزاری منصب پر ممتاز ہوا اور خان عالم کا خطاب پایا۔ ۱۶۹۶ء میں شش ہزاری منصب عطا ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد خاندان شاہی میں جو باہمی لڑائیاں ہوئیں ان میں اس نے بمقابلہ بہادر شاہ کے اعظم شاہ کی طرفداری کی اور اسی جھگڑے میں ۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ میں مارا گیا۔

خان مرزا : حاکم بدخشاں سلطان ابوسعید مرزا کا بیٹا تھا جو امیر تیمور کی اولاد سے تھا۔ ۱۵۲۱ء مطابق ۹۲۷ھ میں فوت ہوا اور ۷ سال کا ایک پسر مرزا سلیمان نامی یادگار چھوڑا۔ خان مرزا سلطان بابر کا چچازاد بھائی تھا جس نے مرزا کی وفات پر اپنے خاص پسر ہمایوں کو اس حکومت پر مقرر کیا۔

خان مرزا خطاب عبدالرحیم خان خانخاناں : وزیر اکبر کا لقب ہے۔ (ملاحظہ ہو بیرم خاں)۔

خانم سلطان : شاہنشاہ اکبر کی ایک دختر تھی جس کی شادی مظفر حسین مرزا بن ابراہیم حسین مرزا سے ۱۵۹۳ء میں ہوئی تھی۔

خانہ زاد بیگم : عمر شیخ کی بیٹی اور شاہنشاہ بابر کی بہن تھی جو اس سے پانچ سال بڑی تھی۔

خانہ زاد خاں : بن سر بلند خاں ۱۷۲۳ء مطابق ۱۱۳۵ھ میں پشاور کا صوبہ دار تھا۔ ۱۷۳۲ء مطابق ۱۱۴۵ھ میں جب کہ محمد شاہ نے اس کے باپ کو الٰہ آباد کی حکومت عطا کی وہ بھی اس کی امداد کے لیے الٰہ آباد چلا آیا اور ناظم مقرر ہوا۔

خاوند شاہ امیر : جو تاریخ میں میر خاوند امیر خاں اور شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا پورا نام محمد بن خاوند شاہ بن محمود تھا۔ وہ ایک مشہور فارسی مؤرخ ہے۔ ۱۴۳۳ء مطابق ۸۳۶ھ کے آخر یا ۱۴۳۴ء مطابق ۸۳۷ھ کے شروع میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ کا نام سید برہان الدین خاوند شاہ تھا۔ ماوراء النہر کا رہنے والا تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وہ امیر علی شیر وزیر سلطان ہرات کے دربار میں داخل ہو گیا تھا۔ وزیر موصوف کی حوصلہ افزائی سے اس نے ایک تاریخ موسومہ روضۃ الصفا لکھی جس کو اسی کے نام پر معنون کیا گیا۔ یہ کتاب انگریزی مصنفین میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے۔ اس کی سات جلدیں ہیں۔ چھ جلدیں خود مصنف کی لکھی ہوئی ہیں۔ آخری جلد اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نے لکھی تھی خاوند شاہ نے بمقام بلخ ۲۳؍جون ۱۴۹۸ء مطابق ۲؍ذیقعدہ ۹۰۳ھ کو ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مآثر الملوک، اخبار الاخیار، دستور الوزراء، مکارم الاخلاق، منتخب تاریخ وصاف، غریب الاسرار اور جواہر الاخبار ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

خدابندہ خاں : امیر الامرا شایستہ خاں کا بیٹا تھا۔ اپنے باپ کی زندگی میں وہ فوجدار بہرائچ تھا اور ایک ہزاری منصب حاصل تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۱۶۹۴ء

میں دربار شاہی میں طلب ہوا اور جملۃ الملک کی لڑکی سے اس کی شادی ہوگئی۔ ۱۷۰۰ء مطابق ۱۱۱۲ھ میں اس کو بیدر (دکن) کا ناظم مقرر کر دیا۔ اس کے بعد کرناٹک، بیجاپور کا گورنر ہوگیا۔ روح اللہ خاں ثانی کی وفات کے بعد ۱۷۰۳ء میں داروغہ محلات شاہی کے عہدے پر ممتاز ہوا اور دو ہزار پانصدی منصب عطا ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے وقت سہ ہزاری منصب پر ممتاز تھا۔ بہادر شاہ کے مقابلے میں شاہزادہ اعظم شاہ کی طرف سے لڑا اور جون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ میں اسی قصے میں لڑ کر جان دی۔

خدیجۃ الکبریٰ : حضرت نبی اکرم صلعم کی پہلی بیوی تھیں۔ نکاح سے پہلے آپ نے آنحضرت کی امانت و دیانت کا شہرہ سن کر اپنا تجارتی کاروبار ان کے سپرد کر دیا تھا۔ بعدہٗ زوجیت کا افتخار حاصل کیا۔ بحالت بیوگی ۴۰ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۲۵ سال کی تھی۔ ۶۶ برس کی عمر میں یعنی دسویں سال نبوت میں انتقال ہوا۔ ۲۶ سال کے قریب آنحضرتؐ کی زوجیت میں رہیں اور ان کے جیتے جی آنحضرتؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ یہ ایک باکمال اور برگزیدہ خاتون تھیں۔ حضرت فاطمہ زہراؓ انھیں کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ ان کی وفات مکے میں ہوئی وہیں ان کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

خزاعی : ملاحظہ ہو ابوعبداللہ محمد بن حسین الخزاعی۔

خرد : باقر کاشی کا تخلص ہے۔ (ملاحظہ ہو باقر کاشی)۔

خسرو (امیر) : خواجہ ابوالحسن کا عرف ہے جو ہندوستان کے نہایت مشہور صوفی شاعر تھے۔ ان کا لقب طوطی ہند تھا۔ انھوں نے بہت سے سلاطین دہلی کے یہاں ملازمت کی۔ ان کے والد سیف شمسی الملقب بہ امیر محمود سیف الدین لاچین قوم کے ترک تھے۔ بلخ سے ہندوستان آئے۔ امیر خسرو پٹیالی ضلع ایٹہ میں ۱۲۵۳ء مطابق ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کی عمر میں سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا۔ تربیت و تعلیم ان کے نانا نواب عماد الملک نے کی۔ ۹ سال کی عمر میں شاعری شروع کر دی تھی۔ ان کے کلام میں ایک خاص درد پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کے پیر طریقت حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء بدایونی کی دعا کا اثر تھا۔ آپ اپنے پیر سے بدرجۂ اتم عقیدت رکھتے تھے اور پیر بھی بدرجۂ غایت ان سے محبت کرتے تھے۔ پیار میں ان کو ترک اللہ کے نام سے پکارتے تھے۔ خسرو کو بدقسمتی سے ایسا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا جبکہ ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ نہایت پژمردہ رہتے تھے۔ لیکن زندگی کے آخری ایام میں ان کو غیاث الدین تغلق جیسے عادل بادشاہ کا عہد دیکھنا نصیب ہوا جس کی خوبیوں کا ذکر انھوں نے اپنے تغلق نامہ میں لکھا ہے۔ ۹۹ کتابیں آپ کی تصنیف سے کہی جاتی ہیں جن میں سے زیادہ حصہ معدوم ہے۔ برج بھاشا میں بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا تھا جس کا اب نام ونشان باقی نہیں۔ آپ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ سرکار نظام کی سرپرستی میں نواب اسحاق خاں سکریٹری علی گڑھ کالج کے اہتمام سے اعلیٰ پیمانے پر ان کی تصنیفات کا ایک خاص ایڈیشن سلسلۂ خسروی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ چار کتابیں مع تنقید اور تصحیح کے طبع ہوئی ہیں۔ خسرو کی جو تصنیفات دست برد زمانہ سے باقی رہ گئی ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :

تحفۃ الصغیر (دیوان)، شط الحیواۃ (دیوان) غرۃ الکمال (دیوان)، بقیہ نقیہ (دیوان)، ہشت بہشت

(مثنوی)، اسکندر نامہ یا آئینہ سکندری (مثنوی)، اعجاز خسروی (نثر)، مثنوی لیلیٰ مجنوں، مطلع الانوار (مثنوی)، قران السعدین، نُہ سپہر، نہایت الکمال (دیوان)، شیریں خسرو، تاج الفتوح، دول رانی و خضر خاں، افضل الفوائد، تغلق نامہ، خزائن الفتوح، مناقب ہند (تاریخ دہلی)۔

ان کے اشعار کی تعداد چار پانچ لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ بہت سی پہیلیاں ان سے منسوب ہیں۔ فن موسیقی میں بھی اچھا دخل تھا۔ بہت سے گیت ان کی ایجاد سے کہے جاتے ہیں۔ ستار میں اکثر نئی باتیں پیدا کیں۔ قوالی کو ایک خاص قاعدے پر قائم کیا اور اسی لیے آپ مشائخین کی مجلسوں میں مفتاح السماع کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ نے اپنے پیر کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی ستمبر ۱۳۲۵ء مطابق رمضان ۷۲۵ھ میں انتقال کیا اور حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار کے پائیں میں دفن ہوئے۔ ایک سو بہتر سال تک ان کا کوئی مقبرہ تیار نہیں کیا گیا۔ ۸۹۷ھ میں سب سے پہلے مہدی خواجہ نے بعہد بابر بادشاہ ان کی قبر پر عمارت تعمیر کرائی پھر جہانگیر کے عہد میں محمد عماد حسن بن سلطان علی سبزواری نے ۱۰۱۴ھ میں سنگ مرمر کا کتبہ قبر پر لگا دیا۔

خسرو پرویز: ساسانی نسل سے ہرمز سوم بادشاہ ایران کا بیٹا تھا۔ ۱۵۹۱ء میں تخت فارس پر بیٹھا۔ روما کے بادشاہوں سے اس سے لڑائی ٹھنی رہی۔ درا، اڈیسہ وغیرہ مقامات کو اس نے فتح کر لیا۔ شام، فلسطین اور بیت المقدس پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۳۰ برس تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے پیش روؤں کو ایسی کامیابی کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ آخر زمانے میں ہرقلس بادشاہ روم نے فارس پر حملہ کیا اور خسرو کی فوجوں کو شکست دی۔ اس کے تمام شاندار محل برباد کر دیئے۔ خزانہ لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے خسرو کی رعایا میں اس کی طرف سے بددلی پیدا ہو گئی۔ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انکے ملک کی بربادی کا باعث وہی ہے۔ رعایا نے اس کے خلاف ایک سازش کی اور اس کو ایک تنگ و تاریک مکان میں قید کر دیا اس سازش میں اس کا بیٹا شیرویہ جو غیر نکاحی عورت کے بطن سے تھا شریک تھا۔ خسرو کے ۱۸ بیٹے اس کے سامنے قتل کیے گئے اور قید خانے میں کچھ دنوں زندہ رہ کر ۶۲۸ھ م ۱۲۳۰ء میں اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت ۳۸ سال کہی جاتی ہے۔ شیرویہ اس کا جانشیں ہوا۔ لیکن ۱۸ ماہ سے زیادہ اس کو سلطنت کرنا نصیب نہ ہوئی۔

خسرو سلطان: سلطان جہانگیر کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ماہ اگست ۱۵۸۷ء مطابق رمضان ۹۹۵ھ میں بمقام لاہور پیدا ہوا۔ اس کی ماں راجہ مان سنگھ پسر راجہ بھگوان داس کی دختر تھی جس نے خسرو کی ولادت کے بعد شاہ بیگم کا خطاب حاصل کیا تھا۔ وہ دکن میں بتاریخ ۱۶/ جنوری ۱۶۲۲ء مطابق ۱۳/ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ ۳۶ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کی وفات کا مادہ تاریخ "فیض لایق" ہے جس سے ۱۰۳۱ھ نکلتے ہیں۔ اس کی قبر بمقام الٰہ آباد خسرو باغ میں موجود ہے۔ وہیں اس کی ماں شاہ بیگم مدفون ہے اس کے مقبرے پر فارسی قطعۂ تاریخ جس میں مادۂ مذکور نظم کیا گیا ہے کندہ ہے۔

خسرو شاہ: قدیم شاہان بدخشاں کی نسل سے تھا۔ بابر شاہ نے تقریباً ۱۵۰۵ء میں شکست دے کر اس کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی حکومت اپنے چچازاد بھائی خان مرزا کے حوالے کر دی۔

خسرو شاہ: اصل نام نظام الدین تھا۔ بہرام شاہ غزنوی

کا پسر تھا۔ ۱۱۵۲ء مطابق ۵۴۷ھ میں بمقام لاہور اپنے باپ کا جانشیں ہوا اور سات سال حکومت کر کے ۱۱۶۰ء مطابق ۵۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا خسرو ملک اس کا جانشیں ہوا۔ ملاحظہ ہو خسرو ملک بن خسرو شاہ۔

خسرو ملک : سلطان محمد شاہ تغلق اول کا بہنوئی تھا۔ سلطان فیروز شاہ جو محمد شاہ اول کے بعد تخت نشیں ہوا۔ اس نے اس کے قتل کرنے کی سازش کی تھی لیکن داور ملک پسر خسرو ملک نے بادشاہ کو عین وقت پر خطرے سے آگاہ کر دیا اور اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

خسرو ملک بن خسرو شاہ : خاندان غزنوی کا آخری بادشاہ تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۱۱۶۰ھ مطابق ۵۵۵ھ میں لاہور میں تخت نشیں ہوا اور ۱۱۸۴ء مطابق ۵۸۰ھ میں اس کو شہاب الدین غوری نے جو کہ اس وقت غزنی کا حاکم تھا شکست دی اور اس کو قید کر کے اس کے بھائی غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ پر بھیج دیا جہاں وہ چند سال کے بعد فوت ہو گیا۔

خضر خاں : بقول مؤرخین طبقات محمود شاہی وغیرہ خاندان سادات سے تھا۔ اس کا باپ ملک سلیمان ملتان کا گورنر تھا۔ اپنے باپ کے مرنے پر وہ اس کا جانشیں ہوا۔ اس نے دولت خاں لودی کو ایک لڑائی میں شکست دے کر دہلی کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ ۱۴۱۴ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو بادشاہ ہوا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو کبھی بادشاہ ہند کے لقب سے مخاطب کرنا پسند نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ شاہ رخ مرزا بن امیر تیمور کی طرف سے وہ سلطنت کرتا ہے۔ اسی کے نام کا سکہ اس نے چلایا اور سات سال کے قریب حکومت کرنے کے بعد ۴ رجون ۱۴۲۱ء مطابق ۱۷ رجمادی الاول ۸۲۴ھ کو راہی ملک عدم ہوا۔ اس کا بیٹا مبارک شاہ جانشیں ہوا۔ اس خاندان کے بادشاہوں کی فہرست درج ذیل ہے :

نام بادشاہ	تاریخ تخت نشینی
خضر خاں سید	۱۴۱۴ء مطابق ۸۱۷ھ
مبارک شاہ بن خضر خاں	۱۴۲۱ء مطابق ۸۲۴ھ
محمد شاہ بن فرید بن خضر	۱۴۳۴ء مطابق ۸۳۷ھ

علاء الدین بن محمد (جو سلطان بہلول لودی کو تخت سپرد کر کے بدایوں چلا آیا تھا) ۱۴۴۶ء مطابق ۸۴۹ھ۔

خضر خاں : بن سلطان علاء الدین خلجی۔ یہ شاہزادہ دیول دیبی دختر رائے کرن راجہ گجرات پر عاشق ہو گیا تھا جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی تھی اس کا قصہ حضرت امیر خسرو نے اپنی کتاب خضر خاں دول رانی میں لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو کولا دیوی)۔

خضر خاں خواجہ : شاہان کاشغر کی اولاد سے ہے۔ سلطان ہمایوں کی ملازمت میں تھا جس نے اس کے ساتھ اپنی بہن گلبدن کی شادی کر دی تھی اور بعدہٗ صوبہ داری بہار پر متعین رہا جہاں وہ تقریباً ۱۵۵۹ء مطابق ۹۶۶ھ میں فوت ہوا۔

خطّابی : ابو سلیمان حامد بن محمد کا لقب ہے جو کہ ایک مصنف تھا۔ ۹۹۸ء مطابق ۳۸۸ھ میں فوت ہوا۔

خطائی : شاہ اسمٰعیل صفوی اول کا تخلص تھا۔

خطیب : شمس الدین محمد بن ابراہیم المالکی کا لقب تھا۔ عام طور پر خطاب الوزیری کے نام سے مشہور ہے۔ عربی کا بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ ۱۴۸۶ء مطابق ۸۹۱ھ میں فوت ہوا۔

خطیب بغدادی : حافظ احمد بن علی۔ آپ ایک بڑے عالم اور علم حدیث کے حافظ تھے۔ آپ کی مصنفہ کتابوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے جو مختلف علوم

میں ہیں۔صرف ایک بغداد کی تاریخ دس جلدوں میں لکھی ہے۔ تاریخ دمشق بھی آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ پیدائش ۳۹۲ھ م۱۰۰۱ء وفات ۴۶۳ھ م۱۰۷۰ء۔

خلدون یا عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون ملقب بہ الحضرمی شہر حلب کا ایک مصنف اور قاضی تھا۔ امیر تیمور نے جس وقت حلب پر قبضہ کیا وہ اس کو غلام بنا کر سمرقند لے گیا جہاں وہ ۱۴۰۵ء مطابق ۸۰۸ھ میں فوت ہو گیا۔

خلیق : میر مستحسن نام، خلیق تخلص، میر غلام حسن وطن دہلی۔ مصحفی کے شاگرد۔ میر ضمیر اور مرزا فصیح مرثیہ گو کے ہمعصر تھے۔ مرثیہ گوئی میں اعلیٰ درجے کی مشق تھی۔ خوبی محاورہ اور لطف زبان ان کے یہاں خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ ۱۸۵۶ء کے قریب قبل غدر انتقال ہوا۔

خلیل : مرزا محمد ابراہیم کا تخلص ہے۔ خراسانی الاصل تھا۔ اس کا لقب اصالت خاں تھا۔ عہد عالمگیری کے امراء میں داخل تھا۔ پٹنے میں ۱۶۹۰ء مطابق ۱۱۰۲ھ میں زندہ تھا۔

خلیل ابن اسحاق : ''مختصر'' کا مصنف تھا جو فقہ مالکی کی ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے ۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں مسٹر پیرن Mr. Perron نے کیا ہے جو ۱۸۴۹ء میں شائع ہوا۔

خلیل اللہ خاں : اصالت خاں میر بخشی کا بھائی تھا۔ عمدۃ الملک خطاب تھا۔ شاہجہاں کے امراء میں داخل تھا۔ ۱۶۵۳ء مطابق ۱۰۶۳ھ میں دہلی کا گورنر مقرر ہوا۔ عہد عالمگیری کے پہلے سال میں (۱۶۵۷ء مطابق ۱۰۶۸ھ) منصب شش ہزاری عطا ہوا۔ ۱۱رفروری ۱۶۶۲ء مطابق ۲رجب ۱۰۷۲ھ کو وفات پائی۔

خلیل اللہ مرزا : (ملاحظہ ہو خلیل سلطان)۔

خلیل بن احمد بصری : بڑا عالم تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے علم عروض کے قواعد لکھے تھے۔ اکثر کتابوں کا مصنف ہے۔ تقریباً ۱۷۵ھ م۷۹۱ء میں فوت ہوا۔

خلیل خاں : دربار شاہجہانی کا پنج ہزاری منصب دار تھا۔ لیکن بہت بدمزاج تھا۔ یہی شخص تھا جس نے عالمگیر کو اس کے باپ شاہجہاں کے قید کرنے کی ترغیب دی تھی۔ آگرے میں لب جمنا اس نے ایک بہت عمدہ مکان تعمیر کرایا تھا جس کے کچھ نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

خلیل سلطان : مرزا خلیل اور خلیل اللہ بھی مشہور ہے۔ میرن شاہ کا پسر اور امیر تیمور کا پوتا تھا۔ امیر تیمور کی وفات پر وہ مع فوج کے سمرقند میں موجود تھا۔ اسی وجہ سے اراکین سلطنت نے اس کو سمرقند کے تخت پر بٹھایا۔ پورے چار برس بھی سلطنت نہ کرنے پایا تھا کہ انھیں لوگوں نے جو اس کی تخت نشینی کا باعث ہوئے تھے اس کو معزول کر کے کاشغر میں قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۴۰۸ء مطابق ۸۱۱ھ کا ہے۔ اس کی معزولی کی وجہ یہ تھی کہ وہ باوجود اپنی علمی قابلیت کے ایک طوائف شاد الملک نامی پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ اس طوائف سے اس کی فریفتگی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ اس نے اس کو امور سلطنت سے غافل بنا دیا تھا۔ قید ہو جانے پر بجائے اس کے کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر کے حصول سلطنت کی کوشش کرتا اپنی تقدیر پر قانع رہ کر جیل خانے میں رہنے لگا۔ یہاں اس کو شعر و سخن کا مشغلہ رہتا تھا۔ اپنی محبوبہ شاد الملک کی یاد میں محو تھا۔ اسی عنوان پر اشعار کہتا تھا۔ اس کا چچا مرزا شاہ رخ سمرقند کا بادشاہ ہوا تو اس نے رے، قم، ہمدان کی حکومت خلیل کو عطا کی۔ مزید براں اس کی معشوقہ شاد الملک کو اس کے حوالے کر دیا۔ ابھی اس انقلاب کو

ڈھائی سال نہ گزرنے پائے تھے کہ ۶رنومبر ۱۴۱۱ء مطابق ۱۸رجب ۸۱۴ھ کو پیغام اجل آپہنچا اور ۲۸ سال کی عمر میں راہیِ ملک عدم ہوگیا۔شادالملک نے اس موقع پر اپنی سچی محبت کا ثبوت دیا اور اپنے سینے میں خنجر مار کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ دونوں عاشق و معشوق ایک مقبرے میں جو شہر رے میں موجود ہے دفن ہوئے۔

خلیل سلطان بن شیخ ابراہیم شروانی : وہ پندرہویں صدی عیسوی کے شروع میں شروان پر حکمراں تھا۔

خلیل مولینا : ایک ایرانی شاعر تھا جو طہماسپ صفوی کے عہد میں گزرا ہے۔ ۱۵۳۹ء مطابق ۹۴۶ھ تک حیات تھا۔

خنساء : عمرو بن العاص کی بیٹی۔قبیلہ بنی سلیم سے۔عرب کی بہترین شاعرہ گزری ہیں۔ جریر شاعر کا قول ہے کہ اگر خنساء کے اشعار عربی ادب میں موجود نہ ہوتے تو عرب کا بہترین شاعر میں ہوتا۔ خنساء کا دیوان آج تک اہلِ ادب میں مقبول ہے۔ ان کی پیدائش ہجرت سے تقریباً ۴۲ سال قبل ہوئی۔ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائی تھیں۔آپ حضرت عائشہ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتی تھیں اور وہ ان کے اشعار سن کر خوش ہوتی تھیں۔ جنگ قادسیہ ۱۶ھ م ۶۳۷ء میں جو ایرانیوں اور مسلمانوں سے ہوئی تھی وہ مع اپنے چار بیٹوں کے موجود تھیں۔ اپنی ماں کی ہمت افزا تقریر سن کر چاروں فرماں بردار بیٹوں نے اس جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوئے۔ بی بی خنساء نے ۴۱ھ م ۶۶۱ء میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

خنگ سوار : (ملاحظہ ہو سید حسین خنگ سوار)۔

خواجہ کرمانی : (ملاحظہ ہو خواجہ کرمانی)۔

خواجہ ابراہیم حسین : (ملاحظہ ہو ابراہیم خواجہ)۔

خواجہ پارسا : محمد بن محمد حافظ بخاری کا لقب ہے جو کتاب فصل الخطاب لوصل الاحباب کے مصنف ہیں۔ اس کتاب میں مشہور شیوخ نقشبندی کا تذکرہ ہے۔ان کی تصنیف سے چند اور کتابیں بھی ہیں انھوں نے شاہ رخ مرزا کا زمانہ پایا تھا۔ ۱۴۱۹ء مطابق ۸۲۲ھ میں فوت ہوئے۔

خواجہ جہاں : ملک سرور کا لقب ہے۔شاہی خاندان جونپور کا بانی تھا۔مختلف بادشاہ جنھوں نے صوبجات جونپور و انترآباد (وہ ممالک جو کہ دہلی سے جانب جنوب دریائے گنگا و جمنا کے درمیان واقع ہیں) میں حکومت کی ہے۔ تاریخ مبارک شاہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطان محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق شاہ دہلی نے اپنے ایک خواجہ سرا ملک سرور کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا تھا اور اس کو خواجہ جہاں کے نام سے سرفراز کیا تھا۔محمد شاہ کی وفات نے بعد ۱۳۹۴ء مطابق ۷۹۶ھ میں سلطان محمود شاہ تغلق کے تخت نشیں ہونے پر خواجہ جہاں شرقی صوبجات یعنی قنوج و اودھ وکڑا و جونپور کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ جونپور کو اس نے اپنا پایۂ تخت مقرر کیا۔ محمود شاہ کی حکومت میں چند اندرونی معاملات کی وجہ سے ابتری تھی۔ خواجہ جہاں نے ان واقعات سے فائدہ اٹھا کر اور سلطنت کی کمزوری دیکھ کر ملک الشرق کا لقب اختیار کیا اور جونپور میں ایک خود مختار سلطنت قائم کی اور ۱۴۰۰ء مطابق ۸۰۲ھ میں چھ سال مختصر حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔اس کا جانشیں اس کا پسر متبنیٰ واصل یا قرنفل ہوا جس نے مبارک شاہ شرقی کا لقب اختیار کیا اور ۱۴۰۱ء مطابق ۸۰۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابراہیم شاہ شرقی اس کا جانشیں ہوا اور تقریباً ۱۴۴۱ء مطابق ۸۸۵ھ میں ۴۰ سال سے زیادہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اس

کا جانشین سلطان محمود شاہ شرقی ہوا جو ۱۴۵۲ء مطابق ۸۵۶ھ میں فوت ہوا اور سلطنت پر اپنے پسر محمد شاہ کو اپنا جانشین چھوڑا جو ایک لڑائی میں تقریباً ۱۴۵۸ء مطابق ۸۶۱ھ یا ۸۶۲ھ میں فوت ہوا اور اس کا بھائی حسین شاہ اس کا جانشین ہوا۔ حسین شاہ نے بہلول لودی بادشاہ دہلی سے بہت سی لڑائیاں لڑیں اور آخر کار سلطان علاء الدین بادشاہ بنگال کے دربار میں پناہ لینے کے واسطے مجبور ہوا اور وہیں وہ ۱۴۹۹ء مطابق ۹۰۵ھ میں فوت ہوا۔ جونپور میں چند مسجدیں افغانی عمارات کے نمونے کی بنی ہوئی اب تک اس خاندان کے بادشاہوں کی یاد دلاتی ہیں جن کے تفصیلی حالات مع فوٹو انگریزی کتاب شرقی مانومنٹس میں جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی خان بہادر مولوی فصیح الدین بدایونی نے لکھے ہیں۔

خواجہ حسن صدر نظامی : کتاب تاج المآثر کا مصنف تھا جو اس نے سلطان قطب الدین ایبک شاہ دہلی کے نام پر ۱۲۰۸ء مطابق ۶۰۵ھ میں معنون کی تھی۔ سید احمد اللہ صاحب قادری نائب ایڈیٹر رسالہ تاریخ نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاج المآثر کا مصنف نظام الدین حسن نظامی ہے جو نظامی عروضی سمرقندی مصنف چہار مقالہ کا فرزند تھا۔ (تاریخ گرندہ طبع لنڈن صفحہ ۸۲۶)۔

خواجہ حسین ثنائی بن غیاث الدین : ایران کا صاحب دیوان شاعر تھا۔ اکبر کے وقت میں ہندوستان آیا۔ ۱۵۸۸ء مطابق ۹۹۶ھ میں وفات پائی۔

خواجہ حسین سنائی مشہدی : وہ اور اس کا باپ سلطان ابراہیم مرزا کے وقت میں تھے۔ ان دونوں پر سلطان کی خاص نظر عنایت تھی۔ اس نے گیارہویں صدی ہجری کا زمانہ پایا تھا۔ ایک قصیدہ اور مثنوی "سد سکندر" اس کی تصنیف سے مشہور ہے۔

خواجہ حسین مروی : مرو واقع ایران کا رہنے والا ایک اچھا شاعر تھا۔ شاہنشاہ اکبر کے عہد میں ہندوستان آیا اور بادشاہ کے حکم سے اس نے سنگاسن بتیسی کا فارسی ترجمہ کیا جس کو نامکمل چھوڑا۔ صاحب دیوان تھا۔

خواجہ رستم خزیانی : ملاحظہ ہو رستم بسطامی خواجہ۔

خواجہ زکریا : بن خواجہ محمد یحییٰ۔ سلطان جہانگیر کے عہد میں ایک سردار تھا۔

خواجہ زین العابدین بن علی عبدی بیگ نویدی شیرازی : بہت عرصے تک سلطنت ایران کا مستوفی (سکریٹری آف اسٹیٹ) تھا۔ شاعر بھی تھا۔ شاعری کی ایک خاص صنف 'مثنوی' میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے نظامی کے طرز پر دو خمسے بھی لکھے ہیں۔ نویدی تخلص تھا۔ اس کے تین دیوان ہیں۔ پہلے کا نام "غرائے غرہ" ہے۔ دیوان کے علاوہ جام جمشید وغیرہ اور کتب بھی اس کی تصنیف سے باقی ہیں اردبیل میں ۱۵۸۰ء مطابق ۹۸۸ھ میں فوت ہوا۔

خواجہ عماد : (ملاحظہ ہو عماد فقیہ)۔

خواجہ کرمانی : کرمان کا رہنے والا فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ ملک الفضلاء کے لقب سے مشہور تھا۔ خواجہ تخلص تھا۔ سعدی شیرازی کا ہمعصر اور شیخ علاء الدین سمنانی کا مرید تھا۔ گوہر نامہ اسی کی تصنیف سے ہے ایک کتاب "ہمائے ہمایوں" بھی اسی کی تصنیف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بیس ہزار شعر کہے ہیں۔ ۱۳۴۵ء مطابق ۷۴۷ھ کے بعد جو گوہر نامہ کی تاریخ تصنیف ہے فوت ہوا۔

خواجہ محمد اثم : (ملاحظہ ہو عبدالصمد خواجہ)۔

خواجہ محمد باقی : (ملاحظہ ہو محمد باقی خواجہ)۔

خواجہ محمد مقیم : خواجہ نظام الدین احمد کے والد تھے۔

(ملاحظہ ہو نظام الدین احمد خواجہ)۔

خواجہ مسعود : ایک شاعر تھا جو ۱۱۳۱ء مطابق ۵۲۵ھ میں فوت ہوا۔ فارسی اور عربی دیوان چھوڑا۔ بقول بیلؔ وہ سب سے پہلا مسلمان شاعر تھا جس نے اس زمانے کی ہندی زبان میں شعر کہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندی کا دیوان بھی اس نے مرتب کیا تھا جو اب معدوم ہے۔ اس شاعر کا زمانہ حضرت امیر خسرو کے زمانے سے تقریباً سو برس پہلے گزرا ہے۔ اس زمانے کے کسی مسلمان شاعر کے ہندی کلام کا تاریخ سے پتا نہیں چلتا۔

خواجہ مسعود : قُمِن کے مشہور خاندان سے ایران کا مشہور شاعر تھا۔ مثنوی کے لکھنے میں اس کو خاص طور پر امتیاز حاصل تھا۔ اس نے یوسف وزلیخا کا قصہ اپنی ایک مثنوی میں نظم کیا ہے۔ سلطان حسین مرزا کے زمانے میں وہ ہرات بلا لیا گیا تھا تا کہ وہ اس زمانے کے واقعات کو نظم میں لکھے۔ اس نے اس کام کو شروع کر دیا تھا اور نہایت فصاحت کے ساتھ وہ تمام واقعات کو جو اس کو بتائے گئے تھے نظم کرنا شروع کر دیئے تھے۔ بارہ ہزار اشعار لکھ چکا تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا اور یہ کام ناتمام رہ گیا۔ اس کی بہت سی نظمیں مشہور ہیں جن میں آفتاب و ماہتاب کا مباحثہ اور قلم و تلوار کا مکالمہ قابل تعریف ہیں۔ ۱۴۸۰ء مطابق ۸۸۵ھ میں وہ زندہ تھا۔

خواجہ مسعود مکی : (ملاحظہ ہو مسعود خواجہ)۔

خواجہ منصور شیرازی : شاہ منصور کے نام سے بھی مشہور ہے۔ عمدہ محاسب تھا۔ شاہنشاہ اکبر کا دیوان تھا۔ آخر میں وزارت کے عہدے پر مامور ہوا۔ راجہ ٹوڈرمل و بیربل وغیرہ نے اس پر خیانت کا الزام لگایا تھا جس کی وجہ اس نے یہ بیان کی تھی کہ وہ ان کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا کرتا تھا۔ لیکن اس کا یہ عذر سماعت نہ ہوا اور وہ قید کر دیا گیا بعدہٗ یہ ظاہر ہونے پر کہ وہ بادشاہ کے سوتیلے بھائی مرزا محمد حکیم سے خط و کتابت رکھتا ہے بتاریخ ۲۷ رفروری ۱۵۸۱ء مطابق ۲۳ رمحرم ۹۸۹ھ قتل کر دیا گیا۔

خواجہ منصور قرابوقہ طوسی : طوس واقع خراسان کا ایک شاعر تھا جو شاہ رخ مرزا کے عہد میں گزرا ہے اور ۱۴۵۰ء مطابق ۸۵۴ھ میں فوت ہوا۔

خواجہ ناصر : ایک شاعر تھا جو سلمان ساوجی کا ہمعصر تھا۔

خواجہ نصیر : مصنف کتاب بستان الکریم و اوصاف الاشراف۔

خواجہ نظام الملک : سلطان الپ ارسلان کا وزیر تھا۔ (ملاحظہ ہو نظام الملک)

خواجہ وفا : شاہجہاں کا خواجہ سرا تھا۔

خواص خاں : سلطان سلیم شاہ کا امیر تھا۔ بہادری اور فنون جنگ میں ممتاز تھا۔ نہایت فیاض طبع واقع ہوا تھا۔ سلیم شاہ اور اس کے بھائی عادل شاہ کی خانہ جنگیوں میں عادل شاہ کی طرف سے ہمیشہ بادشاہ کے مقابلے میں پیش پیش رہتا تھا۔ بادشاہ اس کے قتل کی فکر میں تھا وہ جان بچا کر بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ آخرش تاج خاں صوبہ دار سنبھل کے پاس جا کر پناہ لی۔ لیکن اس نے دغا دی اور بادشاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ۱۵۵۱ء مطابق ۹۵۸ھ کے قریب اس کو قتل کر دیا اور لاش کو دہلی بادشاہ کے پاس روانہ کیا وہیں دفن ہوا۔ آج تک اس کی قبر زیارت گاہ عوام ہے۔

خواص خاں : دربار جہانگیری کے ایک امیر کا خطاب تھا جو قنوج کا جاگیر دار تھا۔ ۱۵۲۱ء میں بمقام قنوج فوت ہوا۔

خوب اللہ (شاہ) : الہ آبادی۔ اصل نام محمد یحییٰ برادر

زادہ وداماد وخلیفہ شیخ محمد افضل الہ آبادی تیرہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور اپنے مرشد کے بعد سلسلہ ارشاد جاری رکھا۔ ۱۱ رجمادی الاول ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۱ء میں انتقال کیا۔ بہت سی کتابیں اور رسالے تصنیف کیے جن میں سے القول الصحیح، القول الصحیح فی صلوۃ التسبیح والکلام المفید فیما ینطق بالشیخ والمرید، بضاعۃ المرجان، خلاصۃ الاعمال وغیرہ اور ایک کتاب موسومہ اظہار حقیقت تصوف میں مشہور ہیں جو چار جلدوں میں ختم ہوئی ہیں۔

خوب میاں : شیخ حسام الدین نام ۱۲۰۳ھ م ۱۷۸۸ء میں بمقام احمد آباد گجرات پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ سفر حجاز میں بہت کچھ خرق عادات ظاہر ہوئے۔ آپ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ خلق اللہ کی تعلیم وتربیت آپ کا مشغلہ تھا۔ مستجاب الدعوات تھے۔ ۹ رذی قعدہ ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء بروز پنجشنبہ احمد آباد گجرات میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ خانقاہ محلہ شاہپور میں آپ کا مزار احمد آباد میں ہے۔

خورسندی : بخارا کا ایک شاعر تھا اس نے "مختصر" مصنفہ احمد منصوری کی شرح موسومہ کنز الغرائب نظم میں لکھی تھی۔ یہ نظم ذوبحرین ہے۔

خورم بخت : بن مرزا جہاندار شاہ بن شاہ عالم بادشاہ دہلی۔

خورم مرزا : بادشاہ شاہجہاں کا نام ہے جو بحالت شاہزادگی تخت نشینی سے پیشتر رکھا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو شاہجہاں)۔

خوشحال چند : کسی زمانے میں شاہ عالمگیر کے شاہی دربار کا دیوان تھا۔ ۱۱۶۴ھ اس کی تاریخ وفات ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کی جگہ اس کے بیٹے کو ملی۔ تاریخ نادر الزمانی خوشحال چند کی بہترین تصنیف ہے۔

خوشگو : امر سنگھ بنارسی کا تخلص ہے۔ (ملاحظہ ہو امر سنگھ)۔

خوشگو : بندرابن کا تخلص ہے جو بنارس کا باشندہ تھا۔ یہ ایک تذکرے کا مصنف ہے جس کا تاریخی نام سفینۂ خوشگو ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۱۴۷ھ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔

خوش وقت رائے : مہاراجہ رنجیت سنگھ اور گورنمنٹ انگریزی کے باہم ۱۸۰۹ء میں عہد نامہ تکمیل ہو جانے کے بعد کئی سال تک امرت سر میں بحیثیت خفیہ نویس اور ایجنٹ انگریزی کے رہا۔ اس کی تاریخ وفات محقق نہیں۔

خولہ : حضرت ضرار کی بہن تھیں اور بھائی بہن میں حد درجہ کی محبت تھی۔ شام اور مصر کی لڑائیوں میں یہ دونوں بہن بھائی شریک رہے ہیں۔

خوند میر : مشہور میر خاوند شاہ مصنف روضۃ الصفا کا نواسہ۔ اس کا پورا نام ہمام الدین محمد بن حمید الدین خوند میر ہے۔ بمقام ہرات ۱۴۷۵ء مطابق ۸۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ مشہور تاریخ حبیب السیر کا مصنف ہے۔ ہرات میں بدامنی پیدا ہو جانے کے سبب اس نے ترک وطن کیا اور اسی سلسلہ میں اپنے دوست مولینا شہاب الدین اور مرزا ابوابراہیم قانونی کے ہمراہ ۱۹ ستمبر ۱۵۲۸ء مطابق ۴ محرم ۹۳۵ھ کو ہندوستان پہنچا اور دار السلطنت آگرہ میں شاہنشاہ ہندوستان بابر شاہ کی حضوری نصیب ہوئی۔ دربار شاہی سے انعام واکرام عطا ہوئے اور مصاحبت شاہی میں رہنے کا حکم ملا۔ جب شاہنشاہ بابر بنگال کی مہم پر گیا خوند میر ہمرکاب تھا۔ بابر کی وفات کے بعد ہمایوں کے دربار میں بھی وہ معزز و مفتخر رہا۔ اس کے زمانے میں اس نے قانون ہمایونی ترتیب دیا جس کا ذکر ابوالفضل نے اکبر نامہ میں کیا ہے۔ جب

کہ ہمایوں بہادر شاہ گجراتی کے تعاقب میں خاندیس سے مانڈو گیا وہ اس کا ہمرکاب تھا۔ اسی سفر میں ۹۴۲ھ م ۱۵۳۵ء میں فوت ہو گیا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو دہلی لاکر حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں حضرت امیر خسرو کے قریب دفن کیا گیا۔

خیال : میر محمد تقی مصنف کتاب بوستان خیال کا تخلص ہے۔ ۱۷۵۶ء مطابق ۱۱۷۰ھ میں فوت ہوا۔

د

داتا گنج بخش لاہوری۔ اصل نام علی مخدوم۔ حسنی سید تھے۔ نہایت متقی اور باخدا تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی کے مرید تھے۔ اکثر علماء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ بالآخر بایمائے مرشد غزنی سے لاہور آئے اور روز و شب تعلیم و تلقین میں مصروف رہے۔ اکثر تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ ازانجملہ ''کشف المحجوب'' زیادہ مشہور ہے۔ ۴۶۵ھ م ۱۰۷۲ء میں انتقال کیا اور لاہور میں دفن ہوئے۔

دادا بھائی نوروز جی : بمبئی کے مشہور پارسی۔ ''بزرگ ہند'' کے خطاب سے مشہور۔ ۱۴ ستمبر ۱۸۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ اخیر عمر تک سیاسیات میں مصروف رہے۔ ۱۸۹۲ء میں ہاؤس آف کامنس لندن کے ممبر مقرر ہوئے۔ اسی وجہ سے انگلستان میں مقیم رہتے تھے۔ مگر اپنی حفظ صحت کے خیال سے بارہ برس سے پھر ہندوستان میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ یہ مذہبی اعتبار سے مجوسی تھے لیکن ہندوستان کی ہر قوم کے پورے ہمدرد اور سچے خادم تھے۔ ان کو مسلمانوں کے فارسی لٹریچر سے خاص ذوق تھا۔ انھیں کی تحریک سے مسٹر کے نریمان جی (آثار عجم کے نامور محقق) نے قدیم عربی تاریخ حمزہ اصفہانی پر ایک مبسوط ریویو لکھا۔ اس محب وطن نے ۳۰ جون ۱۹۱۷ء کو انتقال کیا۔ اور یکم جولائی ۱۹۱۷ء کو نہایت دھوم دھام سے رسوم جنازہ ادا کرنے کے بعد مذہبی قانون کے مطابق ان کی نعش کو دخمے[1] کے حوالے کر دیا گیا۔

دادا قلندر : کوہستان بابا بون جس کا مہابھارت میں ذکر ہے۔ ریاست میسور کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ کوہستان قہوہ کی کاشت کے لیے مشہور ہے۔ ریل سے تیس میل تک پختہ سڑک پر موٹر جاتے ہیں۔ چکما گانور اس جگہ کا صدر مقام ہے۔ خاص مقام کا نام بابا بون پٹا ہے۔ وہاں ایک غار ہے۔ غار کے خاتمے پر ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ یہاں سے گرو دتری کاشی کو گئے تھے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ دادا قلندر یہاں سے مکہ معظمہ کو گئے تھے اور مکہ سے قہوہ کے بیج لاکر بوئے اور اب وہ ضلع تمام قہوہ کی کاشت کے لیے مشہور ہے۔ اسی جگہ دادا قلندر کا انتقال ہوا اور اپنے خلیفہ کو جانشیں کیا۔ سال میں متفرق طور پر دو دو تین تین بار تقریباً تیس ہزار زائر آتے ہیں۔ تین دن کھانا اور درگاہ سے ملتا ہے۔ مہاراجہ میسور کو اس جگہ سے خاص عقیدت ہے۔ سالانہ کثیر رقم خزانے سے مقرر ہے۔ مہاراجہ بھی چند بار آئے ہیں۔ اور ان کے بزرگ بھی آیا کرتے تھے۔

دارا یا داراب ثانی : فارس کے کیانی خاندان کا آٹھواں بادشاہ۔ ملکہ ہمائی کا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے پر فارس کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے بارہ سال حکومت کی۔ اس کے زمانے میں چند لڑائیاں ہوئیں جن میں سب سے زیادہ مشہور مقدونیہ کی لڑائی ہے جو فیلقوس بادشاہ مقدونیہ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا دارا یا داراب سوم بادشاہ ہوا۔

---

[1] دخمہ پارسیوں کا گورستان۔

دارا یا داراب سوم : کیانی خاندان کا نواں بادشاہ تھا جو اپنے باپ دارا دوم کے بعد بادشاہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ سے ۳۳۱ سال پہلے مقدونیہ کے بادشاہ سکندر اعظم کے مقابلے میں شکست کھائی اور قتل ہوا۔

داراب خاں : معروف نہ مرزا داراب عبدالرحیم خاں خانخاناں کا دوسرا لڑکا تھا۔ وہ اپنے بڑے بھائی شہنواز خاں کی وفات کے بعد ۱۶۱۸ء میں دربار جہانگیری میں پنج ہزاری کا منصب دار اور احمد نگر برار کا گورنر ہوا۔ کچھ عرصے تک بنگال کا گورنر بھی رہا۔ جب داراب خاں دکن کو واپس آیا تو بادشاہ کسی وجہ سے اس درجہ ناراض ہو گیا کہ مہابت خاں کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ مہابت خاں نے ۱۶۲۵ء میں داراب خاں کا سر جدا کر کے بحضور شاہ روانہ کر دیا۔

داراب خاں : شہنشاہ عالمگیر کے دربار کا ایک مشہور سردار۔ ممتاز خاں سبزواری کا لڑکا تھا۔ ۲۴ رجون ۱۶۷۹ء مطابق ۲۵ رجمادی الاول ۱۰۹۰ھ کو انتقال کیا۔

دارا شکوہ : شاہجہاں بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا۔ ممتاز محل کے بطن سے تھا۔ تاریخ پیدائش ۲۰ رمارچ ۱۶۱۵ء مطابق ۲۹ رصفر ۱۰۲۴ھ ہے۔ بادشاہ نے جشن قمری میں اس کو شاہ بلند اقبال کا خطاب دیا تھا۔ یہ خطاب عام طور پر نہیں دیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے صرف جہانگیر نے شاہجہاں کو دیا تھا۔ شاہجہاں جب بیماری کی حالت میں اکبر آباد سے شاہجہاں آباد کو بغرض تبدیل آب و ہوا روانہ ہوا راستے میں اورنگ زیب کی فتح اور راجہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر سن کر پھر اکبر آباد واپس ہو گیا۔ یہاں آ کر دارا شکوہ نے اورنگ زیب سے جو حصول سلطنت میں اس کا رقیب تھا جنگ کی تیاری شروع کی۔ سب سے زیادہ اورنگ زیب کو اشتعال دلانے والا کام اس نے یہ کیا کہ معظم خاں کے بیٹے محمد امین خاں کو جو اورنگ زیب کا معتمد علیہ تھا قید کر لیا۔ پھر دریائے چنبل پر اورنگ زیب کے لشکر کے روکنے کے لیے فوج بھیجی۔ دریا کو عبور کر کے اکبر آباد کے قریب فریقین کے لشکر صف آرا ہوئے۔ دارا شکوہ نے شکست پائی اور دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے لاہور چلا گیا۔ یہاں سے ملتان پہنچا۔ اورنگ زیب کی فوج برابر اس کی تلاش میں مصروف تھی۔ اس لیے وہ جان بچا کر ملتان سے بھی فرار ہو گیا اور عرصے تک جا بجا چھپا چھپا پھرتا رہا۔ آخر مرتبہ درۂ کوہ اجمیر کے متصل لشکر شاہی سے مقابلہ ہوا۔ دارا شکوہ نے پھر شکست کھائی اور احمد آباد کو فرار ہو گیا اور وہاں اپنے رفقا کو برگشتہ دیکھ کر پرگنہ کری میں کانجی کولی اپنے پرانے رفیق کے پاس چلا گیا اور یہاں بھی کامیابی نہ دیکھ کر سندھ کی طرف گیا وہاں سے ایران جانے کے ارادے سے قندھار کو روانہ ہوا۔ ملک جیون جس کے یہاں دارا شکوہ مہمان ہوا تھا ایران تک اس کے ہمراہ جانے پر راضی تھا۔ لیکن سرانجام سفر کے بہانے سے اپنے بھائی کو چھوڑ کر راستے سے چلا آیا۔ اس کے بھائی نے اپنی فوج لے کر دارا شکوہ اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کو بیخبری میں گرفتار کر لیا۔ اور اورنگ زیب کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ کے حکم سے تمام دارالخلافت میں ہاتھی پر بٹھا کر دونوں باپ بیٹوں کی تشہیر کی گئی۔ شادیانے بجے ملک جیون خاں کو خطاب و انعام ملا۔ دارا شکوہ اور اس کے لڑکے کو پرانی دہلی کی عمارت خواص پورہ میں مقید کر دیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد ۲۹ راگست ۱۶۵۹ء مطابق ۲۱ رذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو اس بنیاد پر کہ اس نے دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھا تھا اور تصوف کو بدنام کیا تھا دارا شکوہ کو قتل کرا دیا۔ وہ ہمایوں کے مقبرے میں دفن ہوا اور اس کا لڑکا سپہر شکوہ گوالیار

کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ داراشکوہ فقیر دوست میاں میر کا مرید تھا۔ اس نے کتاب سفینۃ الاولیاء لکھی ہے جس میں حضور سرورِ کائنات کی سوانح عمری کا خلاصہ ہے۔ دوسری کتاب اس کی مصنفہ مجمع البحرین مشہور ہے۔ جس میں اس نے مذہب ہنود و اسلام کو ایک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور جابجا آیات قرآنی سے حوالہ دیا ہے۔ اپنے اسی مقصد کے پورا کرنے کے لیے ۱۶۵۶ء میں اس نے ایک سنسکرت کتاب موسومہ اپنکھٹ (अपनघट) یا اُپنشد کا ترجمہ فارسی میں کرایا جس کا نام سرِ اکبر رکھا۔ اس کتاب کے ترجمے پر اس پر کفر کا الزام لگایا گیا۔ بہت سی فارسی کتابیں اس کی تصنیف سے ہیں۔ قادری تخلص تھا۔

دار قطنی : (ملاحظہ ہو ابو حسین علی بن عمر)

دارمی : عبدالرحمٰن سمرقندی کا لڑکا تھا اور مسند دارمی کا مصنف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام ابومحمد عبداللہ الدارمی تھا۔ اس نے ۸۶۹ء میں انتقال کیا۔

داعی : نظام الدین محمد داعی نام شاہ نعمت اللہ ولی کا مرید۔ ایک دیوان کا مصنف ہے جو ۱۴۶۰ء کی تصنیف ہے۔

داعی اللہ (شاہ) : شاہ نعمت اللہ ولی کے مرید تھے۔ شاعر بھی تھے۔ معرفت اور تصوف میں اشعار لکھے تھے۔ ان کا مزار شیراز میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

داغ : نواب مرزا خاں صاحب نام۔ داغ تخلص۔ دہلی کے باشندے اور ذوق کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ کو پیدا ہوئے۔ غدر کے بعد رامپور اور آخر زمانہ یعنی ۱۳۰۵ھ م ۱۸۸۷ء میں حیدرآباد گئے اور سلطان دکن نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علی خاں خلد اللہ ملکہ کا شرف استادی حاصل ہوا۔ سلطان الشعراء، بلبل ہندوستان، جہاں استاد، ناظم یار جنگ، دبیر الدولہ، فصیح الملک کے خطابات پائے۔ بعارضہ فالج ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۰۵ء کو انتقال کیا اور حیدرآباد میں دفن ہوئے۔ ان کا کلام ہندوستان میں مقبول اور زبان زد خاص و عام ہے۔ نہایت عام فہم اور سادہ زبان بندش چست۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کئی ہزار ہے۔ (نواب میرزا داغ) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ان کے چار دیوان اور ایک مثنوی مطبوعہ موجود ہے۔

داغستانی : یہ فارس کے شہر داغستان کا ایک مشہور شاعر ہوا ہے جو تذکرہ ریاض الشعراء کا مصنف ہے۔

دانش : یہ مرزا راضی کا تخلص ہے جو ۱۶۶۵ء مطابق ۱۰۷۶ھ میں فوت ہوا۔

دانشمند خاں : محمد شفیع یا ملا شفیع اصلی نام ہے۔ ایک ایرانی سوداگر تھا جو تجارت کے واسطے ۱۶۴۶ء میں سورت آیا۔ شاہجہاں نے اس کو دربار میں طلب کیا اور سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ دانشمند خاں کا خطاب پایا۔ عالمگیر کے زمانے میں پنج ہزاری کے مرتبے تک پہنچا۔ بعدہٗ شاہجہاں آباد کا صوبیدار رہا۔ اور وہیں ۱۶۷۰ء میں انتقال کیا۔

دانشمند خاں : اس کا اصلی نام مرزا محمد اور تخلص عالی تھا۔ (ملاحظہ ہو نعمت خاں عالی)۔

دانیال مرزا سلطان : دانیال بادشاہ اکبر کا تیسرا لڑکا تھا اور راجہ بہاری مل کچھواہہ کی لڑکی کے بطن سے ۱۰ دسمبر ۱۵۷۳ء کو بمقام اجمیر پیدا ہوا۔ ایک مشہور درویش شیخ دانیالؒ کی نسبت سے اس کا نام دانیال رکھا گیا۔ اپنے بھائی سلطان مراد کے انتقال کے بعد اکبر نے اس کو ایک تربیت یافتہ فوج دے کر نظام شاہی

سلطنت کے فتح کرنے کے واسطے دکن کو روانہ کیا۔ چنانچہ احمد نگر ۱۶۰۰ء میں فتح ہو گیا۔ لیکن دانیال کی کثرت شراب خواری نے اس کی صحت کو خراب کر دیا تھا۔ ۸/اپریل ۱۶۰۵ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۰۱۳ھ بعمر ۳۳ سال برہان پور میں اس نے انتقال کیا۔ اس واقعہ سے اکبر کو سخت صدمہ ہوا۔ اور اس کا اثر اس کی تندرستی پر پڑنے لگا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ بھی اس دنیا سے چل بسا۔ بعض مؤرخوں کا قول ہے کہ شہزادہ دانیال ۱۶۰۴ء میں اپنے باپ سے چھ مہینے پہلے راہی ملک عدم ہوا۔

داور بخش سلطان : اس کا عرف مرزا بلاقی تھا۔ سلطان خسرو کا لڑکا جہانگیر کا پوتا تھا۔ نور جہاں نے اس کو شہریار کے پاس نظر بند کر دیا تھا۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد کشمیر سے لاہور جاتے ہوئے راستے میں ۱۶۲۶ء میں فوت ہوا۔ آصف خاں نے جو مستقل طور پر شاہجہاں کو بادشاہ بنانے کا حامی تھا برائے نام داور بخش کو بادشاہ بنایا تھا۔ شہریار بھی بادشاہی کا دعویدار تھا۔ اس وجہ سے داور بخش اور شہریار کے لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ شاہجہاں کے بادشاہ ہو جانے پر خود بلاقی اور اس کا بھائی گرشاسپ شہریار و شہزادہ دانیال کے دونوں بیٹے بادشاہ کے حکم سے ۲۵/جمادی الاول ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۱۷ء کو قتل کر دیئے گئے۔

داور خاں : داور خاں مالوے کے مسلمان بادشاہوں کے خاندان کا بانی تھا۔ مالوے کی سلطنت کے بارے میں ہندو تاریخیں راجہ بکرماجیت تک کے زمانے کا حال بیان کرتی ہیں جس کی تخت نشینی سے ایک دوسرا سنہ حضرت عیسیٰ سے ۵۷ سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد راجہ بھوج تخت نشیں ہوا۔ دہلی کے بادشاہ غیاث الدین بلبن کے زمانے میں ۱۳۱۰ء میں مسلمانوں نے پہلی مرتبہ مالوے پر حملہ کر کے فتح کر لیا اور محمد شاہ تغلق دوم کے زمانے تک یعنی ۱۳۸۷ء تک ان کے قبضے میں رہا۔ اس وقت دلاور خاں جو کہ ماں کے رشتہ سے شہاب الدین غوری کی اولاد میں تھا محمد تغلق کی تخت نشیں سے پہلے مالوے کا گورنر مقرر ہوا۔ اور رفتہ رفتہ مختار ہو گیا۔ ۱۳۹۸ء میں جب محمود شاہ دہلی امیر تیمور کے خوف سے بھاگا تو گجرات ہوتا ہوا مالوے آیا اور وہاں تین سال قیام کیا۔ اس کے بعد ۱۴۰۱ء میں وہ عمائد دہلی کی رائے سے مالوہ چھوڑ کر پھر دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد دلاور خاں خود مختار ہو گیا اور اپنی سلطنت جاگیروں میں منقسم کر کے اپنے درباریوں کو دے دی اور دھارا اپنا پائے تخت مقرر کیا۔ اس نے صرف چند سال سلطنت کی۔ ۱۴۰۹ء میں مر گیا اور اپنے بیٹے الپ خاں کو تخت کا وارث چھوڑا جو بعد میں سلطان ہوشنگ شاہ کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ دلاور خاں کے علاوہ دس مسلمان بادشاہ اس خاندان کے اور ہوئے۔ آخر شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ملک مالوہ کو سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا گیا اور اس طرح اس چھوٹی سی خود مختار سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کے بادشاہوں کی فہرست بالترتیب ذیل میں درج ہے۔

(۱) دلاور خاں غوری
(۲) ہوشنگ شاہ پسر دلاور خاں
(۳) سلطان محمد شاہ
(۴) سلطان محمود اول خلجی اعظم پسر ملک مغاث
(۵) غیاث الدین خلجی
(۶) ناصر الدین
(۷) محمود دوم
(۸) بہادر شاہ بادشاہ گجرات

(۹) قدر شاہ

(۱۰) شجاع خاں

(۱۱) باز بہادر پسر شجاع خاں

داؤد : سترہویں صدی عیسوی میں احمد آباد (گجرات) کا دُھنا تھا۔ اس نے راجپوتانہ میں ایک مذہبی فرقے کی بنیاد ڈالی جس کو کبیر کی تعلیم کی شاخ کہا جا سکتا ہے۔ اس نے بتوں کی پرستش اور مندروں کے دستور پر بڑا اعتراض کیا اور صرف زبان سے رام رام کہنا پوجا کے لیے کافی سمجھا۔ اکثر کتابیں اس کی تصنیف سے اب تک مشرقی راجپوتانے میں موجودہ ہیں۔

داؤد بیدری ملاّ : بیدر واقع دکن کا باشندہ تھا۔ بارہ سال کی عمر تک سلطان محمد شاہ بہمنی اول والیِ دکن کا مصاحب رہا۔ تحفۃ السلاطین اسی کی تصنیف سے ہے۔

داؤد خاں پنی : ایک پٹھان سردار تھا۔ اس کے وقت میں اس کی بہادری کا تمام ملک میں شہرہ تھا۔ اب تک دکن میں اس کی یاد کہانیوں اور کہاوتوں میں زندہ ہے۔ اس نے بہت دنوں تک اورنگ زیب کی خدمت کی۔ جب شہزادہ بہادر شاہ نے دکن واپس ہونے کے وقت امیر الامراء ذوالفقار خاں کو دہلی سے بلا کر دکن میں گورنر مقرر کیا تھا تو داؤد خاں کو اس کا نائب مقرر کر دیا تھا۔ فرخ سیر کے عہد میں بھی داؤد خاں زندہ تھا۔ امیر الامراء حسین علی سے جب فرخ سیر ناراض ہوا تو داؤد خاں بادشاہی حکم سے خفیہ طور پر اس کے قتل پر مامور ہوا۔ دکن کو جاتے ہوئے جب امیر الامراء برہانپور پہنچا تو داؤد خاں نے اسے وہیں جا لیا۔ امیر الامراء نے اس کا مقابلہ کیا اور دونوں طرف سے خوب تلوار چلی۔ داؤد خاں کے سینے میں زخم کاری لگا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ یہ واقعہ ۱۷۱۵ء میں گزرا ہے۔

داؤد خاں روہیلہ : ملک افغانستان کے مشرقی حصے کا جس کو روہ کہتے ہیں رہنے والا ایک سردار تھا۔ اسی نسبت سے وہ تاریخ میں داؤد خاں روہیلہ کے نام سے مشہور ہے۔ اورنگ زیب کی وفات کے تیرہ برس کے بعد سلطنت مغلیہ کے زوال کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ ۱۷۲۰ء میں وہ ملک کٹھیر میں جس کو اب روہیل کھنڈ کہتے ہیں آیا۔ ایک دوسرا سردار بشارت خاں بھی اس کے ہمراہ تھا جس نے بریلی کے قریب بشارت گنج کو آباد کیا۔ ان سرداروں کا مقصد فوجی ملازمت میں داخل ہو کر ہندوستان کی مقامی جنگوں میں حصہ لینا تھا۔ داؤد خاں نے بادشاہ دہلی کی رفاقت میں مرہٹوں کو شکست دی۔ بادشاہ کی طرف سے موضع شاہی ضلع بریلی میں اور ستاسی ضلع بدایوں میں بطور جاگیر دیا گیا۔ ۱۷۱۹ء میں کمایوں کے راجہ نے دھوکے سے قتل کرا دیا۔ نواب علی محمد خاں جانشیں ہوئے۔

داؤد خاں فاروقی : اپنے بھائی میراں غنی کے مرنے کے بعد خاندیش کے تخت پر ستمبر ۱۵۰۳ء میں بیٹھا۔ ۱۵۱۰ء تک حکومت کی۔ عادل خاں فاروقی ثانی اس کا جانشیں ہوا۔

داؤد خاں قریشی : بھیکن خاں کا لڑکا تھا۔ عالمگیر بادشاہ کے دربار میں اس کو پنج ہزاری منصب حاصل تھا۔ ۱۶۷۰ء میں الہ آباد کا گورنر مقرر رہا۔

داؤد شاہ : سلیمان قرآنی کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ اپنے بڑے بھائی بایزید کے مرجانے پر ۱۵۷۳ء میں بنگال کا بادشاہ ہوا۔ یہ شہزادہ نفسانی خواہشوں کا غلام تھا۔ اس کے مصاحب بداندیش اور بدچلن تھے جنھوں نے اس کو سلطنت مغلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔ چنانچہ منعم خاں خانخاناں سے جو اس وقت جونپور کا گورنر تھا نوک جھونک رہی۔ آخر کار لڑائی کی نوبت پہنچی۔ گورنر کی مدد کو شہنشاہ اکبر کی فوجیں آگئیں۔ اس

معاملے میں ۱۵۷۰ء میں داؤد شاہ نے شکست پائی۔ وہ کٹک کی سرحد میں پناہ گزیں ہوا۔ اس لڑائی کا خاتمہ صلح پر ہو گیا جس میں کٹک اور اڑیسہ داؤد شاہ کو دیے گئے اور بنگال کے دوسرے صوبے مغلیہ سلطنت میں شامل کر لیے گئے۔ جب منعم خاں لکھنوتی میں اسی سال مر گیا تو داؤد خاں نے پھر بنگال پر قبضہ کر لیا۔ خان جہاں ترکمان جو اس صوبہ کا گورنر مقرر ہوا تھا سخت لڑائی کے بعد صوبہ پر قابض ہوا۔ اور داؤد شاہ قید ہو کر شہنشاہ اکبر کے روبرو بغاوت کے الزام میں قتل کر دیا گیا۔ اس صورت سے بنگال مستقلاً اکبر کے قبضے میں آیا اور مشرقی خود مختار سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

داؤد شاہ بہمنی : سلطان علاء الدین حسین کا بیٹا تھا۔ ۱۳۷۸ء میں اپنے بھتیجے مجاہد شاہ کو قتل کر کے دکن کے تخت پر بیٹھا۔ لیکن خود بھی اسی سال میں گلبرگہ کی مسجد میں مارا گیا اور اپنے بھائی محمود شاہ اول کو اپنا جانشیں چھوڑا۔

داؤد شاہ گجراتی : اپنے بھتیجے قطب شاہ کے مرنے پر ۱۴۳۹ء میں گجرات کا بادشاہ ہوا۔ ۷ سال حکومت کرنے کے بعد رعایا نے اس کو معزول کر کے اس کے دوسرے بھتیجے محمود شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔

داؤد طائی : ایک مسلمان حکیم تھا۔ اس نے ۲۰ سال تک ابوحنیفہ کی خدمت کی۔ اس کو حبیب راعی کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ وہ فضیل ایاز، ابراہیمؒ ادھم اور معروفؒ کرخی کا ہمعصر تھا۔ المنصور کے جانشیں المہدی کے زمانے میں ۷۸۲ء میں انتقال کیا۔

داؤد قیصری : (شیخ) شرح حدیث الاربعین کا مصنف ہے۔ ۱۵۳۰ء میں انتقال کیا۔

داہان : اس کا اصلی نام ابو محمد سعید بن مبارک یا جیسا کہ عام طور سے مشہور ہے ابن داہان البغدادی تھا۔ صرف ونحو عربی میں اعلیٰ درجے کی مہارت رکھتا تھا۔ عربی و فارسی میں شعر بھی کہتا تھا۔ ۱۱۷۳ء م ۵۶۹ھ میں انتقال کیا۔

دبیر : مرزا سلامت علی نام، وطن آبائی دہلی تھا۔ لکھنؤ میں عمر گزاری اور میر انیس کے مد مقابل رہے۔ ان کے مرثیوں کی بھی شہرت میر صاحب سے کم نہیں ہوئی۔ حقیقتہً یہ دونوں اس فن خاص میں آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان کے مرثیوں کی کئی جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ مجموعہ رباعیات بھی چھپ چکا ہے۔ ۲۹ محرم ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔

دبیر الدولہ امین الملک : خواجہ فرید الدین احمد خاں نام۔ مصلح جنگ کا خطاب تھا۔ ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا خواجہ عبدالعزیز کشمیر سے بطریق تجارت دہلی میں آ کر آباد ہوئے۔ اول مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں بعہدۂ سپرنٹنڈنٹی ان کا تقرر ہوا۔ ۱۸۰۲ء میں بمقام بمبئی اتفاقاً حاجی محمد خلیل خاں سفیر ایران انگریزی کے مارے جانے پر ان کی جگہ ۱۸۰۳ء میں دبیر الدولہ کو سفارت ایران پر بھیجا گیا۔ ۱۸۱۵ء میں اکبر شاہ ثانی کی وزارت پر تقرر ہوا۔ وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنا وزیر مقرر کر کے بلا لیا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ ۱۴ محرم ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء وانتقال کیا۔ دبیر الدولہ نہ صرف سیاسی مدبر تھے بلکہ انھیں مختلف علوم بالتخصیص ریاضیات سے نہایت شوق تھا۔ علم ہیئت اور آلات رصد کے متعلق کئی رسالے بھی تصنیف کیے تھے جو غدر ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ سر سید احمد خاں مرحوم نے جو ان کے نواسے تھے ان کی ایک لائف لکھی ہے جو سیرت فریدیہ کے نام سے ۱۸۵۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

درد (میر) : خواجہ محمد میر دہلوی کا تخلص ہے جو کہ خواجہ میر ناصر عندلیب کے فرزند میر اور سودا کے ہمعصر تھے۔ اپنے زمانے کے ملک الشعرا تھے۔ حضرت شاہ عالم ثانی کئی مرتبہ ان کے مکان پر گئے۔ اول اول یہ فوج میں نوکر تھے۔ لیکن اپنے باپ خواجہ ناصر کی صلاح سے نوکری چھوڑ دی اور عابدانہ زندگی بسر کی۔ شیخ گلشن یعنی شیخ سعداللہ کے مرید تھے۔ اہل دل اور صاحب درد تھے۔ ایک رسالہ واردات تصوف میں تصنیف کیا۔ ۳ر جنوری ۱۷۸۵ء مطابق ۴ر صفر ۱۱۹۹ھ یوم جمعہ کو انتقال کیا۔ "حیف دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مذکورہ ذیل کتابیں بھی انھیں کی تصنیف سے ہیں۔ نالۂ درد، آہ سرد، درد دل، شمع محفل، علم الکتاب۔

دردمند : محمد فقیہ دہلوی کا تخلص ہے جو مرزا جان جانجاناں کے مرید و شاگرد تھے۔ انھوں نے ساقی نامہ اور ایک دیوان تصنیف کیا ہے۔ مرشد آباد میں ۱۷۶۲ء میں انتقال کیا۔

درگا داس : باپ کا نام شیو شنکر داس ہے۔ سفینۂ عشرت ایک فارسی تذکرہ کا مصنف ہے۔ ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۷۶۱ء میں یہ تذکرہ تالیف ہوا۔ عجب نہیں کہ یہ حزیں کا شاگرد ہو۔

درگاوتی : (رانی) چتور کے رانا کی بیٹی اور راجہ نربت سنگھ راجپوت حکمراں قلعہ رائے سین (بھوپال) کی بی بی تھی۔ سلطان بہادر گجراتی نے اس خبر سے مشتعل ہو کر کہ راجہ نے کئی سو مسلمان عورتیں لونڈیاں بنا رکھی ہیں ۹۳۹ھ مطابق ۱۵۳۲ء میں ایک جرار فوج کے ساتھ چتور پر حملہ کیا۔ راجہ نے مع اپنے چھوٹے بیٹے پچھمن سنگھ سپہ سالار کے مقابلہ کیا۔ چار روز کی جنگ کے بعد دونوں اسیر سلطانی ہو گئے۔ مگر رانی درگاوتی نے رات کو مع ایک ہزار مسلح عورتوں کے بے خبر سلطان پر شبخوں مار کر دونوں قیدیوں کو چھڑا لیا۔ سلطان گجرات کی طرف چلا گیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد پھر ایک بڑی فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ راجپوتوں نے مجبوراً صلح چاہی۔ سلطان نے اسلام قبول کرنے کی شرط پیش کی۔ راجپوتوں نے ایک ماہ کی مہلت در پردہ اس امید پر لی کہ چتور سے کمک مل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس مرتبہ کی جنگ میں راجہ مع دونوں بیٹوں کے مارا گیا۔ اب رانی مذکورہ چار سو عورتوں کی معیت میں قلعہ سے باہر آ کر لڑنے لگی اور سلطانی فوج کو شکست دے کر تینوں لاشیں قلعہ میں لے آئی اور اپنی دونوں بہوؤں کو ساتھ لے کر بارود کے فرش پر بیٹھی اور ایک آنِ واحد میں آگ لگا کر جل گئی۔

درگاوتی : (رانی) راجہ مہوبا کی بیٹی تھی جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھی۔ دلپت ساہ راجہ گڑھ منڈل سے یہ رانی شادی کرنا چاہتی تھی۔ دلپت ساہ بھی بہت حسین و خوبصورت تھا۔ درگاوتی کا باپ اس رشتے پر رضامند نہ تھا۔ دلپت ساہ نے فوج جمع کر کے درگاوتی کے باپ پر حملہ کیا اور اس پر غلبہ حاصل کر کے رانی کو زبردستی اپنے ملک کو لے گیا۔ اس رانی سے شادی کرنے کے چار سال بعد راجہ دلپت مر گیا اور ایک لڑکا بیر نرائن تین سال کا چھوڑا۔ راج کا انتظام رانی کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ اس نے نہایت قابلیت اور دانشمندی سے حکومت کی۔ رعایا کو بہت عزیز رکھتی تھی۔ بہت سے چاہ، مندر، دھرم شالے بنوائے۔ یہ شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا۔ بادشاہی فوج نے کل شمالی ہندوستان فتح کر لیا تھا۔ آصف خاں کو جو الہ آباد کا گورنر تھا گڑھ منڈل کے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے ۱۵۶۴ء میں چھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیدل

فوج لے کر حملہ کر دیا۔ رانی کو جب خبر ہوئی اس نے ۸ ہزار فوج اور دو ہزار ہاتھی لے کر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور نہایت دلیری سے مقابلہ کیا۔ بہت سے مجادلہ و مقاتلہ کے بعد رانی کی آنکھ میں ایک تیر لگا اور اس کا نوجوان اکلوتا بیٹا بھی شدید زخمی ہوا۔ اسی اثنا میں جب ایک دوسرا تیر رانی کی گردن میں آ لگا تو اس نے یہ سمجھ کر کہ اب میری فوج کے قدم اکھڑ گئے اپنے مہابت سے خنجر لے کر اپنے پہلو میں مار لیا۔ آصف خاں نے یہ معلوم کر کے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا (محاصرے میں یہ شہزادہ مارا گیا) عورتیں بے عزتی کے خیال سے جلتی ہوئی آگ میں گر کر خاک سیاہ ہو گئیں۔ ضلع جبلپور میں سنگ مرمر کی چٹانیں اور ایک عالی شان محل جس کو مدن محل کہتے ہیں رانی درگاوتی کی یادگاریں اب تک باقی ہیں۔ یہ وہی عمارت ہے جو صرف ایک سنگین ستون پر تعمیر کی گئی ہے۔

دریا خاں روہیلہ : شاہزادہ شاہجہاں کی ملازمت میں داخل تھا۔ جب شاہجہاں بادشاہ ہوا تو دریا خاں کو پنج ہزاری منصب مرحمت فرمایا لیکن کچھ عرصے کے بعد اس نے بادشاہ سے بغاوت اختیار کی۔ راجہ جھجر سنگھ سے اس سے مقابلہ ہوا۔ اس لڑائی میں دریا خاں مع اپنے لڑکے کے اور ۴۰۰ افغانوں کے ۱۶۳۰ء میں مارا گیا اور اس کا سر شاہجہاں کے پاس بھیج دیا گیا۔

دریا عماد شاہ : علاء الدین عماد شاہ کا لڑکا تھا۔ باپ کے بعد ۱۵۳۲ء میں برار کا بادشاہ ہوا۔ ۱۵۴۳ء میں اس نے اپنی بہن رابعہ بی بی کی شادی ابراہیم عادل کے ساتھ بڑی دھوم سے کی اور ۱۵۵۸ء میں اپنی لڑکی کی شادی حسین نظام شاہ سے کی اور آخری وقت تک نہایت امن و امان سے حکومت کی اور مرنے کے بعد تخت اپنے لڑکے برہان شاہ عماد کے لیے چھوڑا۔

دلپت رائے : مخاطب بہ راؤ دلپت سنگھ۔ احمد آباد گجرات میں پیدا ہوا جہاں اس کا باپ گلاب رائے متصدی تھا۔ دلپت رائے عربی، فارسی، سنسکرت پراکرت اور بھاشا زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ ۵۷ برس کی عمر میں جے نگر (جے پور) آیا اور مہاراجہ مادھو سنگھ کے حکم سے ایک کتاب (فلاحت مقال) لکھنی شروع کی جس کو ۱۱۸۹ھ م ۱۷۶۷ء میں راجہ کے مرنے کے بعد تکمیل کو پہنچا سکا۔

دلدار آغا : دلدار آغا بادشاہ بابر کی بیوی اور مرزا ہندال کی ماں تھی۔

دلدار علی : (سید مولوی) مجتہد الشیعہ لکھنوی۔ ابن مولوی سید معین الدین بن سید عبدالہادی رضوی۔ پیدائش ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۷۵۲ء بمقام قصبہ جائس یا نصیر آباد ضلع رائے بریلی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اہل تشیع میں ہندوستان کے اندر اجتہاد کا دعویٰ کیا اور جمعہ و جماعت کو اس مذہب میں قائم کر دیا۔ فضلائے ہندوستان سے تحصیل علم کرنے کے بعد کربلائے معلی اور مشہد مقدس میں علوم فقہ و حدیث و اصول پڑھے اور مطالب مذہبی کی تعلیم میں کوشش کی۔ ۱۲۳۷ھ م ۱۸۲۱ء میں ایک مسجد بھی بنوائی۔ بالآخر انیسویں شب ماہ رجب ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء بمقام لکھنو وفات پائی اور مقبرہ حسینیہ میں دفن کیے گئے۔ کتب ذیل ان کی تصنیف سے ہیں۔ اساس الاصول، مواعظ حسنہ، عماد الاسلام پانچ جلدوں میں، شہاب ثاقب، حسام الاسلام، احیاء السنۃ، رسالہ جمعہ، رسالہ ذوالفقار وغیرہ وغیرہ۔

دلشاد خاتون : یہ امیر جوباں کے فرزند امیر دمشق کی لڑکی تھی اور سلطان ابوسعید خاں سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ امیر حسن بزرگ نے ۱۳۳ [illegible]

مرنے کے بعد بغداد فتح کرلیا اور دل شاد خاتون سے شادی کرلی۔لیکن سلطنت کی باگ خاتون ہی کے ہاتھ میں رہی۔

دلیپ سنگھ : رانی چندر کنور کا لڑکا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں پنجاب کا راجہ ہوا۔ لیکن لارڈ ڈلہوزی نے اس کو ۱۸۴۸ء میں معزول کرکے انگلستان بھیج دیا وہاں جا کر مذہب عیسوی اختیار کرلیا۔ ایک مصری عیسائی عورت سے شادی کر لی جس سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ چند سال تک انگلستان میں عیسائی رہنے کے بعد گورنمنٹ سے چند شکایات کا اظہار کرنے کے لیے ہندوستان کو روانہ ہوگیا لیکن ہندوستان پہنچنے سے قبل ہی عدن سے واپس کردیا گیا۔ یورپ پہنچ کر فرار ہوگیا۔ ۱۸۹۱ء میں دائنا کے ایک ہوٹل میں فوت ہوگیا۔

دلیر خاں : بہادر خاں روہیلے کا چھوٹا بھائی داؤدزئی قبیلے کا افغان تھا۔ اس کا اصلی نام جلال خاں تھا۔ اور عالمگیر کے سپہ سالاروں میں سب سے زیادہ بہادر اور لایق خیال کیا جاتا تھا۔ وہ پانچ ہزار منصب دار تھا۔ ۱۶۸۳ء میں دکن میں انتقال کیا۔

دلیر خاں : یہ عبدالکریم کے لڑکے عبدالرؤف کا خطاب ہے جو کہ پہلے بیجاپور کے دربار میں ملازم تھا۔ جب بیجاپور فتح ہوا تو عبدالرؤف عالمگیر سے مل گیا جس کے صلے میں دلیر خاں کا خطاب اور سات ہزار کا منصب حاصل کیا۔ بہادر شاہ کے زمانے میں دکن میں جہاں اس کو جاگیریں مل گئی تھیں فوت ہوا۔

دلیر ہمت خاں : (ملاحظہ ہو مظفر جنگ)

دمشقی : فارس کا ایک مشہور شاعر گزرا ہے اس کا نام محمد دمشقی تھا اور فضل بن یحییٰ کے دربار کا مشہور شاعر تھا۔

دَوانی : اس کا اصلی نام جلال الدین محمد اسعد الدوانی تھا۔ سعدالدین اسد الدوانی کا لڑکا تھا۔ سلطان ابوسعید کے زمانے میں ایک مشہور فلاسفر گزرا ہے۔ ۱۵۰۲ء میں فوت ہوا۔ اس نے شرح ہیاکل، اثبات واجب، رسالہ زوراء، حاشیہ شمسیہ، انوار شافعیہ، شرح عقائد تصنیف کی ہیں۔ اور شرح تجرید پر حاشیے لکھے ہیں۔ اخلاق جلالی جو فارسی کی مشہور اخلاقی کتاب ہے اسی مصنف کی مترجمہ ہے۔ سب سے پہلے یہ کتاب کتاب الطہارت کے نام سے عربی میں بویہ خاندان کی حکومت میں لکھی گئی تھی۔ سب سے پہلا ترجمہ اس کتاب کا ابونصر نے کیا تھا جو اخلاق ناصری کے نام سے رائج ہے۔ ۱۸۳۹ء میں بمقام لندن اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

دو پیازہ : (ملا) عبدالمومن نام۔ ولی محمد کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کا جلیس خاص تھا۔ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی میں نہایت مشاق تھا۔ راجہ بیربل اس کا ہمعصر تھا۔ ان دونوں کی نوک جھوک کے اکثر لطیفے زبان زد عام ہیں۔ فارسی میں بھی سخن آرائی کی اور ابوالفضل سے اصلاح لی۔ آخر عمر میں قصبہ ہنڈیا ضلع الٰہ آباد پہنچا۔ لوگوں سے بستی کا نام پوچھا کسی نے کہا ہنڈیا، کہا کہ دو پیازہ اب ہنڈیا میں آکر کہاں جائے۔ آخر وہیں وفات پائی اور دفن ہوا۔ ”اتراک عالمگیری“ جو ترکی زبان کا ایک لغت ہے اس نے تصنیف کی۔ ملا کے لطائف مشہور ہیں جو بزبان فارسی چھپ چکے ہیں۔ اس کا اصلی وطن متھرا تھا۔ مدت تک وہاں رہا اور ہندی زبان میں دوہے لکھے جو اکثر فقیروں کو یاد ہیں۔

دوسا بھائی پٹیل مس ڈاکٹر : بمبئی کی رہنے والی اول پارسی خاتون ہے جو ۱۹۰۶ء میں بغرض طبی تعلیم کے لندن گئی۔ ۱۹۱۰ء میں کالج کا آخری امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۲ء میں ایم۔ڈی کا ڈپلومہ حاصل کرکے بمبئی واپس آئی۔ وہیں مطب کرتی ہے۔

دوست علی : ارکاٹ کے نواب مرتضٰی خاں کا رشتہ دار تھا۔ اسی کی سرکردگی میں چاندا صاحب نے ترچنا پلی پر قبضہ کیا۔ صفدر علی اس کا جانشین ہوا۔ صفدر علی کو پہلے مرتضٰی خاں نے زہر دلوایا لیکن وہ اس سے جانبر ہو گیا۔ اس کے بعد ایک پٹھان کے ہاتھ سے مرتضٰی خاں نے اس کو قتل کرا دیا۔ رعایا میں مرتضٰی خاں کے خلاف ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مرتضٰی خاں تاب مقاومت نہ لا کر زنانہ بھیس میں اپنے قلعہ دیور کو بھاگ گیا۔

دوست محمد خاں : احمد شاہ درّانی کے خاندان کی حکومت کے بعد کابل میں حکمراں ہوا۔ فتح خاں کا جو محمود شاہ ہرات کا مشہور وزیر تھا بھائی تھا۔ دوست محمد خاں افغانستان میں بارک زئی خاندان کا ایک بڑا با اثر سردار تھا اور ۱۸۳۸ء سے پہلے کابل کا بادشاہ بن چکا تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں سلطنت روس سے برٹش کے خلاف تعلقات پیدا کیے۔ اس لیے ۱۲۵۸ھ م ۱۸۳۸ء میں انگریزی فوج نے اس کو معزول کر کے شاہ شجاع امیر سابق کو تخت نشیں کر دیا۔ ۱۲۶۴ھ م ۱۸۴۴ء میں افغانوں نے بلوہ کر کے بہت سے انگریزی افسروں، سپاہیوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا جو انگریزی افسر باقی تھے انھوں نے افغانوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ اس شرط پر افغانستان سے فوجیں ہٹا لیں گے کہ اگر وہ راستے میں ان کی حفاظت اور رسد رسانی کا ذمہ لیں۔ چنانچہ ۶ ر جنوری ۱۸۴۲ء کو انگریز کابل سے واپس ہوئے لیکن کمی خوراک اور سردی کی شدت سے راستے میں بہت سی جانیں ضائع ہوئیں۔ افغانوں نے نہ صرف رسد رسانی اور حفاظت میں پہلوتہی کی بلکہ بار بار موقع پا کر چھاپے مارے۔ اس پر جنرل پولک نے کابل پر مکرر فوج کشی کی۔ اور اس طرح سے مشہور جنگ افغانستان چھڑ گئی۔ انگریزوں نے کابل کو زیر کر لیا۔ لیکن شاہ شجاع جس کو انگریزوں نے تخت پر بٹھایا تھا باغیوں کے ہاتھ سے مارا جا چکا تھا۔ اس کے بجائے دوست محمد خاں کو امیر بنایا گیا۔ اس نے اپنی وفات تک حکومت کی۔ ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۴ء میں انتقال کیا اور اس کا بیٹا شیر علی خاں جانشیں ہوا۔

دوست محمد خاں : (سردار) بانی ریاست بھوپال۔ ایک عالی خاندان پٹھان تھا۔ ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء میں ہندوستان آیا اور شہنشاہ اورنگزیب کی ماتحتی میں رہ کر جنگی شہرت حاصل کی جس کے صلے میں صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور وہ صوبہ اس وقت قلمرو بھوپال کا ایک حصہ تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سلطنت میں جو ابتری اور فسادات برپا ہوئے ان سے فائدہ اٹھا کر دوست محمد نے بھوپال میں اپنی علیحدہ خود مختاری قائم کر لی۔ دوست محمد خاں نہ صرف قوی چست و چالاک اور بہادر سپاہی تھا بلکہ وہ نہایت ذہین اور امور نظام ملکی سے پورے طور پر واقف تھا۔ ۱۱۳۹ھ مطابق ۱۷۲۶ء میں اس کا انتقال ہوا اور وہ اپنے لڑکے کو ایک ایسے ملک کی حکومت کے لیے جس کا انتظام اس وقت نہایت عمدہ حالت میں تھا اپنا جانشیں چھوڑ گیا۔

دولت خاں لودی : یہ وہ شخص ہے جس نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ وہ ایک مشہور شاعر اور عالم تھا۔ بابر کے دہلی فتح کرنے سے تھوڑے عرصے پہلے ۱۵۲۶ء میں فوت ہوا۔

دولت خاں لودی ساہوخیل : خان جہاں لودی کا باپ تھا۔ اس نے مرزا عزیز کوکہ عبدالرحیم خان خانخاناں اور شہزادہ دانیال کی کئی سال خدمت کی اور وہ ہزار کا منصب دار ہوا۔ وہ دکن میں ۱۶۰۰ء میں مر گیا۔

دولت رائے : منشی دولت رائے کا بیٹا بھولی خاں المتوفی ۱۲۲۴ھ م ۱۸۰۹ء۔ بانی ریاست بھاولپور کا

مصاحب خاص تھا۔ بھاولپور کا خاندان عباسی ہے اس مناسبت سے مرآۃ دولت عباسیہ کے نام سے بھاولپور کی تاریخ لکھی۔ ۱۸۵۰ء میں یہ کتاب چھائی گئی تھی۔

دولت راؤ سیندھیا : آنندی راؤ کا لڑکا اور مادھو جی کا بھتیجا اور متبنیٰ تھا۔ انگریزوں کے مقابلے میں شکست کھائی، ۱۸۲۷ء میں فوت ہوا۔

دولت راؤ سیندھیا : (مہاراجہ) مادھو جی سیندھیا کا بھتیجا اور متبنیٰ تھا۔ ۱۷۹۲ء میں گوالیار کا راجہ ہوا۔ اس کی تندمزاجی اور طمع اور بے قاعدہ اولوالعزمی سرداروں سے ۱۸۰۲ء میں لڑائی کا خاص سبب ہوئی۔ جب انگریزوں سے لڑائی چھڑی تو سرآرتھر ولزلی نے جو کہ بعد میں ڈیوک آف ولنگٹن ہوئے اور مرہٹوں کے مقابلے کو بھیجے گئے۔ سیندھیا یعنی دولت راؤ کو ۱۸۰۳ء میں بمقام اسے ای شکست دی اور لارڈ لیک نے مرہٹوں کو دوآبے سے بالکل نکال دیا۔ دولت راؤ نے شیرجی راؤ گھٹگھٹی کی لڑکی بیزا بید سے شادی کی۔ ۳۳ سال کی حکومت کے بعد ۱۸۲۷ء میں انتقال کیا۔ جھنکوراؤ سیندھیا اس کا جانشین ہوا۔

دولت شاہ : دولت شاہ علاء الدین بختی شاہ سمرقندی کا بیٹا تھا اور تذکرہ دولت شاہی کا مصنف ہے۔ سلطان حسین مرزا والی ہرات کے زمانے میں گزرا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۸۷ء میں ختم ہوئی تھی۔ اس میں دس عربی شاعروں اور ایک سو پینتیس فارسی شاعروں کے حالات اور ان کے کلام کا انتخاب درج ہے۔ یہ ایک مستند تذکرہ ہے اور اس کو تذکرۃ الشعرا بھی کہتے ہیں۔ مرآۃ الصفاء کے مصنف نے اس کا سنہ وفات ۱۴۹۶ء مطابق ۹۰۲ھ لکھا ہے۔

دوندے خاں بن حسن خاں بن شہاب الدین خاں روہیلہ سردار تھا۔ مسٹر بیل نے اس کی ولدیت میں دھوکا کھایا ہے۔ وہ علی محمد خاں کا لڑکا نہیں تھا۔ روہیلوں کا خاندان شمالی حصہ کابل اور نیشاپور کی طرف سے آکر شمالی ہند میں آیا اور زمینداروں کی ملازمت اختیار کی۔ حافظ رحمت خاں دوندے خاں کا حقیقی چچازاد بھائی تھا۔ روہیلوں اور بنگش کی مشہور لڑائی کے بعد جو ۱۷۵۱ء میں ہوئی تھی ۱۷۵۴ء میں حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں نے ملک کٹھیر باہم تقسیم کرلیا۔ رجپورہ، اسدپور، اسلام نگر، بسولی، ستاسی، دوندے خاں کے حصے میں آئے۔ دوندے خاں کا مقبرہ بسولی ضلع بدایوں میں موجود ہے۔ بسولی میں دوندے خاں نے ایک قلعہ بھی بنایا تھا جو اب بالکل کھد گیا ہے۔ اسی کے قریب ایک مسجد دوندے خاں کی تعمیر کردہ موجود ہے جس پر ایک قطعہ تاریخ ۱۱۶۹ھ م ۱۷۵۴ء کندہ ہے۔ ۱۷۷۴ء کے قریب میراں پور کٹرہ کی مشہور لڑائی سے کچھ عرصے قبل دوندے خاں فوت ہوگیا۔ اس نے تین لڑکے چھوڑے۔ سب سے بڑا لڑکا محب اللہ کے قبضے میں بدایوں بھی آگیا تھا۔

دھارا : ٹوڈرمل کا لڑکا تھا۔ ۱۵۹۱ء میں وہ ٹھٹا کے حاکم مرزا جانی بیگ کے مقابلے میں قتل ہوگیا۔

دھرم پال : عبدالغفور نام۔ صوبہ پنجاب کا رہنے والا۔ ذات کا نورباف۔ گریجویٹ ہونے کے بعد اسلام سے منحرف ہوگیا۔ مختلف مذاہب میں رہ کر آخر کار ۱۹۰۳ء میں آریہ ہوگیا۔ اور ایک کتاب ترک اسلام تصنیف کی جس میں اسلام اور حضور سرورِ کائنات پر دل شکن حملے کیے۔ ۱۹۱۲ء میں آریہ سماج سے منحرف ہوا۔ اس نے ایک اخبار اندر نامی نکالا ہے جس میں آریہ سماجیوں کی اندرونی زندگی اور ان کے مذہبی عقائد پر اعتراضات کی بوچھار کرتا ہے لاہور میں قیام ہے۔

دھولا راؤ : جے پور کے کچھوا راجاؤں کا مورث ۹۶۷ء

میں گزرا ہے۔

دھوندھیا واگا : یہ ایک ڈاکو تھا جس نے کئی سال تک ڈاکوؤں کی ایک بڑی جماعت سے مل کر میسور کی سرحد کو لوٹا۔ اسی ڈاکو نے اپنا لقب بادشاہ دو جہاں رکھا تھا۔ یہ ابتدا میں حیدر علی کی ملازمت میں رہا تھا۔ اس نے ایک خود مختار سلطنت قائم کرنا چاہی تھی۔ آخر کار ٹیپو سلطان نے ناراض ہو کر اس کو قید کر لیا۔ جب سرنگا پٹم فتح ہوا تو انگریزی سپاہیوں نے اس کو رہا کیا۔ بعدۂ اس نے پانچ ہزار سواروں کو جمع کر کے میسور پر حملہ آور ہونے کی دھمکی دی۔ مدراس کے گورنر نے کرنل ولزلی کو اس کے مقابلے کے واسطے بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا تعاقب کرو۔ آخر کار وہ شکست کھا کر انگریزوں کی قید میں آ گیا اور ۱۸۰۰ء میں اس کو پھانسی دی گئی۔

دیا رام : ذات کا گوالا۔ مغربی ہند کا مشہور پہلوان۔ عہد فرخ سیر میں گزرا ہے۔ غیر معمولی طاقت کے کرتب دکھایا کرتا تھا جو اب تک زبان زد عام ہیں۔

دیا مل : (راجہ) عماد الملک لقب تھا۔ غازی الدین خاں وزیر کا دیوان تھا۔ امتیاز تخلص تھا۔

دیانت خاں : اصل نام محمد حسین خطاب دیانت خاں تھا جو شاہجہاں کے دربار میں دو ہزار پنج صدی کے منصب پر ممتاز تھا۔ ۱۶۳۰ء میں احمد نگر میں فوت ہوا۔

دیانت رائے : (گجراتی) رائے رایان، قوم کا ناگر برہمن۔ تحریر و تقریر و حساب و کتاب، ہیئت و ہندسہ میں عمدہ لیاقت رکھتا تھا۔ علامی افضل خاں کی وفات کے بعد رائے رایان کا خطاب پایا اور ان کی حیات میں "وزارت کل" کا کام اسی کے سپرد تھا۔ اگر کوئی امیر علامی موصوف سے کسی کی سفارش کرتا یا کچھ حال دریافت کرنا چاہتا تو ہمیشہ یہی جواب ملتا کہ دیانت رائے سے کہو یا دیانت رائے سے پوچھو۔ جب علامی موصوف کا انتقال ہوا ایک ظریف نے از راہ ظرافت اس کا مرثیہ کہا اور اس میں یہ مضمون نظم کیا کہ جب منکر نکیر قبر میں سوال و جواب کرنے لگے تو انھوں نے ہر سوال کے جواب میں یہی جواب دیا کہ دیانت رائے سے جا کر دریافت کرو۔ وہی تمھارے سوال کا جواب دے گا۔

دیانند سرسوتی : (سوامی) بانی آریا سماج۔ ضلع گجرات میں مچھو کا منا ندی کے کنارے مقام موروی میں ۱۸۲۴ء میں اودیچ برہمن خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام مول شنکر اور باپ کا نام امبا شنکر تھا۔ ۱۴ برس کی عمر میں شیوراتری کی رات میں بت پرستی سے توبہ کی اور اسی وقت سے مورتی کھنڈن کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن سات سال تک وہ اس کو عملی صورت نہ دے سکے۔ اکیس سال کی عمر میں وطن چھوڑ دیا تھا۔ گرو برجانند کے پاس ڈھائی سال تک متھرا میں مقیم رہ کر سنسکرت میں علوم کی تکمیل کی اور سنیاسیوں کی زندگی اختیار کر لی۔ اس کے بعد وعظ شروع کیا۔ ۱۸۷۴ء میں بمقام بمبئی پہلی مرتبہ آریا سماج قائم ہوئی۔ ستیارتھ پرکاش ان کی مشہور تصنیف ہے۔ وہ صرف مذہبی ریفارمر ہی نہیں تھے بلکہ ہندوؤں کی سوشل اصلاح کی خدمت بھی انجام دی۔ ازدواج ثانی کا اجرا، صغرسنی کی شادی کی بیخ کنی، تعلیم نسواں کی اشاعت کی شدھی کے طریقے کو رائج کر کے ہندوؤں کی مردم شماری میں اضافہ کی تدبیر کی۔ بمقام شہر جودھپور اکتوبر ۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔

دین محمد : سلطان جانی بیگ کا لڑکا۔ عبداللہ خاں ازبک کی بہن کے بطن سے تھا۔ اور عبداللہ خاں کے لڑکے عبدالمومن کے مرنے پر ۱۵۹۸ء میں سمرقند کا بادشاہ ہوا۔

دیوانجی بیگم : یہ بیگم ارجمند بانو بیگم ممتاز محل کی ماں اور آصف خاں وزیر کی بیوی تھی۔ اس کا مقبرہ روضہ تاج گنج کے قریب دریائے جمنا کے کنارے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔

دیوانہ : رائے سرب سنگھ نام۔ دیوانہ تخلص۔ راجہ مہانراین بہادر دیوان و مدارالمہام نواب شجاع الدولہ کا بھانجا۔ دہلی میں پیدا ہوا۔ یہ ذات کا کھتری تھا جوان ہو کر بعہد شاہ عالم ثانی لکھنؤ گیا اور آخر عمر تک وہیں رہا۔ اپنے زمانے کا مستند شاعر تھا۔ ایک دیوان اردو چار دیوان فارسی اس کی تصنیف سے ہیں۔ فارسی کلام میں دس ہزار اشعار کے قریب چھوڑے۔ میر حیدر علی حیراں اور جعفر علی حسرت اس کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ ۱۲۰۶ھ م ۱۷۹۱ء میں انتقال کیا۔

دیول دیوی : (ملاحظہ ہو کولا دیوی)۔

دیونرائن سنگھ : یہ بنارس کا راجہ تھا اور اس کو گورنمنٹ کی طرف سے کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب ملا تھا۔ ۲۸ راگست ۱۸۷۰ء کو مر گیا۔

ذ

ذاکر احمد : مجاہد الدین نام، وطن بدایوں۔ حاجی حرمین الشریفین۔ زاہد متقی۔ فن طب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ فن شعر میں اچھی مہارت تھی۔ خواجہ فراق لکھنوی اور مصطفےٰ خاں شیفتہ سے تلمذ تھا۔ تمام عمر نعت اور منقبت کے سوا دوسرے مضامین پر قلم نہ اٹھایا۔ ۲۹ رصفر ۱۳۳۴ھ مطابق ۶ رجنوری ۱۹۱۶ء کو بعمر ۸۳ سال انتقال کیا۔ تین ضخیم دیوان نعتیہ کے علاوہ ایک ضخیم کتاب ''مظہر الاسلام'' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں لکھی ہے آپ کی یادگار ہے۔

ذرّہ : مرزا راجہ نام۔ ذرّہ تخلص۔ یہ شاہ عالم نابینا کا نوکر تھا۔ اس نے اپنے مربی موصوف کے تخلص آفتاب کے تقابل سے اپنا تخلص ذرّہ اختیار کیا۔

ذکا : میر اولاد محمد بلگرامی کا تخلص ہے۔ میر غلام علی آزاد کا بھتیجا تھا۔ ۱۷۶۱ء مطابق ۱۱۷۵ھ کے بعد انتقال ہوا۔

ذکا : خوب چند دہلوی کا تخلص ہے۔ اس کے کلام میں اردو محاورات اور ضرب الامثال خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اردو شعراء کا تذکرہ ''حیات الشعراء'' اس کی تصنیف ہے۔

ذکاء اللہ : مولوی شمس العلماء خان بہادر۔ پیدائش ۱۸۳۰ء بمقام دہلی۔ ۱۸۵۱ء سے ملازمت شروع کی۔ سررشتۂ تعلیم میں پروفیسر رہے۔ ۱۸۸۷ء میں پنشن لی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ کے قریب پہنچی۔ اکثر انگریزی درس کی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ان کی سب سے بڑی ضخیم کتاب تاریخ ہندوستان دس جلدوں میں ہے جو بہت مشہور ہے۔ اس کے علاوہ عجائب الحساب، سوانح عمری ملکہ معظمہ، رسالہ علم تناسب، تقدیم اللسان وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں۔ ۷ رنومبر ۱۹۱۰ء کو انتقال کیا۔

ذکی : جعفر علی خاں دہلوی کا تخلص ہے جو شاہ عالم کے زمانے میں موجود تھا۔

ذکی خاں : کریم خاں کی وفات کے بعد مارچ ۱۷۷۹ء میں تخت پر غاصبانہ قابض ہو گیا تھا۔ لیکن دو ماہ سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔ قتل سے زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

ذکی ہمدانی : ہمدان کا ایک شاعر تھا جو شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے میں گزرا ہے۔ ۱۶۲۱ء مطابق ۱۰۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ ایک دیوان یادگار چھوڑا۔

ذوالفقار الدولہ : نجف خاں خطاب ہے۔ (نجف خاں ملاحظہ ہو)۔

ذوالفقار خاں : عہد شاہجہاں کے امراء میں داخل تھا۔ اسد خاں کا بیٹا تھا۔ اس کا بھی یہی خطاب تھا۔ ۱۶۵۹ء مطابق محرم ۱۰۷۰ھ میں فوت ہوا۔

ذوالفقار خاں : امیر الامرا نصرت جنگ۔ باپ کا نام اسد خاں۔ اس کی ماں خیر النساء بیگم دختر یمین الدولہ آصف خاں تھی اور شایستہ خاں پسر آصف خاں اس کا خسر تھا۔ اعتقاد خاں اس کا پہلا خطاب تھا۔ امرائے عالمگیری سے تھا۔ پیدائش ۱۶۵۷ء مطابق ۱۰۶۷ھ۔ مختلف خدمات پر مامور رہا۔ بہادر شاہ کے تخت نشیں ہونے پر ۱۷۰۷ء م ۱۱۱۹ھ میں امیر الامرا کے خطاب کے ساتھ اس کو حکومت دکن تفویض ہوئی۔ بہادر شاہ کی وفات پر اس کے لڑکوں میں تخت پر جھگڑا ہوا تو ذوالفقار خاں نے جہاندار شاہ کا ساتھ دیا اور یہ اسی کی حکمت عملی اور تدابیر کا نتیجہ تھا کہ جہاندار شاہ تخت و تاج حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ جہاندار شاہ نے اس کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔ لیکن فرخ سیر نے جہاندار شاہ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور اس کو شکست دے کر خود بادشاہ بن گیا۔ فرخ سیر نے تخت نشیں ہونے پر ذوالفقار خاں کو پھانسی دے کر اس کا خاتمہ کر دیا اور جہاندار شاہ کو بھی جیل خانے میں مروا ڈالا۔ ان دونوں کے سرتن سے جدا کر کے نیزوں پر چڑھا کر شہر میں گشت کرائے گئے اور لاشیں پاؤں اوپر کر کے ہاتھی پر کسوائی گئیں اور اس ہاتھی کو بادشاہ کے جلوس کے ساتھ جب وہ شاہی محل میں داخل ہوا نکالا گیا۔ ذوالفقار خاں کا باپ اور خاندان کی مستورات مجبور کی گئیں کہ وہ اس جلوس میں شریک ہو کر اس نظارے کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ غرض ذی الحجہ ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۳ء میں ذوالفقار کا جس کے ناخنوں میں سلطنت کے لوٹ پوٹ کر دینے کی قابلیت بھری ہوئی تھی آن واحد میں اس ذلت و خواری کے ساتھ خاتمہ ہو گیا۔ خود اس کے باپ نے اس واقعہ کی تاریخ یہ لکھی تھی۔

”نمود ابراہیم اسمٰعیل را قرباں“

اس مادہ تاریخ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اسد خاں نے خود ذوالفقار خاں کو اس غرض سے فرخ سیر کے پاس بھیجا تھا کہ وہ نئے شاہنشاہ کو مصالحت آمیز باتیں کر کے راضی کر لے گا۔ لیکن نتیجہ برعکس ہوا۔ اور بادشاہ نے اس پر قابو پا کر قتل کرا دیا۔ اسد خاں نے اس مادہ تاریخ میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اس نے ذوالفقار خاں کو بادشاہ کے پاس بھیج کر خود اپنے پیر میں کلہاڑی ماری۔

ذوالفقار خاں سبزواری : سلطان محمد خوارزمی کے زمانے میں اچھا شاعر گزرا ہے۔ اس کا زمانہ ۱۲۰۰ء کا تھا۔

ذوالفقار علی : مست تخلص تھا۔ چند تصانیف یادگار ہیں۔ تذکرہ ریاض الوفاق ان کی مشہور تصنیف ہے جس میں کلکتہ اور بنارس کے فارسی شعرا کا کلام مع حالات زندگی درج کیا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۸۱۴ء م ۱۲۲۹ھ میں تصنیف ہوا۔

ذوالفقار علی خاں : باندے کا نواب علی بہادر حاکم بندیل کھنڈ کا بیٹا تھا۔ ۳۰ راگست ۱۸۲۳ء مطابق ۲۲ رذی الحجہ ۱۲۳۸ھ کو اپنے بھائی شمشیر بہادر کی جگہ تخت نشیں ہوا۔

ذوالقدر : مرزا محمد خسیہ کا تخلص ہے۔ ترکی قبیلہ ”ذوالقدر“ سے تھا۔ اپنے قبیلہ کی نسبت سے اس نے ”ذوالقدر“ اپنا تخلص رکھا۔ اس کا زمانہ ۱۶۹۹ء مطابق ۱۱۰۰ھ کے قریب تھا۔ صاحب دیوان تھا۔

ذوالقرنین : سکندر اعظم کا لقب ہے۔ (ملاحظہ ہو سکندر اعظم)۔

ذوالنون مصری : مصر کے جلیل القدر اولیاء سے ہیں۔ مصر میں اب تک ان کا سلسلہ جاری ہے۔ قرب و جوار کے

لوگ جوق جوق ان کے مزار پر جمع ہوتے ہیں۔ فروری ۱۸۶۰ء مطابق ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

ذوق : شیخ محمد ابراہیم نام۔ شیخ محمد انصاری کے فرزند۔ ۱۱رذی الحجہ ۱۲۰۴ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی میں صاحب استعداد کامل تھے۔ ابتدائے عمر ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کی۔ مومن اور غالب کے ہمعصر تھے۔ بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کے استاد تھے۔ اس فن کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے ہیں۔ محاورہ بندی ان کا خاص حصہ تھا۔ غزل گوئی کے علاوہ اردو قصائد میں سودا کے بعد ان کا درجہ رکھا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے خاقانی ہند خطاب تھا۔ فصیح الملک مرزا داغ مرحوم ان کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ۲۴رصفر ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۵ء بروز چہارشنبہ انتقال کیا۔ انکی تاریخ وفات ''واقعہ تعجب خیز'' سے نکلتی ہے۔ ایک دیوان اور مثنوی جاں سوز یادگار ہے۔

ر

رابعہ بصریؒ : بصرے کی مشہور خاتون کا نام ہے جو علم حدیث میں کامل اور صاحب زہد و اتقا ولیہ کاملہ تھیں۔ حضرت سری سقطیؒ انھیں کے زمانے میں گزرے ہیں۔ ۸۰۱ء مطابق ۱۸۵ھ میں وصال ہوا۔

رابعہ دورانی بیگم : اس کا اصلی نام دل رس بانو ہے۔ یہ شاہ نواز کی بیٹی اور عالمگیر اورنگ زیب کی بی بی تھی۔ عالمگیر بادشاہ کے ساتھ اس کا عقد ۴ لاکھ روپیہ مہر پر ہوا تھا۔ شاہزادہ محمد اعظم شاہ اور شاہزادی زیب النساء بیگم جو ایک مشہور شاعرہ گزری ہے اس کے بطن سے تھے۔ اس کا مقبرہ اس کے بیٹے محمد اعظم شاہ نے اورنگ آباد دکن میں بنایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ دروازہ کی بنی کے ایک پہلو میں یہ الفاظ کندہ ہیں :

''ایں روضہ منورہ در معماری
عطاء اللہ بہ عمل ہیبت رائے تیار
شد۔ ۱۰۷۲ھ''۔

دوسرا کتبہ یہ ہے۔

''ایں دروازہ باہتمام رفعت
پناہ آقا ابوالقاسم بیگ داروغہ
تیار شد''۔

رابندر ناتھ ٹگور : باپ کا نام دیبندر ناتھ۔ بنگالی۔ ۱۲-۱۳ سال کی عمر میں پرانے بنگالی شاعروں کے نمونے پر چند نظمیں چھپوائیں جو بہت مشہور ہوئیں۔ ۲۳ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ اس کے بعد باپ کے دباؤ ڈالنے سے اپنے گاؤں سلیسدا میں رہنا پڑا۔ وہاں کے حالات دیکھ کر حب وطنی نے جوش مارا اور اپنے عزیزوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے گردونواح کے دیہات کا سفر کیا اور وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر چند دلچسپ کہانیاں تصنیف کیں۔ پھر کلکتہ آکر اپنی مصنفہ کتابوں کا حق تصنیف فروخت کیا۔ بول پور میں ایک اسکول کی بنیاد ڈالی۔ بغرض سیاحت انگلستان کو گئے۔ وہاں اپنی قومی نظموں کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ ان کو بنگال کا شیکسپیر یا ایشیا کا ملک الشعراء کہا جاتا ہے۔ اس وقت تک زندہ ہیں۔

راج اندر گوشائیں : ہندو سادھوؤں کے ایک فرقے کا سردار تھا۔ اس کے پیرو بطریق ایک فوج کے اس کے ساتھ رہتے تھے۔ نواب صفدر جنگ نے اس کی فوج کو نوکر رکھ لیا تھا۔ شاہنشاہ احمد شاہ کے زمانے میں جس نے صفدر جنگ کو وزارت سے علیحدہ کر دیا تھا اور اس کی جگہ نظام الدولہ کو دے دی تھی غازی الدین ثالث اور صفدر جنگ کے باہم سخت لڑائی ہوئی جس میں ۲۰رجون ۱۷۵۳ء مطابق ۱۷رشعبان ۱۱۶۶ھ کو

اندر گوشائیں مارا گیا۔

راجح: (مولینا) بن داؤد گجراتی۔ بڑے زبردست عالم تھے۔ علامہ سخاوی نے الضوء الامع میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے ذوق فہم کی تعریف کی ہے۔ علماء گجرات سے علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ گئے۔ علوم معقول ومنقول میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ شعر اچھا کہتے تھے۔ ۹۰۴ھ م ۱۴۹۸ء میں وفات پائی۔

راجس کھار: نویں صدی عیسوی میں ہندوستان کا ایک ڈراما نویس گزرا ہے۔ اس کے ڈرامے اب تک سنسکرت زبان میں موجود ہیں۔ اس کا انداز بیان خوبی اور سلاست کے لیے مشہور ہے۔

راج سنگھ رانا: چتور اور اودے پور کا رانا تھا۔ راجہ جگت سنگھ کے بعد ۱۶۵۲ء مطابق ۱۰۶۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ شاہجہاں نے راج سنگھ کو پنج ہزاری منصب عطا کیا تھا۔ چتور کا قلعہ عالمگیر کے حکم سے مسمار کر دیا گیا۔ ۲۴ جلوس عالمگیری ۱۶۸۰ء مطابق ۱۰۹۱ھ میں راج سنگھ فوت ہوا اور رانا جے سنگھ اس کا بیٹا جانشین ہوا۔

راجو قتال حسینی: مخدوم جہانیاں جہاں گشت شیخ جلال کے بھائی تھے۔ ان کا شمار بھی اکابر اولیاء میں ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے اور حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز آپ کے فرزند تھے۔ حضرت راجو قتال حسینی ۷۲۵ھ میں دولت آباد تشریف لائے۔ ۵ رشوال ۷۳۱ھ میں یہیں انتقال فرمایا۔ خلد آباد میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔

راجہ راج روپ: راجہ باسو کا پوتا اور راجہ جگت سنگھ کا بیٹا۔ شاہجہاں کے عہد میں راجہ کا خطاب اور جموں کی پرانی حکومت ملی۔ سہ ہزاری منصب تک ترقی پائی۔ داراشکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائی میں اورنگ زیب کی طرف رہا۔ جنگ دوم میں جو اجمیر کے قرب وجوار میں ہوئی اس میں اورنگزیب نے داراشکوہ پر جو فتح حاصل کی تھی اس کو صاحب عالمگیر نامہ نے جن چند بہادروں کی کارگزاری سے منسوب کیا ہے ان میں راجہ راج روپ بھی شامل ہے۔ ۱۰۷۱ھ میں فوت ہوا۔

راجہ راج سنگھ کچھواہا: راجہ اسکرن کا بیٹا۔ راجہ بہارامل کا بھتیجا تھا۔ صوبہ دکن کی مہمات میں شریک رہا۔ ۴۴ جلوس اکبری میں قلعہ گوالیار کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ منصب چار ہزاری ذات سہ ہزار سوار پر سرفراز تھا۔ عہد جہانگیری میں صوبہ دکن میں تعینات ہوا وہیں ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء میں انتقال کیا۔

راجہ رام: مرہٹہ سردار سمبھا جی نامی کا بھائی تھا۔ سمبھا جی کو تخت سے اتار کر جولائی ۱۶۸۹ء میں ستارہ کا راجہ ہوا۔ اس کے راجہ ہونے پر سمبھا جی اپریل ۱۶۹۰ء میں کرناٹک کے قلعہ میں بند کر دیا گیا۔ اسی دوران میں عالمگیر نے ۲۱ر اپریل ۱۷۰۰ء مطابق ۱۳ر ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ کو ستارہ کا قلعہ فتح کر لیا۔ اسی سال قلعہ کی تسخیر سے پہلے راجہ رام چیچک سے بمقام جھجر فوت ہو گیا۔ راجہ رام کا لڑکا کرن اس کے بعد گدی پر بیٹھا۔

راجہ رام چند اڑیسہ: ملک اڑیسہ کا حاکم تھا۔ اکبر کے دربار میں منصب پانصدی حاصل تھا۔

راجہ رامچند بگھیلا: ملک بھتہ کا راجہ تھا۔ اس کا شمار ہندوستان کے بڑے راجوں میں تھا۔ ہندوستان کا مشہور گویا تان سین سب سے پہلے اسی کی سرکار میں ملازم ہوا۔ بعدہٗ اکبر کے یہاں بلایا گیا۔ اکبر نے اس کو دو کروڑ درم انعام دے کر رخصت کر دیا۔ راجہ رام چند بھی ۹۹۱ھ مطابق ۱۵۸۳ء میں دربار اکبری میں حاضر ہوا اور نذر گزرانی۔ بادشاہ نے امرائے خاص

کے سلسلہ میں منسلک کیا۔ ۳۷ جلوس اکبری یعنی ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۵۹۱ء میں فوت ہو گیا۔

راجہ رام چند چوہان : بدن سنگھ چوہان کا بیٹا اکبری امراء میں تھا۔ مہم گجرات میں بادشاہ کے ساتھ تھا۔ صوبہ مالوہ میں بھی متعین رہا۔ دکن کی مہمات میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۷/ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ م ۱۵۹۶ء میں اسی معرکے میں دادِ شجاعت دے کر فوت ہو گیا۔

راجہ علی خاں فاروقی : خاندیس کا راجہ تھا۔ اپنے بھائی میراں محمد خاں دوم کے بعد تخت نشیں ہوا۔ اس وقت شاہنشاہ اکبر ہندوستان پر حکمراں تھا۔ ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں سندھ، مالوہ، گجرات حکومت دہلی میں شامل ہو چکی تھیں۔ راجہ علی خاں اکبر کے سطوت شاہی سے مرعوب ہو کر شاہی کے لقب سے دستبردار ہو گیا تھا۔ اس نے بادشاہ کو ایک عرضداشت اس مضمون کی بھیجی کہ اس کی ریاست ایک باجگزار ریاست سمجھی جائے۔ اس عرضداشت کے ساتھ شاہنشاہ کو اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلانے کے لیے بہت سے قیمتی تحائف بھی نذر گزرانے۔ وہ دکن کی اس لڑائی میں جو خانخاناں اور سہیل خاں کے درمیان ہوئی ۲۶/ جنوری ۱۵۹۷ء مطابق ۱۸/ جمادی الآخر ۱۰۰۵ھ کو کام آیا۔ اس نے ۲۱ سال حکومت کی۔ برہان پور میں لے جا کر اس کی نعش دفن کی گئی۔ اس کا لڑکا بہادر شاہ فاروقی جانشیں ہوا۔

راجہ کشن پوربی : ایک ہندو زمیندار تھا۔ ۱۳۸۶ء میں شمس الدین دوم کے انتقال کے بعد بنگال کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر بنگال میں ایک نئے شاہی خاندان کا بانی ہوا۔ ۷ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۳۹۲ء مطابق ۸۹۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا لڑکا جیت مل جس نے مسلمان ہو کر اپنا نام جلال الدین رکھا اس کے بعد بادشاہ ہوا۔

رازی : محمد بن ذکریا کا تخلص ہے۔ رے کا رہنے والا تھا۔ اسی وجہ سے رازی تخلص رکھا۔ خلیفہ مقتدر باللہ کے قابل اطباء میں داخل تھا۔ فلسفہ اور ہیئت میں کمال رکھتا تھا۔ سنسکرت میں بھی فاضل تھا۔ ۹۹۲ء مطابق ۳۱۱ھ میں انتقال کیا۔ چند کتب یادگار چھوڑیں۔ اس کی مشہور کتاب الحاوی فی الطب ہے جو سنسکرت سے ترجمہ کی گئی ہے۔

راست روش وزیر : بہرام گور کا وزیر تھا۔ بہرام گور کو عیش پرستی سے فرصت نہ تھی۔ وزیر حاوی اور سخت ظالم اور بے ایمان تھا۔ تمام سلطنت کے امرا اور رعایا کو ایسا تنگ کیا کہ ملک ویران ہو گیا۔ ایک بادشاہ نے ملک پر چڑھائی کی اس وقت بہرام گور کے حواس درست ہوئے۔ فوج کا پتہ نہ تھا۔ خزانہ خالی، رعایا تباہ۔ اصل معاملہ وزیر کے ڈر کے مارے کوئی بتاتا نہ تھا۔ اسی فکر میں بہرام گور ایک دن پیادہ پا دور نکل گیا پیاس لگی۔ پانی کی تلاش میں ایک جھونپڑی پر نظر پڑی۔ وہاں ایک کتا بھی سولی پر لٹکا ہوا نظر آیا۔ جھونپڑی سے گڈریے نے نکل کر پانی پلایا۔ بہرام گور نے کتے کا واقعہ دریافت کیا۔ گڈریے نے کہا کہ یہ کتا میرا بڑا وفادار تھا میرے ریوڑ کی نگرانی خوب کرتا تھا۔ لیکن کچھ دن بعد مجھے ریوڑ میں کمی معلوم ہوئی۔ ایک دن میں بھی جنگل کو گیا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑن سے کتے نے تعلق کر لیا ہے۔ وہ بکریاں کھاتی ہے میں نے آ کر کتے کو سولی چڑھایا تاکہ خیانت کی سزا سب کو معلوم ہو جائے۔ اس قصے نے بہرام گور پر بہت اثر کیا۔ شہر میں آ کر وزیر کو قید کر دیا۔ مخلوق نے سب مظالم کے حال بیان کیے۔ وزیر کا گھربار ضبط کر کے رعایا کا مال واپس دیا جو خط دوسرے بادشاہ کو حملہ آوری کے

لیے وزیر نے لکھے تھے وہ بھی برآمد ہوئے۔ وزیر کو مع اس کے ۳۰ مددگاروں کے قتل کیا۔

راسخ : سید میر محمد زماں خاں سرہندی کا تخلص ہے۔ اعظم شاہ پسر عالمگیر کے امرا میں داخل تھا۔ یہ اپنے زمانے کا خوشگو شاعر تھا۔ بمقام سرہند ۱۶۹۵ء مطابق ۱۱۰۷ھ میں انتقال کیا۔

راش بہاری گھوش ڈاکٹر سی۔ آئی۔ ای : عصر موجودہ کے ممتاز مشاہیر میں تھے۔ ضلع بردوان میں ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۱ء میں بمقام کلکتہ کالج تعلیم شروع ہوئی۔ ۱۸۶۶ء میں انگریزی میں آنرز کے ساتھ ایم۔ اے پاس کیا اور قانون کی سند درجۂ اول کی ۱۸۶۷ء میں حاصل کی۔ ان کا شمار کلکتہ ہائی کورٹ کے نامور وکیلوں میں تھا۔ قانونی لکچرار بھی رہے۔ "لا آف مارگیج اِن انڈیا" ان کی مشہور قانونی کتاب ہے۔ ۱۸۸۴ء میں قانون میں ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی۔ بنگال لیجس لیٹو کونسل کے ممبر بھی رہے۔ دسمبر ۱۹۰۷ء میں سورت کے مشہور اجلاس کانگریس کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اس کے بعد دوسرے سال جب مدراس میں کانگریس کا اجلاس ہوا تو دوبارہ پھر صدر بنائے گئے۔ اہل علم کی طرح ہمیشہ طالب علمانہ زندگی بسر کی۔ انگلینڈ، فرانس، اٹلی کی سیاحت بھی کی۔ آخر فروری ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا۔

راشد باللہ : خلیفہ بغداد تھے۔ (ملاحظہ ہو الراشد باللہ)۔

راضی : میر عسکری الملقب بہ عاقل خاں کا تخلص ہے۔ عالمگیر کا وزیر تھا۔ (ملاحظہ ہو عاقل خاں نواب)۔

راضی باللہ : (ملاحظہ ہو الراضی باللہ)۔

رافعی : اس کا اصلی نام امام الدین ہے۔ فارسی کی اکثر مشہور کتابیں اس کی تصنیف سے ہیں جن میں سے "تدوین" خاص طور سے رائج ہے۔

راقم : خواجہ قمرالدین دہلوی۔ مترجم بوستان خیال کے فرزند تھے۔ بوستان خیال کا کچھ حصہ جو باقی رہ گیا تھا اس کا ترجمہ فارسی سے اردو میں انھوں نے کیا تھا۔ غالب مرحوم کے شاگرد تھے۔ ریاست جے پور کے وظیفہ خوار تھے۔ آخر عمر میں دہلی چھوڑ کے جے پور ہی میں مستقل قیام کیا۔ ان کا دیوان ۱۸۹۸ء میں افضل المطابع دہلی میں طبع ہوا۔ ایک کتاب عقد ثریا بھی ان کی یادگار ہے۔ ۱۹۰۹ء میں انتقال کیا۔

رام پرشاد دوبے : (میجر) ولد جنرل بالمکند۔ اصل وطن آگرہ ہے۔ میجر رام پرشاد کی ولادت اندور میں ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ جنرل بالمکند فوج کے کمانڈر انچیف تھے اور مہاراجہ سیوا جی راؤ ہلکر کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ میجر رام پرشاد کی تعلیم اندور اسکول اور مشن کالج اندور اور میور سنٹرل کالج الہ آباد میں ہوئی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔ اے ہوئے پھر ایم۔ اے اور ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۲ رفروری ۱۸۸۹ء میں ان کو ریاست میں کمیشن ملا پھر ترقی پا کر ۱۸۹۸ء میں گھوڑ چڑھے توپخانہ کے کمانڈنگ ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں کونسل ریجنسی میں ممبر مال ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں مہارانی صاحبہ کے ساتھ ولایت گئے۔ ۱۹۱۳ء میں جوڈیشیل ممبر ہوئے اور ۱۹۱۶ء میں وزیر اعظم ریاست اندور مقرر ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۱۳ء و گورنمنٹ سے رائے بہادر کا خطاب ملا۔ میجر ... باپ جنرل بالمکند جنرل کے عہد سے ... مہاراجہ تکوجی ہلکر ثانی کے اتالیق بھی رہے۔

رام تیرتھ سوامی : ۱۸۷۳ء میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے۔ کا امتحان اعلیٰ درجے میں پاس کیا۔ ایم۔ اے۔ پاس کرنے کے بعد لاہور اورینٹل کالج میں ریاضی کے پروفیسر ہو گئے۔ ۲۶ سال کی عمر

میں سنیاسی ہو گئے تھے۔ انگریزی، فارسی، سنسکرت کے بڑے عالم تھے۔ اپنے مذاہب کی اشاعت کے لیے امریکہ، جاپان اور مصر کا سفر کیا۔ ۱۹۰۸ء میں بعمر ۳۵ سال انتقال کیا۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ امریکہ میں بھی ان کی وفات پر ماتم کیا گیا۔

رام چرن مہنت : ۱۷۱۹ء میں ریاست جے پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بیراگیوں کے ایک فرقہ رام سنیہی نامی کے بانی گزرے ہیں۔ انھوں نے بت پرستی سے توبہ کی تھی اور یہی ان کی تعلیم تھی۔ برہمنوں سے ان کو بہت تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ ۱۷۵۰ء میں اپنے وطن کو چھوڑ کر سیر و سفر کرتے ہوئے بھیل واڑے گئے۔ بھیل واڑا ریاست اودے پور میں واقع ہے۔ یہاں کے راجہ نے بھی انھیں شہر بدر ہونے پر مجبور کیا۔ شاہپورے کے راجہ نے ان کو امان دی جہاں وہ ۱۷۶۷ء میں پہنچے۔ اسی سال میں انھوں نے اپنے نئے مذہب کی اشاعت شروع کی۔ ۷۹ سال کی عمر میں ۱۷۹۸ء میں انتقال ہوا۔ ۱۲ چیلے چھوڑے۔ ان کی گدی اب تک موجود ہے۔ جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے وہی اس فرقہ کا گرو سمجھا جاتا ہے۔

رامجس منشی : ذات کا کھتری۔ دہلی کا رہنے والا۔ شاعری میں محیط تخلص رکھتا تھا۔ مثنوی محیط عشق، محیط درد، محیط غم وغیرہ اس کی تصنیف سے ہیں۔ سنسکرت سے بعض معرفت کی کتابوں کا ترجمہ کیا جو محیط حقایق، محیط الاسرار اور گلشن معرفت کے نام سے مشہور ہیں۔

رام داس کچھواہا (راجہ) : یہ راجہ اپنی قوت بازو سے امیر ہو گیا تھا۔ ایک مفلس باپ کا بیٹا تھا۔ جہانگیر کے وقت میں دو ہزاری منصب پر ممتاز تھا اور راجہ کا خطاب بھی اسی بادشاہ کے وقت میں پایا۔ بخشش اور سخاوت میں مشہور تھا۔ ۱۰۲۲ھ ۱۶۱۳ء میں فوت ہوا۔ اس کی ۱۵ رانیاں تھیں جو اسی کے ساتھ ستی ہو گئیں۔

رام داس نروری : امرائے عہد جہانگیری سے تھا۔ دو ہزاری منصب حاصل تھا۔ مہم تلنگانہ میں راؤ رتن کے ساتھ شریک تھا اور مہم بیجاپور میں بھی تعینات رہا۔ اس کا اصلی عہدہ نرور کی قلعہ داری تھی۔ ۱۰۴۹ھ م ۱۶۳۹ء میں فوت ہوا۔

رامدیو : دیوگڑھ کا جسے اب دولت آباد کہتے ہیں راجہ تھا۔ سلطان علاء الدین سکندر ثانی کے وقت میں یہ ریاست باج گزار ہوئی۔ ۱۳۱۰ء مطابق ۷۱۰ھ اس راجہ کا سال وفات ہے۔

رام راج : بجے نگر کا راجہ تھا۔ دکن کی لڑائی میں جو دریائے کرشنا کے کنارے پر بروز جمعہ ۲۵ر جنوری ۱۵۶۵ء مطابق ۲۰ر جمادی الثانی ۹۷۲ھ ہوئی، کام آیا۔ اس مشہور دکن کی لڑائی میں جو حسین نظام شاہ وغیرہ سے ہوئی تھی نہ صرف رام راج ہی مارا گیا بلکہ اس کی فوج کے ایک لاکھ سپاہیوں کا کام تمام ہو گیا۔

رام سنگھ راٹھور : ابھے سنگھ راجہ جودھپور کا فرزند تھا۔ اس نے اپنے چچا بخت سنگھ کو زہر دے دیا اور خود راجہ بن گیا۔ ۱۷۷۳ء میں اس کے مرنے پر ماڑواڑ میں ابتری پھیلی اور مرہٹوں نے جو راجپوتانے میں قدم جما چکے تھے اس کو ترقی دی۔ بمقام ٹونگا راٹھوروں نے ڈی بواین سندھیا کے مشہور جنرل کو شکست دی مگر بعدہٗ مرہٹوں نے راٹھوروں اور ان کے راجہ بجے سنگھ کو پاٹن اور میرتا کی جنگوں میں شکست فاحش دی۔

رام سنگھ کچھواہا : راجہ جے سنگھ کچھواہے کا بڑا بیٹا شاہجہانی امرا میں داخل تھا۔ جنگ سموگڑھ میں داراشکوہ کے ساتھ تھا۔ آخر میں دربار عالمگیری میں داخل ہو کر مورد عنایات ہوا۔ سیواجی جب دربار عالمگیری میں حاضر ہوا تھا اور مراسم دربار شاہی کو اپنے مرتبے کے منافی پا کر چلا

آیا تھا اس وقت سیوا جی کو رام سنگھ کی نگرانی میں رکھا گیا تھا۔ جب وہاں سے سیوا جی بھاگ گیا تو رام سنگھ پر بادشاہ کو سازش کا شبہ ہوا اور وہ اس شبہ میں معتوب ہو گیا۔ لیکن باپ کے مرنے پر بادشاہ نے قصور معاف کر کے منصب اور خطاب بحال کر دیا۔ ۱۶۷۵ء مطابق ۱۰۸۶ء میں جب کہ وہ پنج ہزاری پر مامور تھا فوت ہوا۔

رام سنگھ منشی : گلشن عجائب ایک انشاء فارسی کا مصنف ہے۔ یہ کتاب ۱۷۱۶ء مطابق ۱۱۲۸ھ میں لکھی گئی تھی۔

رام سنگھ ہاڑا : مادھو سنگھ ہاڑا کا پوتا تھا۔ ۱۸ جلوس عالمگیری میں کشور سنگھ کی جگہ بادشاہ نے ذوالفقار خاں کی سفارش سے کوٹھے کی حکومت پر اس کو سرفراز کیا اور شش صدی منصب سے دو ہزاری منصب پر ترقی دی اور مومیدانہ کی زمینداری عطا کی۔ عالمگیر کی وفات کے بعد شہزادہ محمد اعظم شاہ نے منصب چار ہزاری عطا کیا۔ شہزادہ عظیم الشان کی لڑائی میں ۸ جون ۱۷۰۷ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو دنیا سے کوچ کیا۔

رام سیتا سنگھ : متخلص بہ فکرت اس نے منشی سیتل سنگھ بیخود کے حالات میں حقیقتہائے بیخود کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۸۴۸ء میں چھپ کر شائع ہوئی۔

رام مورتی : پنجاب کا رہنے والا مشہور پہلوان ہے جو شہ زوری کے کرتب دکھاتا ہے مثلاً چھ ہزار پونڈ وزنی پتھر کمر اور سینے پر رکھ کر دوسروں سے تڑواتا ہے۔ بھری ہوئی بیل گاڑی سینے پر سے گزار دیتا ہے۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں سفر کر کے یہ تماشے دکھاتا اور راجوں نوابوں سے روپیہ کماتا ہے اور ۱۹۱۸ء میں لندن کا سفر کیا۔

رام موہن رائے (راجہ) : بنگال کے برہمنوں کے معزز خاندان سے تھے۔ ان کے باپ کا نام راما کانت رائے تھا۔ ان کی شادی شام بھٹا چارج کی بیٹی تارنی بائی سے ہوئی تھی۔ قصبہ رادھا نگر ضلع ہوگلی میں ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ملکی دستور کے موافق بنگالی اور فارسی زبان میں مکتبی تعلیم حاصل کی اس کے بعد عربی کی تکمیل کے لیے پٹنے گئے۔ عربی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد قرآن مجید کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے بت پرستی سے متنفر ہو گئے۔ سنسکرت کی تعلیم حاصل کر لینے پر ہندو شاستروں سے فائدہ اٹھایا اور بت پرستی کے خلاف ایک کتاب تصنیف کی جس سے ان کے خاندان میں ناراضی پیدا ہو گئی۔ گھر چھوڑ کر بنارس گئے۔ وہاں سنسکرت کی تکمیل کی۔ ۱۸۰۱ء میں سرکاری ملازمت شروع کی۔ ایک انگریز کے سررشتہ دار رہے۔ اسی زمانے میں انگریزی سیکھ لی۔ ویدانت بہار انگریزی کتاب لکھی۔ زمانۂ ملازمت میں ان کو مذہبی اصلاح کی دھن رہی لیکن بوجہ پابندی اپنے ارادوں کی تکمیل نہ کر سکے۔ اور ۱۸۱۳ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مذہبی اصلاح کا کام وطن میں آ کر شروع کر دیا جس میں ان کی بہت زیادہ مخالفت ہوئی۔ مرشد آباد گئے اور وہاں سے کلکتہ پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کی۔ مرشد آباد کے مختصر قیام میں تحفۃ الموحدین لکھی۔ کلکتہ میں قیام کرنے کے بعد اپنے مذہبی اصولوں کی باقاعدہ اشاعت شروع کر دی۔ ویدانت سوتر کو مع ترجمہ زبان بنگالی میں شائع کیا۔ بعدہٗ پانچ اوپنشدوں کا ترجمہ شائع کیا جس سے یہ غرض تھی کہ اہل ہند کو انھیں کی مذہبی کتابوں سے اس قابل بنایا جائے کہ وہ وحدانیت کی تعلیم کو زیادہ آسانی سے قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ اصلی ہندو مذہب کیا ہے۔ ۱۸۲۱ء میں مذہب عیسوی کی تحقیقات کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس غرض سے انجیل کو اصلی زبان

عبرانی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ ایڈم نامی ایک پادری سے عبرانی زبان سیکھی تھی۔ اس پادری کو خیال تھا کہ وہ عیسائی ہو جائیں گے۔ لیکن پادری خود ان کی صحبت کے اثر سے تائب ہو کر موحد ہو گیا۔ اکثر پادریوں سے تحریری مباحثے رہے۔ ۱۸۲۸ء میں کلکتہ میں برہمو سماج قائم کی جس کا مندر اب تک موجود ہے۔ ستی کی رسم کو موقوف کرایا۔ ہندوستان میں مغربی تعلیم پھیلانے کی بھی کوشش کی۔ کلکتہ کا ہندو کالج انھیں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۸۲۰ء میں ایک انگریزی اسکول تنہا اپنے صرف سے قائم کیا۔ نومبر ۱۸۳۰ء میں اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی نے اپنا سفیر مقرر کر کے اور راجہ کا خطاب دے کر ولایت کو بھیجا وہاں بادشاہ انگلستان کی حضوری حاصل ہوئی۔ پارلیمنٹ کے سامنے ہندوستان کے متعلق اصلاحی تجاویز پیش کرنے کا موقع دیا گیا جس سے اس کی پولیٹیکل قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء کو ولایت ہی میں بمقام برسٹل (Bristol) انتقال کیا۔ ۱۸۴۲ء میں ان کا تابوت برسٹل کے ایک پُر فضا قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اس قبرستان کا نام ارنوزویل سمیٹری (Arnoswale cemetry) ہے۔

رام نارائن : میر جعفر علی خاں نواب بنگال کے زمانے میں بہار کا نائب ناظم تھا۔ موزوں تخلص تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ میر قاسم علی نے ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں مسند نشیں ہونے پر افواج کی تنخواہ مالگزاری وغیرہ میں تغلب پایا۔ اس پر اس کا اسباب ضبط کر لیا گیا اور قید کر دیا گیا۔ اگست ۱۷۶۳ء مطابق محرم ۱۱۷۷ھ میں میر قاسم علی نے اس کو گنگا میں نہایت ذلت کے ساتھ غرق کروا دیا۔

راناڈے : جنوبی ہند کے مشہور برہمن۔ معزز سرکاری عہدوں پر ممتاز رہے۔ ۱۸۸۴ء میں پونا کے سبارڈینیٹ جج تھے بعدۂ ہائی کورٹ کی ججی کے عہدے پر پہنچ گئے تھے۔ وہاں انھوں نے دکن ایجوکیشنل سوسائٹی قائم کی جس کی سرپرستی میں فرگسن کالج پونا کے ذریعے سے تعلیم کی اشاعت کی جاتی تھی۔ اس کالج میں انھوں نے ایسے تعلیم یافتہ نوجوان مدرسین جمع کیے جو برائے نام تنخواہ پر تعلیم دیتے تھے۔ مسٹر گوکھلے بھی اس کالج میں پروفیسر رہے ہیں۔ اس سوسائٹی کے علاوہ پونا میں اور بھی پولیٹیکل اور تجارتی تحریکیں جاری کیں جس میں سرب جنک سبھا ایک زبردست پولیٹیکل انجمن تھی۔ راناڈے ہی وہ شخص ہے جس نے مسٹر گوکھلے کو گوکھلے بنا دیا۔ مسٹر گوکھلے ان کو اپنے گرو کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انتقال ہوا۔ اسی زمانے میں مدراس میں مسٹر گوکھلے نے ان کی یادگار میں راناڈے انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا۔

رانا سانگا : اودے سنگھ بانئ ریاست اودے پور کے باپ کا نام ہے۔ یہ چتوڑ کا راجہ تھا۔ اس کے زمانے میں اکبر نے چتوڑ پر چڑھائی کی لیکن سوائے قتل و خونریزی کے اس فتح کا اس وقت کوئی نتیجہ نہ نکلا بعدۂ بعہد شاہنشاہ جہانگیر ۱۶۱۴ء میں پہلی مرتبہ یہ ریاست جو آٹھ سو برس سے خود مختار تھی سلطنت مغلیہ کی اطاعت پذیر ہوئی۔ یہ راجہ تمام راجپوتوں کا سردار تھا۔ جے پور اور مارواڑ کے راجہ اس کی ملازمت میں داخل تھے۔ اسی ہزار گھوڑے اور پانسو ہاتھی اس کی فوج میں تھے۔ سات بڑے بڑے راجہ اور ایک سو تیرہ معمولی حیثیت کے سردار اس کی فوج میں کام کرتے تھے۔ ۱۵۲۷ء میں جب بابر نے دہلی کے راجہ کو تخت سے اتارا تھا تو اسی راجہ نے تمام راجپوتانہ کے راجوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے اور ایک لاکھ فوج ساتھ

لے کر بیانہ کے مقام پر بابر سے مقابلہ کیا تھا جس میں اول مغلوں کو شکست ہوئی۔ لیکن بابر نے پیچھا نہ چھوڑا اور آخر کار ۱۶/ مارچ ۱۵۲۷ء کو رانا نے ہار مان لی۔ وہ شکست کے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۵۲۸ء میں مرگیا۔ اُدے سنگھ اس کا بیٹا جانشیں ہوا۔ اس کے بیٹے رانا پرتاپ سنگھ نے اس کے نام پر اُدے پور کا شہر بسایا جو آج ریاست اُدے پور کا دارالسلطنت ہے۔ اس خاندان کے راجہ ہمیشہ اس بات پر فخر کرتے رہے کہ انھوں نے مغل بادشاہوں کو کبھی اپنی لڑکی دینا گوارا نہیں کیا۔ رانا سانگا سے اس وقت تک جو راجہ اس خاندان میں ہوئے ان کی فہرست حسب ذیل ہے :

نام راجہ	سال وفات
رانا سانگا	۱۵۲۸ء
اودے سنگھ پسر رانا سنگھ	۱۵۶۸ء
پرتاب سنگھ پسر اودے سنگھ	۱۵۹۴ء
امر سنگھ پسر پرتاپ سنگھ	۱۶۱۹ء
کرن پسر امر سنگھ	۱۶۲۸ء
جگت سنگھ پسر رانا کرن شاہجہاں کا اول باجگزار	۱۶۵۲ء
راج سنگھ پسر جگت سنگھ	۱۶۸۰ء
جے سنگھ پسر راج سنگھ	۱۶۹۹ء
امر سنگھ ثانی	۱۷۱۱ء
سنگرام سنگھ	۱۷۳۴ء
جگت سنگھ ثانی (مرہٹوں کو چوتھ ادا کی)۔	۱۷۵۲ء
پرتاب سنگھ	۱۷۵۵ء
رانا راج سنگھ	۱۷۶۲ء
رانو ہمیر	۱۷۷۸ء
بھیم سنگھ	۱۸۲۸ء
یووان سنگھ	۱۸۳۸ء
سردار سنگھ باغوری	۱۸۴۲ء
سوانپ سنگھ	۱۸۶۱ء
سمبھو سنگھ	۱۸۷۴ء
سجان سنگھ	۱۸۸۴ء
مہارانا سر فتح سنگھ بہادر	اب موجود ہیں۔

رانو جی سندھیا : سندھیا خاندان کا بانی تھا۔ اول باجے راؤ پیشوائے اول کی ملازمت میں داخل ہوا اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا رہا۔ راجہ ساہو جی کے آخر زمانے میں پیشوا نے ملک مالوہ پر حملہ کیا تو یہ اس مہم میں پیشوا کے ساتھ تھا۔ فتح ہونے پر ملک مقبوضہ کے تین حصے کیے گئے ایک حصہ باجے راؤ کو ملا، دوسرا راجہ ستارہ کو اور تیسرا خاندان ہلکر کے قبضے میں آیا۔ رانو جی نے جو خدمات اس مہم میں بطور کمانڈر کے انجام دی تھیں اس کے صلے میں باجے راؤ نے اپنے اور راجہ ستارہ کے حصے میں سے ایک بڑی جاگیر اس کو عطا کی۔ ۱۷۲۶ء میں پیشوا نے اس کو مالگزاری وصول کرنے کا مجاز کیا۔ اس طریقے سے گوالیار کی ریاست کی بنیاد پڑی۔ اجین دارالسلطنت قرار پایا۔ ۱۷۵۰ء میں فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا جے آپا جانشیں ہوا۔

سندھیا راجاؤں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

رانو جی سندھیا خاندان کے پہلے راجہ ۱۷۲۴ء سے ۱۷۵۰ء تک۔

جے آپا پسر رانو جی سندھیا ۱۷۵۰ء سے ۱۷۵۹ء تک۔ مادھو جی یا مہاجی سندھیا برادر جے آپا ۱۷۵۹ء سے ۱۷۹۴ء تک۔ یہ راجہ جس طرح فن سپہ گری میں ماہر تھا اسی طرح ملکی معاملات میں اس کا تدبر بھی کم نہ تھا۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی مشہور لڑائی میں اس کو بڑی بہادری دکھانے کا موقع ملا۔ دولت راؤ

سندھیا پسر انندراؤ اور پسر متبنیٰ مادھو جی جس نے اپنی راجدھانی ۱۸۱۷ء میں گوالیر کو مقرر کیا تھا جھنکو جی (نابالغ) کو دولت راؤ کی نوجوان بیوہ نے متبنیٰ کیا تھا اور خود اس کی نابالغی کے زمانے میں بہ حیثیت ولی اور مہتمم کے ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۲ء تک حکومت کی۔ ۱۸۳۳ء میں خود جھنکو جی نے سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور ۱۸۴۳ء تک زندہ رہا۔ جیاجی سندھیا پسر متبنیٰ جھنکو جی ۱۸۴۳ء سے ۱۸۸۶ء تک مادھو جی یا مادھوراؤ ۳/جولائی ۱۸۸۶ء میں بحالت نابالغی گدی نشیں ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر نو سال کی تھی۔ وہ اس وقت تک برسر حکومت ہیں۔ ان کا پورا خطاب ہز ہائینس عالی جاہ مختار الملک، عظیم الاقتدار، رفیع الشان، والاشکوہ، محتشم دوراں، عمدۃ الامراء مہاراج ادھے راج، عالی جاہ حسام السلطنت مہاراجہ سر مادھوراؤ سندھیا بہادر سری ناتھ منصور زماں فدوی حضرت ملک معظم رفیع الدرجہ انگلستان ہے۔

راؤ رتن ہاڈا : بوندی کا راجہ تھا۔ جہانگیر نے اس کو سر بلند رائے کا خطاب دیا۔ شاہزادہ خرم کے ساتھ مہم رانا پر متعین رہا اور مہم دکن پر بھی مامور رہا ہے۔ جب شاہجہاں اپنے باپ سے باغی ہو گیا تو راؤ رتن اس کے خلاف جہانگیری حکم سے فوج لے کر بھیجا گیا اور کامیاب واپس آیا۔ جب شاہجہانی دور دورہ ہوا تو اس کو اپنی جان کا خوف تھا لیکن شاہجہاں نے اس کی سابقہ حرکات کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ مہم تلنگانہ اور مہم دکن میں بھی شریک تھا۔ ۱۶/جمادی الاول ۱۰۴۰ھ م ۱۶۳۰ء کو فوت ہوا۔

راوی ورما : موجودہ صدی کے مشہور ہندوستانی مصور کا نام ہے۔ ریاست ٹراونکور کے صدر مقام ٹریوندرم کے ایک گانوں کلیمانور میں ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوا۔ ایام طفولیت ہی سے اس کو مصوری کا شوق تھا۔ جب وہ سنسکرت کی تعلیم کے لیے پاٹ شالا میں بھیجا گیا تو وہاں بجائے کتابوں کے یاد کرنے کے ہندو دیوتاؤں کی تصویریں دیواروں پر کھینچا کرتا تھا۔ اس کا چچا راجہ ورما بھی فن مصوری کا مذاق رکھتا تھا۔ راوی ورما ہمیشہ اس کی تصویر کشی کے کام کو غور سے دیکھا کرتا تھا۔ اس کے رجحان کو دیکھ کر اس کے چچا نے مصوری کا کام سکھانا شروع کر دیا۔ ۱۸۶۲ء میں وہ اس کو مہاراجہ ٹراونکور کے دربار میں ساتھ لے گیا۔ مہاراجہ نے حوصلہ افزائی کے لیے ایک بکس جس میں مختلف قسم کے رنگ تھے انعام میں دیا۔ اس بکس کے ملتے ہی سائنس کے طریقے سے تصویروں میں رنگ آمیزی سیکھنے کی کوشش شروع کر دی وہ خود ہی اس فن کی مشق کیا کرتا تھا۔ کوئی اس کا استاد نہیں تھا۔ ۱۸۶۸ء میں ایک انگریز مصور کا کام دیکھ کر روغنی رنگوں سے تصویر بنانے میں مشق کرنے کا شوق ہوا۔ اس فن میں بھی کسی استاد کی مدد حاصل نہیں کی۔ ۱۸۷۴ء میں اس نے سب سے پہلے ایک عورت کی تصویر بنا کر نمائش میں پیش کی۔ رفتہ رفتہ بڑودہ، میسور وغیرہ ریاستوں میں شہرت ہوگئی۔ ان ریاستوں سے بڑے بڑے انعامات ملے۔ آخر زمانے میں اس کے بہت سے شاگرد ہو گئے تھے اور وہ فن مصوری کا استاد سمجھا جاتا تھا۔ ۲/اکتوبر ۱۹۰۶ء کو فوت ہوا۔ اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویریں آج بھی بازاروں میں راوی ورما سیریز کے نام سے فروخت ہوتی ہیں اور اس کا کارخانہ راوی ورما پریس کے نام سے اب تک بمبئی میں موجود ہے۔

رائے رائے سنگھ بیکانیری : رائے کلیان مل راٹھور والی بیکانیر کا بیٹا تھا۔ ۱۵ جلوس اکبری میں ملازمت شاہی میں داخل ہوا۔ ٹھٹے کی مہم پر بھیجا گیا تھا۔ اس نے

اپنی لڑکی شاہزادہ سلیم (جہانگیر) کے عقد میں دی تھی جو بیکانیر بیگم کے نام سے مشہور تھی۔ اکبر نے چار ہزاری منصب پر سرفراز کیا تھا۔ جہانگیر نے پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء میں فوت ہوا۔

رائے سال درباری (راجہ) : راجہ سُرجا کا بیٹا رائے رائے مل کا پوتا تھا۔ اکبر کی ملازمت میں داخل تھا۔ اکبر کو اس پر اس قدر اعتبار تھا کہ حرم شاہی کی حفاظت اسی کے سپرد تھی۔ درباری کا خطاب تھا۔ دو ہزاری منصب حاصل تھا۔ جہانگیر نے صوبۂ دکن میں متعین کیا۔ وہیں انتقال ہوا۔

رائے سنگھ راٹھور : راؤ امر سنگھ کا بیٹا۔ راجہ کچھ کا پوتا تھا۔ دربار شاہجہاں میں منصب دار تھا۔ داراشکوہ کے ساتھ مہم قندھار میں شریک رہا۔ شہزادہ محمد معظم کے ساتھ صوبۂ دکن میں مامور رہا۔ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں جب خان جہاں کوکلتاش کی ماتحتی میں صوبہ دکن میں تعینات تھا اپنی فوج کی صفیں درست کر رہا تھا یکایک فوت ہو گیا۔ دکن میں اورنگ آباد کے پاس راؤ رائے ساپورہ اس کا آباد کیا ہوا ایک موضع اب تک باقی ہے۔

رائے سنگھ (راجہ) سیسودھیا : مہاراجہ بھیم کا بیٹا اور رانا امر سنگھ کا پوتا تھا۔ اس کا باپ ایام شہزادگی سے شاہجہاں کا وفادار دوست تھا۔ باپ کی خدمات کے صلے میں شاہجہاں نے بادشاہ ہونے پر رائے سنگھ کو منصب دو ہزاری اور خطاب راجگی عطا کیا۔ مہم قندھار، بلخ، بدخشاں اور بیجاپور پر تعینات تھا۔ آخر میں منصب پنج ہزاری حاصل کیا۔ عہد عالمگیری میں کھجوائی کی لڑائی میں بہادری دکھائی اور شاہزادہ معظم کے ساتھ دکن میں تعینات رہا۔ ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۲ء میں فوت ہوا۔

رائق : تذکرۂ رائق ان کی تصنیف ہے جس کا ایک خلاصہ سراج الدولہ محمد غوث خاں نواب کرناٹک نے ۱۸۴۲ء میں کیا۔

رتن چند (راجہ) : قوم کا بنیا اور سید عبداللہ خاں صوبہ دارالہ آباد کا دیوان تھا۔ جہاندار شاہ اور فرخ سیر کی لڑائی میں اس نے کارِ نمایاں دکھائے۔ فرخ سیر نے ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء میں راجہ کا خطاب اور منصب دو ہزاری عطا کیا۔ اس کے وقت میں تمام محکموں پر اس کا اقتدار تھا۔ اس کے بعد بھی محمد شاہ کے عہد تک اگرچہ برائے نام عہدہ دار مقرر تھے لیکن تمام عہدہ داران مالی و ملکی حتیٰ کہ حکام عدالت تک اسی کے اشاروں پر چلتے تھے۔ ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۱۹ء کے بعد ''بادشاہ گر'' بھائیوں (سید عبداللہ خاں اور سید حسین علی خاں) کے زوال کے ساتھ ساتھ اس کا بھی زوال شروع ہوا۔ جب حسین علی خاں نظام الملک آصف جاہ کے مقابلے کو چلا تو ۶ ذی الحجہ ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۳ء کو فتح پور سیکری سے ۳۵ کوس آگے راستے میں حیدر خاں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ رتن چند بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ اس نے ان لوگوں سے جو اس سازش میں شریک تھے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں لشکر کے لُچوں اور شہدوں نے اس کو پالکی سے نکال کر گھونسوں اور لاتوں سے زدوکوب کیا اور محمد امین خاں کے پاس ننگا مادرزاد کر کے لے آئے۔ اس نے اس کو قید خانے بھجوا دیا۔ حالتِ قید ہی میں خاتمہ ہو گیا۔

رتن سنگھ راٹھور : مہیش داس راٹھور حیات خانی کا بیٹا۔ شاہجہانی عہد میں منصب دو ہزاری پر مامور تھا۔ ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ شاہزادہ اورنگ زیب اور مراد بخش کے روکنے کے واسطے صوبۂ مالوہ میں متعین ہوا۔ جنگ اُجین میں نہایت دلاوری سے اورنگ زیب کے توپ خانہ سے

مقابلہ کیا اور مارا گیا۔

رتن سنگھ عرف راجہ اسلام خاں : گوپال سنگھ کا بیٹا راجہ جے سنگھ چندراوت کا پرپوتا تھا۔ ۱۱۰۹ھ مطابق ۱۶۹۷ء مطابق ۴۲ جلوس عالمگیری میں مسلمان ہو گیا تھا۔ رامپور صوبہ مالوہ اور مشہور شہر اُجین کا حاکم تھا۔ امانت خاں ناظم مالوہ نے اسے بے دخل کرنا چاہا۔ اس پر سارنگ پور کے قریب لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں ۱۱۲۳ھ مطابق ۱۷۱۱ھ میں مارا گیا۔

رتن سنگھ منشی الملوک : فخر الدولہ دبیر الملک راجہ رتن سنگھ زخمی تخلص۔ پیدائش لکھنؤ۔ قوم کا کائستھ۔ اس کا خاندان تین پشت سے دربار اودھ میں معزز عہدوں پر ممتاز تھا۔ رتن سنگھ بہت بڑا فاضل اور علامۂ وقت تھا۔ فلسفے میں اس کو کمال حاصل تھا۔ اس کا دادا راجہ بھگوان داس ایام شہزادگی میں آصف الدولہ کا اتالیق تھا اور عہد حکومت میں دیوان تھا۔ رتن سنگھ نے منجملہ اور تصنیفات کے سلطان التواریخ نامی کتاب شاہان اودھ کے حالات میں لکھی۔ ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں ۶۰ برس کی عمر میں یہ کتاب اس نے ختم کی۔

رتن ناتھ در : (ملاحظہ ہو سرشار)۔

رجا بن حیوۃ : عبدالملک بن مروان خلیفہ بنی امیہ نے ۶۹ھ مطابق ۶۸۸ء میں رجا بن حیوۃ اور یزید بن سالم کے زیر اہتمام لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بیت المقدس کا قبہ بنوایا۔

رجائی : حسن علی کا تخلص ہے۔ ہرات کا رہنے والا۔ اس نواح میں فن شعر میں مشہور تھا۔ ۱۵۵۸ء مطابق ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔

رجب سالار : تغلق شاہ کا بھائی اور فیروز شاہ بادشاہ دہلی کا باپ تھا۔ بہرائچ میں اس کا مقبرہ ہے۔

رحمت اللہ : (منشی) رعد تخلص۔ نامی پریس کانپور کے مالک۔ ابتداً کتب فروشی کرتے تھے۔ ۱۸۸۰ء کے قریب اپنا پریس جاری کیا۔ ۱۸۸۳ء سے بڑی جنتری کے نام سے ایک سالانہ مبسوط جنتری نکالنا شروع کی جو اردو میں اپنی طرز کی پہلی جنتری تھی۔ اس میں جنتری کی معمولی معلومات ماہ و سال وغیرہ کے علاوہ مفید اطلاعیں اور کارآمد باتیں شامل کیں اور مختلف ممالک کی تواریخ کا سلسلہ بھی جنتری کے ساتھ جاری رکھا۔ یہ جنتری آپ کے سال وفات تک نکلتی رہی۔ تاریخ انگلستان، روس، ایران تاریخ ہند روم اور افغانستان قسط وار تالیف کر کے اس جنتری کے ساتھ شائع کیں۔ یہ تاریخیں منشی صاحب کی واقفیت اور ان کے خاص طرزِ بیان کا نمونہ ہیں۔ ۱۸۸۶ء میں آپ نے ایک پندرہ روزہ اخبار (عالم تصویر) جو بعد کو ہفتے وار ہو گیا تھا، کانپور سے نکالا جس میں اہم واقعات یا کسی بڑے شخص کے حالات اس کی تصویر کے ساتھ دیے جاتے تھے۔ ۱۸۹۳ء تک یہ اخبار جاری رہا۔ آپ نے اپنے پریس میں مسدس حالی، رباعیات حالی، دیوان حافظ، مثنوی مولانا روم کا دفتر اول پاکٹ ایڈیشن کے طور پر نہایت اہتمام سے چھاپے ہیں جو اپنی قسم کے بہترین ایڈیشن کہے جاتے ہیں۔ آپ کے یہاں کی چھپائی اس رجحان کی وجہ سے جو آپ کو فن طباعت سے تھا بے مثل ہوتی تھی۔ تصویر کشی اور مختلف رنگوں سے تصویر چھاپنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ایک کتاب ''دنیائے اسلام'' کے نام سے آپ تالیف کر رہے تھے جو بطور تاریخ جدولیہ کے تاریخ اسلام کے متعلق مختلف معلومات پر حاوی ہوتی۔ یہ کتاب ناتمام رہی اور ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۴ رفروری ۱۹۲۱ء کو انتقال ہو گیا۔ تقریباً ۷۰ برس کی عمر پائی۔

رحمت اللہ محمد سیانی : بمبئی کے خوجوں کے خاندان میں

۵/ اپریل ۱۸۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے دادا اسیانی جو ریاست کچھ کے دولت مند سوداگر تھے بمبئی آئے تھے۔ ان کے زمانہ طفولیت میں مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ اس لیے انگریزی تعلیم سے قدرتی طور پر مخالفت کی گئی۔ لیکن باوجود اس کے انھوں نے ایم۔ اے۔ پاس کیا۔ اس کے بعد ایل۔ ایل۔ بی۔ کا امتحان ۱۸۷۰ء میں پاس کیا اور ۱۸۷۸ء میں سالیسٹر کا امتحان پاس کیا۔ بدرالدین طیب جی ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے ہیں۔ ۱۸۷۶ء سے آخر زمانے تک بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ممبر رہے۔ ۱۸۸۱ء میں چیئرمین منتخب ہوئے اور شریف بمبئی کے معزز عہدے پر بھی ممتاز رہے۔ بمبئی لیجس لیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں کلکتے کے اجلاس نیشنل کانگریس کی صدارت کی۔ ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا۔

رحمت اللہ مولوی : والد کا نام خلیل الرحمٰن۔ پیدائش ۱۸۱۷ء بمقام کرانہ ضلع مظفر نگر۔ مولینا احمد علی اور مفتی سعداللہ لکھنوی سے علم حاصل کیا۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد دہلی جاکر ہندوراؤ کی سرکار میں اپنی موروثی جگہ پر مامور ہوگئے۔ لیکن بہت جلد اس سے دستبردار ہوکر دہلی کی ایک مسجد میں تعلیم و تدریس شروع کردی۔ یہ ایک عالم و فاضل شخص تھے جنھوں نے مذہب عیسوی کے مقابلے اور مباحثے میں قابل قدر شہرت حاصل کی۔ فنڈر صاحب سے ۱۸۴۴ء میں بمقام آگرہ بڑا مباحثہ ہوا لیکن کافی فیصلہ نہ ہوسکا۔ انھوں نے اکثر کتابیں خود بھی تصنیف کیں۔ اور اکثر یورپین مصنفین کی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا جس سے عیسائی مذہب کا بطلان ظاہر ہوتا ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد وہ اور ان کے حامی اور قابل شاگرد ڈاکٹر وزیر خاں مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں ایک عربی کتاب اظہار الحق تصنیف کی جس کا یورپ کی چند زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ تین مرتبہ قسطنطنیہ گئے مگر تعلیم کے شوق اور ضعف پیری کے سبب سے پھر مکہ شریف آگئے۔ سلطان عبدالحمید خاں ثانی نے ان کی تین سو روپیہ ماہوار کی پنشن مقرر کردی۔ ۱۸۹۱ء میں انتقال کیا اور جنت معلیٰ میں دفن کیے گئے۔

رحمت اللہ مولوی : فرنگی محلی۔ فرزند سوم مولوی نورالدین۔ ملا قطب الدین سہالوی کی پانچویں پشت میں تھے۔ اپنے چچا ملا ظہور اللہ کے شاگرد تھے۔ علوم درسیہ کی تحصیل سے فارغ ہوکر غازی پور میں رہنے لگے اور مدرسہ (موسومہ) "چشمۂ رحمت" ترتیب دے کر تدریس طلباء میں مشغول ہوئے۔ اکثر اشخاص ان سے فیضیاب ہوتے تھے۔ ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء کو غازی پور میں رحلت کی اور وہیں دفن کیے گئے۔

رحیم الدین مرزا : شاہ عالم کے پوتے۔ شہزادگانِ دہلی میں سے تھے۔ مرزا کریم الدین رسا ان کے والد کا نام تھا۔ ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ شطرنج کے ماہر تھے۔ شاعری میں شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ حیا تخلص تھا۔ آخر زمانہ میں نواب کلب علی خاں والی رامپور کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ رامپور میں ۱۳۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا اردو دیوان صاحبزادہ محمود علی خاں نے رامپور میں طبع کرایا ہے۔

رحیم بیگ مرزا : سردھنا ضلع میرٹھ وطن ہے۔ مخزن شعرا ان کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس کا دوسرا نام وسیلۃ الشعراء ہے۔

رزق اللہ شیخ : شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی کا چچا تھا۔ فن تاریخ میں ایک کتاب "واقعات مشتاقی" اس کی تصنیف ہے جو سلطان سکندر کے عہد میں لکھی گئی

تھی۔ ہندی، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں آشامی* اور ہندی میں راجن تخلص کرتا تھا۔ ہندی نرنجن** میں جوت نرنجن اس کی تصنیف ہے۔ ۱۴۹۵ء کمطابق ۹۰۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۵۶۱ء مطابق ۹۶۹ھ میں انتقال کیا۔

رستم : فارس کے مشہور پہلوان کا نام ہے۔ یہ نام فارسی لٹریچر میں بکثرت آیا ہے۔ شاہنامہ فردوسی اس کے کارناموں سے بھرا ہوا ہے جس میں اس کو رستم داستان کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کو رستم زابلی بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ زابلستان کا حاکم بھی تھا۔ اس کے باپ کا نام زال کہا جاتا ہے اور داماد کا نام نریمان تھا۔ بہمن کے مقابلے میں جو خاندان کیانی کا ساتواں بادشاہ تھا لاولد مارا گیا۔

رستم بسطامی خواجہ : بسطام کا رہنے والا ایک مشہور مصنف تھا جو ۱۴۳۱ء مطابق ۸۳۴ھ میں فوت ہوا۔

رستم علی مولینا : علی اصغر قنوجی کے صاحبزادے تھے۔ قرآن شریف کی تفسیر جس کا نام تفسیر صغیر ہے ان کی تصنیف ہے۔ ۱۷۶۴ء مطابق ۱۱۷۸ھ میں وفات پائی۔

رستم قدخوزیانی خواجہ : موضع خوزیان کا جو بسطام میں ایک گانوں ہے، رہنے والا تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ سلطان عمر بن میران شاہ کی مدح میں اکثر قصیدے لکھے۔ شاہ رخ مرزا کا ہمعصر تھا۔ ۸۱۱ھ مطابق ۱۴۰۸ء میں زندہ تھا۔ صاحب مراۃ الخیال کا یہ لکھنا کہ وہ ابن العربی کا معاصر تھا صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ابن العربی کا انتقال ۱۲۴۰ھ میں ہوا ہے۔

رس کپور : (ملاحظہ ہو جگت سنگھ مہاراجہ جے پور)۔

* مشتاقی۔ (عرشی)

** زبان (عرشی)

رسول شاہ : ۱۸۱۷ء الور میں اس کی کرامات کی شہرت بہت تھی۔ پہلے بساط خانہ کی دوکان تھی۔ کارخانہ بگڑ گیا تو داڑھی مونچھ منڈا کر مجذوب بن گیا۔ آنے والوں کو فاقہ کشی کی تاکید کرتا تھا۔ کئی دن کے متواتر فاقے کے بعد بھنگ کی لگدی پلاتا تھا۔ مولوی حنیف نامی ایک صاحب اس کے پاس پہنچ گئے۔ وہ جاہل تھے۔ انھوں نے تصوف کا رنگ جموا دیا۔

رشک : میر علی اوسط نام۔ رشک تخلص۔ میر سلیمان کا بیٹا۔ ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء میں بمقام فیض آباد پیدا ہوا۔ ناسخ کا شاگرد رشید تھا۔ عرصے تک لکھنؤ رہا۔ آخر میں کربلائے معلیٰ میں سکونت اختیار کی۔ منیر شکوہ آبادی اس کے خاص شاگردوں میں ہے۔ ایک اردو کا لغت تالیف کیا جو شائع نہیں ہوا۔ دو دیوان نظم مبارک اور نظم گرامی چھوڑے جو غدر سے پہلے چھپے تھے اب کمیاب ہیں۔ ۱۲۸۴ھ م ۱۸۶۷ء میں وفات پائی۔

رشید الدین امیر : پورا نام فضل اللہ رشید الدین ابن عماد الدولہ ابوالخیر ابن موفق الدولہ ہے۔ ایران کے مشہور شہر ہمدان میں ۶۶۵ھ مطابق ۱۲۴۷ء میں پیدا ہوا۔ فن طب میں کمال حاصل کیا۔ اسی کمال نے اُسے ایران کے تاتاری سلاطین کے دربار تک پہنچایا۔ اس کی ابتدائی ملازمت کا زمانہ اباقا خاں کے عہد میں گزرا۔ جب سلطان غزال خاں کا زمانہ آیا تو اس نے اپنی علم دوستی کی وجہ سے رشید الدین کی قابلیتوں کا لحاظ کر کے ۱۲۸۹ء میں اسے وزارت کے منصب پر سرفراز کیا اور سعید الدین وزیر اول کے معیت میں الجائتو کے زمانے تک جو غزال خاں کا بھائی اور جانشیں تھا اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ الجائتو اس سے بہت خوش رہا اس کے دربار سے اس کو بہت کچھ انعام و اکرام ملے۔ رشید الدین کی سعید الدین سے زیادہ

دنوں تک نہ نبھی۔اور باہم بدمزگی پیدا ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو قتل کروا دیا۔ رشید الدین کی سفارش پر سعید الدین کا جانشیں امیر علی شاہ چوبان کو بنایا گیا جو ایک ادنی نسل کا شخص تھا۔ان دونوں میں بہت جلد اَن بَن ہوگئی اور الجائتو کے مرنے پر جب اس کا بیٹا ابوسعید بادشاہ ہوا تو امیر علی کا داؤ چل گیا اور اس نے رشید الدین کو ۱۳۱۷ء مطابق ۷۱۷ھ میں معزول کرادیا۔یہ معزولی عارضی ثابت ہوئی اور اسے اپنی جگہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔دوسری مرتبہ اس سے جائزہ وزارت لینے کے لیے اس پر پورا وار کیا گیا۔یعنی یہ الزام لگایا گیا کہ سلطان الجائتو کو اس نے زہر دے کر ہلاک کیا تھا جس کا یہ قصہ بیان کیا گیا کہ بادشاہ کی بیماری میں اور اطبا کی رائے کے خلاف اس نے مسہل دینے پر اصرار کیا تھا۔ان مسہلہ ادویہ میں اس نے اپنے بیٹے ابراہیم کے ذریعے سے جو باورچی خانۂ شاہی میں داروغہ تھا زہر دلوادیا۔اس قصور میں دونوں باپ بیٹے نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرا دیئے گئے۔یہ واقعہ ۱۳۲۸ء مطابق ۷۱۸ھ کا ہے۔ رشید الدین کی تصنیفات جامع التواریخ رشیدی مشہور ہے۔اس کے علاوہ کتاب التوضیحات اور مفتاح التفاسیر، رسالہ السلطانیات اسی کی تالیف ہیں۔ وہ تبریز کی اس مسجد میں جو اس نے خود تعمیر کرائی تھی دفن کیا گیا۔اس کے قتل میں جو بیدردی اور ذلت ابوسعید بادشاہ فارس نے روا رکھی اسی پر اس کی تذلیل کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس کے جانشینوں نے قبر میں بھی اس کو چین سے سونے نہ دیا۔اس کے انتقال سے سو برس بعد تبریز کی حکومت تیمور کے بیٹے میران شاہ کے قبضہ میں آئی اور یہ شہزادہ دیوانہ ہوگیا تو اس کی دیوانگی کا خمیازہ رشید الدین کی ہڈیوں کو بھگتنا پڑا۔شاہزادہ نے یہ سن کر کہ رشید الدین ایک یہودی تھا عالم جنون میں اس کی قبر کھدوانے کا حکم دے دیا اور اس پر اس کی ہڈیوں کو سرزمین مسجد سے نکال کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرایا گیا۔

رشید الدین وطواط : (ملاحظہ ہو رشیدی سمرقندی)۔

رشید پاشا : قسطنطنیہ میں ۱۸۰۲ء میں پیدا ہوا۔ معاملات ملکی میں ماہر تھا۔ٹرکی کا وزیر اعظم تھا۔غیر ملکی زبانوں میں کامل دستگاہ تھی۔ سائنس میں بھی اچھی مہارت رکھتا تھا۔ ۷ رجنوری ۱۸۵۸ء کو انتقال ہوا۔ ۵۵ سال کی عمر تھی۔

رشیدی سمرقندی : ایک نامی شاعر فاروقی النسل تھا۔ اس کا پورا نام رشید الدین عبدالجلیل وطواط عمری ہے۔و طواط کے لغوی معنیٰ ابابیل کے ہیں۔کوتہ قد اور لاغر جسم ہونے کی وجہ سے وطواط لقب ہوا۔ اور حضرت عمر فاروق کی نسبت نسبی کے سبب عمری مشہور ہوا۔بلخ میں پیدا ہوا۔تعلیم و تربیت سمرقند میں ہوئی۔ اس لیے سمرقندی کے نام سے پکارا گیا۔ سلطان اتسز بن خوارزم شاہ کا زمانہ پایا۔انوری کا ہمعصر تھا۔انوری سلطان سنجر کی ملازمت میں تھا۔جس وقت سلطان سنجر نے قلعہ ہزار اسپ کا محاصرہ کیا اور سلطان اتسز سے مقابلہ ہوا اس مقابلے میں سلطان سنجر کے ساتھ انوری اور سلطان اتسز کے ساتھ رشیدی تھا۔ جب دونوں بادشاہوں کی قوتیں تلوار کے جوہر دکھا رہی تھیں ان دونوں شاعروں کو بھی اپنی خامہ فرسائی کے ذریعے سے مقابلے کی سوجھی۔ دونوں شاعر اپنے اپنے فریق مخالف کی ہجو لکھ کر تیروں کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے لشکر میں بھیجتے تھے۔اس لڑائی میں سلطان سنجر کی فتح ہونے پر رشیدی کو قید کرلیا گیا لیکن انوری کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا باکمال ہمعصر شاعر قید میں سڑ کر مرجائے۔

اس لیے بادشاہ سے اس نے اس کی رہائی کی سفارش کی اور کامیابی حاصل کی۔ رشیدی نے انوری کی اس مہربانی کا تمام عمر احسان مانا اور یہ دونوں جب تک زندہ رہے ایک دوسرے کی دوستی کا دم بھرتے رہے۔ رشیدی نے ۱۱۸۲ء مطابق ۵۷۸ھ میں انتقال کیا۔ ۹۷ سال کی عمر پائی۔ جرجانیہ میں جو خوارزم کا ایک شہر ہے دفن ہوا ہے۔ ''مصباح شریف'' اس کی مشہور کتاب ہے جس میں مختلف عنوانوں پر بہت سی نظمیں جمع کی گئی ہیں۔ حدائق السحر بھی اسی کی تصنیف ہے۔ ایک دیوان چھوڑا جس میں ۱۵ ہزار اشعار ہیں۔

رضا قلی مرزا : نادر شاہ کے فرزند اکبر کا نام ہے جس کو بے رحم باپ نے ۱۷۴۱ء مطابق ۱۱۵۴ھ میں اندھا کر دیا تھا۔

رضی الدین : (مولوی) بسمل تخلص۔ حکیم سعید الدین کے بیٹے۔ بدایون کے رہنے والے۔ طبقۂ امراء میں ہیں۔ ۱۲ رذی الحجہ ۱۲۶۴ھ کو پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم بدایون اور دہلی میں حاصل کی۔ فن طب میں بھی دخل ہے۔ قانونی دماغ پایا ہے۔ امتحان وکالت پاس کر کے شاہجہاں پور میں وکالت شروع کی۔ ان کی تصنیف میں کنز التاریخ اور تذکرۃ الواصلین مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ ایک کتاب فن انساب میں بھی لکھی ہے جس میں مولف کے خاندان کے مفصل حالات درج ہیں۔ ۱۹۱۶ء میں آپ کی کوشش سے بدایون میں مسٹن اسلامیہ ہائی اسکول کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۹۱۳ء میں خان بہادری کا خطاب پایا۔ فی الحال بدایوں ہی میں خانہ نشیں ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔

رضی الدین احمد : (حکیم) نام۔ خان بہادر، شفاء الملک خطابات۔ آپ کے جد امجد ''عضد الدولہ، اعتماد الملک حکیم غلام نجف خاں صاحب طبیب بادشاہ دہلی اپنے فن میں یکتائے زمانہ تھے۔ ان سے انھوں نے تعلیم پائی۔ آپ کا خاندان فاروقی فریدی شیخوپور ضلع بدایون میں آباد ہے۔ گورنمنٹ انگریزی نے سب سے پہلے آپ کو شفاء الملک کا خطاب مرحمت فرمایا۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی دہلی کے ممبر تھے۔ عمدۃ الحکماء اور زبدۃ الحکماء کے امتحانوں کے ممتحن رہے۔ اینگلو عربک ہائی اسکول دہلی اور پنجاب کی مشہور ہسٹاریکل سوسائٹی کے رکن تھے۔ شہر دہلی کے آنریری مجسٹریٹ درجہ اول اور دار الخلافہ دہلی کے تنخواہ دار رجسٹرار تھے۔ فن طبابت میں آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ ہندوستان کے اطراف و جوانب سے آپ کے پاس بکثرت لوگ علاج کے لیے آتے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۶ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔ اور اڑتالیس سال کی عمر میں ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ آپ کے پسر و جانشیں حکیم ناصر الدین احمد ہیں۔

رضی الدین محمد بن علی شاطبی : ایک عربی مصنف تھا۔ ۱۲۸۵ء مطابق ۶۸۴ھ میں وفات پائی۔

رضی نیشاپوری : محمد رضی الدین کا تخلص ہے۔ لیکن وہ اکثر اس تخلص کی جگہ اپنی غزلوں کے مقطع میں ''بندہ'' لکھا کرتا تھا۔ علم فقہ میں بھی دستگاہ رکھتا تھا۔ اس فن میں اس کی کتاب ''محیط'' مشہور ہے۔ ۱۲۰۲ء مطابق ۵۹۸ھ میں انتقال کیا۔

رضیہ سلطانہ : شمس الدین التمش کی بیٹی تھی۔ اپنے بھائی رکن الدین کے مرنے کے بعد دہلی کے تخت پر نومبر ۱۲۳۶ء میں بیٹھی۔ نومبر ۱۲۳۹ء میں تخت سے اتار کر بھٹنڈا کے قلعے میں قید کر دی گئی۔ وہاں سے فرار

ہو کر اس نے ایک فوج جمع کی اور دہلی کی طرف کوچ کیا۔ لیکن بہرام شاہ اس کے بھائی نے جو اس وقت تخت نشین تھا شکست دی اور اس کو قتل کر ڈالا۔ بحساب قمری تین برس چھ ماہ سلطنت کی۔ دہلی میں اس کا مقبرہ اب بھی موجود ہے۔

رفیع الدرجات : رفیع الشان کا لڑکا اور شاہنشاہ بہادر شاہ کا پوتا تھا۔ دو حقیقی بھائیوں سید عبداللہ خاں اور سید حسین علی خاں نے فرخ سیر کو معزول کر کے ۱۸ رفروری ۱۷۱۹ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو تخت نشین کیا۔ تین ماہ حکومت کرنے کے بعد بعارضۂ سل بمقام آگرہ فوت ہو گیا۔

رفیع الدین شاعر : عہد اکبری کا شاعر تھا۔ فوجی خدمت پر بھی مامور رہا۔ سب سے پہلے اس کو ۱۵۹۲ء میں شاہی دربار میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ ۱۶۰۱ء مطابق ۱۰۱۰ھ میں اس کا دیوان مرتب ہو چکا تھا۔ اس دیوان میں ۱۵ ہزار اشعار ہیں۔

رفیع الدین شیخ محمد محدث : فن حدیث کے عالم تھے۔ ۱۵۴۷ء مطابق ۹۵۴ھ میں انتقال کیا۔ بمقام آگرہ آصف جاہ کی حویلی میں دفن ہوئے۔

رفیع الدین لبنانی : موضع لبنان کا جو اصفہان (ایران) میں واقع ہے رہنے والا۔ اثیر الدین اومانی شرف الدین اور کمال الدین اسمٰعیل کا ہمعصر تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔

رفیع الدین مولینا : دہلوی۔ ابن شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی تصانیف سے مقدمۃ العلم، رسالۂ عروض اور کتاب التکمیل، رسالۂ دفع الباطل، اسرار المحبۃ، ترجمہ قرآن مجید (اردو) مشہور ہیں۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ مولینا عبدالرحیم دہلوی کی غزل پر جو عربی میں ماہیت نفس کے متعلق شیخ الرئیس کی ایک غزل کے جواب میں لکھی گئی ہے خمسہ لکھا۔ ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں انتقال ہوا۔

رفیع الشان : بہادر شاہ کا لڑکا اپنے بھائی جہاندار شاہ کے مقابلے میں مارا گیا۔

رفیع خاں باذل مرزا : حملہ حیدری کا مصنف ہے۔ اس کتاب میں نبی اکرمؐ کے جملہ غزوات اور خلفائے اربعہ کے زمانے کی فتوحات کو نظم کیا گیا ہے۔ کل چالیس ہزار اشعار ہیں۔ رفیع خاں دہلی کا رہنے والا جعفر مشہدی کی اولاد سے تھا۔ عالمگیر کے زمانے میں گوالیار کی قلعے داری پر مامور رہا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور تصنیف و تالیف میں بقیہ زندگی بسر کی۔ شاعر بھی تھا۔ باذل تخلص تھا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔ ۱۷۱۱ء مطابق ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

رفیع مرزا حسن بیگ : اس کا نام مرزا حسن بیگ ہے۔ رفیع تخلص تھا۔ نذر محمد خاں والیِ توران کا میر منشی رہا۔ ۱۶۶۴ء مطابق ۱۰۵۶ھ میں بعہد شاہجہاں ہندوستان آیا۔ شاہجہاں نے منصب پنج صدی سے ممتاز کیا۔ عالمگیر کے زمانے تک زندہ تھا۔

رقیہ : نبی صلعم کی صاحبزادی تھیں۔ عتبہ بن ابولہب کے ساتھ شادی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ بن عفان خلیفہ سویم کے ساتھ عقد ہوا۔ جنگ بدر کے کچھ دنوں بعد ۲ھ مطابق ۶۲۴ء میں انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

رقیہ سلطانہ : مرزا ہندل کی بیٹی۔ شاہنشاہ بابر کی پوتی۔ ہمایوں کی بھتیجی تھی۔ شاہنشاہ اکبر کے ساتھ شادی ہوئی۔ اکبر بادشاہ اس کا نہایت احترام کرتا تھا۔ کیونکہ یہ اس کی سب سے پہلی بیگم تھی۔ لیکن اس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شاہجہاں کے پیدا ہونے پر اکبر نے

اس کو اس بیگم کی گود میں دیا کہ وہ اپنے بیٹے کی طرح پرورش کرے۔ یہ بیگم اپنی بہو نور جہاں سے بھی محبت رکھتی تھی۔ بمقام آگرہ ۱۶۲۶ء مطابق جمادی الاول ۱۰۳۵ھ میں فوت ہوئی۔ ۸۴ سال کی عمر پائی۔

رکن الدولہ : اپنے بھائی عماد الدولہ بانیِ خاندان بویہ کی جگہ ۹۴۹ء مطابق ۳۲۸ھ میں تخت عراق فارس پر بیٹھا۔ اصفہان، رے، ہمدان وغیرہ اس کی حکومت میں تھے۔ عضد الدولہ اور موئد الدولہ اور فخر الدولہ اس کے بیٹے تھے۔ اپنی سلطنت کا انتظام ان تینوں شہزادوں کی سپرد کر دیا تھا۔ اور وہ تینوں علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے حصہ ملک پر حکومت کرتے تھے۔ وہ عراق میں رہتا تھا۔ اپنے بھائی کے زمانے میں بھی فارس کا حاکم تھا۔ اس مدت کو ملا کر چوالیس سال حکومت کی۔ ۱۵ر ستمبر ۹۷۶ء مطابق ۱۸ر محرم ۳۶۶ھ کی بمقام رے انتقال کیا۔

رکن الدولہ : اس کا نام میر موسیٰ خاں تھا۔ نواب آصف جاہ ثانی نواب دکن نے اس کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس زمانے میں مرہٹوں نے بہت کچھ فساد مچا رکھا تھا۔ راگھوجی بھونسلا کے لڑکوں میں جب باہمی جھگڑا شروع ہوا تو آصف جاہ کی ہمراہی میں ناگپور گیا۔ وہاں سے ایلچ پور جاتے ہوئے راستے میں ایک سپاہی نے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷۹۴ء کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مرہٹوں سے سازش رکھتا تھا اور یہی باعثِ قتل ہوا۔

رکن الدولہ اعتقاد خاں : اصلی نام محمد مراد کشمیری النسل تھا۔ فرخ سیر کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اور اس کو یہ مشورہ دیا کہ سید حسین علی اور عبداللہ خاں کو جو اس زمانے میں امور سلطنت پر حاوی ہو رہے تھے حکمت عملی سے زیر کیا جائے۔ کھلم کھلا ان سے جنگ نہ کی جائے۔ فرخ سیر نے چاپلوسی سے متاثر ہو کر سات ہزاری منصب اور رکن الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ اور مراد آباد کا ضلع جو اس وقت نظام الملک کی جاگیر میں تھا اس کو عطا کر دیا لیکن فرخ سیر کے معزول ہونے پر ۱۷۱۹ء مطابق ۱۱۳۱ھ میں اس کی بہت تذلیل کی گئی اور طرح طرح کی جسمانی تکالیف دی گئیں تاکہ وہ اپنے خفیہ خزانے بتا دے۔ محمد شاہ کے عہد میں فوت ہوا۔

رکن الدین شیخ : کنیت* ابوالفتح۔ اولیائے کرام سے تھے۔ شیخ صدر الدین عارف کے لڑکے اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے تھے۔ یہ زمانہ سلطان علاء الدین سکندر ثانی ۱۳۱۰ء مطابق ۷۱۰ھ میں حیات تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء کے ہمعصر تھے**۔ شیخ جلال جو مخدوم جہانیان جہاں گشت کے نام سے مشہور ہیں اور شیخ عثمان سیاح ان کے مشہور خلفاء میں ہیں۔

رکن الدین فیروز سلطان : سلطان رکن الدین التمش بادشاہ دہلی کا لڑکا تھا۔ اپنے والدین کی وفات پر یکم مئی ۱۲۳۶ء مطابق شعبان ۶۳۳ھ کو تخت نشیں ہوا۔ ہنوز عنان حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے ۶ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ارا کین سلطنت نے ناخوش ہو کر تخت سے اتار دیا۔ ۱۹ر نومبر ۱۲۲۶ء کو سلطانہ رضیہ اس کی بہن جانشیں ہوئی۔ رکن الدین قید کر لیا گیا اور اسی حالات میں کچھ دنوں بعد جاں بحق تسلیم ہوا۔

رکن الدین مسعود مسیحی مولانا : فن طب میں ضابطۃ العلاج ایک کتاب اس کی تصنیف سے مشہور ہے جس میں مختلف امراض کے طریقۂ علاج سے بحث کی گئی

* فیض اللہ نام اور ابوالفتح کنیت تھی۔ (عرشی)

** بمقام ملتان ۷۳۵ھ مطابق ۱۳۳۴ء کو ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی تصنیفات میں القصیدۃ الشوقیہ بزبان عربی کتب خانہ رامپور میں موجود ہیں (عرشی)

ہے۔شاعر بھی تھا۔۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ کے قریب تک زندہ رہا۔

رکنا کاشی حکیم : مسیح تخلص۔فارسی زبان کا مشہور شاعر طبیب۔شاہ عباس اعظم شاہ فارس کے دربار میں داخل تھا۔شاہنشاہ اکبر کے عہد میں ہندوستان آیا۔ملازمت شاہی میں منسلک ہوا۔شاہجہاں کے زمانے میں حج کی غرض سے مکہ معظمہ کو گیا۔وہیں سے اپنے وطن فارس کو واپس چلا گیا۔وطن ہی میں ۱۶۴۹ء مطابق ۱۰۵۹ھ میں یا بقول بعض ۱۶۵۶ء مطابق ۱۰۶۶ھ میں انتقال کیا۔اندازہ کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ اشعار اس نے تصنیف کیے تھے۔

رگھناتھ داس راجہ : سعد اللہ خوانی چونکہ سب سے پہلے نواب سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں عام متصدیوں کے زمرے میں بہ سلسلہ ملازمت شاہی داخل ہوا تھا اس لیے تاریخ میں سعد اللہ خانی کے نام سے مشہور ہے۔حساب کتاب،معاملہ فہمی تحریر وتقریر اور دیانت کے لیے مشہور تھا۔۱۰۶۰ھ مطابق ۱۶۴۹ء کو شاہجہاں نے رائے کا خطاب دیا اور دیوانی کی خدمت عطا کی۔عالمگیر کے زمانے میں بھی اسی عہدے پر قائم رہا۔منصب دوہزار و پانصدی اور راجہ کا خطاب عطا ہوا۔جو دوسری جنگ عالمگیر کو لڑنا پڑی اس میں اس راجہ نے قلم کی بجائے تلوار کے بھی جوہر دکھائے۔ ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۲ء میں مرنے سے پیشتر وزیر اعظم کے عہدے پر سرفراز ہو گیا تھا۔اسی سال کے آخر میں فوت ہو گیا۔

رگھوناتھ : مرہٹہ مورخ ہے۔اس نے ۱۷۷۴ء میں حالات مرہٹہ کے نام سے تاریخ لکھی ہے۔

رگھوجی بھونسلا : دمبوجی مرہٹے کا بیٹا تھا جو اودھ میں اپنے باپ پرسوجی کی حیات میں قتل ہوا تھا۔پرسوجی سیواجی کے پوتے ساہوجی کا بھائی تھا۔رگھوجی بھونسلا ۱۷۳۴ء میں مرہٹہ فوج کا جنرل مقرر ہوا۔۱۷۴۰ء میں ستارے میں جو مرہٹہ راجہ کے زیر حکومت تھا انقلاب کے آثار نمایاں ہوئے اس وقت ستارے کی ریاست میں رام راجہ نامی راجہ حکومت کرتا تھا جو نہایت کمزور واقع ہوا تھا۔باجے راؤ پیشوا نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔اس میں اور رگھوجی بھونسلا میں یہ طے ہوا کہ اس ریاست کو باہم تقسیم کر لیا جائے۔ چنانچہ پیشوا نے مغربی حصہ لیا اور پونا اپنا صدر مقام بنایا اور رگھوجی نے شرقی حصے پر قبضہ کر کے ناگپور کو اپنا پائے تخت قرار دیا اور رام راجہ کو ستارے کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ ۱۷۵۳ء میں راگھوجی بھونسلا دوم جانشیں ہوا۔ناگپور کے بھونسلا راجوں کی حکومت کی تفصیل درج ذیل ہے :

نام راجہ	سنہ وفات
رگھوجی بھونسلا اوّل	۱۷۵۳ء
جانوجی یارانوجی	۱۷۷۲ء
مادھوجی	۱۷۸۸ء
رگھوجی بھونسلا ثانی	۱۸۱۶ء
پرسوجی (آپا صاحب نے پھانسی دے دی)	۱۸۱۶ء
موددوجی (آپا صاحب) انگریزوں نے ۱۸۱۶ء میں راجہ تسلیم کیا اور ۱۸۱۸ء میں معزول ہوا۔	۱۸۱۸ء
پرتاپ سنگھ نرائن نبیرۂ رگھوجی	۱۸۱۸ء
رگھوجی بھونسلا ثالث	۱۸۵۳ء

رگھوناتھ راؤ : یہ رگھوبا کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ایک مرہٹہ سردار تھا جو انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔باجے راؤ پیشوائے اول کا لڑکا اور آخری پیشوا باجے راؤ ثانی کا باپ تھا۔نرائن راؤ کے بعد پیشوا بن بیٹھا۔لیکن بعد

میں جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ نرائن راؤ نے ایک بچہ چھوڑا ہے۔ وزراء نے اس بچے کو پیشوا مشتہر کر دیا اور رگھوبا کی عام مخالفت ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ جان بچا کر سورت کو بھاگ گیا۔

رنجیت سنگھ : بھرت پور کا جاٹ۔ راجہ کھیری سنگھ کا لڑکا تھا۔ جواہر سنگھ اور رتن سنگھ کا بھتیجا اور سورج مل جاٹ بانی ریاست کا پوتا تھا۔ اپنے چچا نواب سنگھ کی جگہ ۱۷۷۶ء مطابق ۱۱۹۰ھ میں تخت پر بیٹھا۔ سندھیا نے اس کو آگرے کا محاصرہ اٹھانے کی غرض سے بھیجا۔ مگر ایک لڑائی میں جو آگرہ کے قریب ۱۶ر جون ۱۷۸۸ء مطابق ۱۲ر رمضان ۱۲۰۲ھ میں ہوئی مارا گیا اور اس کا لڑکا رندھیر سنگھ جانشیں ہوا۔

رنجیت سنگھ مہاراجہ : پنجاب کا سکھ راجہ تھا۔ اس کے باپ کا نام مہا سنگھ تھا۔ ۱۷۷۹ء میں سکھوں کے لیڈر کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ زمان شاہ افغانی بادشاہ نے ۱۷۹۹ء میں اس کو لاہور کا حکمراں بنایا۔ برٹش گورنمنٹ کا وفادار دوست اور خیر خواہ تھا۔ ۲۷ر جون ۱۸۲۷ء کو فوت ہوا۔ اس کی چار رانیاں، سات کنیزیں اس کی چتا پر جل کر مر گئیں۔ اس کا بیٹا کھرگ سنگھ جانشیں ہوا۔ اس کی وفات کے سات سال بعد جب کہ دلیپ سنگھ اس کا بیٹا حکمراں تھا ۱۸۴۶ء میں پنجاب برٹش سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

رنچھور جی : ولد امر جی دیوان۔ رنچھور جی نے ۱۸۲۴ء م ۱۱۹۷ھ میں تاریخ سورت لکھی۔ اس میں جونا گڑھ اور ناگر قوم کے حالات درج ہیں۔

رنچھور داس جونپوری : قوم کایستھ۔ فارسی نظم ونثر میں اعلیٰ دستگاہ رکھتا تھا۔ دقائق الانشاء اسی کی تصنیف سے ہے جو ۱۷۳۲ء مطابق ۱۱۴۵ھ میں لکھی گئی۔

رند : سید محمد خاں نام رند تخلص۔ مرزا غیاث الدین محمد خاں بہادر کا بیٹا۔ ۱۱ر ربیع الاول ۱۲۱۲ھ کو بمقام فیض آباد پیدا ہوا۔ ۲۸ برس کی عمر میں لکھنؤ آکر آتش کا شاگرد ہوا۔ نہایت خوش گو شاعر تھا۔ دیوان رند چھپ گیا ہے جو عام طور پر ملتا ہے۔ ۱۸۵۰ء مطابق ۱۲۶۷ھ بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔

رند پوٹیکا : جانی۔ بانکے لال کایستھ دہلوی کا تخلص ہے۔ فارسی میں شعر کہتا تھا۔ ایک مختصر دیوان فارسی یادگار چھوڑا جو ۱۸۵۱ء میں جب کہ وہ زندہ تھا، طبع ہوا۔

رنگین : سعادت یار خاں نام رنگین تخلص۔ باپ کا نام مرزا طہماسپ بیگ خاں ہے۔ ان کا خاندان توران سے لاہور اور وہاں سے دہلی آیا۔ رنگین ۱۷۵۵ء میں قصبۂ سرہند میں پیدا ہوئے۔ تجارت ان کا آبائی پیشہ تھا۔ نواب آصف الدولہ اور سعادت علی خاں کے عہد میں لکھنؤ پہنچے۔ شاہ حاتم کے شاگرد تھے۔ اردو میں ریختی کو بہت ترقی دی اسی بنا پر بعض نے ان کو ریختی کا موجد بھی کہہ دیا ہے۔ چار دیوان اور پانچ مثنویاں یادگار ہیں جن میں سے فرسنامہ اور رنگین نامہ اور مجالس رنگین مشہور ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ دلچسپ کتاب مثنوی دلپذیر ہے۔ انڈیا آفس کے کتب خانے میں ان کی تصانیف کی مجمل فہرست میں ۲۲ کتابیں درج ہیں۔ اکتوبر ۱۸۳۵ء مطابق جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ میں انتقال کیا۔

روپ چند گوالیاری : جہانگیری عہد میں منصب دار تھا۔ قلع کانگڑہ کی تسخیر میں کارنمایاں کیا جس کے صلے میں گوالیار کی جاگیر عطا ہوئی۔ شاہجہاں کے عہد میں منصب ہزاری عطا ہوا۔ راجہ سری نگر کے خلاف جو مہم شاہجہاں نے بھیجی تھی اس میں اس کی تعیناتی ہوئی۔ نجابت خاں کی ناتجربہ کاری سے شاہی فوج کو ہزیمت

ہوئی۔ اسی میں روپ چند کام آیا۔ یہ واقعہ ۸ جلوس شاہجہانی یعنی ۱۶۳۶ء میں گزرا۔

روپ سنگھ راٹھور : راجہ کشن سنگھ راٹھور کا پوتا تھا۔ شاہجہاں کے زمانے میں منصب چار ہزاری پر ممتاز تھا۔ مہم قندھار میں شریک رہا۔ جنگ سموگڑھ میں جو داراشکوہ اور اورنگ زیب کے باہم ہوئی تھی داراشکوہ کے ساتھ تھا۔ اس لڑائی میں اس نے بڑی دلیری دکھائی یعنی توپ خانے کی صفوں کو چیرتا ہوا خاص اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس جا پہنچا اور کمال دلیری سے اس کی عماری کے رسوں کا کاٹنا شروع کیا اورنگ زیب اس کی بہادری سے بہت خوش ہوا اور بے اختیار چلایا کہ اس بہادر کو نہ مارنا۔ لیکن لڑائی کی گڑبڑ میں اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی۔ اور یہ بہادر راجہ قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۷ء کا ہے۔

روپ سنگھ راؤ : چندراوت پرگنہ رامپور متصل چتور کا رہنے والا۔ منصب دو ہزاری حاصل تھا۔ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں بعہد شاہجہانی شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ مہم بلخ پر مامور رہا اور نذر محمد خاں والیٔ بلخ کے مقابلے میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ ۱۶۶۲ء میں بعہد شاہجہانی فوت ہوا۔

روپ سی راجہ کچھواہا : راجہ بہارامل کا بھائی تھا۔ ۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۰ء میں جب اکبر بادشاہ اثنائے سفر اجمیر میں اس کے قصبۂ زمینداری سے ہو کر گزرے اس کو بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کرنے کا موقع ملا اور امرائے خاص میں داخل ہوا۔ ۴۰ جلوس اکبری میں منصب ہزاری سے سرفراز تھا۔ اکثر مہمات شاہی میں خدمات بجالایا۔

روپ متی : باز بہادر بادشاہ مالوہ کی محبوبہ تھی۔ اس کے محل شر مانڈو ملک مالوہ میں اب تک شکستہ پڑے ہیں۔ یہ رانی ہندی میں شعر بھی کہتی تھی۔ ادہم خاں کے مقابلے میں جب باز بہادر نے شکست پائی تو اس نے اپنی عفت کو بچانے کی غرض سے خودکشی کر لی تھی۔ یہ واقعہ ۹۶۸ھ م ۱۵۶۰ء کا ہے۔

روپ نرائن : ولد ہری رام کھتری متوطن سیالکوٹ۔ اس نے ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۶ء ہندوؤں کے مقدس مقامات کے حالات و کیفیات لکھے۔ کتاب کا اصلی نام برج مہاتم اور تاریخی نام مخزن العرفان ہے۔

روح الامین خاں شیخ : قاضی محمد سعید بلگرامی کا بیٹا۔ فن شعر میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ ایک مثنوی لکھی ہے جس میں سات ہزار شعر تھے۔ شش ہزاری منصب حاصل تھا۔ نواب سپہ دار خاں اور بعدۂ نواب مبارز الملک، سربلند خاں کی ماتحتی میں الہ آباد کا صوبہ دار رہا۔ آخر میں محمد شاہ کے عہد میں پنجاب میں ۲۲ محال کا گورنر مقرر ہوا۔ محمد شاہ کی طرف سے نادر شاہ کے مقابلہ میں لڑا اور کرنال کے مقام پر ۱۳ / فروری ۱۷۳۹ء مطابق ۱۵ / ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ کو مارا گیا۔

روح اللہ خاں : عالمگیر کے زمانے میں میر بخشی کے عہدے پر مامور تھا۔ مہم دکن میں ۸ / اگست ۱۶۶۲ء مطابق ۵ / ذی الحجہ ۱۱۰۳ھ میں کام آیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا خانہ زاد خاں جو صرف خاص خزانچی اور مطبخ شاہی کا مہتمم تھا روح اللہ خاں ثانی کے خطاب سے ملقب ہوا جو ۱۷۰۳ء مطابق ۱۱۱۵ھ میں فوت ہو گیا۔

روحانی امیر : سمرقند کا رہنے والا شاعر اور حکیم تھا۔ رشیدی سے تلمذ رکھتا تھا۔ جب چنگیز خاں نے بخارا کو فتح کر لیا تو یہ بھاگ کر دہلی آیا۔ اور سلطان التمش کے دربار میں ۱۲۲۶ء مطابق ۶۲۳ھ میں پناہ گزیں ہوا۔

روحی : سید جعفر کا تخلص ہے۔ سید جعفر ملاحظہ ہو۔

روحی بغدادی : ایک مشہور ترکی شاعر تھا۔ اس کی ہجویں نہایت پُر اثر اور دلکش ہوتی تھیں۔

رودکی : سلطنت سامانیہ کا ملک الشعراء اور اپنی شخصیت کے لحاظ سے مقدم الشعرا تھا۔ فارسی کا مشہور شاعر ہے۔ تمام تذکرے متفق اللفظ ہیں کہ سب سے پہلے جس نے دیوان مرتب کیا وہ رودکی ہے۔ اس کا اصلی نام محمد یا جعفر ہے۔ بعض تذکروں میں اس کا نام فرید الدین ابو عبداللہ اور ابوالحسن بھی دیکھا گیا ہے۔ ضلع نخشب کے جو ملک ترکستان میں واقع ہے ایک گانوں رودک میں پیدا ہوا۔ رودکی کو نغمہ و سرود میں خاص شغف تھا۔ اس کے تخلص کی وجہ تسمیہ بھی یہی کہی جاتی ہے کہ وہ رود (باجہ) اچھا بجاتا تھا اس لیے رودکی مشہور ہوا۔ وہ مادرزاد نابینا تھا۔ آٹھ برس کی عمر میں کلام مجید حفظ کیا پھر علم قراءت کی تکمیل کی اور اسی زمانے سے شعر کہنا شروع کیا۔ اس کی خوش آوازی، بذلہ سنجی، حاضر جوابی، لطیف الطبعی نے اس کو نصیر ابن احمد سامانی کے دربار تک پہنچایا۔ سامانیوں کا نام جس کی بدولت زندہ ہے وہ رودکی ہی ہے۔ مشہور کتاب کلیلہ و دمنہ اولاً سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کی گئی۔ لیکن جب عربی میں اس کا ترجمہ ہوا تو فارسی نسخہ بالکل ہی گمنام ہو گیا تھا۔ رودکی نے بحکم نصیر بن احمد سامانی اس کو فارسی میں نظم کیا اور چالیس ہزار درم صلے میں پائے۔ چنانچہ عنصری شاعر ایک قصیدے میں کہتا ہے ؎

چہل ہزار درم رودکی ز مہتر خویش
عطا گرفت سلیم کلیلہ در کشور

رودکی نہایت پُر گو تھا۔ رشیدی سمرقندی نے اس کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے۔ اس کا دیوان ایران میں چھپ گیا ہے۔ ۳۴۳ھ مطابق ۹۵۴ء میں وفات پائی۔

روز افزوں راجہ : راجہ سنگھ رام صوبہ بہار کے حاکم کا بیٹا تھا۔ باپ کا سایہ کم عمری میں سر سے اُٹھ گیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے پاس رکھا اور تعلیم و تربیت کی۔ بالغ ہو کر مسلمان ہو گیا۔ ۱۰ جلوس جہانگیری میں اس کو بالغ ہونے پر اس کے موروثی ملک کی حکومت عطا ہوئی۔ منصب دوہزاری حاصل تھا۔ ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء میں فوت ہوا۔

روز افزوں ناظر : محمد شاہ کا خواجہ سرا تھا۔ شاہجہاں آباد میں ایک باغ جو باغ ناظر کے نام سے مشہور ہے ۱۷۴۸ء مطابق ۱۱۶۱ھ میں اسی نے تعمیر کیا تھا۔

روز بہان شیخ : ابو محمد ابی نصیر البقلی کا لقب ہے۔ اپنے علم و فضل و خدا ترسی کے لیے مشہور تھے۔ فارسی زبان میں قرآن شریف کی تفسیر لکھی جو تفسیر آرائش کے نام سے مشہور ہوئی۔ چند اور کتابیں صفوۃ المشارب وغیرہ بھی یادگار چھوڑیں۔

روشن آرا بیگم : شاہجہاں کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ ۱۶۶۹ء مطابق ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا اور شاہجہاں آباد میں اپنے باغ میں جو باغ روشن آرا کے نام سے مشہور ہے دفن ہوئی۔

روشن الدولہ رستم جنگ : اصل نام ظفر خاں۔ امرائے محمد شاہی سے تھا۔ دہلی کی سنہری مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے جو کوتوالی چبوترے کے قریب واقع ہے اور جو ۱۷۲۲ء مطابق ۱۱۳۴ھ کی معمرہ ہے۔ دہلی کی دوسری مشہور عمارت جو روشن الدولہ کے نام سے مشہور ہے اور جس پر سونے سے پچی کاری کا کام تھا ۱۷۲۵ء مطابق ۱۱۳۷ھ میں ظفر خاں ہی کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جس کی بالائی منزل پر نادر شاہ اقامت گزیں ہوا تھا اور وہاں پر بیٹھ کر اس نے دہلی کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ روشن الدولہ محمد شاہ

کے ۱۴ جلوس محمد شاہی یعنی ۱۷۳۲ء مطابق ۱۱۴۵ھ میں فوت ہوا۔

رونقی : اکبر کے دربار میں ایک ظریف تھا۔ ظرافت ہی کی شاعری کرتا تھا۔ اس نے ایک دیوان چھوڑا جس میں ہزار اشعار کہے جاتے ہیں۔ چونکہ وہ ظریفانہ نظموں میں تمام اراکین سلطنت کی خبر لیا کرتا تھا اور سب کی ہجویں لکھا کرتا اس لیے کوئی اس سے خوش نہ تھا۔ جیسا کہ اس مادہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے جو اس کی وفات پر تصنیف کیا گیا۔

''چو سگ بد بہ کفرستان جاں دادہ''

اس فقرے سے ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء برآمد ہوتے ہیں اور یہی اس کا سالِ وفات ہے۔

رومیش چندر دت : (سر) ۱۸۴۸ء میں بمقام کلکتہ پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں اکثر لوگ علم پرستی کا مذاق رکھتے تھے اور اعلیٰ عہدوں پر ممتاز تھے۔ باپ کا نام اشن چندر تھا۔ باپ کے مرجانے کے بعد چچا کے زیر سرپرستی تعلیم و پرورش ہوئی۔ ۱۸۶۸ء میں انگلستان روانہ ہوئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد بنگال میں سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوئے۔ گیارہ سال تک یعنی ۱۸۷۱ء سے ۱۸۸۲ء تک مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ دورانِ ملازمت میں اپنے یورپ کے سفر اور بنگال کی زبان اور کاشتکاری کے متعلق کچھ رسالے انگریزی میں تصنیف کیے مگر ان کی مصنفانہ زندگی کی ابتدا ناولوں کے سلسلے کے ساتھ شروع ہوئی۔ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان چار تاریخی ناول شائع ہوئے جو اب تک بنگالی زبان کے مستقل ادب میں شمار ہوتے ہیں۔ قانون کاشتکاران بنگال جو ۱۸۸۵ء میں لارڈ ڈفرن کے عہد حکومت میں پاس ہوا بہت کچھ رمیش چندر دت کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ علمی خدمات میں ایک بڑا کام رگ وید کا ترجمہ تھا جو انھوں نے کہنہ خیال ہندوؤں کی سخت مخالفت میں خاموشی کے ساتھ انجام دیا اور یہی بنگالی زبان میں رگ وید کا اکیلا ترجمہ ہے۔ قدیم زمانہ ہندوستان کی تاریخ تمدن بھی تصنیف کی جو تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں سی۔ آئی۔ ای۔ کا خطاب پایا۔ ۱۸۹۳ء میں بنگالی ادب کی اکیڈمی کی بنا ڈالی جو اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ سرسبز ہے۔ یہ سب سے پہلے ہندوستانی تھے جو کمشنری کے عہدے تک پہنچے۔ ۱۸۹۷ء میں مستعفی ہو کر انگلستان چلے گئے۔ وہاں کرائسٹ چرچ کالج میں تاریخ ہند کے پروفیسر ہو گئے اور کئی سال تک اس عہدے پر کام کیا۔ اسی قیام میں رامائن اور مہابھارت کے مخصوص مقام ترجمہ کر کے شائع کیے جو انگلستان اور امریکہ میں بڑی قدر سے دیکھے گئے۔ ۱۹۰۲ء میں تاریخ ''معیشت ہند'' انگریزی میں دو جلدوں میں شائع کرائی جس میں معرکہ پلاسی سے لے کر بیسویں صدی کے آغاز تک ملک کی تجارتی اور اقتصادی حالت دکھائی گئی ہے۔ ۱۹۰۴ء میں انگلستان کو خیرباد کہا اور ہندوستان آکر مہاراجہ بڑودہ کے یہاں وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء تک اس عہدے پر ممتاز رہے۔

رونقی : ہمدان کا ایک شاعر تھا۔ ۱۶۲۲ء مطابق ۱۰۲۱ھ میں انتقال کیا۔

ریاض : منشی ریاض احمد۔ وطن خیرآباد۔ پیدائش ۱۸۶۳ء مطابق ۱۲۸۰ھ۔ امیر مینائی کے تمام تلامذہ میں خاص امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ کلام میں شوخی کا انداز پورا پورا ابھرا ہے۔ کہنہ مشق ہیں۔ ایک مدت تک گورکھپور میں بہ سلسلۂ ملازمت رہے۔ ریاض الاخبار اور فتنہ جاری کیا۔ اب راجہ محمود آباد نے بہ نظر قدر

افزائی کچھ وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ خیر آباد میں مقیم ہیں۔ اردو میں میکشی کے مضامین لکھنا آپ کا خاص حصہ ہے۔ پختگی یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ نعتیہ کلام میں بھی ابنا رنگ نہیں چھوڑتے۔

ریاضی سمرقندی : سمرقند کا ایک مشہور مصنف تھا۔ ۸۸۴ھ مطابق ۱۴۷۹ء میں انتقال کیا۔

ریاضی ہروی : شاہ اسماعیل اول صفوی کے زمانے میں ایک مصنف اور شاعر تھا۔ اس کی آٹھ ہزار بیت کی ایک مثنوی مشہور ہے جس میں ہرات کے سلطان حسین مرزا کی حکومت کی تاریخ اور شاہ اسمٰعیل کے کارنامے نظم کیے گئے ہیں۔ ۱۵۱۵ء مطابق ۹۲۱ھ میں انتقال کیا۔

ز

زاغلول پاشا : سعد زاغلول پاشا پورا نام ہے۔ مصر کے آزادی پسند لیڈر ہیں۔ لارڈ کرومر نے اپنی کتاب "موجودہ مصر" میں ان کو روشن خیال منتظم کے نام سے یاد کیا ہے۔ ۱۹۰۰ء میں وہ ایک معمولی جج تھے۔ لارڈ کرومر نے ان کو وزیر تعلیم بنایا۔ آج کل مصر کے وزیر اعظم ہیں۔ جامع ازہر کے سند یافتہ ہیں۔ عربی علم ادب پر پورا عبور حاصل ہے۔ تقریر کرنے کا اچھا ملکہ ہے۔ فصاحت کے علاوہ ان کی تقریروں میں لطافت و ظرافت کی چاشنی بھی ہوتی ہے۔

زال : سام کا بیٹا۔ نریمان کا پوتا۔ مشہور رستم کا باپ تھا۔ ان لوگوں کے نام فارسی لٹریچر میں مشہور ہیں۔ منوچہر، بہمن اور افراسیاب بادشاہان فارس کے زمانے میں گزرے ہیں۔ اسی زال نے افراسیاب کو فارس سے بدر کیا تھا۔ اور زو پسر طہماسپ کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ بہمن نے اس کو قید کر دیا تھا۔ وہاں سے بھاگ کر ملک زابلستان پہنچا اور رودابہ دختر محراب کے ساتھ شادی کی جو رستم کی ماں ہوئی۔ دوبارہ وہ پھر بہمن کے ہاتھ آ گیا اور اس نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

زاہد : مرزا زاہد الدین بن مرزا کام بخش بن مرزا سلیمان شکوہ بن شاہ عالم بادشاہ دہلی صاحب دیوان گزرا ہے۔

زاہد شیخ گیلانی : گیلان کے رہنے والے۔ مشہور اولیاء میں تھے اور شیخ صفی یا صفی الدین اردبیلی کے خسر تھے۔ ۱۳۳۵ء مطابق ۷۳۰ھ میں وفات پائی۔

زاہدی: ایک جید عالم تھے۔ تفسیر زاہدی انھیں کی تصنیف سے ہے۔ ۱۲۶۰ء مطابق ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔

زائر : شیخ محمد فاخر الہ آبادی کا تخلص ہے جو ۱۷۵۱ء م ۱۱۶۴ھ میں فوت ہوا۔

زبدۃ النساء: عالمگیر کی چوتھی دختر تھی۔ اس کی والدہ کا نام نواب بائی تھا۔ یہ ۲۶ رمضان ۱۰۶۱ھ میں پیدا ہوئی اور دارا شکوہ کے لڑکے کو بیاہی گئی۔ عالمگیر سے صرف چند دن قبل ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۶ء میں فوت ہوئی۔

زبرئ بن مسلم : ایک عربی مصنف تھا۔ ۷۴۲ء مطابق ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

زبیدہ خاتون: اصلی نام امۃ العزیز اور لقب زبیدہ ہے۔ جعفر بن منصور عباسی کی بیٹی تھی۔ گو باپ کو خلافت نہ ملی مگر دادا منصور خلیفہ تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید سے شادی ہوئی۔ ہارون کی چھ بیبیاں تھیں مگر زبیدہ کا رتبہ سب سے زیادہ تھا۔ زیب و زینت کے بہت سے سامان ایجاد کیے۔ دیندار ایسی کہ سو چھوکریاں محل میں حافظ قرآن تھیں۔ اور روزانہ دس پارے سنانا پڑتے تھے۔ ۱۹۰ھ مطابق ۸۰۶ء میں شہر تبریز تعمیر کیا۔ مکہ معظمہ میں ایام حج میں ایک مشک پانی کی پانچ روپیے کو ملتی تھی۔ پچاس لاکھ روپیہ صرف کر کے عین المشاس نامی نہر بارہ میل سے بنوا کر مکے میں لائی جس کو نہر زبیدہ کہتے

ہیں۔ ۱۹۳ھ مطابق ۸۸۸ء میں بیوہ ہوئی اور شنبہ کے دن جمادی الاول ۲۱۵ھ مطابق ۸۳۱ء کو بغداد میں انتقال کیا۔ خلیفہ امین الرشید ان کے بطن سے تھا۔

زبیر بن بکار : بکار کے بیٹے۔ مکے کے قاضی تھے اور کتاب سنن اور کتاب اخبار مدینہ کے مصنف تھے۔ ۸۷۰ء مطابق ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

زبیرؓ بن عوام : بنی ہاشم سے تھے۔ ان کا شمار صحابہ میں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلافت کے زمانے میں عثانی عمال کی معزولی اور قاتلان عثمان کی سزا دہی میں توقف کی وجہ سے مفسدوں نے ان کو ابھار کر خلیفہ کے خلاف فوج کشی پر مجبور کیا۔ جنگ جمل جو اس زمانے کی مشہور لڑائیوں میں ہے اس میں آپ اور طلحہ حضرت عائشہؓ کی جانب تھے۔ دورانِ جنگ میں حضرت علیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد دلائی کہ زبیرؓ بے وجہ علیؓ کے ساتھ جنگ کرے گا"۔ یہ الفاظ سن کر زبیرؓ فوراً جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور وہاں سے چلے گئے لیکن چند سال بعد یعنی ۶۵۶ء میں عمرا ابن حرموز نے جو حضرت علی کا طرفدار تھے آپ کو ایک وادی میں جب کہ آپ نماز ادا کر رہے تھے خلافت کا دشمن سمجھ کر شہید کر ڈالا۔

زٹلی : (ملاحظہ ہو جعفر زٹلی)۔

زجاج : اصل نام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ہے۔ چند کتب کا مصنف ہے۔ بمقام بغداد تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں ۹۲۳ء مطابق ۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

زخمی : فخر الدولہ دبیر الملک راجہ رتن سنگھ بہادر لکھنوی کا تخلص ہے۔ لکھنؤ میں واجد علی شاہ کے زمانے میں وزیر تھا۔ اس نے اپنے انتقال سے چار سال قبل ۱۸۴۶ء میں دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ علوم وفنون کا شائق تھا۔ رائے بریلی میں اپنا ایک بڑا ذاتی کتب خانہ چھوڑ کر ۱۸۵۰ء مطابق ۱۲۶۶ھ میں فوت ہوا۔

زردشت : فارس میں جو قدیم مذہب آتش پرستوں کا جاری تھا اس کا بانی تھا۔ اسلامی فتح سے قبل بادشاہان ایران بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔ منوچہر کی نسل سے حکیم فیثاغورث کا شاگرد تھا۔ اور گستاشپ کے وقت میں گزرا تھا۔ اصلی نام ابراہیم تھا۔ اسلامی دور دورہ شروع ہونے کے بعد بہت سے ایرانی جو زردشتی مذہب کے پیرو تھے ہندوستان چلے آئے جو اب تک بمبئی وغیرہ میں پارسیوں کے نام سے مشہور ہیں اور اسی مذہب کے پیرو ہیں۔ ژندواستا اس مذہب کی آسانی کتاب کہی جاتی ہے۔

زکریا : ملاحظہ ہو بہاء الدین زکریا۔

زکریا بن محمد بن محمد الکمونی : فروتنی۔ فروتن کا رہنے والا۔ مشہور کتاب عجائب المخلوقات کا مصنف ہے۔ ۱۲۶۳ء مطابق ۶۴۷ھ میں لکھی گئی۔ لندن کے کتب خانوں میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ اس میں مختلف قسم کے درندوں، چرندوں اور پرندوں اور مچھلیوں کی مستند تصاویر دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ درختوں کی تصویریں بھی ہیں۔ اور انواع واقسام کی دھاتوں اور جواہرات کی کیفیت اور تاثیرات درج ہیں۔

زکریا خاں بن عبدالصمد خاں۔ المعروف بہ سیف الدولہ بہادر جنگ۔ جب ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر نادر شاہ کا مشہور حملہ ہوا وہ لاہور کا گورنر تھا۔ ۱۲ر جمادی الثانی ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد شہنواز خاں اس کا بیٹا گورنر ہوا۔

زکی : زکریا خاں دہلوی۔ نبیرۂ نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں مؤلف تذکرۂ شعرا۔ ۱۸۳۹ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ فن سخن میں مرزا غالب سے تلمذ تھا۔ مرزا

صاحب نے اپنا شاگرد رشید لکھا ہے۔ بدایوں میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ ۱۹۰۳ء میں وہیں انتقال ہوا۔ ایک مطبوعہ دیوان بھی ان سے یادگار ہے۔ حضرت سید احمدؒ کی درگاہ کی جنوبی دیوار کے زیر سایہ جانب دروازہ دفن ہوئے۔ قبر خام ہے۔

زلالی خوانساری : حکیم زلالی کے نام سے مشہور ہے۔ شہر خوانسار کا رہنے والا تھا۔ شاعری میں مرزا جلال اسیر کا شاگرد تھا۔

زلالی شیرازی : فارس کا نامور شاعر ۱۵۴۱ء مطابق ۹۴۸ھ میں فوت ہوا۔ مشہور مثنویات سبع سیارہ کا مصنف یہی با کمال شاعر ہے۔

زلالی ہروی : ہرات کا رہنے والا ایک شاعر تھا۔ ۱۵۲۵ء مطابق ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔

زمان شاہ : کابل اور قندھار کا بادشاہ۔ تیمور شاہ کا بیٹا اور احمد شاہ ابدالی کا پوتا تھا۔ اپنی والدہ کی وفات کے بعد ۱۷۹۳ء مطابق ۱۲۰۷ھ میں تخت کابل پر بیٹھا۔ ۱۷۹۶ء مطابق ۱۲۱۰ھ میں لاہور کی طرف قدم بڑھا کر دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن اپنے ملک میں بدامنی کی خبریں پا کر واپس گیا۔ محمد شاہ بادشاہ ہرات نے اس کو ۱۸۰۰ء میں اندھا کر کے بالا حصار میں قید کر دیا۔ جب ۱۸۳۹ء میں سرکار انگریزی نے شاہ شجاع کو تخت کابل پر بٹھایا زمان شاہ کو افغانوں نے جنوری ۱۸۴۲ء میں اپنا بادشاہ مشتہر کر دیا۔

زمانی یزدی : ایک ایرانی شاعر تھا۔ ۱۶۲۱ء مطابق ۱۰۲۲ھ میں فوت ہوا۔

زمخشری : (ملاحظہ ہو جاراللہ)۔

زمرد خاتون : خواجہ حسن نظام الملک طوسی وزیر ملک شاہ سلجوقی کی والدہ ہیں۔ زمرد خاتون ابو جعفر کی نسل سے تھیں جن کا سلسلۂ نسب۔ محمد بن حمید بن عبدالحمید طوسی پر ختم ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں آل حمید کا خاندان بہت مشہور ہے۔ اس خاندان کے اکثر نامور عہد خلافت عباسیہ میں وزیر ہوئے۔

زنگی شہید : مشہور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کا مزار ہتیا پول دروازے کے قریب آگرے میں اب تک موجود ہے۔

زوزنی : ان کا پورا نام اور لقب القاضی الامام سید ابوعبداللہ زوزنی ہے۔ انھوں نے عربی قصائد سبعۂ معلقات کی جو ایام جاہلیت سے عرب میں مشہور چلے آتے ہیں اور جو اس زمانے میں بھی قدیم عربی لٹریچر کا مشہور حصہ سمجھے جاتے ہیں شرح لکھی تھی۔

زیاد : ان کی نسبت مشہور ہے کہ وہ ابوسفیان کے ناجائز بیٹے یعنی امیر معاویہؓ کے علاتی بھائی تھے۔ معاویہ ان کو مثل اپنے حقیقی بھائی کے سمجھے تھے۔ حضرت علی کے زمانۂ خلافت میں فارس کے سپہ سالار مقرر ہو گئے تھے۔ جب معاویہؓ کا وقت آیا تو انھوں نے ان کو عراق و غراسان کا حاکم بنا دیا تھا۔ یہ خاص قابلیت کے آدمی تھے۔ امیر معاویہ تدابیر ملک گیری میں ان کو اپنا دست و بازو سمجھتے تھے۔ انھیں کی ترغیب سے امیر معاویہ نے اپنے بدذات اور نالائق بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے حکومت میں انتخاب کی بجائے وراثت کا طریقہ سب سے پہلے اسلام میں جاری کیا۔ مرتے وقت ان کی اس بات کی کوشش رہی کہ خلافت امیر معاویہؓ ہی کے خاندان میں رہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے۔ اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں انھوں نے کوفے کی مسجد میں لوگوں کو بلا کر اپنے اس خیال کا اظہار کرنا چاہا تھا۔ تمام لوگ مسجد اور سڑک پر جمع تھے۔ لیکن موت نے مہلت نہ دی اور طاعون کے مرض میں جو ان کو لاحق تھا ۱۲ راگست

۶۰۳ء مطابق ۲۲ رمضان ۵۴ھ کو کام تمام ہو گیا۔ کوفے کے قریب دفن ہوئے۔

زیاد بن عبداللہ الطفیل البکائی : ابن اسحاق کے شاگرد اور ابن ہشام کے استاد تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے درمیانی واسطہ یہی ہیں۔ سیرت کے عشق میں گھر بار بیچ کر استاد کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور مدت تک سفر و حضر میں ان کے شریک رہے۔ محدثین کی بارگاہ میں گو ان کا اعزاز کم ہے لیکن کتاب السیرۃ کے سب سے معتبر راوی یہی سمجھے جاتے ہیں۔ ۱۸۳ھ مطابق ۷۹۹ء میں وفات پائی۔

زیب النساء بیگم : شاہنشاہ عالمگیر کی لڑکی کا نام ہے۔ ۵ رفروری ۱۶۳۹ء مطابق ۱۰ رشوال ۱۰۴۸ھ کو پیدا ہوئی۔ فارسی اور عربی میں کامل استعداد حاصل تھی۔ قرآن شریف کی حافظہ تھی۔ خوشنویس تھی۔ زیب التفاسیر اس کی ـ ـ سے ہے۔ شاعرہ بھی تھی مخفی تخلص تھا۔ ایک دیوان چھوڑا ہے۔ شادی نہیں ہوئی تھی۔ بحالت ناکتخدائی ۱۷۰۹ء مطابق ۱۱۱۳ھ میں فوت ہوئی۔ اس کا مقبرہ کابلی دروازہ کے پاس دہلی میں ہے۔ بقول بعض زیب التفاسیر امام فخرالدین رازیؒ کی تفسیر کبیر کا ترجمہ ہے جو ملاّ صفی الدین اردبیلی نے زیب النساء بیگم کے حکم سے کیا تھا اور جو دیوان زیب النساء سے منسوب کیا جاتا ہے وہ ایرانی شاعر مخفی گیلانی کا ہے۔ زیب النساء نہ شاعرہ تھی نہ اس کا کوئی تخلص تھا۔

زید بن ثابت : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابہ میں داخل ہیں۔ کتابت وحی کا کام ان کے سپرد تھا۔ علم الفرائض میں کمال تھا۔ قانون وراثت کو پورے طور سے جانتے تھے۔ ۶۴۵ء مطابق ۴۵ھ میں وفات پائی۔

زید بن حارث : زید کے والدین عیسائی تھے۔ اپنے بچپن میں جب کہ اپنی ماں کے ساتھ سفر میں تھے قزاقوں نے راستہ میں ان کے قافلے کو لوٹ لیا اور ان کو پکڑ کر مکہ مکرمہ میں فروخت کر دیا۔ غلامی کی حالت میں یہ حکیم کے ہاتھ میں جا پڑے جو خویلد کے پوتے تھے۔ حکیم نے ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ کی نذر کیا۔ بی بی صاحبہ نے پیمبر صاحب کی نذر کیا تھا۔ یہ ایک کوتاہ قد سیاہ فام اور پست بینی شخص تھے۔ اپنی خدمات کو ہمیشہ ہوشیاری اور وفاداری سے انجام دیتے تھے۔ ان کی شادی پیمبر صاحب کی پرانی خادمہ ام ایمن سے ہوئی تھی۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اسامہ رکھا گیا۔ جب انکے باپ حارث ان کی تلاش میں پیمبر صاحب کے پاس مکے میں پہنچے تو انھوں نے عرض کیا کہ زید کا معاوضہ لے کر مجھے واپس کر دیجیے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتا ہوں۔ اس پر بھی زید نے آپ کی محبت کی وجہ سے ماں کے پاس وطن جانا پسند نہیں کیا اور آپ ہی کے پاس رہے۔ پیغمبر صاحب نے ان کو متبنیٰ کر لیا تھا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے آپ کی شادی کر دی گئی۔ لیکن میاں بیوی میں اتفاق نہ رہ سکا۔ اخر ایک روز تنگ آ کر زید نے زینب کو طلاق دے دی۔ آنحضرتؐ پر یہ واقعہ شاق گزرا۔ چونکہ آپ ہی اس نکاح کے بانی تھے اس لیے آپ چاہتے تھے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ و ان کی اس روحانی تکلیف کا بدل خود ان کو اپنے نکاح میں لا کر عطا فرمائیں۔ لیکن چونکہ عرب کے رسم و رواج کے موافق متبنیٰ لڑکے کی مطلقہ بی بی سے نکاح کرنا ناجائز تھا اس واسطے باوجود اس امر کے جاننے کے کہ متبنیٰ ایک مصنوعی اور بے معنی بات ہے نکاح کے خیال کا اظہار اس وقت تک نہ کیا جب تک کہ ۵ھ میں وحی الٰہی نے

اس مشکل کو آسان نہ کر دیا۔

زین الدین : (*حافی شیخ) تخلص وفائی۔ بابر بادشاہ کے یہاں صدر مستقل تھا۔ اس کی بنائی ہوئی ایک مسجد، ایک مدرسہ جمنا کے کنارے آگرہ میں موجود ہے۔ فن معمہ و تاریخ و بدیہہ گوئی میں کامل اور جملہ اصناف نظم و نثر پر قادر تھا۔ اس نے **یک تاریخ مسمی فتح ہندوستان و غرائب ہند کے متعلق لکھی۔ بعہد ہمایوں ۹۴۰ھ میں بحدود چنار گڑھ وفات پائی اور اپنے مدرسہ واقع آگرہ میں دفن ہوا۔

زین الدین بن احمد : ابن رجب بھی کہے جاتے ہیں۔ شرح ترمذی، شرح بخاری اور طبقات حنابلہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۹۳ء مطابق ۷۹۵ھ میں وفات پائی۔

زین الدین علی السیلی : شاہد ثانی بھی کہلاتے ہیں۔ مسالک الافہام انھیں کی تصنیف سے ہے۔

زین الدین کوکہ : شاہنشاہ اکبر کا رضاعی بھائی اور خواجہ مقصود ہروی کا پسر تھا۔ اس کو اکبر نے رفتہ رفتہ چار ہزار و پنج صد کا منصب دار مقرر کر دیا۔ اس کے چچا خواجہ حسن کی بیٹی جہانگیر کو بیاہی گئی جس کے بطن سے سلطان پرویز پیدا ہوا۔ ۱۵۸۶ء مطابق ۹۹۴ھ میں زین خاں سواد و بیجور کے افغانوں کے مقابلے کو بھیجا گیا مگر اس کو شکست ہوئی اور خواجہ عرب بخشی، راجہ بیربل، ملا شیری اور بہت سے ممتاز آدمی آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ اس لڑائی میں مارے گئے۔ ۱۵۸۸ء میں کابل کا حکمراں مقرر ہوا۔ ۶ رمئی ۱۰۰۹ھ مطابق ۱۹ رستمبر ۱۶۰۰ء میں بمقام اکبر آباد (آگرہ) فوت ہو گیا۔ اکبر کے زمانے کا بہترین موسیقی داں اور ہندی کی راگنیوں سے خوب واقف تھا۔

زین العابدینؑ امام بن حسین بن علی۔ آپ دوازدہ امام میں سے امام چہارم ہیں۔ کنیت آپ کی ابومحمد و ابوالحسن و ابوالقاسم و ابوبکر ہے۔ لقب آپ کا سجاد و زین العباد و سید الساجدین وزکی و امین ہے اور نام آپ کا علی ہے۔ ولادت ۵ رشعبان ۳۸ھ روز جمعہ مطابق ۶۵۸ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ والدہ آپ کی بی بی شہربانو دختر یزدجرد ثالث بادشاہ ایران تھیں۔ معرکہ کربلا کے وقت آپ شہدائے کربلا اور اپنے اعزہ کے ساتھ تھے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۳ سال کے قریب تھی۔ بوجہ مریض ہونے کے ذکور میں تنہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنی فاطمہؓ کی بقا کے واسطے بچا دیا تھا۔ سادات کی نسل آج تک تمام دنیا میں آپ ہی سے باقی ہے۔ کسی دشمن نے آپ کے کھانے میں زہر ملا کر ۱۸ رمحرم ۹۵ھ مطابق اکتوبر ۷۱۳ء کو کام تمام کر دیا۔ یہ زمانہ ولید اول کا تھا۔ ۵۷ برس کی عمر پائی۔ مزار مبارک حضرت امام حسنؓ کے مزار کے ملحق جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں واقع ہے۔

زین العابدین : سرنگا پٹم کا رہنے والا۔ موید الجاہدین کا مصنف تھا۔ یہ کتاب منظوم خطبات کا مجموعہ ہے۔ اسی مجموعہ میں سے ایک خطبہ ہر جمعہ کے دن میسور کی تمام مساجد میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ نظمیں سولہ مختلف بحروں میں ٹیپو سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھیں۔

زین العابدین بن نجم المصری۔ اس نے کنز الدقائق کی مشہور شرح بحر الرائق لکھی۔ لیکن وہ اس کو اپنی زندگی میں مکمل نہ کر سکا۔ اس کے بھائی سراج الدین عمر نے تمام کیا۔ اس شرح کے علاوہ اشباہ والنظایر اور فتاوی الزینیہ مشہور کتابیں ہے۔ ۹۷۰ء مطابق ۱۵۶ھ میں انتقال کیا۔

* خوانی۔ (عرشی)

** تزک بابری کا فارسی میں ترجمہ کیا اور۔ (عرشی)

زین العابدین : مچھلی شہر وطن۔ ممالک متحدہ میں عہدۂ سب ججی پر ممتاز تھے۔ پنشن لینے کے بعد ریاست رامپور میں تعلق ہو گیا تھا۔ سرسید مرحوم کے خاص دوست تھے۔ ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا۔ مدرستہ العلوم علی گڑھ کی مسجد میں دفن ہوئے۔ آپ کے بڑے صاحب زادے مولوی زین الدین صاحب صوبۂ متحدہ میں کلکٹری کے عہدے پر ممتاز ہیں۔

زینبؓ : محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی ابوالعاصؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ ابوالعاص ان سے محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے کیونکہ اس وقت تک وہ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ان کو بلا کسی فدیہ کے اس شرط پر رہائی دی گئی کہ وہ زینبؓ کو مدینے بھیج دیں۔ چنانچہ بدر سے واپس آ کر ابوالعاص نے اپنے وعدے کے موافق زینبؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرا کر اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینے کو روانہ کر دیا۔ راستہ میں جبار نے جو کفار قریش سے تھا زینبؓ پر ایسا وار کیا کہ اونٹ کی اماری سے نیچے گر پڑیں اور اسقاط ہو کر نسائی امراض پیدا ہو گئے جن سے ۹ھ مطابق ۶۳۱ء میں ان کی وفات واقع ہوئی۔

زینب بنت جحش : حضرت نبی اکرمؐ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ اول زید بن حارث کے نکاح میں آئیں اور ان سے طلاق پانے کے بعد ۵ھ میں آنحضرتؐ کی زوجیت میں آئیں۔ ملاحظہ ہو زید بن حارث۔

زینب بنت خزیمہ : خاندان عامر بن سعاعہ سے تھیں۔ اپنی کثرت خیرات اور حب مساکین کی وجہ سے ام المساکین کہی جاتی ہیں۔ ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے پہلے شوہر غزوات میں شہید ہو گئے تھے اور دیگر اعزہ نے جو لڑائی میں تکلیف اٹھا چکے تھے انکو کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے آں حضرت نے ان کی قربانیوں پر نگاہ رکھ کر شرف زوجیت بخشا تھا۔ حضرت زینب بنت جحش سے دو ماہ بعد ۶۴۱ء مطابق ۲۰ھ میں انتقال کیا۔

زینت النساء بیگم : شہنشاہ عالمگیر کی دختر تھی۔ ۱۷۱۰ء مطابق ۱۱۲۲ھ میں وفات پائی اور دہلی کی مشہور مسجد موسومہ زینت المساجد میں دفن ہوئی۔ اس مسجد کو سنگِ سرخ سے اسی خاتون نے بنوایا تھا جو دریا گنج میں لبِ جمن واقع ہے۔

زینت محل : ابوظفر بہادر شاہ کی بیگم کا لقب ہے جو رنگون میں اپنے شوہر کی نظر بندی کے زمانے میں ان کے ساتھ تھی۔ وہیں انتقال ہوا۔

زینت محل : بلال کنور کا لقب ہے جو شاہ عالم بادشاہ دہلی کی ماں تھی۔

س

ساسان : اردشیر بابکاں کا دادا ساسانی خاندان کا بانی تھا۔ اس خاندان کے بادشاہ چار سو سال تک حکمراں رہے اور مشرق کی عظیم الشان سلطنتوں میں اس کا شمار ہے۔ ملاحظہ ہو اردشیر۔

سالار جنگ اول : نواب میر تراب علی خاں نام ہے۔ مختار الملک خطاب ۲۴؍ جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب حضرت اویس قرنیؓ سے ملتا ہے۔ ۱۸۴۷ء سے آپ کی سرکاری زندگی کا آغاز تعلقدار کھم (دکن) کی حیثیت سے ہوا۔ ۱۸۵۳ء میں حضور ناصر الدولہ بہادر بادشاہ دکن نے خلعت وزارت سرفراز فرمایا۔ اس زمانے میں ریاست کی حالت نہایت خراب تھی۔ آپ نے ایسا انتظام کیا کہ تمام خرابیوں کی اصلاح ہو گئی۔ ۱۲۷۴ھ مطابق

۱۸۵۷ء تک اصلاحوں کا سلسلہ جاری رہا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے زمانے میں آپ نے نہایت دانشمندی کا برتاؤ کیا۔ ریاست میں غدر کے زہریلے جراثیم کا اثر نہ ہونے دیا اور برٹش حکام کو ہر طرح مدد دی۔ اس بیدار مغز وزیر پر کئی مرتبہ قاتلانہ حملے بھی کیے گئے۔ لیکن یہ سب بیکار گئے۔ آپ کے عہد میں میر محبوب علی خاں بہادر کمسنی کی حالت میں تخت نشیں ہوئے اور ریاست کا انتظام ایک ریجینسی کے سپرد ہوا۔ آپ کے زمانے میں پرنس آف ویلز (شہنشاہ ایڈورڈ) ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں ہندوستان میں تشریف لائے۔ آپ نے نظام دکن کی طرف سے بمبئی جا کر شہزادۂ موصوف سے ملاقات کا اعزاز حاصل کیا۔ ۱۸۷۶ء میں آپ نے یورپ کی سیر کی۔ اکسفورڈ یونیورسٹی نے ڈی۔سی۔ ایل۔ کی ڈگری عطا کی۔ لندن میں ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے سلام کا شرف حاصل کیا۔ علی گڑھ کالج کے آپ خاص معاونین میں تھے۔ کالج کا ڈائننگ ہال سالار منزل آپ کی فیاضی کی یادگار ہے۔ ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء کو حیدر آباد میں وفات پائی۔

سالار جنگ دوم : ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ سالار جنگ اول کے خلف اکبر تھے۔ آپ کا نام میر لائق علی خاں تھا۔ آپ کی تعلیم اور تربیت اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں مرحوم کے ساتھ ہوئی۔ ۷ر ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء کو قلمدانِ وزارت سپرد ہوا۔ ۲۴ر رجب ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء کو آپ اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ آپ کے زمانہ مدار المہامی میں والنٹیر کور قائم ہوا اور تمام دفاتر میں زبان اردو جاری ہوئی۔ وزارت کے بار سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے یورپ و مصر و روم کی سیر کی۔ قسطنطنیہ کے زمانۂ قیام میں صرف تین روز کے اندر زبان ترکی تحصیل کر کے جلسۂ عام میں تقریر کی۔ ۷ر ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء کو انتقال ہوا۔

سالار جنگ سوم : (نواب) میر یوسف علی خاں نام ابن میر لائق علی خاں۔ پیدائش ۲۴ر شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۸۸۹ء ابتداءً مدرسۂ عالیہ حیدر آباد میں داخل ہوئے۔ ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہونے پر اعلیٰ حضرت نے ان کو خاص علوم تاریخ، سیاست، مدن، قانون اور السنہ انگریزی اور عربی کی تعلیم دلانے کا انتظام کیا۔ ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء کو حضور نظام مرحوم نے خان بہادر اور سالار جنگ کے خطابات سے ممتاز فرمایا۔ انھوں نے مسلم یونیورسٹی فنڈ کو ایک لاکھ کی رقم عطا کی۔ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں وزارت حیدر آباد پر مامور ہوئے۔ دو سال کے بعد اس عہدے کے بار سے سبکدوش ہو کر اپنی اسٹیٹ کے کام میں مصروف ہیں۔

سالار مسعود غازی: (ملاحظہ ہو مسعود غازی سالار)۔

سالباہن راجہ : ایک کوزہ گر کا لڑکا کہا جاتا ہے۔ اور گوداوری کے پاس بمقام پتر رہتا تھا۔ اس کا سنہ ابھی تک دکن میں رائج ہے جو ۷۸ء سے شروع ہوتا ہے۔

سالک : مرزا(۱) قربان علی بیگ دہلوی۔ عربی، فارسی میں صاحب استعداد۔ فن سخن میں مومن خاں اور مرزا غالب مرحوم سے تلمذ تھا۔ مضمون طراز، بلند خیال، عالی دماغ شاعر تھے۔ ایک دیوان ہنجار سالک کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ الور میں وکیل تھے۔ تقریباً ۱۳۰۱ھ م ۱۸۸۳ء میں حیدر آباد میں انتقال کیا۔

سالک قزوینی، سالک یزدی : ایک قزوین

(۱) مالک رسالہ مخزن الفوائد کے ایڈیٹر بھی تھے۔ یہ رسالہ عماد الملک نے نکالا تھا۔

دوسرے یزدی شاعر۔ شاہجہاں کے زمانے میں گزرے ہیں اور دونوں عالمگیر کے زمانے میں فوت ہوئے۔ سالک قزوینی ۱۶۶۹ء مطابق ۱۰۸۰ھ میں اور یزدی ۱۶۷۰ء مطابق ۱۰۸۱ھ میں فوت ہوئے۔

سام: نریمان کا لڑکا مشہور ایرانی پہلوان رستم کا دادا تھا۔

سامان: سامانی خاندان کے پہلے بادشاہ اسمٰعیل سامان کے مورث کا نام ہے۔ معتمد خلیفہ بغداد نے ۸۷۴ء مطابق ۲۶۱ھ میں اس کے پوتے نصر احمد کو بخارا کا حاکم مقرر کیا۔ (ملاحظہ ہو اسمٰعیل سامانی)۔

سانڈیک فری پرمیڈر: سیام کا بادشاہ تھا جو ۱۸۷۳ء کے شروع میں ہندوستان آیا اور کلکتے، لکھنؤ اور بمبئی وغیرہ میں اس کے شایان شان استقبال و احترام ہوا۔

سامرو: (ملاحظہ ہو شمرو)۔

سام سلطان بہادر: گجرات کا رہنے والا تھا۔ تاریخ بہادر شاہی اسی کی تصنیف ہے۔

سام مرزا: شاہ اسمٰعیل اوّل کا لڑکا تھا۔ تحفۂ سامی اس کی تصنیف ہے جس میں ایران کے ہمعصر شاعروں کی سوانح عمریاں ہیں۔ یہ کتاب ۱۵۵۰ء مطابق ۹۵۷ھ میں مرتب ہوئی۔ اس کا تخلص سامی تھا۔

ساہ جی یا ساہو جی بھوسلا: ایک مرہٹہ سردار تھا جو ملک عنبر ایک حبشی فرمانروائے احمد نگر کے زمانے میں ذی مرتبہ ہوا۔ آخر میں بادشاہ بیجاپور کی ملازمت میں داخل ہوا۔ عالمگیر کے عہد میں کرناٹک کا صوبہ دار تھا۔ جنوبی فتوحات پر مامور کیا گیا اور میسور میں اس کو جاگیر عطا ہوئی جس میں مقامات سیرا اور بنگلور شامل تھے۔ بحالت کبرسنی ۱۶۶۴ء میں شکار کھیلتے ہوئے فوت ہوا۔ اس کا لڑکا سیوا جی تھا جس کا نام آج تک ہندوستان کی تاریخ میں مشہور ہے۔ ساہ جی کی دوسری بی بی توکا بائی تھی جس کے بطن سے ایکو جی پیدا ہوا جو تنجور کا حکمراں تھا۔

ساہ جی، ساہو جی یا ساؤ بھوسلا ثانی: سنبھاجی مرہٹہ سردار کا بیٹا تھا۔ ۱۶۸۹ء مطابق ۱۶ محرم ۱۱۰۱ھ کو اپنے باپ کے مرنے کے بعد بحالت نابالغی جانشیں ہوا۔ راجہ رام اس کا چچا اتالیق مقرر ہوا۔ قلعہ رابیری کے فتح کرنے کے بعد سنبھاجی اور اس کے اہل و عیال کو بادشاہ عالمگیر نے قید کر لیا۔ اس وقت ساہو سنبھا کا بڑا لڑکا نو سال کا تھا۔ بادشاہ نے اس کو اپنی حفاظت میں لے کر منصب ہفت ہزاری، راجہ کا خطاب اور خلعت عنایت کیا۔ ساہو کے بجائے راجہ رام راجہ بن بیٹھا۔ ۲۱ را پریل ۱۷۰۰ء مطابق ۱۲ ر ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ کو عالمگیر نے ستارے کا قلعہ فتح کر لیا مگر قلعے کے مسخر ہونے سے پہلے راجہ رام بعارضہ چیچک مر چکا تھا۔ متوفی کا لڑکا سیوا زیر نگرانی اپنی ماں تارا بائی کے گدی نشیں ہوا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد اعظم شاہ نے ساہ جی کو مطلق العنان اور ذی اختیار بنا دیا۔ مرہٹوں نے اس کو اپنا سردار مان لیا۔ اس کی گدی نشینی مارچ ۱۷۰۸ء میں بمقام ستارا عمل میں آئی۔ اس کے زمانے میں مرہٹوں نے قریب قریب ہندوستان کے ہر حصے کو سوائے بنگال کے لوٹا اور غارت کیا اور اپنی مملکت کو مغربی سمندر سے اڑیسے تک اور آگرہ سے کرناٹک تک جس کا طول ایک ہزار میل، عرض سات سو میل ہے وسعت دی۔ ساہو کے وزیر بالا جی شیوا ناتھ نے اس پر ایسا قابو پایا تھا کہ تمام امور ملکی میں خود آزادانہ اختیار حاصل کر لیے تھے۔ ساہو پچاس سال کی حکومت کے بعد دسمبر ۱۷۴۹ء میں مر گیا۔ اس کا متبنیٰ لڑکا رام راجہ جو تارا بائی کا پوتا تھا راجہ ہوا مگر اختیار پیشوا ہی کے ہاتھ میں رہا۔ اپنے مرنے سے پہلے پیشوا کو کل اختیارات دے دیئے اور اعلان کر دیا تھا کہ کولھاپور کی ریاست جس پر راجہ رام سنبھاجی کا لڑکا حکمراں تھا ایک علیحدہ خود مختار

ریاست شمار کی جائے۔ اس وقت سے مرہٹہ قوم کی سرداری بالکل پیشوا کو مل گئی۔

ساہو : معروف آپا صاحب۔ یہ رام راج کا متبنیٰ اور ترمیک جی کا لڑکا تھا جو رام راج کے بعد ستارے کی گدی پر ۱۲ ردسمبر ۱۷۷۷ء کو بیٹھا۔ وہ ہمیشہ ایک قیدی کی طرح رہا۔ اس کے مرنے پر پرتاپ سنگھ اس کا جانشیں ہوا۔

سبحان بخش مولوی : تاریخ الحکماء کا اردو ترجمہ کیا۔ تذکرۃ المفسرین کا مصنف ہے جو ۱۸۴۸ء میں دہلی میں مطبوع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں مفسرین وغیرہ کے حالات درج ہیں جو زیادہ تر ابن خلکان اور سیوطی سے ماخوذ ہیں۔

سبزواری : سبزوار کا رہنے والا تھا۔ سوانح سبزواری اس کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب دولت آباد دکن کی تاریخ ہے۔ اور اس کے قرب و جوار میں جو بزرگان دین آسودہ ہیں ان کا حال ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ء مطابق ۷۱۸ھ میں تصنیف ہوئی تھی۔

سبکتگین ناصر الدین محمود : بقول صاحب طبقات ناصری یزدجرد کی نسل سے تھا۔ خاندان ساسانی میں فارس کا سب سے آخری بادشاہ گزرا ہے۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ الپتگین سلطان غزنی نے کمسنی میں اس کو بطور غلام کے خریدا تھا۔ لیکن اس بچے کی صورت سے اقبالمندی کے آثار نمایاں دیکھ کر الپتگین اس سے محبت کرنے لگا اور رفتہ رفتہ معزز عہدوں پر ممتاز کیا۔ اور اس کے برتاؤ نے تمام اراکین سلطنت کے دل میں جگہ پیدا کر لی تھی۔ الپتگین کے بعد اس کا لڑکا ابواسحاق تخت نشیں ہوا۔ لیکن ابواسحاق کے فوت ہو جانے پر ۹۷۷ء میں تمام اراکین سلطنت نے بادشاہی کے لیے اس کو منتخب کیا۔ چنانچہ وہ غزنی کے تخت و تاج کا مالک ہو گیا۔ اور غزنوی خاندان کی حکومت کا بانی ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت کو خوب وسعت دی۔ یہاں تک کہ ہندوستان کا بھی ایک حصہ فتح کر لیا۔ غزنی اور کابل تو پہلے ہی سے اس کی حکومت میں داخل تھے۔ اب خراسان سے لے کر بخارا تک کا مالک ہو گیا۔ بحساب قمری ۲۰ سال حکومت کی۔ اگست ۹۹۷ء مطابق شعبان ۳۸۷ھ ۵۶ سال کی عمر میں بلخ کے قریب انتقال کیا۔ وہاں سے اس کی لاش غزنی لے جا کر دفن کی گئی۔ مشہور فاتح سلطان محمود غزنوی اسی کا بیٹا اور جانشیں تھا۔ غزنی اور غور کے خاندان میں مع سبکتگین کے ۱۶ بادشاہ گزرے ہیں جو غزنی اور لاہور میں حکمراں رہے۔ ان کی فہرست یہ ہے:

(۱) ناصرالدین سبکتگین

(۲) سلطان اسمٰعیل ناصرالدین سبکتگین کا جانشیں ہوا لیکن سلطان محمود اس کے بھائی نے اس کو تخت سے اتار دیا۔

(۳) سلطان محمود (یمین الدولہ ابوالفاتح)

(۴) محمد بن محمود (تخت نشینی کے بعد ہی فوراً معزول کر کے اندھا کر دیا گیا)۔

(۵) مسعود اول بن محمود (اس کو بھی معزولی اور ہلاکت نصیب ہوئی)۔

(۶) مودود بن مسعود

(۷) مسعود ثانی (صرف چھ روز حکومت کی)۔

(۸) ابوالحسن علی بن مسعود اول

(۹) عبدالرشید بن مسعود

(۱۰) فرخ زاد بن مسعود

(۱۱) ابراہیم برادر فرخ زاد

(۱۲) مسعود ثالث بن ابراہیم

(۱۳) ارسلان شاہ

(۱۴) شہزاد

(۱۵) بہرام شاہ

(۱۶) خسرو شاہ (صرف لاہور میں حکومت کی)۔

(۱۷) خسرو ملک (ایضاً)

شاہانِ خاندانِ غور :

(۱۸) علاء الدین حسن غوری

(۱۹) ملک سیف الدین

(۲۰) غیاث الدین محمد غوری

(۲۱) تاج الدین یلدز

سپہ دار خاں : اصلی نام مرزا محمد صالح۔ تبریز کا رہنے والا۔ شرفائے ایران سے تھا۔ ۱۵۹۲ء مطابق ۱۰۰۰ھ میں خواجہ بیگ مرزا ابن معصوم بیگ صفوی کے ساتھ ہندوستان آیا اور اکبر کے دربار میں رسائی ہوئی۔ منصب ومراتب حاصل ہوئے۔ وقتاً فوقتاً گجرات کا حاکم رہا۔ ۱۵۹۹ء مطابق ۱۰۰۷ھ میں شاہزادہ مراد کی وفات کے بعد جب کہ شاہزادہ دانیال دکن کی مہم پر بھیجا گیا اور احمد نگر کے قلعے کو جو نظام شاہ کا دارالسلطنت تھا تسخیر کیا تو اس ملک کی حکومت خواجہ بیگ مرزا اور سپہ دار خاں کو تفویض کی گئی۔

سپہ دار خاں : خان جہاں بہادر کا دوسرا لڑکا عالمگیر کا رضاعی بھائی تھا۔ عالمگیر نے اس کو ۱۶۹۱ء مطابق ۱۱۰۲ھ میں سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ چند سال تک صوبۂ الہ آباد کا حاکم رہا۔* اس کا بھائی ہمت خاں مرہٹوں کے مقابلے میں ایک لڑائی میں ۱۶۹۸ء مطابق ۱۱۱۰ھ میں ایک تیر سے مارا گیا۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا باپ خان جہاں بہادر بادشاہی لشکر میں فوت ہو گیا۔

سپہر شکوہ : دارا شکوہ کا لڑکا تھا۔ اس کو عالمگیر نے اپنی تخت نشینی پر قید کر دیا۔ لیکن سولھویں سال یعنی ۱۰۸۵ھ میں گوالیار سے دہلی بلا کر اس کے ساتھ اپنی شہزادی بدرالنساء کی شادی کر دی۔ شاہزادہ عالی تبار اس کے بطن سے پیدا ہوا۔

ستی النساء : ملک الشعراء طالب آملی کی بہن تھی۔ جہانگیر کے زمانے میں طالب آملی سے ملنے ایران سے ہندوستان آئی۔ اس کی شادی نصیرائی کاشی سے ہوئی تھی جو مرزا صائب کے استاد اور مسیح کاشی کا حقیقی بھائی تھا۔ نصیرائی کی وفات کے بعد ستی النساء ممتاز محل (شاہ جہاں کی بیگم) کی پیش خدمت مقرر ہوئی۔ یہ عورت نہایت قابل، خوش تقریر، فن قراءت کی ماہرہ تھی اور خانہ داری کا خاص سلیقہ رکھتی تھی۔ علم طب میں بھی اس کو مہارت تھی۔ ممتاز محل نے اس کو مہر داری کی خدمت سپرد کی۔ ادب فارسی اور فن قراءت کی واقفیت کی وجہ سے جہاں آرا بیگم شاہجہاں کی لڑکی کی معلّمہ مقرر کی گئی۔ ممتاز محل کے مرنے کے بعد شاہجہاں نے اس کو حرم شاہی میں صدر کل یعنی مدار المہام مقرر کر دیا۔ ۱۰۵۶ھ م ۱۶۴۶ء میں اس نے بمقام لاہور انتقال کیا۔ شاہجہاں نے تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے اس کا مقبرہ آگرے میں ممتاز محل کی قبر سے پچھم کی طرف جلو خانے کے متصل تعمیر کرایا۔ تقریباً ایک سال کے بعد لاہور سے ستی بیگم کی لاش منگوا کر اس مقبرے میں دفن کی گئی اور مقبرے کے اخراجات کے لیے ایک گاؤں عطا کیا جس کی سالانہ آمدنی تیس ہزار روپیہ تھی۔

ستیش چندر رائے بہادر : ندیہ کا مہاراجہ۔ راجہ کشن

* یہ عہد عالم گیری و شاہ عالمی و فرخسیری میں بڑے اعزاز کا مالک تھا۔ چنانچہ اولاً ''خانجہاں بہادر بہادر جنگ'' اور بعد ازاں ''عزالدولہ خان عالم بہادر بہادر جنگ'' خطاب اور ہفت ہزاری منصب پایا۔ اجمیر کی صوبہ داری کی حالت میں ۶۶ سال کی عمر پاکر ۱۱۳۰ھ کو فوت ہوا۔ (عرشی)

چندر رائے کا پرپوتا تھا۔ اس نے انگریزوں کو سراج الدولہ کے مقابلے میں مدد دی تھی۔ ۱۸۷۰ء میں فوت ہوا۔

سجاد حسین : (منشی، سید) باپ کا نام منشی منصور علی۔ پیدائش ۱۸۵۶ء بمقام کاکوری ضلع لکھنؤ۔ ایف۔ اے۔ تک کیننگ کالج لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ پھر کالج چھوڑ کر بہ تلاش معاش فیض آباد آکر فوج میں اردو پڑھانے پر منشی مقرر ہوئے مگر بہت جلد اس کو بھی خیرباد کہہ کر ۱۸۸۷ء میں بمقام لکھنؤ اودھ پنچ کی اشاعت کی بنیاد رکھی جس کے لیے اچھے اچھے نامہ نگار تجویز کیے گئے۔ ۲۲ر جنوری ۱۹۱۵ء کو مرض فالج سے انتقال کیا۔ اودھ پنچ شمالی ہند کا ظریف اخبار اپنے طرز اور رنگ میں بے مثل تھا۔ ناول احمق الذی، حاجی بغلول، طلسمی فانوس وغیرہ ان کی تصنیف سے ہے۔

سجاد میر : آگرے کا ایک اردو شاعر تھا۔ شاہ نجم الدین آبرو کا شاگرد تھا۔

سجان رائے کھتری : (منشی) یہ شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں تھا۔ خلاصۃ التواریخ[1] کے نام سے ایک نہایت ضخیم اور مفصل تاریخ ابتدائے عالم سے لے کر شہنشاہ اورنگزیب کے عہد تک لکھی اور اس کوشش اور محنت سے لکھی کہ وہ مستند کتابوں کی فہرست میں داخل ہے۔ منشی موصوف اپنے کو پٹیالے کا رہنے والا بتاتا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ حیدرآباد اور لندن کے کتب خانہ مشرقی میں موجود ہے۔ ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء میں وفات پائی۔

سجاوندی : (ملاحظہ ہو سراج محمد بن عبدالرشید صاحب سجاوندی)۔

سجیت سنگھ : ایک سکھ سردار تھا جو مہاراجہ شیر سنگھ کے قتل کے بعد باغیوں سے مل گیا تھا۔ اس پر ہیرا سنگھ نے لاہور کے قریب حملہ کیا۔ اس کا گروہ منتشر کر دیا گیا اور وہ ۱۶ر اپریل ۱۸۴۴ء کو اسی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کی موت کی خبر سن کر ۹۵ عورتوں نے بمقام لمبا خودکشی کر لی۔

سحابی مولانا : استرآبادی تھے۔ نجف اشرف میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں سے کبھی نقل و حرکت نہیں کی تمام عمر وہیں بسر کر دی۔ شیخ فیضی اور ظہوری کے ہمعصر تھے۔ سوائے رباعی اور کسی صنف شاعری پر قلم نہیں اٹھایا۔ ان کے وفات کے بعد رباعیات کی تدوین کی گئی تو ان کی تعداد ۱۲ ہزار تک پہنچی۔

سحبان : ایک عربی شاعر کا نام ہے جو وایل خیائی کا بیٹا تھا۔ شیخ سعدی نے اس کی بابت گلستاں میں لکھا ہے کہ سحبان وایل فصاحت و بلاغت میں لاثانی گزرا ہے۔ وہ یہاں تک قدرت رکھتا تھا کہ اگر کسی جلسے کے سامنے ایک سال تک گفتگو کرتا تو مکرر الفاظ اس کی زبان پر نہ آتے۔

سخاوت علی : (مولوی) وطن قصبۂ منڈیاوں ضلع جونپور پیدائش ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء یہ نہایت مشہور عالم تھے اور اکثر علمائے نامدار ان سے مستفیض ہوئے۔ مسجد جامع جونپور میں مدرسۂ ربانیہ قرآنیہ قائم کیا۔ بزرگ موصوف بیت اللہ شریف کی زیارت کو گئے اور وہیں ۶ر شوال ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء کو وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف التقویم فی احادیث النبی الکریم، رسالہ اسلم، رسالہ تقوی، عقائد نامۂ اردو، رسالۂ کلیات کفر، رسالۂ اسرار فقر، جواب سوالات تسعہ، رسالہ عرفان، رسالہ تعداد لغات وغیرہ ہیں۔

سخی : آگرے کا شاعر تھا جس کا نام میر عبدالصمد تھا۔ ۱۷۱۷ء مطابق ۱۱۴۰ھ میں مر گیا۔

سخی سردار : ایک مسلمان ولی تھے (ملاحظہ ہو سلطان سخی

[1] خلاصۃ التواریخ چھپ گئی۔ فن انشاء پر بھی ان کی ایک کتاب ہے۔

سردار)۔

سداسکھ : بشن پرشاد ولد گلاب رائے کایستھ ساکن الہ آباد کا لڑکا تھا۔ مرصع خورشید کا مصنف ہے۔ یہ کتاب فن انشاء میں ۱۸۰۲ء میں لکھی گئی۔ اس نے اردو میں ایک قصوں کی کتاب بھی لکھی ہے۔

سداسکھ لال : (منشی) متخلص بہ نیاز۔ نجف خاں کے زمانے میں آگرہ کا سررشتہ دار تھا۔ ۱۲۲۴ھ* مطابق ۱۸۰۹ء میں ۶۵ برس کی عمر میں دہلی چھوڑ کر الہ آباد چلا گیا تھا۔ مرزا قتیل، میر تقی و خواجہ میر درد وغیرہ کے معاصرین میں تھا۔ فن تاریخ میں منتخب التواریخ نام کی ایک کتاب لکھی۔ سرہنری الیٹ نے اپنی تاریخ میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

سداشیوراؤ عرف بھاؤ : چمناجی کا بیٹا اور باجی راؤ اوّل پیشوا دوم کا بھتیجا تھا۔ عالمگیر دوم کی وفات کے بعد جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر چڑھائی کی ہے تو یہ بھی دکن سے یہ سن کر کہ دتاجی سندھیا قتل ہوگیا اور ہلکر کی فوج احمد شاہ کے ہاتھ سے برباد ہوچکی ہے۔ بسواس راؤ پسر بالاجی کو ساتھ لے کر اور ایک آزمودہ لشکر کا سپہ سالار بن کر احمد شاہ کے مقابلے کے لیے دکن سے اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ مغلیہ خاندان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے مالک بن جائے اور ابدالیوں سے انتقام لے۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی مشہور لڑائی میں اس نے سخت شکست کھائی اور اسی میں مارا گیا۔ بسواس راؤ بھی قتل ہوا۔ اس کے مرنے کی تاریخ ۱۴/جنوری ۱۷۶۱ء ہے۔

سدید الدین گازرانی : علم طب میں ایک کتاب المغنی بزبان عربی اس کی تصنیف ہے جو موجز کی شرح ہے۔

سراج : سید سراج الدین اورنگ آبادی کا تخلص ہے۔ اس نے اپنے دیوان کا انتخاب ۱۱۵۱ھ میں کیا ہے۔ اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال کی تھی۔

سراج احمد : سید آل احمد شاہ مودودی چشتی کے منجھلے فرزند۔ سہسوان ضلع بدایوں کے رہنے والے۔ ذکاوت و جرأت میں مشہور عصر اور بحث و کلام میں یگانہ۔ لکھنؤ میں بعہد واجد علی شاہ بہ اعزاز متوسل کاکوری میں تحصیلدار رہے۔ تدبیر ملکی و سیاست مدنی میں رائے صائب رکھتے تھے۔ بعد ترکِ ملازمت اودھ سے وطن واپسی ہوکر گوشہ نشینی و تصنیف علمی میں مشغول ہوئے۔ کتاب سراج الایمان مناظرے میں لکھی۔ وفات بمقام سہسوان ۱۲۷۹ھ م ۱۸۶۲ء میں بعمر ۴۸ سال ہوئی۔

سراج الدولہ : (نواب) بنگال کا نواب تھا اور مسند نشینی سے پہلے اس کا نام مرزا محمود تھا۔ زین الدین احمد المخاطب بہ ہیبت جنگ کا بڑا لڑکا تھا جو الہ وردی خاں مہابت جنگ حاکم بنگال کا بھتیجا اور داماد تھا۔ مہابت جنگ ۱۰/اپریل ۱۷۵۶ء مطابق ۹/رجب ۱۱۶۹ھ کو فوت ہوگیا۔ سراج الدولہ اس کا جانشیں ہوا۔ انگریزوں نے اس زمانے میں اس کے ایک ماتحت کو جو ڈھاکے سے روپیہ لے کر کلکتے کو بھاگ گیا تھا، پناہ دی تھی۔ اس پر اس نے ناخوش ہوکر ۲۰/جون ۱۷۵۹ء کو کلکتے پر حملہ کردیا۔ ۵۰/ہزار سپاہی اس وقت سراج الدولہ کی فوج میں شامل تھے۔ اس نے کلکتے کے قلعہ کو تسخیر کرلیا۔ ۱۴۶ انگریزوں کو گرفتار کر کے ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کردیا جس میں سے تنگ و صرف ۲۳ آدمی زندہ نکلے۔ مسٹر ڈریک جو انگریزوں کی طرف سے کلکتے کا گورنر تھا ایک جہاز پر سوار ہوکر اور چند انگریزوں کو ساتھ لے کر اپنی جان بچا کر مدراس بھاگ گیا۔ اس زمانے میں کرنل کلایو ارکاٹ کی کمان کر رہا تھا۔ یہ قرار پایا کہ اسے بنگال بلا لیا جائے تاکہ

---

* ۱۲۳۰ھ (عرشی)

پھر کلکتے پر قبضہ کرے۔ کرنل کلایو اور وارسن ۹۰۰ یورپین اور پندرہ سو سپاہیوں کو لے کر ۲۰ ردسمبر ۱۷۵۶ء کو مالٹا پہنچا اور دوسری جنوری ۱۷۵۷ء مطابق ۱۱۷۰ھ کو کلکتے پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ سراج الدولہ صلح کرنے پر مجبور ہوا۔ کلایو نے اس کے بعد میر جعفر سے جو نواب کا ایک معتمد علیہ افسر تھا خفیہ عہد نامہ کیا۔ اور جون میں مرشد آباد کی طرف سے جو نواب کا دارالسلطنت تھا فوج لے کر روانہ ہوا۔ ۲۳ رجون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کی مشہور لڑائی واقع ہوئی جس میں میر جعفر کی دغابازی اور نمک حرامی کی وجہ سے سراج الدولہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ سراج الدولہ بھاگ گیا۔ لیکن ۴ رجولائی ۱۷۵۷ء مطابق ۱۵ رشوال ۱۱۷۰ھ کو گرفتار کر کے میرن پسر میر جعفر نے اس کو قتل کروا دیا۔ اس وقت اس کی عمر کا تیسواں سال بھی پورا نہ ہوا تھا اور حکومت کو ۱۵ ماسہ سے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ مہابت جنگ کی قبر کے قریب دفن کیا گیا۔ میر جعفر کو مرشد آباد کا نواب بنایا گیا۔ اس تاریخ سے انگریزوں کا مستقل اثر بنگال میں قائم ہو گیا۔

سراج الدولہ محمد غوث خاں : ارکاٹ کا نواب تھا۔ اس کا تخلص عظیم تھا۔ تذکرۂ صبح وطن کا مؤلف ہے۔ اس تذکرے میں شعرائے کرناٹک کے حالات درج ہیں اور یہ تذکرہ ۱۸۴۲ء مطابق ۱۲۵۸ھ میں لکھا گیا ہے۔ اس کو گلدستہ کرناٹک بھی کہتے ہیں۔

سراج الدین : بن نورالدین۔ شرح بخاری اور شرح عمدہ کا مصنف ہے۔ ۱۴۰۱ء مطابق ۸۰۴ھ میں فوت ہوا۔

سراج الدین جنیدی شیخ : آپ حضرت جنیدؒ بغدادی کی اولاد میں ہیں۔ ۶۷۰ھ مطابق ۱۲۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ سید خوند میر علاء الدین جوہری سے بیعت تھی۔ شہزادۂ محمد تغلق کے ساتھ تسخیر دکن کی مہم میں شریک تھے۔ راجہ ورنگل کو جس کا نام پرتاپ اور دارا تھا شکست دی اور اس کو مشرف بہ اسلام کیا۔ دکن میں اشاعت اسلام فرمائی اور طرح طرح کے خرق عادات آپ کے مشہور ہیں۔ گلبرگہ میں جانب غرب جہاں قدیم حسین آباد واقع تھا آپ کا روضہ مبارک ہے اور اس کے بالکل محاذ میں محمد شاہ بہمنی اوّل کا روضہ ہے جو آپ کا مرید تھا۔ اس نے یہ التزام کیا تھا کہ آپ کے روضہ کا دروازہ اس کے گنبد کے محاذ میں رہے۔ ۷۸۱ھ مطابق ۱۳۷۹ء کو وصال ہوا۔

سراج الدین ساوی مولانا : شہر سامانہ صوبۂ دہلی کا ایک بہت مشہور شاعر تھا۔ خلجی نامہ اس کی تصنیف ہے۔ جب سلطان جلال الدین فیروز خلجی تخت نشیں ہونے سے پہلے سامانہ کا حاکم تھا تو اس شاعر سے وہاں کے لوگوں نے کچھ بے اعتنائی کی۔ اس پر سلطان نے کچھ توجہ نہ کی تو اس نے سلطان کی ہجو میں یہ کتاب لکھی تھی۔ جب سلطان فیروز دہلی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اس شاعر کو دہلی بلایا۔ شاعر اپنی گردن میں خود ایک رسّی ڈال کر مجرمانہ وضع سے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ کو شاعر کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اس کو گلے سے لگا لیا۔ بعدۂ وہ بادشاہی معتمدین میں داخل ہو گیا اور اس کے بعد آخر وقت تک بادشاہ کی مدح لکھتا رہا۔

سراج الدین علی خاں : نام۔ آرزو تخلص۔ شیخ حسام الدین حسام کا بیٹا۔ وطن اکبر آباد ۱۱۰۱ھ مطابق ۱۶۸۹ء میں بعہد فرخ سیر گوالیار سے دہلی آیا اور بعہد شاہ عالم ثانی لکھنؤ چلا گیا۔ فارسی زبان کا زبردست عالم اور مستند اور قادرالکلام شاعر تھا۔ ۱۱۶۹ھ مطابق ۱۷۵۵ء میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔ اپنی وصیت کے موافق دہلی میں دفن ہوا۔ دو دیوان فارسی سراج اللغات، چراغ ہدایت، خیاباں (شرح گلستان

سعدی) رسالہ تنبیہ الغافلین، مجمع النفائس، نوادر الالفاظ، تذکرہ شعرائے ہند وغیرہ اس کی تصانیف سے ہیں۔ جملہ تصانیف کا شمار پندرہ ہے۔

سراج الدین عمر : زین العابدین مصنف بحرالرائق کا بھائی تھا۔ اس کی وفات کے بعد ۱۵۶۲ء مطابق ۹۷۰ھ میں اس کتاب کو اس نے مکمل کیا اور خود بھی کنزالدقائق کی دوسری شرح نہرالفائق کے نام سے لکھی۔

سراج الدین مسعود : ایک مشہور مصنف تھا جو ۱۴۴۶ء مطابق ۸۵۰ھ میں فوت ہوا۔

سربلند خاں : نواب مبارزالملک خطاب تھا۔ فرخ سیر کے زمانے میں پٹنے کا حاکم تھا۔ ۱۷۱۸ء مطابق ۱۱۳۰ھ میں دربار میں واپس بلایا گیا۔ محمد شاہ کے زمانے میں ۱۷۲۴ء مطابق ۱۱۳۷ھ میں گجرات کا حاکم مقرر ہوا۔ ۱۷۳۰ء مطابق ۱۱۴۳ھ میں وہ اس وجہ سے اس عہدے سے معزول کیا گیا کہ مرہٹوں کو چوتھ دینے کے لیے راضی ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ راجہ ابھے سنگھ پسر، اجیت سنگھ راٹھور اس کا جانشیں مقرر کیا گیا۔ جب راجہ اجیت سنگھ شاہی پروانہ لے کر سبکدوش کرنے کے لیے پہنچا تو سربلند خاں نے اسے حکومت کا جائزہ دینے سے انکار کیا۔ لڑائی کی نوبت پہنچی سربلند خاں کو اس لڑائی میں شکست نصیب ہوئی۔ جب یہ خبر بادشاہ کے کان تک پہنچی اس نے سربلند خاں کو دربار کی حاضری سے ممنوع کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد سربلند خاں نے پھر دربار شاہی تک رسائی پیدا کر لی۔ اس مرتبہ بادشاہ نے اس کو الٰہ آباد کی صوبہ داری پر سرفراز فرمایا۔ لیکن اس نے دربار شاہی کی حاضری کو ترجیح دے کر اپنے لڑکے خانہ زاد خاں کو صوبہ داری الٰہ آباد پر بھجوادیا۔ ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۵ء میں فوت ہوا۔

سربلند خاں : عالمگیر کے زمانے کا ایک امیر چار ہزاری منصب دار تھا۔ ۱۶۷۹ء مطابق ۱۰۹۰ھ میں انتقال کیا۔

سرخوش : محمد افضل کا تخلص ہے۔ ۱۶۴۰ء مطابق ۱۰۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ عالمگیر کے زمانے کا مشہور شاعر ہے۔ اس نے اپنے ہمعصر شعراء کا ایک تذکرہ لکھا جس کا تاریخی نام کلمات الشعراء ہے۔ یہ کتاب ۱۰۹۳ھ م ۱۶۸۲ء میں لکھی گئی تھی۔ ۷۶ سال کی عمر میں ۱۷۱۴ء مطابق ۱۱۲۶ھ میں انتقال کیا۔ مذکورۂ بالا کتاب کے علاوہ ۴ مثنویاں یعنی حسن و عشق، نور علی نور، ساقی نامہ اور شاہ نامہ محمد اعظم اسی کی تصنیف ہے۔

سرخی : (ملاحظہ ہو ابوبکر محمد السرخی)۔

سرشار : پنڈت رتن ناتھ نام، سرشار تخلص۔ وطن لکھنؤ۔ خلف پنڈت بیج ناتھ کشمیری۔ اردو فسانہ نگاری کو عجیب و غریب جدید طرز پر لانے والا پہلا شخص تھا۔ کینگ کالج میں انگریزی پڑھی۔ عربی و فارسی میں بھی اچھی استعداد رکھتے تھے۔ ۱۸۷۸ء میں علم طبیعات کی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ موسومہ بہ "شمس الضحیٰ" کیا۔ اسی سال اودھ اخبار کے ایڈیٹر ہوئے۔ ان کے مضامین وقتاً فوقتاً مراسلہ کشمیر، اودھ پنچ، ایڈوکیٹ، پانیر، دبدبۂ آصفی اور محبوب الکلام وغیرہ میں نکلتے رہے۔ ۱۸۹۵ء میں حیدرآباد گئے اور وہاں خاصی شہرت حاصل کی۔ ان کی تصانیف سیر کوہسار، جام سرشار، کامنی، پی کہاں، ہشو، بچھڑی ہوئی دلہن، مثنوی تحفہ سرشار وغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ ایک مبسوط تصنیف "فسانۂ آزاد" ہے جو چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ الف لیلہ کو بھی انھوں نے زمانہ حال کی اردو میں بطرز جدید لکھا ہے۔ ۲۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو بمقام حیدرآباد انتقال کیا۔

سرفراز خاں نواب : علاء الدولہ خطاب تھا۔ نواب

شجاع الدولہ یا شجاع الدین حاکم بنگال کا بیٹا تھا۔ ۱۲؍مارچ ۱۷۳۱ء مطابق ۱۳؍ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ کو اپنے باپ کا قائم مقام ہوا۔ ایک سال دو ماہ حکومت کی۔ اللہ وردی خاں مہابت جنگ نے اس پر ۲۹؍اپریل ۱۷۴۰ء مطابق ۱۳؍صفر ۱۱۵۳ھ کو حملہ کیا اور اسی حملے میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے قتل کا قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن علاء الدولہ کی نظر اتفاقیہ اپنے وزیر مہابت جنگ کی لڑکی پر پڑ گئی۔ یہ لڑکی اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے زیادہ خوبصورت سمجھی جاتی تھی۔ نواب نے پہلے تو تحکمانہ لہجے میں اور پھر منت کے ساتھ لڑکی سے کہا کہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر شربت دیدار سے میری پیاس بجھاؤ۔ شرمیلی لڑکی اس درخواست سے گھبرا گئی اور اس نے خوفزدہ ہو کر نواب سے معافی چاہی۔ اور نہایت فصاحت سے اپنی آبرو بچانے کے لیے تقریر کی۔ کہا کہ میں آپ کی خواہش پوری کرنے سے معذور ہوں۔ لیکن نواب اس کی خوبصورتی کا شہرہ سن کر دیکھنے کا نہایت مشتاق تھا۔ اس نے اس تقریر کو سن کر فوراً ہی اپنے ہاتھ سے نقاب ہٹا دیا۔ چند لمحے تک اس کی دلفریب صورت کو تعجب اور حیرت کے ساتھ دیکھتا رہا۔ اس کے بعد نقاب چھوڑ دیا اور شاہانہ طریقے سے اس کی خوبصورتی کی داد دے کر چلا گیا۔ لڑکی کو اس واقعے کا سخت رنج ہوا۔ اس نے یہ سارا واقعہ اپنے باپ اور چچا سے کہا اور زہر کھا لیا۔ اس واقعے کے بعد اللہ وردی خاں نے سرفراز خاں کو قتل کر دیا۔

سرفوجی : ایکوجی برادر سیواجی مرہٹہ کی اولاد میں تھا۔ ۲۵؍اکتوبر ۱۷۹۹ء کو انگریزوں نے ایک عہد نامہ کے ذریعے سے تنجور کے قلعے کے اندر کا اس کو راجہ بنایا تھا۔ اس کے رشتہ داروں میں ایک دوسرا شخص بھی حکومت کا دعویدار تھا۔ انگریزوں نے دخل دے کر اس سے عہدنامہ کر لیا۔ اس سے اپنا سب ملک سوائے قلعہ اور شہر تنجور کی حکومت کے انگریزوں کے قبضے میں دے دیا اور اپنی سالانہ پنشن ایک لاکھ اٹھارہ ہزار تین سو پچاس پونڈ مقرر کرا لی۔ ۱۸۳۲ء میں مر گیا۔ سیواجی اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ وہ بھی ۲۹؍اکتوبر ۱۸۵۵ء کو لاولد مر گیا۔ تنجور بوجہ لاوارث ہونے کے گورنمنٹ کے قبضے آ گیا۔

سرمد : ٹیپو سلطان کے زمانے میں سرنگاپٹم کا قاضی تھا۔ سلطان کی درخواست پر اس نے دکھنی زبان سے ایک کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا اور اس کا نام خلاصۂ سلطانی رکھا۔

سرمد : آرمینیا کے رہنے والے ایک شاعر تھے۔ مذہباً یہودی یا عیسائی مگر نوجوانی ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان کا خاندانی نام معلوم نہیں۔ نہ یہ پتا چلتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد کیا نام رکھا گیا۔ وہ اپنے تخلص سرمد ہی کے نام سے مشہور ہیں اور یہی نام قدیم تذکروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ علم و فضل میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔ عربی زبان میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ابتدائی پیشہ تجارت تھا۔ اسی سلسلے میں بعہد شاہجہانی ایران سے ہندوستان آئے۔ شہر ٹھٹہ میں بھی گزر ہوا۔ یہاں ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہو گئے۔ یہ عشق مجازی حقیقت کی سیڑھی تھی۔ عقل و حواس جاتے رہے۔ جذب و جنون طاری ہو گیا۔ سندھ کے رہ گزاروں میں بلا لحاظ سرد و گرم عریاں پھرتے رہے۔ آخر میں شاہجہاں آباد پہنچے۔ شہزادۂ داراشکوہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان کا بہت معتقد ہو گیا۔ اسی زمانے میں سرمد کی اس رباعی نے شہرہ پایا تھا۔

ہر کس کہ سر حقیقتش باور شد
او پہن تراز سپہر نہاں در شد

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد
سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

اس کے علاوہ سرمد کی عریانی اور برہنگی کی خبریں بادشاہ کے کان تک پہنچائی گئیں۔ بادشاہ نے قاضی القضاۃ کو سرمد کے پاس برہنگی کی وجہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا جواب ملا :

دزدے عجیے برہنہ کردست مرا

بادشاہ نے سن کر سرمد کو مجمع عام میں بلایا اوران سے لباس پہننے کے لیے کہا گیا لیکن کچھ التفات نہ کیا اس پر عالمگیر نے علما سے کہا کہ محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہوسکتی۔ ان سے کلمۂ طیبہ پڑھنے کے لیے کہا جائے۔ چنانچہ علماء نے سرمد سے کلمہ پڑھنے کی خواہش کی انھوں نے حسب عادت صرف لا اِلٰہ تک کلمہ پڑھا۔ علماء نے کہا کہ آگے پڑھیے فرمایا ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں درجۂ اثبات تک نہیں پہنچا اگر اِلا اللہ کہوں گا تو جھوٹ ہوگا۔ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا اور حکم دیا کہ توبہ نہ کرے تو مستوجب قتل ہے۔ انھوں نے توبہ سے انکار کیا۔ جلاد کو حکم دیا گیا کہ ان کا کام تمام کردے۔ جب جلاد سامنے آیا اس سے مخاطب ہوکر کہا

''فدائے تو شوم بیا بیا کہ تو بہر صورتے کہ می آئی من ترا خوب می شناسم''

بقول صاحب مراۃ الخیال اس جملے کے بعد یہ شعر پڑھا اور تلوار کے نیچے سر رکھ دیا ؎

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

یہ واقعہ ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں جامع مسجد دہلی کے قریب گزرا ہے۔ جہاں ان کا مزار زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ بیل کی انگریزی ڈکشنری میں سرمد کے واقعہ تعشق کو ایک ہندو لڑکی سے منسوب کیا ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے۔

سروپ چند : ایک ہندو مصنف تھا۔ کتاب صحیح التاریخ اس کی تصنیف ہے۔

سروپ سنگھ : (رانا) ۱۸۵۷ء میں اودے پور کا حکمراں تھا۔ ۱۸۶۲ء میں فوت ہوا۔

سروجنی نائیڈو : (مسز) مشرقی بنگال کے مشہور ڈاکٹر گھورناتھ چٹاپادھیاوئی ایس۔سی (اڈنبرا) کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ فروری ۱۸۷۹ء میں بمقام حیدرآباد دکن پیدا ہوئیں۔ ۱۸۹۵ء میں مدراس یونیورسٹی سے میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا۔ اعلیٰ حضرت سرکار نظام نے وظیفہ عطا فرما کر تکمیل تعلیم کی غرض سے انگلستان بھیجا۔ ستمبر ۱۸۹۸ء میں ہندوستان واپس ہوئیں۔ اور ڈاکٹر ایم۔جی۔ نائڈو (ایم۔بی۔سی۔ایم) کے ساتھ شادی ہوئی۔ ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء میں جب کہ وہ دوبارہ انگلستان گئیں تو انھیں شعر گوئی میں کمال حاصل تھا۔ متعدد نظموں کے علاوہ ایک ڈرامہ بھی ان کے قلم سے نکل چکا تھا۔ پہلے ان کی شاعری ''ٹینی سن'' اور ''شیلے'' کے رنگ کی تھی اور ان کا تخیل مغربی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا مگر مسٹر ''اڈمنڈ گاس'' کی مشفقانہ نصیحت سے اس طرز کو بدل کر مشرقی طرز کو اختیار کیا جس سے ان کی شہرت و ناموری کا چرچا یورپ میں ہونے لگا وہ صرف شاعرہ ہی نہیں ہیں بلکہ نہایت بلند پایہ لکچرار بھی ہیں اور انگریزی کی ادیب اور اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ہیں۔ سرکار انگریزی سے انھیں قیصر ہند کا طلائی تمغہ بھی مرحمت ہوا ہے۔

سرور : اعظم الدولہ نواب محمد میر خاں بہادر کا تخلص ہے۔ اعظم الدولہ ابوالقاسم مظفر جنگ کا لڑکا تھا۔ ۱۸۳۴ء مطابق شوال ۱۲۵۰ھ میں انتقال کیا۔ صدرالدین آزردہ نے مرنے کی تاریخ دی ؎

نواب محمد میر خاں برادر

کہ در ماہ صفر فوت شدند

۱۲۶۰ھ

سرور شاگرد محمد جان بیگ سامی

تذکرۂ عمدہ منتخبہ کے علاوہ ایک ضخیم دیوان بھی اس کی تصنیف ہے۔ مثنوی سبہ سیارہ بھی سرور کی تصنیف ہے۔ مملوکہ حامد حسن قادری۔

سروری : حاجی محمد کا تخلص ہے۔ یہ ایک شاعر تھا۔ ۱۵۶۱ء مطابق ۹۶۹ھ میں فوت ہوا۔ حافظہ اس قدر زبردست تھا کہ ۳۰ ہزار ابیات حفظ یاد تھیں۔ ایک لغت ''مجمع الفرس'' اس کی تصنیف ہے۔ ایک دوسری کتاب لکھی جس میں نظامی اور دوسرے شعرا کے مختلف الفاظ اور فقروں کی تشریح کی۔ دیوان حافظ کی ایک ترکی شرح بھی اس سے یادگار ہے۔

سرہندی بیگم : شاہجہاں کی بی بی تھیں۔ اس نے آگرے میں ایک باغ لگایا تھا مگر اب اس کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔

سریمتی سیتا بالا دیوی : فن موسیقی کی ماہرہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی ان کی خاص شہرت ہے۔ ذات کی برہمنی۔ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئیں۔ تقریباً ۳۰۰ راگ اور راگنیوں پر عبور حاصل ہے۔ ہنوز زندہ ہیں۔

سری سقطی : (خواجہ) آپ اہل تصوف کے امام تھے۔ تمام اصناف علم میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت جنید بغدادی آپ کے بھانجے اور خلیفہ تھے۔ بغداد میں میوے کی خوردہ فروشی کی دوکان رکھتے تھے۔ دس دینار پر آدھے دینار سے زیادہ فائدہ نہ لیتے تھے۔ ایک بار ساٹھ دینار کے بادام خرید کیے۔ باداموں کی قیمت گراں ہو جانے پر نوّے دینار میں ایک دلال نے فروخت کرانا چاہا لیکن آپ نے اس قیمت پر فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور نام سری ہے۔ تجارت میوہ فروشی کی وجہ سے سقطی مشہور ہیں۔ سقط کے لغوی معنی گرے ہوئے پھل کے ہیں۔ بروز سہ شنبہ ۳ رمضان ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۴ء کو اور بقول بعض ۶ رمضان المبارک ۲۵۶ھ مطابق ۸۷۰ء کو وصال ہوا۔ مقام شونیز واقع بغداد میں مزار ہے۔

سعادت : میر سعادت علی امروہوی کا تخلص ہے۔ اس نے نواب قمر الدین خاں وزیر کے عہد کا ایک قصہ نظم کیا ہے جو ''سہیلی سکھیوں'' کے نام سے مشہور ہے جس میں ایک عاشق و معشوق کے سرگزشت بیان کی گئی ہے۔

سعادت اللہ خاں : کرناٹک کا نواب تھا۔ لاولد ہونے کی وجہ سے اپنے دو بھتیجوں کو متبنیٰ کیا۔ بڑے لڑکے دوست علی کو اپنا جانشین کیا۔ دوسرے لڑکے باقر علی کو ویلور کی حکومت دی۔ سعادت اللہ خاں نے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی بی بی کے بھتیجے غلام حسین کو اس کا جانشیں اپنا وزیر بنائے۔ ۱۷۱۰ء سے ۱۷۳۲ء تک اس نے حکومت کی۔ اس کے مرنے پر تمام رعیت نے افسوس کیا۔ بقول صاحب مآثر الامرا اسے کرناٹک کی نوابی عالمگیر کے وقت سے ملی تھی۔ دوست علی اور اس کا بیٹا حسن علی اس لڑائی میں جو ۲۰ مئی ۱۷۴۷ء کو ہوئی مارے گئے۔ اس کا بیٹا صفدر علی جانشیں ہوا لیکن مرتضیٰ علی نے اس کو زہر دے دیا اور وہ ۲۵ اکتوبر ۱۷۴۲ء کو مر گیا۔ اس کے مرنے پر مرتضیٰ علی نواب کرناٹک ہوا لیکن ۱۷۴۴ء میں نظام الملک دکن نے اپنے ایک افسر انور الدین نامی کو نواب مقرر کر دیا اور مرتضیٰ علی کو معزول کر دیا۔

سعادت خاں برہان الملک : اصلی نام محمد امین، سعادت خاں عرف اور برہان الملک لقب تھا۔ خراسان کا ایک تاجر تھا۔ اودھ کے نوابوں اور

بادشاہوں کا مورثِ اعلیٰ تھا۔ بہادر شاہ کے زمانے میں اس کا باپ نصیر خاں ہندوستان آیا اور اس کی وفات کے بعد محمد امین نے سرزمین ہندوستان پر قدم رکھا۔ محمد شاہ کے شروع زمانے میں وہ بیانے کی فوجداری اور ۱۷۲۴ء مطابق ۱۱۳۶ھ میں راجہ گردھر کی جگہ جو بعد کو مالوے کا حاکم مقرر ہوا اودھ کا حاکم قرار پایا۔ برہان الملک کا خطاب ملا۔ جب نادر شاہ دہلی پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا تو نواب نظام الملک آصفجاہ نے دو کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے نادر شاہ کو واپس چلے جانے پر راضی کیا اور محمد شاہ کی جانب سے امیر الامرا کا منصب پایا۔ برہان الملک نے ازروئے حسد نادر شاہ کو زیادہ دولت ہاتھ آنے کی طمع دلائی۔ وہ خود بھی نادر شاہ سے جا کر مل گیا۔ نظام الملک کو نادر شاہ نے بلا کر قید کر لیا۔ نادر شاہ کے مشہور قتل عام سے ایک دن پہلے ۹ر مارچ ۱۷۳۹ء مطابق ۹ر ذی الحجہ ۱۱۵۲ھ کو فوت ہوا اور اپنے بھائی سیادت خاں کے مقبرہ دہلی میں دفن ہوا۔ اس کی ایک اکلوتی لڑکی تھی جو اس کے بھتیجے ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو بیاہی تھی۔ یہ صفدر جنگ سیادت خاں کا لڑکا تھا۔ وہی اپنے خسر سعادت خاں کی جگہ اودھ کا نواب ہوا۔

نوابان و شاہانِ لکھنؤ کی فہرست یہ ہے :

(۱) برہان الملک سعادت خاں
(۲) ابوالمنصور خاں صفدر جنگ
(۳) شجاع الدولہ بن صفدر جنگ
(۴) آصف الدولہ بن شجاع الدولہ
(۵) وزیر علی خاں (مشتبہ سمجھ کر معزول کر دیئے گئے)۔
(۶) سعادت علی خاں بن آصف
(۷) غازی الدین حیدر بن سعادت علی خاں (ان کو لارڈ ہسٹنگز نے اودھ کا بادشاہ بنایا)
(۸) نصیر الدین حیدر بن سعادت علی خاں
(۹) محمد علی شاہ برادر غازی الدین حیدر
(۱۰) امجد علی شاہ بن محمد علی
(۱۱) واجد علی شاہ بن محمد علی شاہ

یہ اودھ کا آخری بادشاہ تھا جس کے زمانے میں اودھ سرکار انگریزی کی سلطنت میں ۱۸۵۶ء میں ملحق ہو گیا۔

سعادت علی خاں : (نواب) یمین الدولہ لقب ہے۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد نواب وزیر خاں اس کا پسر متبنیٰ مسند اودھ پر بیٹھا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کو مسند سے اتار کر سرجان شور گورنر جنرل کی اعانت سے نواب سعادت علی خاں ۲۱ر جنوری ۱۷۹۸ء مطابق ۴ر شعبان ۱۲۱۲ھ میں مسند نشیں ہوا۔ سترہ برس حکومت کی۔ ۱۱ر جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ر رجب ۱۲۲۹ھ کو فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا غازی الدین بادشاہ اودھ ہوا۔ سعادت علی خاں کے عہد میں انگریزوں سے ایک عہد نامہ ہوا جس میں یہ قرار پایا کہ چھتر لاکھ روپیہ سالانہ انگریزوں کو ادا ہوا کرے اور دس ہزار انگریزی فوج اودھ میں رہا کرے۔ قلعۂ الٰہ آباد انگریزوں کو دیا جانا قرار پایا اور بارہ لاکھ روپیہ نقد بطور معاوضہ مسند نشینی انگریزوں کو دیا گیا اور یہ شرط قرار پائی کہ نواب اودھ کسی غیر حکومت سے سلسلۂ رسل و رسائل جاری نہ رکھیں اور کسی یورپین کو بغیر اجازت انگریزی رزیڈنٹ کے اپنی ملازمت میں نہ رکھیں نہ اس کو اپنی حکومت میں آباد ہونے کی اجازت دیں۔

سعادت یار خاں : محمد یار کا بیٹا اور نواب حافظ رحمت خاں روہیلے سردار کا پوتا تھا۔ گل رحمت تاریخ کی کتاب جو اس کے دادا رحمت خاں کے عہد کی تاریخ ہے

۱۸۳۳ء میں لکھی گئی اسی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب گلستانِ رحمت کا ایک خلاصہ ہے جس کو اس کے چچا مستغنیٰ خاں نے لکھا تھا۔

سعادت یار خاں : (ملاحظہ ہو رنگین)۔

سعدالدین : ایک ترکی مؤرخ تھا۔ ۱۵۳۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۹۹ء میں بمقام قسطنطنیہ وفات پائی۔ تاج التواریخ اس کی تصنیف ہے۔ اس میں ۱۲۹۹ء سے لے کر ۱۵۲۰ء تک کے سلطنت عثمانیہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ دوسری کتاب سلیم نامہ بھی اسی کی تصنیف ہے جو سلیم اوّل کے وقت کی یادگار ہے۔

سعدالدین تفتازانی ملّا : (ملاحظہ ہو تفتازانی)۔

سعدالدین حمویہ : شیخ المشائخ لقب۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ جن میں سے ایک کتاب سجنجل الارواح دوسری کتاب محبوب ہے۔ ۱۲۵۴ء مطابق ۶۵۰ھ میں وفات ہے۔

سعدالدین دہلوی : شرح کنزالدقائق و شرح منار کا مصنف۔ ۱۸۸۶ء مطابق ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔

سعدالدین کاشغر : مولینا جامی کے مرشد تھے۔ ۱۴۵۶ء مطابق ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔

سعداللہ خاں : روہیلے سردار علی محمد خاں کا لڑکا تھا۔ ۱۰۹۴ء مطابق ۱۷۴۹ء مطابق ۱۱۶۲ھ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد روہیلہ مقبوضات کا مالک ہوا مگر حافظ رحمت خاں سے ۸ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کرالیا اور مملکت سے دستبردار ہوگیا۔ ۱۷۶۱ء مطابق ۱۱۱۵ھ میں بمقام آنولہ ضلع بریلی انتقال کیا۔ اس کا بھائی عبداللہ خاں اس جنگ میں مارا گیا جو حافظ رحمت خاں اور نواب شجاع الدولہ کے درمیان ۱۷۷۴ء مطابق ۱۱۸۸ھ میں واقع ہوئی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی فیض اللہ خاں روہیلہ جاگیر کا مالک ہوا۔

سعداللہ خاں وزیر : المعروف بہ علامہ* فہامی۔ خطاب جملۃ الملک۔ مغلیہ عہد کے قابل وزراء میں اس کا شمار تھا۔ شاہ جہاں کے تمام امور مملکت میں دخیل تھا۔ نیشاپور میں قبر ہے۔**

سعداللہ دہلوی شیخ : دہلی کا شاعر۔ اسلام خاں وزیر شاہ گجرات کی اولاد میں تھا۔ شاہ گل المتخلص بہ وحدت کا مرید۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کا تخلص گلشن تھا۔ دہلی میں ۱۳ ردسمبر ۱۷۲۸ء مطابق ۲۱ رجمادی الاول ۱۱۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ ولی دکنی ان کا خاص مرید تھا۔

سعداللہ کرمانی : فتوحات میراں شاہی اس کی تصنیف ہے۔ اس میں میراں شاہ بن امیر تیمور کی فتوحات کا ذکر ہے۔

سعد ابن احمد : ملک اسپین میں ٹولیڈا کا قاضی تھا۔ ۱۰۶۹ء مطابق ۴۶۲ھ میں وفات پائی۔

سعد بن زنگی اتابک : (ملاحظہ ہو سنقر)

سعد بن شریف جونپوری : فارسی کتاب مسمیٰ دستور المصلین اس کی تصنیف ہے۔

سعد بن عبداللہ الاشعری : ابن الفرائضی کے نام سے مشہور ہے۔ قانونِ وراثت پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس کا نام احتجاج الشیعہ رکھا۔ ۹۱۳ء مطابق ۳۰۱ھ میں انتقال کیا۔

سعد بن محمد : منہاج العابدین اور سعید نامہ کا مصنف ہے۔ یہ کتابیں اخلاق و حکمت میں ہیں۔

---

* علامی فہامی وخطاب بہ (عرشی)

** ۲۲ رجمادی الثانیہ ۱۰۶۶ھ مطابق ۹ راپریل ۱۶۵۶ء کو شاہجہان آباد میں ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ سعداللہ خاں مرد سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ کتب خانہ رامپور شرح رضی کا ایک نسخہ ہے، اس کے حاشیہ پر نہایت خوشخط سے سعداللہ خاں نے نوٹ لکھے ہیں۔ (عرشی)

سعد بن وقاص : مشہور صحابہ میں تھے۔ آپ کا شمار اوّل المومنین میں تھا۔ نہایت معزز اور اپنے قبیلے میں بہت مقتدر تھے۔ بنو اسد مسلمان ہو جانے کے جرم میں ان کو بہت تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ ایران آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ تاریخ اسلام میں فاتح ایران کے نام سے مشہور ہیں۔

سعدی دکنی : دکن کے رہنے والے تھے۔ کچھ ابیات کے مصنف ہیں جو غلطی سے سعدی شیرازی کی بتائی جاتی ہیں۔ ان کا مزار برہان پور میں مرجع خاص و عام ہے۔ غالباً یہیں کے رہنے والے تھے۔

سعدی شیرازی : آپ کا پورا نام شیخ مصلح الدین شیرازی مشہور ہے۔ سعدی تخلص ہے۔ وطن شیراز ہے۔ ولادت تقریباً ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۷۵ء وفات ۶۹۱ھ مطابق ۱۲۹۲ء سعد زنگی بادشاہ فارس کے عہد میں تھے۔ شیخ کے والد عبداللہ شیرازی اتا بک سعد زنگی کے یہاں کسی خدمت پر مامور تھے۔ اس لیے آپ نے اپنا تخلص سعدی قرار دیا۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ علامہ ابوالفضل، عبدالرحمٰن ابن جوزی جن کا لقب جمال الدین ہے آپ کے استاد تھے۔ شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کی خدمت میں حاضر رہ کر فیوض باطنی حاصل کیے۔ مدرسۂ نظامیہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر ایشیاء اور افریقہ میں سیاحت کرتے رہے۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ سیر و سفر میں گزرا۔ فلسفے اور حکمت کی طرف بہت کم توجہ کی۔ زیادہ تر دینیات، علم سلوک اور علم ادب حاصل کیا۔ شیخ کا ہندوستان میں آنا بھی ثابت ہے۔ چودہ حج پیادہ پا کیے۔ ان کا مزار شیراز میں مقام دلکشا سے ایک میل جانب شرق دامن کوہ میں واقع ہے۔ شیخ فارسی شاعری میں غزل کے بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت کا شہرہ ایران، ترکستان، تاتار، ہندوستان میں ان کی زندگی ہی میں پھیل گیا تھا۔ انگلستان کے بعض مصنفوں نے ان کو مشرق کا شیکسپیئر کہا ہے۔ کلیات شیخ کا ایک مجموعہ کلام نظم و نثر چھپ گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے :

(۱) نثر میں چند رسالے سلوک و تصوف وغیرہ پر۔
(۲) گلستان
(۳) بوستاں
(۴) پند نامہ
(۵) قصائد فارسی جن میں مراثی لمعات و مذہبیات اور ترجیعات شامل ہیں۔
(۶) قصائد عربیہ
(۷) دیوان غزلیات موسوم بہ طیبات
(۸) دیوان ثانی موسوم بہ بدائع
(۹) دیوان ثالث موسوم بہ خواتیم
(۱۰) غزلیات قدیم جو غالباً عنفوان شباب کی لکھی ہوئی ہیں۔
(۱۱) محبوب صاحبیہ
(۱۲) مطائبات و غزلیات

کلیات سعدی نہایت اہتمام کے ساتھ کلکتے میں چھپی ہے۔ جس میں مسٹر ہیرنگٹن نے ایک انگریزی مقدمہ نہایت مفصل لکھا ہے۔ گلستاں کے دو انگریزی ترجمے چھپ چکے ہیں۔

سعید بن زید : عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یعنی ان دس صحابہ میں ہیں جن کے لیے آنحضرتؐ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ ۶۷۱ء مطابق ۵۱ھ میں وفات پائی۔ ان کے باپ زید آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے ابراہیمی کے پیرو ہو چکے تھے۔ ان کی والدہ بھی انھیں کے ساتھ تھیں یا ان سے کچھ پہلے اسلام لائی تھیں۔ حضرت عمرؓ انھیں کے گھر میں اور انھیں کی ترغیب سے

اسلام کی طرف مائل ہوئے تھے۔ علم و فضل کے لحاظ سے فضلاء صحابہ میں ان کا شمار ہے۔

سعید بن مسعود شیرازی : سیرت نبوی میں عربی کتاب ترجمہ مولود کا فارسی میں ۱۳۵۸ء مطابق ۷۵۹ھ میں ترجمہ کیا۔

سعید بن مسیّب : حضرت ابو ہریرہؓ کے داماد۔ مدینہ منورہ کے ہفت فقہا میں داخل ہیں۔ چالیس حج کیے۔ ۷۱۳ء مطابق ۹۴ھ میں وفات پائی۔

سعید خاں قریشی : شیخ محمد نام ہے۔ ساکن ملتان۔ ایک ظریف شاعر تھا۔ سلطان مراد بخش، دارا شکوہ اور آخر میں شہنشاہ عالمگیر کی ملازمت میں رہا۔ نومبر ۱۶۷۶ء مطابق رمضان ۱۰۸۷ھ میں انتقال کیا۔ ملتان میں دفن ہوا اور اس مقبرے میں دفن ہوا جس کو خود تعمیر کرایا تھا۔ ایک دیوان اس کی تصنیف سے ہے۔

سعید محمد کرمانی : سیرۃ الاولیاء کا مصنف ہے۔ یہ کتاب ۱۵۹۴ء مطابق ۱۰۰۳ھ میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں صوفیائے کرام اور اولیاء کی سوانح عمریاں ہیں۔

سعید ہروی : ایک شاعر ہرات کا رہنے والا قاضی شمس الدین طبسی کا ہمعصر تھا۔

سفیان ثوری : اصل نام ابو عبداللہ تھا۔ کوفے میں ۷۱۳ء مطابق ۹۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ خلیفہ المہدی کے زمانے میں حدیث و دیگر علوم کے مستند عالم تھے۔ خلیفہ ان کو قاضی کے عہدے پر مقرر کرنا چاہتا تھا اور وہ اس ذمہ داری کے عہدے کی اپنے میں قابلیت نہ سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ بصرے میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ وہیں ۱۶۰ھ مطابق ۷۷۷ء میں انتقال ہوا۔

سفیان بن عینہ : نہایت مشہور عالم تھے اور استاد المحدثین تھے۔ یکم رجب ۱۹۸ھ م ۸۱۳ء کو وفات پائی۔

سقا بخاری : یہ بخارا کے ایک درویش تھے۔ ۱۵۵۵ء مطابق ۹۶۲ھ میں انتقال کیا۔ اور ایک دیوان چھوڑا۔

سقان بن ارتک : ارتکی ترکمان خاندان کا جو امید اور خیفہ پر حکمراں رہا ہے پہلا بادشاہ تھا۔ اس خاندان کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) سقمان بن ارتک ۱۰۹۷ء مطابق ۴۹۰ھ
(۲) ابراہیم بن سقمان ۱۱۰۴ء مطابق ۴۹۸ھ
(۳) رکن الدین داؤد ۱۱۳۸ء مطابق ۵۲۲ھ
(۴) فخر الدین قرا ارسلان بن داؤد ۱۱۴۹ء مطابق ۵۴۴ھ
(۵) نور الدین محمد بن قرا ارسلان ۱۱۶۶ء مطابق ۵۶۲ھ
(۶) قطب الدین سقمان بن محمد ۱۱۸۰ء مطابق ۵۸۱ھ
(۷) ملک اصلاح ناصر الدین محمود ۱۲۰۰ء مطابق ۵۹۷ھ
(۸) ملک المسعود بن محمود ۱۲۲۱ء مطابق ۶۱۸ھ
(۹) ملک الکامل (مشہور صلاح الدین فاتح کا بھتیجا تھا)۔ ۱۲۳۱ء مطابق ۶۲۹ھ میں تھا۔

سکاّکی : ابو یعقوب یوسف بن ابوبکر کا لقب تھا جس کو سراج الدین الخوارزمی بھی کہتے ہیں۔ ایک مشہور مصنف اور زاہدی کا استاد تھا۔ اس کی مشہور تصنیف مفتاح العلوم ہے۔ ۱۱۶۸ء مطابق ۵۵۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۲۲۹ھ مطابق ۶۲۶ھ میں فوت ہوا۔

سکندر : خلیفہ سکندر کا تخلص تھا۔ اس نے پنجابی، مارواڑی اور پوربی زبانوں میں اچھے اچھے مراثی تصنیف کیے ہیں۔ اس کی تصنیف سے ایک نظم ہے

جس میں مچھلی ماہی گیر اور راجہ لکھوار کا قصہ ہے۔

سکندر اعظم ذوالقرنین : ۳۵۶ برس قبل سنہ عیسوی فیلقوس شاہ مقدونیہ کے صلب اور ملکہ المیاس کے بطن سے پیدا ہوا۔ حکیم ارسطا طالیس سے تعلیم و تربیت پائی۔ سنہ مسیح سے ۳۳۶ برس قبل تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔ اس نے سنہ عیسوی سے ۳۳۱ برس قبل دارا بادشاہ فارس پر چڑھائی کی۔ کئی لڑائیوں کے بعد دارا مارا گیا۔ پھر سکندر رفتہ رفتہ آگے بڑھا اور ۳۲۷ برس قبل مسیح کے پنجاب کے راجہ پورس سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ عظیم میں راجہ کا لڑکا قتل ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی۔ مگر سکندر نے ملک راجہ کو واپس کر دیا۔ ہندوستان سے لوٹنے کے بعد عرب کا ارادہ کیا۔ شہر بابل میں پہنچ کر بعارضہ بخار انتقال کیا۔ بتیس سال کی عمر پائی۔

سکندر ترکمان : (ملاحظہ ہو قرا محمد)

سکندر جہاں بیگم : بھوپال کی حکمراں تھیں۔ ان کے مورثِ اعلیٰ سردار دوست محمد خاں افغانی النسل تھے جو بانی ریاست بھوپال تھے۔ یہ ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئیں اور اپنے والد نظر محمد خاں کی جانشیں ہوئیں۔ اس بیگم نے اپنے چچازاد بھائی جہانگیر سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ بیگم کو تمام امور ملکی کا بالکل مالک و مختار رہنے دے۔ ان کے شوہر جہانگیر کا ۱۸۴۵ء میں انتقال ہوا۔ بیگم کو دربار آگرہ میں جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب ملا۔ وہ ۳۰ / اکتوبر ۱۸۶۸ء میں فوت ہوگئیں۔ ۱۸۴۷ء سے اپنی وفات تک نہایت خوش انتظامی سے حکومت کی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بڑی لڑکی شاہ جہاں بیگم جانشیں ہوئیں۔

سکندر خاں ازبک : شاہان ازبک کے خاندان سے تھے۔ سکندر خاں کاشغری کے نام سے مشہور ہے۔ ہمایوں۔ کے ساتھ ہندوستان آیا اور امرائے شاہی میں داخل ہوا۔ مہم کشمیر میں ۱۵۴۳ء فتح کشمیر کے وقت مرزا حیدر کے ساتھ تھا۔ عہد اکبری میں ۱۸/ ستمبر ۱۵۷۲ء مطابق ۱۰/ جمادی الاول ۹۸۰ھ کو انتقال ہوا۔

سکندر سلطان : یہ کشمیر کا بادشاہ تھا۔ اس کا لقب بت شکن تھا۔ شاہ میر درویش کا پوتا تھا جنھوں نے سب سے پہلے کشمیر میں اشاعتِ اسلام کی۔ سکندر سلطان اپنی ماں کی مدد سے اپنے باپ قطب الدین کے مرنے پر ۱۳۹۳ء مطابق ۷۹۶ھ میں تخت نشیں ہوا۔ ۲۲/ سال ۹ ماہ کی کامیاب اور شاندار حکومت کے بعد ۱۴۱۶ء مطابق ۸۱۹ھ میں فوت ہوگیا۔ سلطان علی شاہ اس کا بیٹا جانشیں ہوا۔ امیر تیمور نے اسی کے زمانے میں ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔

سکندر شاہ : گجرات کا بادشاہ تھا۔ مظفر شاہ ثانی اپنے باپ کے بجائے فروری ۱۵۲۶ء مطابق ۱۹/ شعبان ۹۳۲ھ میں تخت نشیں ہوا اور اسی سال میں ۳۰ مئی کو چند ماہ کی حکومت کے بعد قتل ہوا۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی نصیر خاں بادشاہ ہوا اور سکندر شاہ ثانی کا لقب اختیار کیا۔

سکندر شاہ پوربی : بنگالے کا بادشاہ۔ اپنے باپ شمس الدین کے مرنے پر ۱۳۵۸ء مطابق ۷۶۰ھ میں تخت نشیں ہوا۔ اس کی تخت نشینی سے تھوڑے دنوں بعد فیروز شاہ تغلق بادشاہ دہلی نے اس کے ملک پر حملہ کیا۔ حملے کی خبر سن کو سکندر شاہ اپنے لشکر سمیت جزائر اکدالا میں جا چھپا۔ بادشاہ نے جزائر کو گھیر لیا اور کئی روز تک لڑائی رہی۔ آخر کار سکندر شاہ نے صلح کی درخواست کی اور آخر اس شرط پر کہ ظفر خاں سنار گاؤں کا بادشاہ بنا دیا جائے صلح ہوگئی اور سلطان سکندر نے چالیس ہاتھی بادشاہ کی نذر کیے اور آئندہ بھی اسی قدر

نذرانہ بھیجنے کا وعدہ کیا۔ سکندر شاہ نے نو برس تک حکومت کی اور ۱۳۶۷ء مطابق ۷۶۹ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا غیاث الدین پوربی تخت نشیں ہوا۔

سکندر شاہزادہ : عمر شیخ مرزا کا لڑکا اور امیر تیمور کا پوتا تھا۔ تیمور کی وفات کے بعد اس نے اپنے دونوں بھائیوں پیر محمد اور مرزا رستم سے چند لڑائیاں لڑیں اور فرس اور اصفہان پر قابض ہو گیا جن کو مغلوں نے اپنے دادا سے ترکے میں پایا تھا۔ اس پر اس کے چچا مرزا شاہ رخ نے اس کو شکست دے کر دونوں آنکھیں نکال لیں۔ یہ واقعہ ۱۴۱۴ء مطابق ۸۱۷ھ میں ہوا۔

سکندر شاہ سور : اس کا اصلی نام احمد خاں سور تھا۔ پنجاب کا بادشاہ اور دعویداران سلطنت دہلی میں شیر شاہ کا بھتیجا تھا۔ ابراہیم سور کو مئی ۱۵۵۵ء مطابق جمادی الثانی ۹۶۲ھ میں شکست دے کر دہلی کا بادشاہ ہوا۔ اس کو سلطنت حاصل کیے ابھی کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ہمایوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ ہمایوں سے اس نے سرہند کی لڑائی میں ۲۲ رجون ۱۵۵۵ء کو شکست کھائی اور ہمالیہ کی طرف بھاگ گیا اور پھر شہنشاہ اکبر سے لڑا اور بنگالے گیا۔ اور وہاں عنان سلطنت ہاتھ میں لی ہی تھی کہ پیام اجل آ پہنچا۔ ۱۵۵۹ء مطابق ۹۶۶ھ سال وفات ہے۔

سکندر شاہ لودی : اس کا اصلی نام نظام خاں تھا۔ سلطان بہلول لودی کا بیٹا تھا۔ جولائی ۱۴۸۹ء مطابق شعبان ۸۹۵ھ میں اپنے باپ کا جانشیں ہوا۔ اس کے زمانے میں ۶ رجولائی ۱۵۰۵ء کو ایک سخت زلزلہ آیا۔ اس کے عہد میں سب سے پہلے ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کی اور سنسکرت کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ اس کے وقت میں شہر آگرہ جمنا کے کنارے آباد ہوا اور دہلی کی بجائے آگرے کو اس نے اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ آگرے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بادشاہ دہلی سے متھرا گیا اور یہاں سے بجرے میں بیٹھ کر اس مقام کے دیکھنے کے لیے پہنچا جو جمنا کنارے اس شہر کی آبادی کے لیے تجویز ہوا تھا۔ راستے میں دو بلند ٹیلے نظر آئے۔ بادشاہ نے بجرے کے مہتمم سے پوچھا کہ کونسا ٹیلہ اس قلعہ کی تعمیر کے لیے موزوں ہے۔ اس نے جواب دیا آگرہ (اگلا) یعنی جو آگے آتا ہے۔ سلطان نے کہا کہ اس شہر کا نام آگرہ رکھا جائے گا۔ سکندر لودی نے ایک چھوٹا سا قلعہ جمنا کے داہنے کنارے پر تعمیر کیا تھا جس کو بادل گڑھ کہتے تھے۔ شہنشاہ اکبر نے ۹۷۲ھ میں اس کو منہدم کرادیا اور دوسرا قلعہ تعمیر کرایا۔ ۱۷ رفروری ۱۵۱۰ء مطابق ۷ رذیقعدہ ۹۱۵ھ میں فوت ہوا۔

سکندر شکوہ : بہادر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کا چچازاد بھائی تھا۔ اس کو اپنی بی بی کے قتل کے جرم میں جولائی ۱۸۳۸ء میں پھانسی دی گئی تھی۔

سکندر، عادل شاہ : بیجاپور کا آخری بادشاہ تھا۔ یہ اپنے باپ علی عادل شاہ ثانی کا بحالت شیرخوارگی ۱۶۷۲ء مطابق ۱۰۸۳ھ میں جانشیں ہوا۔ مگر وہ ہمیشہ اپنے امرا کے ہاتھ میں رہا۔ اسی کے زمانہ میں شہنشاہ عالمگیر نے بیجاپور کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور یہ ریاست مغلیہ کا ایک حصہ بن گئی۔ ۴ ر ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۳ رستمبر ۱۶۸۶ء کو سکندر عادل شاہ کو قید کر لیا گیا۔ اور اسی حالت میں تین برس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

سکندر منشی : شاہ عباس اول شاہ فارس کا منشی تھا۔ تاریخ عالم آرائے عباسی اسی کی تصنیف ہے جو تین جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ یہ شاہ عباس اول مذکور کے عہد کی تاریخ ہے۔ ۱۶۱۶ء مطابق ۱۰۲۵ھ میں اس کے نام

پر معنون کی گئی۔

سکینہؓ : جناب حضرت امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔

سلامت اللہ : کشفی (مولانا) بدایونی کانپوری ابن شیخ برکت اللہ صدیقی عبدالرحمانی۔ مولوی ابوالمعانی بن عبدالغنی بدایونی ومولوی ولی اللہ جونپوری و مولوی مجدالدین عرف مولوی مدن و مولینا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ بدایوں چھوڑ کر کانپور سکونت اختیار کرلی تھی۔ اپنے قیام کانپور میں وہاں ایک مسجد ۱۲۶۷ھ میں تعمیر کرائی۔ صدہا علماء وفضلائے نامی آپ سے مستفیض ہوئے۔ مولانا فارسی کے اچھے شاعر تھے اور کشفی تخلص کرتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے کتب ذیل زیادہ مشہور اور مولانا کے ذخیرہ علمی پر شاہد ہیں۔ تحفۂ احباب، برق خاطف، تحریر الشہادتین، خدا کی رحمت، رسالہ شہاب ثاقب، حقائق احمدیہ، رسالہ کشفیہ، رقعات کشفی، شرح مثنوی، گل کشتی وغیرہ وغیرہ۔ ۳؍رجب ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء بروز یکشنبہ بمقام کانپور انتقال کیا اور اپنی مسجد میں مدفون ہوئے۔

سلامت علی خاں : (حکیم)۔ بنارس کا رہنے والا تھا۔ علم موسیقی میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں زندہ تھا۔

سلجوق : سلجوقیہ خاندان کے ترکی بادشاہوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ اسی کے نام سے یہ خاندان موسوم ہوا۔ سلجوق قپچاک کے ترکی بادشاہ بغوخاں کے دربار سے ناخوش ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ اپنے گروہ کو لے کر بخارا کے میدان میں چلا گیا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ مشرکوں کے ساتھ لڑائی میں شہادت پائی۔ ایک سو سات سال کی عمر ہوئی۔ اس کے پوتے طغرل بیگ کے زمانے میں خاندان سلجوقیہ ایک زبردست قوم بن گیا۔ یہ خاندان ترک قوم کی ایک شاخ ہے۔ سلجوق علم و ہنر اور شایستگی میں دوسرے ترکی شاخوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ہی سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوکر سب سے بڑھ کر اس کے حامی ہوئے۔

سلطان ولید : مولینا جلال الدین رومی کے خلف اکبر تھے۔ اصلی نام بہاء الدین تھا۔ سلطان ولد لقب تھا۔ علوم معارف میں یگانۂ روزگار تھے۔ مولینا کے وصال کے بعد لوگوں نے بہ سبب قبولیت و اعتبار عام ان کو مولینا کا جانشین کرنا چاہا۔ لیکن مولینا کی وصیت کے لحاظ سے انھوں نے مولینا حسام الدین حلبی کو جانشینی کے لیے ترجیح دی۔ بعدہٗ ان کے انتقال پر آپ ۶۸۴ھ مطابق ۱۲۸۵ء میں سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ نے ایک مثنوی تصوف میں مولانا کی مثنوی کے طرز پر لکھی ہے۔ دوسری مثنوی الموسوم بہ ولد نامہ بھی ان کی مشہور تصنیف ہے جو مولانا روم اور ان کے خاندان کی ایک تاریخ ہے۔ ایک دیوان بھی یادگار چھوڑا۔ ۷۱۲ھ مطابق ۱۳۱۲ء میں بہ عمر ۹۶ سال وصال ہوا۔

سلطان احمد بن مسعود : عربی زبان میں ایک کتاب موسومہ اسماء الرجال کا مصنف ہے۔

سلطان احمد مرزا : ابن مرزا غلام احمد مرحوم۔ ۱۸۶۴ء میں قصبۂ قادیان ضلع گورداسپور صوبۂ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ صوبہ پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں "قیصر ہند" میڈل پایا اور ۱۹۱۰ء میں خطاب خان بہادری سے ممتاز ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خاندان مغلیہ (برلاس) سے ملتا ہے۔ علاوہ متفرق مضامین ادبی کے ۳۶ کتب کے مصنف ہیں جن میں سے ۲۸ کتب طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ ۸ کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

سلطان النساء : بادشاہ جہانگیر کی سب سے بڑی لڑکی

تھی۔ راجہ بھگوان داس کی لڑکی کے بطن سے ۱۵۸۶ء مطابق ۹۹۴ھ میں پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے بھائی سلطان خسرو کے مرنے کے بعد الہ آباد میں خسرو باغ کے متصل اپنے لیے اپنی زندگی میں مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ لیکن اس کو وہاں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ آگرے میں انتقال ہوا اور سکندرے میں اکبر کے مقبرے میں جگہ پائی۔

سلطان السلاطین پوربی : اپنے باپ غیاث الدین پوربی کے بعد ۱۳۷۲ء مطابق ۷۷۰ھ میں بنگال کا بادشاہ ہوا۔ وہ مخیر، رحمدل اور بہادر شہزادہ تھا۔ دس سال حکومت کر کے ۱۳۸۳ء مطابق ۷۸۵ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا شمس الدین پوربی جانشیں ہوا۔

سلطان جہاں بیگم : ریاست بھوپال کی موجودہ حکمراں نواب شاہجہاں بیگم کی صاحبزادی اور نواب سکندر جہاں بیگم سابق والی بھوپال کی نواسی ہیں۔ پیدائش ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۹ء۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی کی تعلیم پائی ہے۔ ملا سید حسن بخاری مصنف خلعت الہنود سے علوم عربیہ پڑھے۔ فن سپہ گری و شہسواری بھی جانتی ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں مسند نشیں ہوئیں۔ حج بیت اللہ کیا۔ یورپ کا سفر بھی ۱۹۱۱ء میں کر چکی ہیں۔ سفر یورپ میں سلطان المعظم ترکی اور بیگم سلطان ترکی سے ملاقات کی۔ سلطان المعظم نے بطور تحفہ موئے مبارک آنحضرت صلعم ہدیہ دیا۔ ریاست کا انتظام ان کے زمانے میں نہایت مکمل اور منتظم صورت میں آ گیا۔ تعلیم کو بیگم صاحب کے زمانے میں نہایت ترقی ہوئی۔ تعلیم نسواں کی بھی حامی ہیں۔ نہ صرف اپنی ریاست میں بلکہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں آپ کی فیاضی سے مسلمانوں کی تعلیم کو مدد ملتی ہے۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی شاندار عمارت موسومہ "سلطان جہاں منزل" علی گڑھ میں ان کی فیاضی کی یادگار ہے۔ برٹش گورنمنٹ بھی اس ریاست کو اپنا وفادار سمجھتی ہے۔ کیونکہ ہر نازک موقعے پر اس ریاست نے گورنمنٹ کی مدد کی ہے۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی، جی۔ سی۔ آئی، ای۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کے خطابات گورنمنٹ انگریزی سے عطا ہوئے ہیں۔

سلطان جی : سید حسن نام۔ لقب شیخ شاہی روشن ضمیر معروف بہ سلطان العارفین۔ سہروردی سلسلے میں شیخ حمید الدین ناگوری کے مرید و خلیفہ۔ جلیل القدر اولیاء میں سے ہیں۔ مزار بمقام بدایوں دریائے سوتھ کے پختہ پل کے قریب زیارت گاہ عام ہے۔ ۲۲ر شوال ۶۲۸ھ مطابق ۱۲۳۰ء میں وصال ہوا۔ مگر عرس شریف ہر سال ۲۴ر رمضان المبارک کو ہوتا ہے۔ چند دیہات معافی بنا بر صرف درگاہ عہد شاہی سے چلے آتے ہیں۔

سلطان حسین صفوی : (ملاحظہ ہو شاہ حسین صفوی)۔

سلطان حسین مرزا : ابوالغازی کنیت، بہادر لقب۔ باپ کا نام مرزا منصور تھا۔ مرزا منصور عمر کا لڑکا اور امیر تیمور کا پوتا تھا۔ سلطان ابوسعید مرزا کی وفات کے بعد اس نے خراسان کا بادشاہ ہونے کی کوشش کی۔ ۲۴ر مارچ ۱۴۶۹ء مطابق ۱۰ر رمضان ۸۷۳ھ کو ہرات میں تخت نشیں ہوا۔ اس کو ازبکی مخالفین اور دیگر مدعیان سلطنت سے بہت سی لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ لیکن اس نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی جس کی وجہ سے غازی لقب اختیار کیا۔ یہ بادشاہ ہمیشہ اس بات پر فخر کیا کرتا تھا کہ اس کے دربار میں مشہور اہل علم اور صاحب تصنیف جمع ہیں۔ مشہور مورخ خندہ میر اسی کے زمانے میں گزرا ہے۔ امیر علی شیر اسی کا وزیر تھا۔ خراسان میں ۳۶ سال حکومت کی۔ بقول صاحب طبقات

اکبری ۱۰ رمئی ۱۵۰۶ء مطابق ۱۶ر ذی الحجہ ۹۱۱ھ کو ستر سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ قبر ہرات میں ہے۔ دو لڑکے بدیع الزماں مرزا اور مظفر حسین مرزا چھوڑے۔ اور یہ دونوں ایک ہی وقت میں تخت نشیں ہوئے۔ کچھ دنوں تک ان دونوں نے مل کر خراسان پر حکومت کی۔ بدیع الزماں کو ۱۵۰۷ء مطابق ۹۱۳ھ میں شاہی بیگ خاں ازبک نے ہرات سے نکال دیا اور اس کا بھائی مظفر حسین مرزا تھوڑے عرصے تک تنہا ہرات پر حکومت کرتا رہا۔ لیکن آخر کار اس کو بھی یہی روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ سلطان حسین مرزا مصنف بھی تھا اور مجالس العشق اسی کی تصنیف سے ہے جو بہت دلچسپ کتاب ہے اس میں بہت سے قصص لکھے گئے ہیں۔ شعر گوئی کا بھی مذاق تھا۔ اس نے ترکی زبان میں ایک دیوان چھوڑا ہے۔ حسینی تخلص تھا۔

سلطان شاہ : بن الپ ارسلان۔ خوارزم کا بادشاہ تھا۔ باپ کے مرنے پر ۱۱۶۲ء مطابق ۵۵۷ھ میں اپنے بڑے بھائی علاء الدین تکش سے اس کو جنگ کرنا پڑی جس میں اس کو شکست ہوئی وہ شکست کھا کر جنگلوں کی طرف بھاگ گیا اور اسی صحرا نوردی اور بیکسی کی حالت میں ۱۱۹۳ء مطابق رمضان ۵۸۹ھ میں فوت ہو گیا۔

سلطان شجاع بن شاہ جہاں : شاہ جہاں کا دوسرا لڑکا تھا۔ بمقام اجمیر بروز یکشنبہ ۱۲ر مئی ۱۶۱۶ء مطابق ۴ر جمادی الاول ۱۰۲۵ھ کو پیدا ہوا۔ شعبان ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۶۳۲ء کو شاہ شجاع کا عقد رستم مرزا صفوی کی بہن سے جو ایران کی شاہی نسل سے تھی ہوا۔ چار لاکھ روپیہ مہر باندھا گیا۔ ماہ صفر ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۶۳۳ء میں دکن کی مہم پر اپنے باپ کے حکم سے بھیجا گیا۔ آخر میں بنگال کی حکومت اس کے سپرد کر دی گئی تھی جہاں اس نے انصاف اور رحمدلی کا برتاؤ کیا۔ یہ شہزادہ فطری طور پر عالی دماغ تھا۔ لیکن شراب نوشی کی کثرت نے اس کے دماغ کو بیکار کر دیا۔ جب عالمگیر نے داراشکوہ کو ۱۶۵۸ء میں شکست دی تو وہ یہ خبر سن کے بنگال سے کثیر فوج لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن ۵ر جنوری ۱۶۵۹ء مطابق ۱۹ر ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو عالمگیر نے کھجوا کے مقام پر جو الہ آباد سے ۳۰ میل کے قریب واقع ہے شکست دی۔ بعدہٗ حملہ آور سلطان محمد پسر اکبر عالمگیر نے اس کا تعاقب کیا اور اس کو بنگال واپس کر دیا۔ وہاں سے فرار ہو کر وہ ارکان میں پناہ گزیں ہوا۔ لیکن یہاں کے راجہ کے حکم سے ۱۶۶۰ء مطابق ۱۰۷۱ھ میں وہ مع اپنے اہل وعیال کے ایک کشتی میں بٹھا کر دریا میں غرق کر دیا گیا۔

سلطان شہزادہ : فتح شاہ بادشاہ بنگال کے یہاں ایک خواجہ سرا تھا۔ بادشاہ کو قتل کر کے خود ۱۴۹۱ء مطابق ۸۹۶ھ میں بادشاہ بن بیٹھا۔ چند ماہ حکومت کرنے کے بعد ملک اندل نے اس کو قتل کر دیا اور خود فیروز شاہ پوربی کے لقب سے تخت نشیں ہوا۔

سلطان علی خراسانی : علم طب میں بزبان فارسی ایک کتاب موسومہ دستور العلاج ۱۴۳۴ء مطابق ۸۳۷ھ میں تصنیف کی جو سلطان ابوسعید بہادر خاں کے نام سے معنون ہے۔

سلطان علی مشہدی : مشہد کا رہنے والا ایک شاعر تھا۔ لیکن شاعری کی بہ نسبت خوشنویسی میں وہ زیادہ مشہور ہوا۔ خوشنویسی میں مولانا اظہر کا شاگرد تھا۔ اظہر نے اس فن خوشنویسی کو جعفر سے سیکھا تھا اور جعفر کو مولینا میر علی موجد نستعلیق کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ مولینا سلطان علی مرزا بایقرہ کے درباریوں میں داخل تھا اور امیر علی شیر اس کی سرپرستی کرتا تھا۔ ۱۵۵۰ء مطابق ۹۵۷ھ میں زندہ تھا اور اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال

سے کچھ زیادہ تھی۔

سلطان محمد بن عالمگیر: عالمگیر کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اپنے باپ سے ۳۰ برس پہلے مر گیا۔ اس کی وفات ۵ردسمبر ۱۶۷۶ء مطابق ۸رشوال ۱۰۸۷ھ میں گوالیار کے قلعے میں ہوئی۔ جہاں عالمگیر نے اس کو قید کر دیا تھا۔ دہلی میں قطب صاحب کے قریب دفن ہوا۔

سلطان محمد بن مرزا بایسنغر: مرزا بایسنغر کا لڑکا اور مرزا شاہ رخ کا پوتا اور امیر تیمور کا پرپوتا۔ اس کے بھائی بابر نے اس کو ایک لڑائی میں شکست دی اور قید کر کے جنوری ۱۴۵۲ء مطابق ذی الحجہ ۸۵۵ھ میں قتل کر دیا۔

سلطان معزالدین محمد بن سام غوری: اپنے بڑے بھائی بادشاہ غور وعراق وغیرہ یعنی سلطان شہاب الدین کی جانب سے ۱۱۷۳ء مطابق ۵۶۹ھ میں بطور نائب غزنی میں تخت پر بیٹھا اور سکہ وخطبہ اپنے نام جاری کیا اور اپنے بھائی کے حکم سے ہندوستان پر فوج کشی کر کے علم جہاد بلند کیا۔ دہلی اس کے عہد میں فتح ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ جب سلطان غیاث الدین نے نگینہ باد وغیرہ گرم علاقے کو مسخر کیا تو وہاں کی حکومت سلطان شہاب الدین کو دے دی اور وہ ہمیشہ غزنی پر لشکر کشی کرتا رہا۔ حتی کہ سنہ مذکور بالا میں سلطان غیاث الدین نے اس پر قبضہ کر کے قوم غزان کو جو سلطان سنجر کے مقید ہونے کے بعد غزنی پر قابض ہو گئے تھے غزنی سے خارج کر دیا اور سلطان معزالدین محمد کو لقب سلطان شہاب الدین کا دیا۔ سلطان شہاب الدین نے استحکام حکومت سے ایک سال بعد اپنے بھائی کی نیابت میں ۵۷۰ھ مطابق ۱۱۷۴ء میں گردیز کو اور ۱۱۷۵ء مطابق ۵۷۱ھ میں اُچھ اور ملتان کو مفتوح کیا اور باطنیہ فرقے کے لوگوں (قرامطہ) کو ان شہروں سے نکال دیا اور ان لوگوں کو جو قلعہ اُچھ میں بند تھے نیست ونابود کر ڈالا۔ پھر اس ولایت کو علی کرماج کے حوالے کر کے خود غزنی کو واپس آیا۔

سلغر: فارس کے اتابک اس کی اولاد میں تھے۔ سلجوقی بادشاہوں کی ملازمت میں ایک ترکی جنرل تھا۔ فارس اور اس کے قرب وجوار میں حاکم مقرر ہوا۔ سلغر نے اپنی زندگی میں ہی اس کو اپنے قبضے میں نہیں رکھا بلکہ حکومت فارس کو اپنے جانشینوں کے لیے چھوڑ گیا جن میں سے سات بادشاہ مشہور ہیں:

(۱) مودود بن سلغر

(۲) قصلان شوبان ترا (جس کو الپ ارسلان سے حکومت ملی۔ وہ باغی ہو گیا تھا۔ مگر سلطان کے وزیر نظام الملک نے اس کو زیر کر لیا)۔

(۳) رکن الدولہ

(۴) اتابک جلال الدین جوابی

(۵) اتابک کراجا (اس نے شیراز میں ایک مدرسہ اور محل جس کا نام تخت کراجا رکھا تعمیر کیا)۔

(۶) اتابک منکوس

(۷) بوزآبہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک عادل اور نیک حاکم تھا بوزآبہ کی وفات کے بعد آخری حاکم۔ اتابک سنقر سلغر کا پرپوتا ۱۱۴۸ء میں جانشیں ہوا جو ایک زبردست حکمراں ثابت ہوا۔

سلمان آقا: المعروف بہ مرزا حسابی۔ اس نے گلستان سعدی کے دیباچہ کی شرح تقریباً تین ہزار سطور میں لکھی ہے اور قوشجی کے فارسی رسالہ ہیئت پر بھی ایک عربی شرح لکھی ہے۔ درویش صفت اور صوفی مشرب آدمی تھا۔ چنانچہ ایک رسالہ علم تصوف میں بھی تصنیف کیا۔ ایک کتاب اوصاف البلاد بھی اسی کی تصنیف سے ہے۔ ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ میں زندہ تھا۔

سلمان ساوجی: ایک مشہور ایرانی شاعر۔ ساوہ کا

رہنے والا۔ جلال الدین محمد نام تھا۔ یہ شیخ امیر حسن جلایر المعروف بہ حسن بزرگ اور ان کے لڑکے سلطان اویس حاکم بغداد کے زمانے میں تھا۔ پیرانہ سالی میں نابینا ہو کر تارک الدنیا ہو گیا۔ ۱۳۷۷ء مطابق ۷۷۹ھ میں فوت ہوا۔ نظم جمشید و خورشید، فراق نامہ ایک دیوان اور دیگر کتب اس کی تصنیف سے ہیں۔ تذکرہ دولت شاہ میں سال انتقال ۷۶۹ھ لکھا ہے۔

سلمان فارسیؓ : آپ کا وطن جی تھا جو اصفہان کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آپ نے اجتہادی طور پر اکثر مشہور مذاہب کو جانچنے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام لانے سے قبل ان کا آبائی مذہب مجوسی تھا۔ وطن سے نکل کر شام نصیبین، اموریہ وغیرہ میں عیسائی مذہب کے عالموں کے پاس رہ کر اس مذہب کے مطابق عبادت کرتے رہے۔ جب حضرت نبی کریمؐ مبعوث ہوئے تو اموریہ کے عیسائی پادری کی ہدایت کے مطابق مدینے تشریف لائے اور جو جو نشانیاں پادری مذکور نے آپ کو بتلائی تھیں وہ سب اس شہر میں موجود پائیں۔ جب نبی کریم صلعم مبعوث ہونے کے بعد مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نہایت قوی آدمی تھے۔ غزوہ خندق میں شریک تھے۔ اسی موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی اس حجت کو رفع کرنے کے لیے کہ سلمان انصار میں داخل ہیں یا مہاجرین میں ارشاد فرمایا تھا: "سلمان منا اہل البیت" (سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں)۔ یہ افضلیت تمام صحابہ کے دلوں پر ہمیشہ نقش رہی۔ وہ مدائن کے امین مقرر ہو گئے تھے۔ بیت المال سے چار ہزار درم وظیفہ ملتا تھا جس کو غربا پر تقسیم کر دیتے تھے اور خود کھجور کی چٹائیاں بنا کر بسر کرتے تھے۔ وہ بے حد حلیم اور منکسر المزاج، قانع، رحمدل اور فیاض طبع تھے۔ ۳۳ھ مطابق ۶۵۳ء میں بمقام مداین وصال ہوا۔

سلہدی : رائے سین کا راجہ تھا۔ بہادر شاہ بادشاہ گجرات نے اس کو بوجہ اطاعت نہ قبول کرنے کے گرفتار کیا۔ بعد کو سلہدی نے اپنی کمزوری محسوس کر کے بادشاہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں قلعہ رائے سین خالی کر کے حضور کے حوالہ کر دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے سلہدی کو طلب کر کے اسے کلمہ توحید سکھایا اور اپنے ساتھ طرح طرح کے کھانے کھلائے اور اسے خلعت سے سرفراز کیا لیکن دراصل سلہدی کا یہ مکر تھا۔ مسلمان بن کر وہ اس کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ سلہدی کا چھوٹا بھائی لکشمن بادشاہ کے مقابلے پر تھا۔ لیکن کمک سے مایوس ہو کر رمضان المبارک ۹۳۸ھ مطابق ۱۵۳۱ء میں اس نے قلعے کو بادشاہ کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت رانی درگاوتی دختر رانا سنگا راجہ چتور نے جو راجہ سلہدی کی بی بی تھی راجہ سلہدی کو اس امر پر راضی کیا کہ پہلے اپنے اہل و عیال کا خاتمہ کر دے اس وقت بادشاہ کا مقابلہ کرے۔ راجہ سلہدی نے چتا کا سامان تیار کیا اور رانی درگاوتی مع سات سو خوبصورت عورتوں کے جل کر خاکستر ہو گئی۔ اس کے بعد راجہ سلہدی اور اس کا بھائی لچھمن مع ایک سو عزیزوں اور فوجیوں کے مسلح ہو کر بادشاہ کی فوج کے مقابل آیا اور مارا گیا۔

سلیم : محمد قلی کا تخلص ہے۔ شاہجہاں کے زمانے میں فارس سے ہندوستان آیا۔ اسلام خاں وزیر نے اس کو نوکر رکھ لیا۔ اس کی تصنیف ایک دیوان اور ایک مثنوی

ہے جس کو اس نے فارس میں لکھا تھا اور جس میں اس نے مقام لاہی جان کا حال لکھا ہے مگر جب وہ ہندوستان آیا تو اس نے لاہی تبدیل کر کے کشمیر کا نام قائم کر دیا۔ ۱۶۴۷ء مطابق ۱۰۵۷ھ میں فوت ہوا۔

سلیمان : بنی امیہ کا ایک خلیفہ تھا اور عبدالملک کا لڑکا۔ یہ اپنے بھائی ولید اوّل کے بعد ملک شام میں ۷۱۴ء مطابق ۹۶ھ میں اس کا جانشیں ہوا اور تین سال کی حکومت کے بعد ۷۱۷ء مطابق ۹۹ھ میں فوت ہو گیا۔

سلیمان : بایزید اوّل کا لڑکا تھا۔ ۱۴۰۲ء مطابق ۸۰۵ھ میں اس وقت جب کہ امیر تیمور نے اس کے باپ بایزید کو قید کر لیا تھا ترکی کا بادشاہ بنایا گیا۔

سلیمان بدخشی مرزا : بدخشاں کا حکمراں۔ خان مرزا کا لڑکا اور سلطان ابوسعید مرزا کا پوتا تھا جس کے نسب کا سلسلہ امیر تیمور تک پہنچتا ہے۔ باپ کی وفات کے وقت اس کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ اس وجہ سے موقع پا کر بابر نے جو اس وقت کابل میں تھا خراسان کی حکومت پر بھی قبضہ کر لیا۔ اپنے بیٹے ہمایوں کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ لیکن ۱۵۲۶ء مطابق ۹۳۲ھ میں اس نے دہلی کو فتح کر لیا۔ اس کے چار سال بعد خراسان کی حکومت مرزا سلیمان کو تفویض کر دی جو ۱۵۷۵ء مطابق ۹۸۳ھ تک اس کے پاس رہی۔ سال مذکور میں شاہ رخ مرزا پسر ابراہیم مرزا نے اس کو قتل کرنے کی سازش کی اور سلطنت پر خود قبضہ کر لیا۔ مرزا سلیمان جان بچا کر ہندوستان کو چلا آیا۔ یہاں اس وقت شہنشاہ اکبر کا دور دورہ تھا۔ اکبر نے نہایت مہربانی سے اس کا خیر مقدم کیا اور وہ یہاں رہتا رہا۔ یہاں سے وہ شاہی اہتمام کے ساتھ حج کو روانہ ہوا۔ بعد فراغت حج ۱۵۸۷ء مطابق ۹۹۵ھ میں پھر ہندوستان واپس آیا۔ ابھی سفر حجاز سے واپس ہوئے دو سال سے زائد نہ گزرے تھے کہ شنبہ کے روز ۱۲ر جولائی ۱۵۸۹ء مطابق ۸ر رمضان ۹۹۷ھ ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سلیمان بن احمد : اس نے ایک کتاب الموسومہ بہ عمدۃ بحر ہند میں جہازرانی کے متعلق ترکی زبان میں لکھی۔ یہ کتاب ۱۵۱۱ء مطابق ۹۱۷ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اسی فن میں اس نے پانچ اور کتابیں فوائد حاویہ اور تحفۃ الفحول، منہاج اور قلادۃ الشموس کے نام سے لکھی ہیں۔

سلیمان بن احمد طہرانی : معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر، دلائل النبوۃ اس کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۹۷۱ء مطابق ۲۶۰ھ میں فوت ہوا۔

سلیمان بن قتلمش : مَلک شاہ کی مدد سے جس نے اس کے باپ کو قید کر لیا تھا۔ وہ روم یا اناطولیہ کے خاندان سلجوق کا پہلا بادشاہ ہوا جس کا پایۂ تخت اقوالیم تھا۔ اس نے ۱۰۷۷ء مطابق ۴۷۰ھ میں تخت نشیں ہو کر صرف ۸ سال حکومت کی۔ آخر میں تکش بن ارغلان کے خوف سے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد ۱۰۸۵ء سے ۱۰۹۲ء تک سات سال کا زمانہ باہمی جنگ و جدل میں گزرا۔ آخر ۱۰۹۲ء میں سلیمان کے بیٹے داؤد کو سلطنت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی اور پھر اس خاندان کی حکومت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مندرجہ ذیل بادشاہ ہوئے :

(۱) سلیمان بن قتلمش۔

(۲) داؤد بن سلیمان (جس کو عرصے تک دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور ۱۰۹۲ء میں فتحیاب ہو کر تخت نشیں ہوا اور ۱۱۰۷ء میں فوت ہو گیا)۔

(۳) قلیچ ارسلان (داؤد کا بھائی تھا جو اتابک جوالی کے ساتھ جنگ میں مصروف ہونے کے * دوران میں

---

* کی حالت (عرشی)

مع اپنے گھوڑے کے نہر میں گر کر ۱۱۱۶ء میں غرق ہو گیا)۔
(۴) مسعود بن قلیچ ارسلان (۱۱۵۶ء میں فوت ہوا)۔
(۵) اعزالدین قلیچ بن ارسلان بن مسعود نے سب سے پہلے صلیبی جنگ میں عیسائیوں کی فوج کو تباہ کیا اور ۱۱۸۸ء میں فوت ہوا۔
(۶) قطب الدین ملک شاہ بن اعزالدین ۱۱۹۲ء میں معزول ہوا۔
(۷) غیاث الدین کیخسرو بن اعزالدین ۱۲۰۰ء میں معزول ہوا۔لیکن ۱۲۰۳ء میں تخت پر بٹھایا گیا۔
(۸) رکن الدین سلیمان بن اعزالدین ۱۲۰۳ء میں معزول ہوا۔
(۹) قزل ارسلان بن رکن الدین جسکو غیاث الدین کیخسرو نے ۱۲۰۳ء میں معزول کر دیا۔
(۱۰) اعزالدین کیکاؤس بن کیخسرو ۱۲۱۰ء میں تخت نشیں ہوا اور ۱۲۱۹ء میں معزول ہوا۔
(۱۱) علاء الدین کیقباد بن کیخسرو ۱۲۳۶ء یا ۱۲۳۹ء میں زہر سے مار ڈالا گیا۔
(۱۲) کیخسرو بن کیقباد چنگیز خاں کے خاندان کے بعض مغل شہزادوں نے اس کے زمانے میں حملہ کیا۔ اعزالدین کیکاؤس پھر تخت نشیں ہوا اور اپنے بھائیوں رکن الدین اور علاء الدین پسران کیخسرو کے ساتھ ۱۲۴۵ء میں حکومت کی۔
(۱۳) رکن الدین قلیچ ارسلان بن کیخسرو ۱۲۵۷ء میں بادشاہ ہوا۔
(۱۴) غیاث الدین کیخسرو بن رکن الدین ۱۲۶۷ء میں حکمراں ہوا۔
(۱۵) مسعود بن اعزالدین کیکاؤس ۱۳۰۸ء مطابق ۷۰۸ھ میں فوت ہوا۔یہ اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔

سلیمان سلطان : بادشاہ ترکی سلیم اوّل کا بیٹا تھا۔اس کی وفات پر ستمبر ۱۵۲۰ء مطابق شوال ۹۲۶ھ میں سلیمان ثانی صاحب قراں کے لقب سے تخت نشیں ہوا۔مملوکوں کو اس نے مصر میں شکست دی اور شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہ فارس سے بھی لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن آخر میں صلح کر لی۔اس کے بعد وہ یورپ کی طرف متوجہ ہوا۔ بلغراد کو فتح کیا۔ اس کے زمانے میں سلطنت کی وسعت وشان انتہا درجے کو پہنچ گئی تھی۔وہ نہایت منصف مزاج اور بات کا پکا تھا۔۷۶ سال کی عمر پائی۔۴۶ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۶۶ء مطابق ۹۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ جزائر رہوڈس، الجزائر، بغداد اور جارجیہ اسی کے زمانے میں عثمانی حدود میں شامل ہوئے۔اس نے وائنا کا بھی محاصرہ کر لیا اور بیس ناکامیاب حملوں میں اس کے ۸۰ ہزار آدمی ضائع ہوئے۔اس کے نام سے یورپ کے عیسائی لرزتے تھے۔

سلیمان سلطان ثانی : ترکی کا سلطان۔اپنے بھائی محمد رابع کے بعد ۱۶۸۷ء مطابق ۱۰۹۸ھ میں تخت نشیں ہوا۔ ۱۶۹۱ء مطابق ۱۱۰۲ھ میں فوت ہوا۔ اور اس کا بھائی احمد ثانی بادشاہ ہوا۔

سلیمان شاہ : محمد ملک شاہ سلجوقی بادشاہ فارس کا بیٹا تھا۔خود رات دن شراب نوشی اور عیش وعشرت میں مصروف رہتا۔حکومت ارسلان شاہ بن طغرل ثانی کو تفویض کر دی تھی۔۱۱۵۹ء میں وفات پائی۔

سلیمان شکوہ : داراشکوہ بن شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ ۵/اپریل ۱۶۳۵ء مطابق ۲۶/رمضان ۱۰۴۴ھ میں پیدا ہوا۔۱۶۵۵ء مطابق ۱۰۶۹ھ میں

دارا شکوہ کی شکست اور قتل کے بعد وہ سری نگر سے جہاں وہ پناہ گزیں تھا دہلی لایا گیا اور عالمگیر کے حکم سے مع اپنے بھائی سپہر شکوہ کے گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ بحالت نظر بندی قلعۂ گوالیار میں یہ دونوں شہزادے فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ سلیمان شکوہ نے ایک محل آگرے میں اپنے باپ کے محل کے پاس تعمیر کرایا تھا۔

سلیمان شکوہ مرزا : شہنشاہ شاہ عالم کا لڑکا اور اکبر شاہ بادشاہ دہلی کا بھائی تھا۔ ۲۴ رفروری ۱۸۳۸ء مطابق ۲۹ رذیقعدہ ۱۲۵۳ھ میں آگرے میں فوت ہوا اور سکندرے میں اکبر کے مقبرے میں دفن ہوا۔ اس کی قبر سفید سنگ مرمر کی ہے جس پر ایک کتبہ بہ زبان فارسی جس میں اس کا نام اور سال وفات مرقوم ہے، کندہ ہے۔ یہ شہزادہ شعر بھی کہتا تھا۔ اس نے ایک فارسی دیوان چھوڑا۔

سلیمان قرانی : بہادر شاہ افغان کی معزولی کے بعد ۱۵۴۹ء مطابق ۹۵۶ھ میں بنگال کا حاکم مقرر ہوا۔ مگر سلیم شاہ بادشاہ دہلی کی وفات کے بعد ۱۵۵۴ء م ۹۶۲ھ میں بادشاہ دہلی سے منحرف ہو کر خود مختار ہو گیا۔ اس نے صوبۂ اڑیسہ کو فتح کر کے اپنی حکومت کو وسعت دی۔ جب شہنشاہ اکبر کا زمانہ آیا تو باوجود خود مختار ہونے کے شہنشاہ اکبر کو خوش کرنے کی غرض سے وہ اکثر شہنشاہ کے حضور میں تحفے تحائف بھیجا کرتا تھا۔ ۲۵ سال حکومت کر کے ۱۵۷۲ء مطابق ۹۸۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بڑا لڑکا بایزید خاں اس کا جانشیں ہوا لیکن اس کو ایک ماہ سے زائد حکومت کرنی نصیب نہ ہوئی۔ اس کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے اس کو قتل کرا دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔

سلیم چشتی شیخ : اصلی وطن دہلی۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد سے تھے۔ ۱۴۷۸ء مطابق ۸۸۳ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ والد کا نام بہاء الدین تھا۔ خواجہ ابراہیم چشتی سے فیض باطنی حاصل کیا۔ موضع سیکری میں ایک پہاڑی پر جو آگرہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے، ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ متبرک مقامات کی سیاحت میں گزرا ہے۔ بائیس حج کیے۔ چار برس خاص مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں شیخ الہند کہلاتے تھے۔ ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۳ء میں آخری حج کر کے سیکری واپس تشریف لائے۔ شیر شاہ کے عہد میں ان کی پرہیزگاری اور نیکوکاری مشہور ہو گئی تھی۔ جب اکبر بادشاہ ہوا اور اس کی عمر ستائیس اٹھائیس برس کی ہو گئی تھی وہ یہ دیکھ کر کہ کوئی اولاد نرینہ نہیں زندہ رہتی حضرت سلیم چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اولاد کے واسطے دعا کی التجا کی۔ اس کے بعد جب اکبر کو یہ معلوم ہوا کہ بیگم کو حمل ہے تو بیگم کو سیکری میں خدمت شیخ میں بھیج دیا اور وہاں ایک حرم سرا کی عالیشان عمارت بنوائی جس کی تعمیر ۱۵۷۱ء مطابق ۹۷۹ھ میں ختم ہوئی اور پانچ لاکھ روپیہ صرف میں آیا اور اب سیکری کا نام فتحپور ہو گیا۔ ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ء میں بیگم کے فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام شیخ کے نام پر سلیم رکھا گیا اور خود شیخ نے اس کو شیخو بابا کہہ کر پکارا جو اس کا عرف ہو گیا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی نے قریب قریب اپنی کل صاحبزادیوں اور بی بی اور بہو کا دودھ تبرکاً سلیم کو پلوا دیا۔ خاص طور پر سلیم حضرت موصوف کی ان صاحبزادی کو جو شیخ اعظم بدایونی کی بی بی تھیں جن کی گود میں ایک لڑکا تھا جس کا نام شیخ جیون تھا (یہ لڑکا بڑا ہو کر نواب قطب الدین خاں خوبو کوکلتاش کے لقب سے مشہور ہوا) اپنی ماں سمجھتا تھا۔ ۹۷۹ھ مطابق ۱۳ رفروری ۱۵۷۲ء میں حضرت سلیم

چشتی کا بمقام سیکری وصال ہوا۔ وہیں مزار شریف ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ بدرالدینؒ صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بھی بڑے بزرگ اور متقی تھے۔ ریاضت کرتے ہوئے ان کا وصال ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں مکہ معظمہ میں ہوا۔

سلیم حاجی محمد : ایک دیوان کا مصنف ہے جس کو اس نے ۱۶۷۱ء مطابق ۱۰۸۲ھ میں مکمل کیا۔ اس کا پورا نام حاجی محمد اسلم ہے۔

سلیم سلطان : قسطنطنیہ میں ترکوں کا بادشاہ تھا جس کی بہادری تاریخ میں ضرب المثل ہے۔ سلطان بایزید دوم کا دوسرا لڑکا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو ایک لڑائی میں شکست دی اور پھر زہر دے کر مار ڈالا اور اپنے آٹھ بھائیوں کو قتل کیا اور خود ۶ر اپریل ۱۵۱۲ء مطابق ۱۸ر صفر ۹۱۸ھ کو تخت نشین ہوا۔ ۱۵۱۷ء میں اس بادشاہ کے وقت میں مصر فتح ہوا۔ اور مصر کے ساتھ شام، فلسطین اور عرب مسخر کیے۔ فارس پر حملہ کیا۔ آرمینیا کو ایک ترکی صوبہ بنایا۔ ہنگری کی فوج کو زیر کیا۔ ۲۱ر ستمبر ۱۵۲۰ء مطابق ۶ر شوال ۹۲۶ھ کو یکا یک پیٹھ میں ایک پھوڑا نکل آنے کی وجہ سے اسی مقام پر جہاں اس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا فوت ہوگیا۔ اسی بادشاہ کے وقت میں محمد دوازدہم خلیفہ بنوعباسیہ نے خلافت شام اس کی سپرد کر دی تھی۔ تلوار، علم اور عبائے مبارک آنحضرت صلعم بھی منتقل ہو کر اسی کے عہد میں رومی سلطنت کی حفاظت میں آئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلیمان صاحبقراں کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

سلیم سلطان ثانی : ستمبر ۱۵۶۶ء مطابق صفر ۹۷۴ھ میں اپنے باپ سلیمان ثانی کی جگہ ترکی کا بادشاہ ہوا۔ اس بادشاہ کے وقت میں جزیرہ سائپرس الجزائر اور ٹیونس فتح ہوئے۔ اسی کے زمانے میں وینس اور ہسپانیہ کے متفقہ عیسائی بیڑوں نے عثمانی بیڑے کو مقام لیپانٹو پر ۱۵۷۱ء مطابق ۹۷۹ھ میں تباہ کر دیا۔ یہ پہلی بحری شکست تھی جو سلطنت عثمانیہ کو یورپ کے عیسائیوں کے مقابلے میں ہوئی۔ اس بادشاہ کا زیادہ وقت محلات کے اندر عیش و عشرت میں صرف ہوتا تھا۔ ۹ر دسمبر ۱۵۷۴ء مطابق شعبان ۹۸۲ھ کو باون سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس کا بیٹا مراد ثالث تخت نشین ہوا۔

سلیم سلطان ثالث : مصطفیٰ سوم کا بیٹا تھا۔ ۱۷۶۱ء میں پیدا ہوا۔ اپریل ۱۸۸۹ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے روس کی ملکہ کیتھرائن ثانی سے لڑائی لڑی اور ملک کا ایک بڑا حصہ دے کر صلح ہوئی۔ تھوڑے عرصے کے بعد فرانسیسیوں نے مصر پر حملہ کیا مگر انگریزوں نے اس کو شکست دی اور ۱۸۰۱ء میں ملک چھوڑنے پر مجبور کیا۔ جاں نثاروں کی بغاوت نے سلطان سلیم کو ۲۸ر جولائی ۱۸۰۷ء مطابق جمادی الاول ۱۲۲۲ھ میں معزول کر دیا۔

سلیم شاہ سور : شیر شاہ کا چھوٹا لڑکا۔ اس کا اصلی نام جلال خاں تھا۔ بعض مؤرخ عبدالجلیل بھی لکھتے ہیں۔ بڑا عاقل اور تجربہ کار تھا۔ باپ کے مرنے پر امرائے قلعۂ کالنجر کے نیچے پندرہ ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۲۵ر مئی ۱۵۴۵ء کو تخت نشین کیا۔ بادشاہ ہونے پر اس نے اسلام خاں کا لقب اختیار کیا۔ مگر عوام میں اس کا لقب سلیم شاہ مشہور ہوا۔ ۹ برس حکومت کی۔ اعصاب سفلی میں ایک قرحہ میں سمیت پیدا ہو جانے سے ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء بمقام گوالیار انتقال کیا۔ اسی سال سلطان محمود بادشاہ گجرات اور نظام الملک بادشاہِ دکن کا انتقال ہوا۔ "زوال خسرواں" ۹۶۱ھ تاریخ وفات ہوئی۔ نعش گوالیار سے سہسرام کو پہنچائی گئی

جہاں وہ اپنے باپ شیر شاہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس کا بیٹا فیروز شاہ جس کی اس وقت بارہ سال کی عمر تھی تخت نشیں ہوا۔ اس نے صرف تین دن حکومت کی۔ بہادر خاں پسر نظام شاہ سور جو شیر شاہ کا بھتیجا اور سلیم شاہ کا سالا تھا اس نوعمر بادشاہ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور محمد شاہ عادل کا لقب اختیار کیا۔

سلیمہ بانو بیگم : سلیمان شکوہ بن دارا شکوہ کی دختر شاہزادہ محمد اکبر عالمگیر کے چوتھے لڑکے کی بیگم تھی۔ اس کا لڑکا نیکو سیر تھا جو آگرے میں شہنشاہ مشتہر ہوا اور پھر اس کو رکن الدولہ نے قید کر لیا۔

سلیمانہ سلطانہ بیگم : گل رخ بیگم کی لڑکی بابر کی نواسی تھی۔ مرزا نور الدین محمد سلیمہ کا باپ تھا۔ سلیمہ کی شادی ۱۵۵۸ء میں بیرم خاں خانخاناں کے ساتھ بمقام جالندھر ہوئی تھی۔ ۱۵۶۱ء میں بیرم کی وفات کے بعد شہنشاہ اکبر کی زوجیت میں آئی۔ اس کے بطن سے ایک لڑکی شہزادی خانم اور ایک لڑکا سلطان مراد پیدا ہوا۔ فارسی میں اچھی استعداد تھی اور شعر گوئی کی طرف بھی رغبت تھی۔ جہانگیر کے زمانے میں ۱۶۱۲ء مطابق ۱۰۲۱ھ میں فوت ہوئی۔

سمبھاجی : سیوا جی بھونسلا کا بیٹا تھا۔ جس وقت اس کا باپ مرا ہے وہ مقام پرنالے میں تھا۔ لوگوں نے راجہ رام کو جو سیوا جی کی دوسری بی بی سے تھا تخت نشیں کرنا چاہا۔ لیکن زیادہ جماعت نے اس کا ساتھ دیا۔ اپریل ۱۶۸۰ء میں اپنے باپ کی جگہ ستارے کا راجہ ہوا۔ تخت نشیں ہو کر اپنے سوتیلے بھائی راجہ رام کو قید کر لیا اور دیگر مخالفین کے ساتھ بری طرح پیش آیا۔ نو برس حکومت کی۔ اس نے اپنا زیادہ وقت عیش و عشرت میں صرف کیا۔ حکومت کے ناقابل اور خود بیں تھا۔ کل اختیارات سلطنت ایک برہمن کب کالاش نامی کو دے دیئے تھے۔ جس کے ذریعے سے وہ حرکات اس سے سرزد ہوئیں کہ لوگ متنفر ہو گئے۔ مقرب خاں نے شہنشاہ عالمگیر کے حکم سے اس کو اس کے ہمدم وزیر کب کالاش اور اس کے خورد سال پسر ساہو اور اس کی دو بیبیوں کو اگست ۱۶۸۹ء مطابق ۱۱۰۰ھ میں گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے حاضر کیا۔ بادشاہ کے حکم سے اوّل سمبھا اور کب کالاش کی زبانیں نکال لی گئیں اور پھر ان کی آنکھیں جلتے ہوئے لوہے سے بے نور کر دی گئیں۔ اس کے بعد دونوں کو قتل کرا دیا۔ ان کے پوست میں بھس بھر کر دکن کی مشہور گلیوں میں گشت کرایا گیا۔ مادۂ تاریخ ''کافر بچہ جہنمی رفت'' لکھا گیا۔

سمبھو سنگھ : اودے پور اور میواڑ کا رانا تھا۔ اس کو ۱۸۷۱ء میں جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب سرکار انگریزی کی طرف سے عطا ہوا۔ ۷/ اکتوبر ۱۸۷۴ء میں ۲۷ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ بحیثیت متبنیٰ لڑکے کے ۱۸۶۲ء میں مسند نشیں ہوا تھا۔

سمراٹ : جگناتھ۔ ایک برہمن تھا۔ اس نے جے پور کے راجہ سوائی سنگھ کے حکم سے اقلیدس کا سنسکرت میں ترجمہ کیا اس کا نام ایکھی گنتا رکھا۔

سمعانی : چھٹی صدی ہجری کا عربی مصنف تھا۔ جس نے عربی مصنفین کے حالات ''کتاب فی الانساب'' کے نام سے لکھے۔ ابن الاثیر نے اس کا خلاصہ شائع کیا۔ جلال الدین سیوطی نے اس کا دوسرا خلاصہ ''لب لباب'' کے نام سے لکھا ہے۔ سمعانی کا پورا نام ابو سعید عبد الکریم بن منصور سمعانی ہے۔

سمنانی : ایک باخدا صوفی تھے۔ ۱۳۲۹ء مطابق ۷۳۶ھ میں خواجہ کرمانی سے چھ سال پہلے فوت ہو گئے۔

سمیر سنگھ : جودھپور کا راجہ۔ راجپوتانہ کی یہ سب سے بڑی

ریاست ہے۔ یہاں کے راجہ نسلاً راٹھور ہیں جو اپنی نسل کا سلسلہ راجہ رام چندر سے ملاتے ہیں۔ ۱۸۱۸ء سے یہ سلطنت انگریزوں کی حفاظت میں آئی۔ ۱۹۱۱ء میں اپنے باپ کی جگہ موجودہ مہاراجہ تخت نشیں ہوئے۔ گزشتہ جنگ عظیم میں نوجوان مہاراجہ نے منجانب سرکار انگریزی اپنی ذاتی خدمات پیش کیں اور اس صلے میں برٹش فوج میں لفٹنٹی کا عہدہ دیا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں مہاراجہ کا انتقال ہوا اور ۲۴؍جون ۱۹۱۸ء کو مہاراجہ کے منجھلے بھائی مہاراجہ رنبھیر سنگھ مسند نشیں ہوئے۔ اس ریاست کی آمدنی اسی لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

سمیع اللہ خاں : سی۔ ایم۔ جی۔ مولوی۔ دہلی کے رہنے والے حضرت علیؓ کی اولاد سے علوی شیخ تھے۔ پیدائش ۱۸۳۴ء۔ مفتی صدرالدین خاں سے معقول کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ عالم ہونے کے علاوہ خوشنویس بھی تھے۔ خوشنویسی میں ہندوستان کے مشہور خوشنویس میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ ۱۷-۱۸ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ مگر اس طرف زیادہ توجہ نہ کی۔ تصنیف و تالیف کا شوق بھی ابتدا ہی سے تھا۔ مختصر معانی میں تلخیص پر حاشیہ لکھا جو چھپ چکا ہے۔ فلسفے کی اکثر کتابوں پر حاشیہ لکھا۔ لیکن ان کے مسودے غدر میں برباد ہو گئے۔ فارسی کے مشہور قصہ ممتاز کا اردو ترجمہ سب سے پہلے آپ نے کیا تھا۔ لیکن وہ بھی غدر میں ضائع ہو گیا۔ قانون کا امتحان دے کر وکالت کی سند حاصل کی۔ ۱۸۵۸ء میں منصف مقرر ہو گئے۔ چار برس منصفی کرنے کے بعد آگرہ اور الٰہ آباد میں گیارہ سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ ہائی کورٹ کی وکالت کرتے رہے۔ بعدہٗ ۱۸۷۳ء میں صدر الصدور مقرر ہوئے۔ علی گڑھ، الٰہ آباد، مرادآباد و فتح گڑھ میں اس عہدے پر ممتاز رہے۔ ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۵ء تک علی گڑھ میں سب جج رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سرسید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی تھی۔ علی گڑھ کالج کے قیام کی کوششوں میں سرسید کا دست راست تھے اور آخر دم تک کالج کے ممد و معاون رہے۔ ۱۸۸۶ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کی۔ ۱۸۹۲ء میں میور سنٹرل کالج الٰہ آباد کے متعلق محمڈن بورڈنگ ہاؤس مسلمان طلباء کے قیام اور تربیت کی غرض سے قائم کیا جو اس قسم کے بورڈنگ ہاؤس کی پہلی مثال تھی۔ اس قبیل کے جو بورڈنگ ہاؤس بعد کو قائم ہوئے وہ اسی کے نمونے پر ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں یورپ کا سفر کیا اور ایک بسیط سفرنامہ لکھا جس کا انگریزی ترجمہ کنور جوالا پرشاد صاحب سی۔ ایس۔ نے ۱۸۸۲ء میں کیا تھا۔ یہ سفرنامہ کئی دفعہ چھپ چکا ہے۔ نومبر ۱۸۹۲ء میں ججی کے عہدے پر پہنچ کر پنشن لی۔ دوران ملازمت میں کارِ خاص پر ۱۸۸۴ء میں مصر بھیجے گئے۔ یہاں سب سے بڑی خدمت یہ انجام دی کہ وہاں کے مسلمان انگریزی حکومت کے متعلق جو بدگمانیاں رکھتے تھے وہ رفع کر دیں۔ مصر کی خدمات کے صلے میں سی۔ ایم۔ جی۔ کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۱ء میں سفر حجاز کیا اور حج ادا کیا۔ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں شیخ الدلائل مولانا عبدالحق صاحب سے سند دلائل الخیرات حاصل کی اور شیخ ممدوح سے ان کو دلائل الخیرات کا صحیح نسخہ ہاتھ آیا جس کو انھوں نے ہندوستان واپس آ کر مع مفید حواشی کے چھپوا دیا۔ آخر زمانے میں علی گڑھ میں قیام اختیار کر لیا تھا۔ وہیں ۷؍اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۵؍ربیع الاول ۱۳۲۶ء کو انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق لاش دہلی پہنچائی گئی اور وہاں بیرون دہلی دروازہ آبائی گورستان

میں دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے الحاج نواب سربلند جنگ بہادر حمید اللہ خاں ہیں۔ جو ۱۷ ر مارچ ۱۸۶۴ء کو بمقام آگرہ پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۴ء میں ہائی کورٹ حیدر آباد میں جج و چیف جسٹس رہے۔ اب الٰہ آباد میں بیرسٹری کر رہے ہیں۔ سات سال تک رسالہ "الٰہ آباد ریویو" کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔

سمیع اللہ شیخ : سلطان بہلول لودی کے عہد میں گزرے ہیں۔ شیخ اسحاق کے بھائی تھے۔ ۱۴۹۶ء مطابق ۹۰۱ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف دہلی میں حوض شمسی کے کنارے پر واقع ہے۔

سنائی شیخ : حکیم سنائی بھی مشہور ہے۔ غزنی کا ایک مشہور شاعر تھا۔ بہرام شاہ بن مسعود شاہ غزنوی کے زمانے میں گزرا ہے۔ اس کی مشہور تصنیف جو اس نے بہرام شاہ کے سامنے پیش کی اس کا نام حدیقہ یا حدیقۃ الحقائق تھا۔ اس میں خدا کی وحدانیت اور دیگر مذہبی باتوں کا ذکر ہے اور تینتیس ہزار بیت ہیں۔ یہ کتاب ۱۱۳۱ء مطابق ۵۲۵ھ میں ختم ہوئی اور اسی سال میں مصنف کا انتقال ہوگیا۔ عمر ۶۲ سال کی پائی۔ اور رموز الانبیاء کنوز الاولیاء اور ایک دیوان بھی اس کی تصانیف ہیں۔ رقعات سنائی مرتبہ ڈاکٹر نذیر احمد علی گڑھ سے شائع ہونے والے ہیں۔

سنجر سلطان : سلطان ملک شاہ سلجوقی کا تیسرا بیٹا تھا۔ ۱۰۹۲ء میں اپنے باپ کی وفات کے بعد خراسان پر قابض ہوا۔ پھر اپنے بھائی سلطان محمد کے مرنے کے بعد وہ کل فارس کا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔ اس نے غزنوی خاندان کے بادشاہ بہرام شاہ کو جس کا دارالسلطنت لاہور تھا۔ اپنا خراج گزار بنایا۔ علاء الدین بادشاہ غور نے بہرام شاہ کو شکست دی اور غزنی لے لیا۔ بعد کو علاء الدین بھی سنجر کا مطیع ہوا۔ لیکن سنجر کو بھی طویل حکومت اور کامیابیوں کے بعد انقلاب زمانہ دیکھنا پڑا۔ ۱۱۴۰ء مطابق ۵۳۵ھ میں تاتاریوں کے ملک میں گھس کر اس نے غورخاں پر حملہ کیا اور شکست کھائی۔ اس حملے میں تمام فوج اس کی تباہ ہوگئی اور اہل وعیال قید ہوگئے۔ مال و اسباب لٹ گیا۔ ۵۴۷ھ مطابق ۱۱۵۳ء میں اس نے ترکمانوں پر جنھوں نے خراج دینا بند کر دیا تھا حملہ کیا۔ اس میں بھی وہ ناکامیاب رہا اور قید کر لیا گیا۔ چار برس کامل قید میں رہا۔ اس کی غیر حاضری میں اس کی محبوبہ سلطانہ خاتون ترکان حکومت کرتی رہی جو ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۵۶ء میں فوت ہوگئی۔ اس کے فوت ہونے پر سنجر نے قید سے فرار ہوکر آزادی حاصل کی۔ لیکن اس آزادی کے بعد وہ حکومت کا زیادہ لطف نہ اٹھا سکا اور ۱۱ ربیع الثانی ۵۵۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۱۵۷ء کو تہتر برس کی عمر میں قضا کر گیا۔ مرو میں دفن ہوا۔ اس کے مرنے سے خراسان میں خاندان سلجوقی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے دربار کے شاعر ادیب صابرؔ، رشید وطواط، عبدالواسع، جبلی، فرید کاتب، انوری، ملک عماد، سید حسین غزنوی تھے۔

سنجر شاہ : طغان شاہ ثانی کا بیٹا تکش خاں کا ہمعصر تھا۔ تکش خاں نے اس کی بیوہ ماں سے شادی کی اور اس کو متبنیٰ کر لیا۔ سنجر تکش سے باغی ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے تکش نے اس کو اندھا کر دیا۔

سنجر میر : شاہ سنجر بیجاپوری بھی کہلاتا ہے۔ میر حیدر کاشی کا لڑکا۔ سلطان ابراہیم عادل بیجاپور کے زمانے میں ایک نامی شاعر تھا۔ ۱۶۱۲ء مطابق ۱۰۲۱ھ میں مر گیا۔ ایک دیوان یادگار ہے۔

سند باد حکیم : یہ صاحب دیوان شاعر گزرا ہے۔ ۱۳۷۴ء مطابق ۷۷۶ھ میں اس نے اس دیوان کو شاہ محمود بہمنی کے نام پر معنون کیا تھا۔

سندر لال کول : ولد نوبت رائے۔ متھرا کا باشندہ دفتر خالصہ میں میر منشی تھا۔ ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء میں اس نے گل بے خزاں لکھی جو چار ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں دہلی متھرا اور بندرابن کے حالات ہیں اور چوتھے باب میں افسانہ ہے۔

سندھال دیو : امبریا۔ جے پور کا راجہ تھا۔ اس کے بعد گوکل یا کنتھل یہاں کا راجہ ہوا۔ اس کی وفات پر پوجن دیو یا پچور جی ۱۱۸۵ھ میں راجہ ہوا۔ اس نے پرتھی راج کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے بعد ملیسی اور بعدۂ یکے بعد دیگرے ذیل کے راجہ حکمراں ہوئے۔

بیجلجی، راج دیو (راج دیو کو محمود ثانی نے ۱۲۵۱ء میں شکست دی)۔

کیلن کنتل (جس نے امبر کا شہر بسایا)۔

اودے کرن

نرسنگھ

بن بیر

اودے راؤ

چندر سین

پرتھی راج (بھیم کا باپ تھا اور بھیم نے اس کو قتل کیا تھا)۔

اسکرن بھارا مل (جس کو پورن مل بھی کہتے ہیں)۔

سنقا : (ملاحظہ ہو راناسنقا)۔

سنقر : مودود بن اتا بک فرس فارسی کا لڑکا تھا جو اتا بک مظفر الدین کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سلغر بانی خاندان اتا بک کا پرپوتا ہے۔ اس خاندان کے آخری حاکم فرس بورابہ کا جانشیں ہوا اور ۱۱۴۸ء مطابق ۵۴۳ھ میں خود مختار ہو گیا اور سلجوقی سلاطین کے اثر سے آزادی حاصل کر لی۔ اپنا دارالسلطنت شیراز مقرر کیا جو عرصے تک اس کے خاندان کا پایۂ تخت رہا۔ ۱۱۶۱ء مطابق ۵۵۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی جانشیں ہوا۔ اس خاندان کے بادشاہوں کی فہرست حسب ذیل ہے :

مظفر الدین زنگی چودہ سال تک با امن حکومت کرنے کے بعد ۱۱۷۵ء مطابق ۵۷۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا تکلہ جانشیں ہوا۔

تکلہ نے خواجہ امیر الدین گازرانی کو اپنا وزیر مقرر کیا اور جس سال حکومت کی اس کی وفات کے بعد جو ۱۱۹۵ء مطابق ۵۹۱ھ میں واقع ہوئی۔ فارس کی حکومت اس کے بھائی سعد بن زنگی کے ہاتھ میں پہنچی۔

اتا بک سعد بن زنگی۔ اس کے وقت میں اصفہان پر حملہ ہوا۔ شیراز کی شہر پناہ تعمیر ہوئی اور جامع مسجد بھی اسی کے وقت کی یادگار ہے۔ تیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۲۲۶ء مطابق ۶۲۳ھ میں فوت ہوا۔

اتا بک ابوبکر اس کا بیٹا جانشیں ہوا۔ سعد بن زنگی کی یاد اب تک اہل شیراز کو عزیز اور محترم ہے۔ اتا بک ابوبکر نصر بھی کہلاتا ہے۔ اپنے باپ کا خلف الصدق تھا۔ چنگیز خاں سے اتحاد پیدا کیا اور اپنا سفیر اور تحائف بھیجے۔ چنگیز خاں نے اس کی اس تقدیم کو نظر قبول سے سرفراز کیا اور قتلق خاں کا ترکی خطاب عطا کیا۔ اس تدبیر نے فارس کو اس روزِ بد سے بچا دیا جو چنگیز خاں کے ہاتھوں سے قرب و جوار کے دوسرے صوبوں کو دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ سعدی شیرازی کی گلستاں اسی کے عہد میں لکھی گئی اور اسی کے نام پر معنون ہے۔ شیراز میں ۱۲۶۰ء مطابق ۵ رجمادی الثانی ۶۵۸ھ میں انتقال کیا۔ ۳۴ سال کا عہد حکومت پایا اور اس کا زمانہ بہت خوش حالی اور کامیابی کا دور سمجھا جاتا ہے۔ دولت شاہ مورخ تاریخ وفات ۶۶۷ھ لکھتا ہے۔

اتا بک سعد ثانی اپنے باپ ابوبکر کے انتقال کے وقت ہلاکو خاں کی فوج میں داخل تھا جس وقت خبر انتقال اس کے کان تک پہنچی فوراً تخت پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے شیراز کو روانہ ہو گیا۔ لیکن پہنچنے سے پہلے بیمار پڑا اور راستہ ہی میں راہیِ ملک بقا ہو گیا۔

اتا بک محمد اس کا شیر خوار بچہ دادا کی جگہ بادشاہ بنایا گیا۔ عملی طور پر محمد کی ماں ترکان خاتون کاروبار سلطنت انجام دیتی تھی۔ لیکن اس حالت کو ابھی ڈھائی برس نہ ہوئے تھے کہ یہ بچہ بالا خانے سے گر کر ۶۶۰ھ مطابق ۱۲۶۲ء میں مر گیا۔

محمد شاہ جو خاندان سلغر کا ایک سردار تھا بادشاہ ہوا۔ مگر خاتون ترکان نے اس کے طرز عمل سے ۸ ماہ کے بعد ناخوش ہو کر گرفتار کر لیا۔ اور ہلاکو خاں کے پاس قیدی بنا کر بھیج دیا اور اپنے رشتہ کے بھائی سلجوق شاہ کو حکومت تفویض کر دی۔ سلجوق شاہ نے اپنی قوت مضبوط کرنے کے خیال سے خاتون ترکان سے شادی کر لی۔ مگر ایک روز نشے کی حالت میں خاتون کا سر قلم کروا دیا۔ ہلاکو خاں کے بعض افسر جو حاضر تھے اس ظلم سے بہت متاثر ہوئے۔ اس ہمدردی کے جرم میں وہ بھی فوراً موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جب ہلاکو خاں کو ان معاملات کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً سلجوق کے بھائی محمد کو قتل کرا دیا۔ سلجوق خود چنگیز کے ڈر سے کازرون کو فرار ہو گیا مگر گرفتار ہوا۔ اور ۱۲۶۳ء مطابق ۶۶۱ھ میں قتل کیا گیا۔

ایش اتا بک سعد کی لڑکی تھی جو ایک سال حکمراں رہی۔ منکو تیمور کے ساتھ شادی ہوئی جو ہلاکو کا بیٹا تھا اور اسی پر اس خاندان کا جس کی ۱۲۰ سال حکومت رہی خاتمہ ہو گیا۔

سنکارا : ۷۸۸ء میں پیدا ہوا۔ بہت بڑا فلسفی تھا۔ بودھ مذہب کے زوال اور برہمو سماج کے عروج میں اس کی کوششوں کا کافی حصہ ہے۔ تو ہم عالم اور فریب ہستی کے مسئلے پر اس نے پوری وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے۔

سنگرام شاہ : جنوبی بہار میں کھر گپور کا راجہ تھا۔ اکبر کے زمانے میں مغل فوجوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور اس میں راجہ کام آیا۔ اس کا بیٹا جانشیں مسلمان ہو گیا۔

سنکھم لال : ایک ہندو شاعر تھا جس کا تخلص عزت تھا۔ مرزا جانجاناں مظہر کا شاگرد تھا اور آگرے میں ۱۷۶۰ء مطابق ۱۱۷۴ھ میں رہتا تھا۔

سوامی بھوپت رائے : قوم کا کھتری تھا۔ ملک پنجاب میں جموں کے قریب شہر پٹن میں رہتا تھا۔ اس نے سنسکرت سے فارسی زبان میں پربودہ چندر ناٹک کا ترجمہ کیا جو الٰہیات کی ایک عجیب کتاب ہے۔ اس کو مترجم نے نرائن چند کے نام سے معنون کیا ہے۔

سوامی سکرانند : انگریزی زبان کا فاضل۔ ۱۹۰۹ء میں ہندو درویشانہ لباس میں ڈربن جنوبی افریقہ میں پہنچا اور انگریزی زبان میں آریہ دھرم کی تائید میں لکچر دیئے۔

سودا : مرزا محمد رفیع نام۔ سودا تخلص۔ اس کے باپ مرزا محمد شفیع مرزایان کابل سے تھے۔ بطریق تجارت ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت اختیار کی۔ باپ کی سوداگری اس تخلص کا سبب ہوئی۔ اردو کی قصیدہ گوئی میں سب سے پہلا شاعر ہے اور ہجو لکھنے میں بھی اس کو کمال حاصل تھا۔ سراج الدین علی خاں آرزو کا شاگرد اور میر کا ہمعصر تھا۔ ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۳ء میں پیدا ہوا۔ نواب آصف الدولہ کے وقت میں لکھنؤ رہا۔ چھ ہزار روپیہ سالانہ کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ ۱۷۸۱ء مطابق ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔ کلیات سودا ایک مقبول و مشہور کتاب ہے۔

سودائی بابا ابیوردی : ایک شاعر تھا جس کا پہلے تخلص خاوری تھا۔ چونکہ یہ ننگے سر اور ننگے پاؤں گلیوں میں پھرا کرتا تھا لوگوں نے اس کو سودائی مشہور کر دیا اور پھر

یہی تخلص ہو گیا۔ یہ شاہ رخ مرزا کے زمانہ میں تھا۔ ۱۴۴۸ء میں ۸۰ برس کی عمر میں مر گیا۔

سودہؓ : زمعہ بن قیس کی لڑکی خاندان عامر بن لوی میں تھیں۔ پہلے اِن کی شادی سکران سے ہوئی تھی۔ سکران کے اسلام لانے پر کفار ان کو بہت تنگ کرتے تھے۔ ان کے مظالم سے دق ہو کر وہ حبشہ چلے گئے تھے۔ وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت سودہ بحالت بیوگی جب وہاں تکلیف اور مصیبت میں رہنے لگیں تو ناچار مکے کو واپس چلی آئیں۔ اس وقت بی بی خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ چونکہ سودہؓ اور ان کے شوہر نے اسلام کی خاطر سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی تھیں اس لیے ان کی بیکسی پر نگاہ کر کے ایامِ عدت گزر جانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرفِ زوجیت بخشا اور وہ حضور نبی اکرم صلعم کی دوسری بی بی ہوئیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ۴۳ سال تک زندہ رہیں۔ ۵۴ھ مطابق ۶۷۴ء میں وفات پائی۔

سودی: ایک ترکی شاعر تھا۔ اس نے دیوان حافظ کی شرح ترکی زبان میں لکھی۔ سوری سید علی لمعی سروری اور شمعی نے بھی دیوان حافظ کی شرحیں لکھی ہیں۔ لیکن سودی کی شرح ان سب سے بہترین خیال کی جاتی ہے۔

سورج سنگھ راجہ : اودے سنگھ راٹھور کا لڑکا اور رائے مالدیو کا پوتا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۱۵۹۴ء مطابق ۱۰۰۲ھ میں اکبر نے منصب ہزاری پر ممتاز کیا اور شاہزادہ مراد اور دانیال کی ہمراہی میں مہمات گجرات اور دکن میں متعین رہا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی مختلف خدمات انجام دیں اور پنج ہزاری منصب پایا۔ دکن میں ۱۶۱۹ء مطابق ۱۰۲۸ھ میں فوت ہوا۔ اس کا بیٹا گج سنگھ جانشیں ہوا۔

سورج مل جاٹ : بھرت پور کا راجہ تھا۔ باپ کا نام بدن سنگھ تھا۔ ۱۷۵۰ء مطابق ۱۱۶۳ھ سے کچھ سال پہلے باپ کی گدی پر بیٹھا۔ ہندوستان سے احمد شاہ ابدالی کی روانگی کے بعد سورج مل نے سلطنت مغلیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان تمام مقبوضات پر جو آگرے کے ماتحت تھے قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ خاص آگرہ بھی لے لیا مگر آخر کار نجیب الدولہ روہیلہ سردار کے ہاتھ سے دسمبر ۱۷۶۳ء مطابق ۱۱۷۷ھ میں روہیلوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا بیٹا جواہر سنگھ گدی نشیں ہوا۔

سورداس : سارسوت برہمن رامداس کا بیٹا۔ موضع سینہی (قریب دہلی) میں ۱۵۴۰ء میں پیدا ہوا۔ سوامی بلبھ اچارج کا چیلا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں کے مشاہدات ناجائز کے نظاروں سے متاثر ہو کر دونوں آنکھوں کی پتلیاں خود نکال ڈالیں۔ اس نے بندرابن میں دریائے جمنا کے کنارے فقر و قناعت کی زندگی بسر کی۔ متھرا بھی رہتا تھا۔ اس کی شاعری بالکل سادہ اور نیچرل ہے جس میں بہت زیادہ دوہے کرشن کی تعریف میں پائے جاتے ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ تان سین دربار اکبری کا مشہور موسیقی داں اسی کے زمانے میں تھا اور اکثر اس سے ملنے آتا تھا۔ غالباً ۱۶۲۰ء میں انتقال کیا۔ فن موسیقی کا ماہر تھا۔ چنانچہ اس فن میں سورساگر اس کی مشہور تصنیف ہے۔

سوز : سید محمد کا تخلص ہے۔ شہنشاہ عالم کے عہد میں اردو شاعر تھا*۔ اس کا ایک مختصر دیوان موجود ہے۔ درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ ۸۰ سال کی عمر پائی۔

* خط نستعلیق، خط شفیعا اور تیر اندازی میں ماہر تھا۔ شہسواری میں کافی دسترس تھی اور علم مجلس بھی خوب جانتا تھا۔ بے حد ظریف اور خوش تقریر تھا۔ نواب آصف الدولہ اور ان کے وزیر نواب سرفراز الدولہ کے یہاں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی (عرشی)

۱۷۹۷ء مطابق ۱۲۱۲ھ* میں فوت ہوا۔ بقول صاحب مراۃ الخیال اس تخلص کا ایک دوسرا شاعر بھی جو فارسی زبان میں شعر کہتا تھا عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے جو بخارا کا رہنے والا تھا۔

سوزاں : نواب احمد علی خاں شوکت جنگ کا تخلص ہے جو نواب افتخار الدولہ مرزا علی خاں کا بیٹا اور نواب سالار جنگ کا بھتیجا تھا۔ لکھنؤ میں آصف الدولہ کے زمانے میں اردو کا اچھا شاعر گزرا ہے۔

سوزنی حکیم : شمس الدین محمد سمرقندی کا تخلص ہے۔ بعض مؤرخ اس کو نخشب کا رہنے والا بتاتے ہیں۔ اس کا سلسلۂ نسب حضرت سلمان فارسی سے ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بہ زمانۂ طالب علمی جب وہ بخارا میں رہتا تھا۔ ایک سوزن ساز سے اس کو محبت ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اپنا تخلص سوزنی رکھا۔ وہ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتا تھا۔ اس کے اشعار ظرافت کی چاشنی کے لیے خاص طور پر مشہور ہیں۔ قصائد سوزنی جس میں ۸ ہزار اشعار ہیں اب بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس نے ۱۱۷۳ء مطابق ۵۶۹ھ میں بمقام سمرقند ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سوید بن صامت : مدینے کا رہنے والا تھا۔ خاندان انصار سے تھا۔ شاعری اور جنگ آوری میں کمال رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب اس کو کامل کے لقب سے پکارتے تھے۔ کتاب مسمیٰ امثال لقمان اس کے ہاتھ آ گئی تھی جس کو وہ آسمانی کتاب سمجھتا تھا۔ ایک دفعہ وہ حج کی غرض سے مکے میں آیا۔ آنحضرت صلعم نے اس وقت تک ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ آپ اس کے کمال کی شہرت سن کر اس سے ملنے کو تشریف لے گئے۔ سوید نے امثال لقمان کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے اور یہ کہہ کر قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں۔ سوید نے بہت تعریف کی۔ اگرچہ با قاعدہ اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن مدینے واپس جا کر جب تک زندہ رہا اس کا میلان اسلام کی طرف باقی رہا۔ جنگ بعاث (اوس و خزرج میں جو خانہ جنگیاں مدینے میں ہوئی تھیں ان کی سب سے آخری لڑائی اسی نام سے مشہور ہے) میں ہجرت سے قبل مارا گیا۔

سہیلی خراسانی : اس کا پورا نام شیخ امیر احمد سہیلی تھا۔ سلطان حسین مرزا بادشاہ ہرات کا مہر بردار تھا۔ اس نے ایک دیوان چھوڑا ہے۔ ۱۵۰۱ء مطابق ۹۰۷ھ میں وفات پائی۔

سیاجی راؤ : سوم۔ گیکوار۔ (سر) ہز ہائینس۔ ۱۸۷۵ء میں بڑودہ کی ریاست پر مسند نشیں ہوئے۔ اس ریاست کے حکمراں تاریخ میں گیکوار کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ ریاست کے تاریخی حال کے لیے (ملاحظہ ہو پیلاجی) راجہ کا خاندانی لقب سینا خاص خیل شمشیر بہادر ہے۔ ۱۸۷۷ء کے دربار میں فرزند خاص دولت انگلشیہ کا خطاب عطا ہوا۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کے خطاب سے ممتاز ہیں۔ اکیس توپیں سلامی کی مقرر ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں ذی اختیار ہوئے۔ اس ریاست میں بہت سی اصلاحات موجودہ حکمراں کے عہد میں عمل میں آئیں۔ پنچایت دیہی کا قاعدہ جاری ہوا۔ واضعان قانون کی کونسل بنائی گئی۔ دیہاتی وزراعتی بنک قائم ہوئے۔ مدارس کو ترقی ہوئی۔ اس وقت کل ریاست میں دو ہزار سات سو انیس مدرسے ہیں۔ جن میں سے چند ہائی اسکول ہیں۔ ایک کالج ہے۔ رعایا کو ابتدائی تعلیم مفت اور جبریہ دی جاتی ہے۔ تعلیم کا کل صرفہ بیس لاکھ ہے۔ گشتی کتب خانے

* ۱۲۱۳ھ (عرشی)

جاری ہیں جو گاؤں گاؤں گشت لگاتے رہتے ہیں۔ اس ریاست کی کل فوج باقاعدہ (پانچ ہزار چھیاسی ہے) اور بے قاعدہ تین ہزار آٹھ سو چھ ہے۔ مردم شماری بیس لاکھ ۳۲ ہزار سات سو اٹھانوے۔ آمدنی ایک کروڑ بانوے لاکھ ساٹھ ہزار دو سو نواسی ہے۔

سیامک : قیومرس کا بیٹا ہوشنگ کا باپ۔ خاندان پیشدادفارس کا دوسرا بادشاہ تھا۔

سیادت : میر جمال الدین محدث کا بیٹا تھا۔ ۱۶۷۰ء مطابق ۱۰۸۱ھ میں حیات تھا اور ایک دیوان اس کی تصنیف ہے۔

سیتل چند : (لالہ) آگرے میں رہتا تھا۔ غدر سے پہلے مدرسۂ آگرہ میں مدرس تھا۔ اس نے تعریف العمارت کے نام سے نہایت محنت وکاوش اور تحقیق سے اکبرآباد آگرہ کی ایک ایک عمارت کا حال لکھا اور اس کے نقشے شامل کیے۔ یہ کتاب نہایت مفید اور پُر از مفید معلومات ہے۔

سید احمد : مشہور سید جلال بخاری کا بھائی ہے۔ داراشکوہ نے ۱۶۵۹ء میں اس کو گجرات کی حکومت پر چھوڑا۔ اس کے بڑے بھائی کا نام سید جعفر خاں تھا۔ اس کا مقبرہ تاج گنج آگرہ کے پاس ہے۔

سید احمد : (مولوی) وطن دہلی۔ ان کے آباواجداد عرب سے بخارا کی راہ ہندوستان آئے۔ مشرقی علوم میں اچھی دستگاہ تھی۔ انھوں نے اردو زبان کی خاص طور پر خدمت کی۔ نظام حیدرآباد کے یہاں سے ۵۰ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر تھا۔ ایک ضخیم کتاب فرہنگ آصفیہ کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب زبان اردو کا تنہا جامع لغت ہے جو ان کی یادگار ہے۔ ۱۰ رمئی ۱۹۱۸ء کو بمقام دہلی انتقال ہوا۔

سید احمد بریلوی : سید محمد عرفان کے بیٹے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ پیدائش یکم مئی ۱۲۰۱ء بمقام رائے بریلی ہوئی۔ ایام طفولیت ہی سے جہاد کا شوق تھا۔ بچپن میں اسی کا کھیل کھیلتے تھے۔ بالغ ہوکر مساکین ومحتاجین کی اعانت وخدمت شروع کر دی۔ دہلی جاکر شاہ عبدالعزیز صاحب کے مرید ہوئے اور رفتہ رفتہ آپ پر خود امورات ربانی ظاہر ہونے لگے۔ سرکار انگریزی اور امیر خاں نواب ٹونک کی لڑائی میں آپ نے صلح کرادی پھر دہلی تشریف لے گئے وہاں بھی سلسلہ فیوض جاری رہا۔ مولینا عبدالحئی اور مولینا اسمٰعیل نے ان سے استفادہ حاصل کیا۔ مظفرنگر، سہارنپور، رامپور، بریلی، شاہجہاں پور وغیرہ میں وعظ و پند کر کے عامۂ خلائق کو راہِ راست پر لائے اور متبع سنتِ نبوی بنالیا۔ ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں مع چار سو آدمیوں کے الہ آباد، بنارس، پٹنہ ہوتے ہوئے کلکتے پہنچے اور وہاں تین ماہ قیام کر کے بذریعہ جہاز ۱۲۳۷ھ کو حرم محترم میں داخل ہوئے۔ حج کے بعد مکہ معظمہ قیام کرتے ہوئے ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں وطن واپس آئے۔ اسی ضمن میں اہل عرب، روم، مصر، شام اور بخارا وغیرہ آپ سے بہت کچھ فیضیاب ہوئے۔ ایک دفعہ رامپور میں چند افغانیوں کی زبانی سنا کہ سکھوں نے مسلمان عورتوں کو جبراً سکھ بنا کر ان پر تصرف کرلیا ہے۔ اس پر سید صاحب نے جہاد کا ارادہ کیا اور یہ دیکھ کر کہ سکھ اسلامی آزادی میں مخل ہیں تمام ملک میں وعظ کہہ کر جوش پیدا کیا۔ بہت سے آدمی آپ کے شریک ہوگئے۔ چنانچہ ایک طولانی سفر کے بعد آپ مع دس گیارہ ہزار ہندوستانی جاں نثاروں کے پشاور پہنچے اور وہاں سے ہشت نگر جاکر ایک تحریری اعلام نامہ حسب قاعدہ شرعی دربار لاہور میں بھیجا کہ یا تم مسلمان ہو جاؤ یا مطیع ہوکر جزیہ دو ورنہ جنگ کی

تیاری کرو۔ دربار لاہور سے اس کا کچھ جواب نہ ملا۔ بدھ سنگھ راجہ نے ان کے قاصد کو دربار سے نکلوا دیا اور دس ہزار لشکر کے ساتھ مقابلے پر آ گیا۔ سید صاحب بھی اپنی ہمراہیوں کو لے کر نوشہرہ آئے۔ دونوں فوجیں دریائے گنڈھ کے دونوں کناروں پر تھیں۔ ۲۰ رجمادی الاول ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۱ ردسمبر ۱۸۲۶ء میں بہت بڑی لڑائی ہوئی اور نہایت کشت وخون ہونے کے بعد سکھوں کو ہزیمت ہوئی اور ان کے سات سو آدمی قتل اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ اس کے دو روز بعد خادی خاں سردار قلعہ ہنڈ سید صاحب کا مرید ہو گیا۔ اور اس نے ۴۶ افغانوں کی جمعیت میں یہاں کے خضرو نامی بازار کو جو سکھوں کا مقبوضہ تھا لوٹ لیا۔ اسی لڑائی میں وہ شہید ہوئے۔

سید احمد خاں : (سر) والد کا نام محمد متقی خاں۔ سلسلۂ نسب ۳۶ واسطوں سے آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔ امام محمد متقی ابن امام موسیٰ رضا علیہ السلام ان کے اجداد میں داخل ہیں۔ اس لیے وہ اپنے کو تقویٰ سید کہتے تھے۔ سرسید کے مورثِ بنی امیہ کے زمانے میں عرب سے دامغان (ایران) آئے اور وہاں سے ہرات میں آ کر مستقل سکونت اختیار کی۔ شاہجہاں کے عہد میں یہ خاندان ہندوستان آیا۔ اس وقت سے لے کر اکبر شاہ ثانی کے عہد تک یہ خاندان برابر شاہان مغلیہ کے دربار میں معزز و مفتخر رہا۔ ۵ رذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷ اراکتوبر ۱۸۱۷ء کو سرسید دہلی میں پیدا ہوئے۔ سرسید کی تعلیم اسی پرانے طریقے سے ہوئی جو اس وقت کے مسلمان شرفا میں رائج تھا۔ پہلے قرآن مجید پڑھا۔ پھر فارسی، عربی کی معمولی درسی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ریاضی، ہیئت اور طب کا شوق ہوا۔ چند ماہ تک مطب بھی کیا۔ ۱۸-۱۹ برس کی عمر میں پڑھنا چھوڑ کر ملازمت شروع کی۔ لیکن بحالت ملازمت بھی ان کی طالب علمانہ زندگی برابر جاری رہی۔ سب سے پہلے صدر امین دہلی کے سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۸۳۹ء میں کمشنری آگرہ کے نائب منشی ہوئے۔ انھیں دنوں میں ایک دستور العمل ترتیب دفتر کا بنا لیا۔ ایک تاریخی جدول بھی اسی زمانے میں مرتب کی جس میں ۴۳ بادشاہوں کا مختصر حال ۱۷ خانوں میں لکھا گیا ہے۔ یہ فہرست ۱۸۴۰ء میں چھپ کر "جام جم" کے نام سے شائع ہوئی۔ قوانین دیوانی کا ایک خلاصہ امیدواران امتحان منصفی کے لیے تیار کیا جس کو گورنمنٹ نے پسند کیا اور اس کے صلے میں وہ ۱۸۴۱ء میں مین پوری کے منصف مقرر کر دیے گئے۔ یہ خلاصہ انتخاب الاخوین کے نام سے شائع ہوا تھا۔ منصفی کے زمانے میں نہ صرف تالیف وتصنیف بلکہ تحصیل علوم کا شغل بھی جاری رہا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے زمانے میں سرسید بجنور کے منصف تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے غایت درجہ کی دلیری اور وفاداری کا اظہار کیا۔ غدر کی خیر خواہی میں ایک باغی مسلمان رئیس کا بڑا علاقہ اِن کو دیا جاتا تھا۔ لیکن انھوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ مگر گورنمنٹ نے اِن خدمات کا اعتراف ایک خلعت قیمتی ایک ہزار اور دو سو روپیہ ماہوار کی پولٹیکل پنشن دینے سے کیا جو اس وقت تک ان کے خاندان میں جاری ہے۔ غدر کے بعد سرسید کی ترقی مراد آباد کی صدر الصدوری پر ہوئی اور کمیشن تحقیقات جائداد منضبطہ باغیان کے ممبر مقرر ہوئے۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھ کر گورنمنٹ پر یہ ثابت کیا کہ رعایائے ہندوستان اور خاص کر مسلمانوں پر غدر کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ انھوں نے نہایت دلیری سے ظاہر کر دیا کہ اس کا الزام خود گورنمنٹ پر عائد ہوتا ہے۔ سرسید کی یہ

کتاب جب ترجمہ ہو کر پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تو ایک ممبر پارلیمنٹ نے اس کو باغیانہ قرار دیا۔لیکن آخر میں گورنمنٹ نے ان شکایات کا جن کو سرسید نے بغاوت کا سبب قرار دیا تھا انسداد کرنا شروع کیا۔اسی زمانے میں سرسید نے ایک مجموعہ ان مسلمان اشخاص کے حالات کا شائع کیا جنھوں نے غدر میں خیر خواہی کی تھی۔ یہ رسالہ ''لائل محمڈن آف انڈیا'' کے نام سے شائع ہوا۔ غدر کے بعد انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی ترقی صرف اس طریقے سے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے علوم مذہبی کے ساتھ ساتھ علوم مغربی بھی حاصل کریں۔ چنانچہ انھوں نے حالت ملازمت ہی میں مرادآباد اور غازی پور میں مدرسے قائم کیے۔اس کے بعد ۱۸۶۹ء میں انگریزوں کی تعلیمی حالات بچشم خود دیکھنے نیز ولیم میور کی کتاب ''لائف آف محمد'' کا جواب لکھنے کی غرض سے ولایت کا سفر اختیار کیا اور وہاں خطبات احمدیہ جو آپ کی مشہور کتاب ہے انگریزی میں طبع ہوئی جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا۔ ۱۸۷۵ء میں مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ میں قائم کیا۔ ۱۸۸۶ء میں مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی غرض سے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد ڈالی۔ مغربی علوم کے شیوع سے جو مضر نتائج پیدا ہوتے تھے ان کے انسداد کے لیے تہذیب الاخلاق جاری کیا اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی بھی مدتوں ایڈیٹری کی۔

۱۸۷۶ء میں سرسید سب ججی سے پنشن یاب ہو کر علی گڑھ میں قیام پذیر ہوئے اور مسلمانوں کی تعلیمی اور پولٹیکل خدمت آخر دم تک کرتے رہے۔ ۱۸۸۸ء میں نائٹ کمانڈر (طبقۂ اعلیٰ ستارۂ ہند) کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۹ء میں اڈنبرا کی مشہور یونیورسٹی نے ایل۔ ایل۔ ڈی۔ کی ڈگری عطا کی۔ ۲۷ رمارچ ۱۸۹۸ء کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ وہیں کالج کی مسجد میں دفن ہوئے۔ آپ نے علاوہ دیگر قومی وملکی خدمات کے تصانیف بھی بکثرت چھوڑیں جو تین حصوں پر تقسیم ہو سکتی ہیں۔ مذہبی، تاریخی، علمی۔ زیادہ حصہ مذہبی ہے جس میں خطبات احمدیہ، تفسیر القرآن ہے جو مکمل نہ ہو سکی اور تاریخی تصانیف میں آثار الصنادید، اسباب بغاوت ہند، سلسلۃ الملوک وغیرہ مشہور ہیں۔ علمی تصانیف میں تسہیل فی جرالثقیل، فوائد الافکار فی اعمال الفرجار وغیرہ یادگار ہیں۔ سرسید کی لائف انگریزی میں لفٹنٹ کرنل گریہم نے لکھی تھی جو ۱۸۸۵ء میں ان کی زندگی میں شائع ہو گئی تھی۔ ان کے انتقال پر چند مختصر سوانح عمریوں کے علاوہ مولانا حالی کی مؤلفہ حیات جاوید ۱۹۰۱ء میں بہ زبان اردو شائع ہوئی۔

سید احمد کبیر : سید جلال بخاری کے دادا تھے۔ اولیاء کرام میں سے ہیں۔ بمقام دہلی شاہ محمد خیالی کے مقبرے کے پاس مزار ہے۔

سید حسن : (بلگرامی) یہ بلگرام کے خاندان سادات کے ایک قابل رکن تھے۔ انھوں نے ڈاکٹری میں آئی۔ ایم۔ ایس۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد فوجی ملازمت اختیار کی اور میجر کے درجے تک ترقی پائی۔ تقریباً ۱۸۹۲ء میں پنشن لے لی پھر بہت عرصے تک لندن میں سکونت پذیر رہے۔ انتقال سے تین سال قبل اپنی زندگی قومی خدمات کے لیے وقف کر دی۔ اور سب سے پہلے موقع پر تعلیمی کانفرنس لکھنؤ کے جلسے میں صدر انجمن بن کر ایک پُر زور تقریر کی پھر علی گڑھ میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۳۰ رمئی ۱۹۱۵ء کی شب کو شملے میں انتقال کیا اور علی گڑھ میں دفن ہوئے۔

سید حسین : غزنی کا رہنے والا۔ بمقام ہرات بماہ ۱۳۰۷ء مطابق شوال ۱۷۰۷ھ میں ۱۱۷ سال کی عمر میں

فوت ہو گیا۔ نزہت الارواح اور کنزالرموز اس کی تصانیف ہیں۔

سید حسین خنگ سوار : شہاب الدین غوری کے ساتھ ہندوستان آئے جس نے ۱۱۹۲ء مطابق ۵۸۸ھ میں اپنی فتوحات کے بعد ان کو ناظم اجمیر مقرر کیا۔ چند سال کے بعد انتقال ہو گیا اور اس پہاڑی پر ان کا مزار ہے جہاں پہلے قلعہ اجمیر تھا جو زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ خنگ سوار اس وجہ سے مشہور ہیں کہ ہمیشہ سفید گھوڑا سواری میں رکھتے۔ خنگ فارسی میں ایسے سفید گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سیاہی و سبزی کو لیے ہوئے سپید ہو یعنی سبزہ۔

سید حسین شہید امیر: ایک بزرگ تھے جو ۹ رمئی ۱۵۳۸ء مطابق ۹ رذی الحجہ ۹۹۴ھ میں ہمایوں کے زمانے میں شہید ہوئے۔ اور آگرے میں نائی کی منڈی کے قریب دفن ہوئے۔ ان کا مزار اب تک موجود ہے۔

سید حسین مخدوم : سلطان نظام الدین اولیاء کے ہمعصر تھے اور سیر الاولیاء ان کی تصنیف ہے۔

سید سلیمان : (ندوی) والد کا نام حکیم سید ابوالحسن دیسنہ صوبۂ بہار کے رہنے والے ہیں۔ ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ نسباً رضوی سادات ہیں۔ ۱۹۰۴ء لغایۃ ۱۹۱۱ء مولینا شبلی مرحوم کے زیر تربیت رہے۔ ۱۹۰۷ء میں دستار بندی ہوئی اور اس وقت سے ۱۹۱۱ء تک "الندوہ" کی ایڈیٹری کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۱۲ء میں مشہور اخبار "الہلال" کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں داخل ہوئے۔ جنوری ۱۹۱۴ء میں دکن کالج پونہ کے عربی و فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۱۴ء میں مولانا شبلی کی وفات پر کالج سے قطع تعلق کر کے دارالمصنفین اعظم گڑھ کی بنیاد ڈالی اور "معارف" جاری کیا۔ ۱۹۱۵ء میں انجمن ترقی اردو کانفرنس پونہ کی صدارت کی۔ بمبئی ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر ہوئے۔ اب سیرۃ نبویؐ کی ترتیب اور تکمیل مین مصروف ہیں۔ ارض القرآن، لغات جدیدہ، دروس الادب، حیات مالک وغیرہ کے مصنف اور مولف ہونے کا فخر حاصل ہے۔

سید شریف جرجانی : (ملاحظہ ہو شریف جرجانی)۔

سید علی ہمدانی : ہمدان کے رہنے والے۔ سادات عظام میں سے تھے۔ امیر تیمور کی ناراضی کی وجہ سے ترک وطن کر کے سلطان قطب الدین کے زمانے میں کشمیر آئے۔ سات سو مریدوں کی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ یہ ۱۳۸۰ء مطابق ۷۸۲ھ کا زمانہ تھا۔ چھ برس تک کشمیر رہے۔ اس جگہ کو وہ باغ سلیمان کہتے تھے۔ جب فارس واپس جارہے تھے راستہ میں بمقام بکلی انتقال کیا۔ ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی بھی ان کے بعد تین سو سیدوں کے ساتھ کشمیر آ کر آباد ہوئے۔ اور بارہ برس تک وہاں رہے۔ انھوں نے جابجا کشمیر میں حجرے بنوادیئے تھے جو کہ اشاعت اسلام کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے ہزارہا آدمی مسلمان ہو گئے۔ کشمیری سادات اب تک وہاں موجود ہیں۔

سید علی بن شہاب الدین ہمدانی : تذکرۃ الملوک اس کی تصنیف ہے۔ اس میں مذہب اصول دین اور بادشاہوں کے فرایض کا بیان ہے۔

سید محمد : ایک شاعر تھے جن کا تخلص رند ہے۔ (ملاحظہ ہو رند)۔

سید محمد : اسرار علوم بہ زبان عربی اسی کی تصنیف ہے۔

سید محمد : (آزاد) مشرقی بنگال کے ایک مشہور و متمول خاندان سے تھے۔ پیدائش ۱۸۴۶ء بمقام ڈھاکہ۔

فارسی و اردو میں آغا احمد علی اصفہانی مصنف مؤید برہان کے شاگرد رشید تھے۔ انگریزی میں بھی معمولی قابلیت رکھتے تھے۔ ابتداءً سب رجسٹرار ہو کر کلکتے کے پریسڈنسی مجسٹریٹ اور بالآخر انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن ہو گئے۔ دو مرتبہ بنگال کی کونسل کے ممبر منجانب گورنمنٹ مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں پنشن لے لی اوّل اوّل دوربین (فارسی اخبار) میں مضمون لکھے۔ پھر ۱۸۷۴ء سے اودھ پنچ لکھنؤ کی جس کی شہرت کے ساتھ خود بھی بہت مشہور ہوئے نامہ نگاری کی۔ ان کی پُر مذاق تحریروں میں ڈکشنری مہذب، نامہ و پیام، سوانح عمری مولانا آزاد مشہور تصانیف ہیں۔ علاوہ بریں ان کے مضامین کا مجموعہ "خیالات آزاد" کے نام سے ایک کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے۔

سید مولا: ایک فقیر جہاندیدہ تھے۔ جرجان کے رہنے والے۔ ہندوستان میں حضرت بابا گنج شکر فریدؒ کی شوق قدمبوسی میں آئے۔ کچھ دنوں بابا صاحب کی خدمت میں اجودھن میں قیام کر کے بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی پہنچے۔ یہاں ایک عظیم الشان خانقاہ بنوائی۔ فقیر اور مسافر اس خانقاہ میں فروکش ہوتے تھے۔ سید مولا ان کو پُرتکلف کھانے کھلاتے تھے۔ لیکن خود چاول کی روٹی پر گزر کرتے تھے۔ پوشاک میں صرف ایک چادر اوڑھنا بچھونا تھی۔ لونڈی، غلام، خدمات گار کوئی نہ رکھتے تھے۔ بی بی بچے بھی نہیں تھے۔ دن رات ریاضت میں گزرتی تھی۔ نذر نذرانہ بھی کسی کا قبول نہ کرتے لیکن باوجود اس حالت کے باورچی خانے کا خرچ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ آمدنی کہاں سے آتی ہے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو کیمیاگر بتاتے تھے۔ ان کے باورچی خانے میں ہزار من میدہ پانسو من گوشت دو تین سو من شکر اور کئی من گھی وغیرہ روزانہ صرف ہوتا تھا۔ ان کا قاعدہ تھا کہ جب انھیں کسی شخص کو کوئی چیز عطا کرنا یا کسی سے کوئی چیز خریدنا ہوتی تو یہ کہہ دیتے کہ اس بوریے کے نیچے فلاں مقام پر اس قدر رقم رکھی ہے۔ چنانچہ بوریا اٹھا کر لینے والے کو اسی قدر رقم مل جاتی۔ قاضی جلال الدین بخاری بہت زیادہ معتقد ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی خصوصیت کی نوبت یہاں تک پہنچائی کہ سید کو سلطنت کی ترغیب دینے لگے اور خانقاہ میں درباداری کی ابتدا ہو چلی۔ مریدوں کو خطاب دیئے جانے لگے۔ بادشاہ کے قتل کے منصوبے باندھے گئے۔ بالآخر جب بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں بادشاہ نے ان کو ۱۲۹۱ء مطابق ۶۹۰ھ میں ہاتھی کے پیر سے کچلوا کر مروا ڈالا۔

سیدہ نفیسہ: حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے زید کی پوتی تھیں۔ ان کی پیدائش ۱۴۴ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی۔ حافظہ قرآن علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں کامل تھیں۔ ۱۵۶ھ مطابق ۷۷۲ء میں جب خلیفہ منصور نے ان کے والد حسن کو قید کر لیا تو وہ مکہ سے مصر کو چلی گئیں اور آخر دم تک وہیں رہیں۔ ۲۰۸ھ مطابق ۸۲۳ء میں بماہ رمضان بحالت صوم بعمر ۶۴ سال وفات پائی۔ ان کا مزار آج تک زیارتگاہ خاص و عام ہے۔ یہ موقع مصر قدیم اور قاہرہ کے درمیان واقع ہے۔

سیدی علی کپدان: سلطان سلیمان اول شہنشاہ قسطنطنیہ کے بحری بیڑے کا کپتان تھا۔ رسالہ مراۃ الممالک اس کی تصنیف ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں ہندوستان سے قسطنطنیہ تک کے سفر کا حال لکھا۔ دوسری تصنیف محیط ہے۔ اس کتاب میں بہ زبان ترکی بحر ہند کی جہازرانی کا حال ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے دسمبر ۱۵۵۴ء مطابق محرم ۹۶۲ھ میں

احمد آباد، گجرات میں ختم کیا۔ اس کا ترجمہ بیرن جوزف وان ہیمر Baran Joseph Van Hammer پروفیسر زبان ہائے مشرقی (دانیا) نے کیا اور جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ۱۸۳۷ء میں اس کو شائع کیا۔

سیرتی : ایک ایرانی شاعر تھا جس کو قصیدہ گوئی میں خاص شہرت حاصل تھی۔ اس نے صادق خاں اور اس کے بیٹے جعفر خاں رازی بادشاہ فارس کی مدح میں چند قصیدے لکھے۔ جعفر خاں رازی ۱۷۸۵ء مطابق ۱۱۹۹ھ میں فوت ہو گیا۔

سیف الدولہ : ہمدان کا شاہزادہ تھا جس نے ۹۶۷ء مطابق ۳۵۶ھ میں حکومت کی۔

سیف الدولہ : اس کا اصلی نام میر نجابت علی خاں تھا۔ میر جعفر علی خاں حاکم بنگال اور اڑیسہ کا پسر دوم تھا۔ بجائے اپنے بھائی نجم الدولہ کے جو بعارضۂ چیچک مئی ۱۷۶۶ء مطابق ذی الحجہ ۱۱۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔ تخت نشیں ہو کر سیف الدولہ کا لقب اختیار کیا۔ انگریزوں نے اس کا وظیفہ مقرر کر کے اس کو ناظم بنا دیا۔ نظامت کا کام اس کا ایک نائب انجام دیتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ تین سال دس ماہ زندہ رہا اور ۱۰/مارچ ۱۷۷۰ء مطابق ۸/ذی قعدہ ۱۱۸۳ھ کو فوت ہوا۔ اس کا چھوٹا بھائی مبارک الدولہ جانشیں ہوا۔

سیف الدولہ : یہ پیشتر بیکانیر کا ہندو راجپوت تھا۔ الہ آباد میں مرزا محسن نذر محمد قلی خاں گورنر الہ آباد کی ملازمت میں تھا۔ ۱۸۶۶ء میں مسلمان ہو گیا اور چند ضلعوں کا جن کی سالانہ مالگزاری بیس لاکھ کے قریب تھی ناظم بنایا گیا۔ سیف الدولہ کا خطاب پایا۔

سیف الدولہ : علاء الدین حسن غوری کا بیٹا تھا جس کی بجائے وہ ۱۱۵۶ء مطابق ۵۵۱ھ میں غور اور غزنی کی بادشاہت پر جانشیں ہوا اور غزنی کا صوبہ اپنے چچازاد بھائی غیاث الدین محمد بن سام کو حوالہ کر دیا۔ غزان ترکمانوں سے لڑائی لڑ کر فتحیاب ہوا۔ ۱۱۶۳ء مطابق ۵۵۸ھ میں سات سال حکومت کرنے کے بعد مارا گیا۔ سید غیاث الدین اس کا چچازاد بھائی تخت نشیں ہوا۔

سیف الدین اسفرا قاطی : اسفرا قاط (ماوراء النہر) کا ایک شہر ہے وہاں کا باشندہ تھا اور شاعر بھی۔ الپ ارسلان بادشاہ خوارزم کے عہد میں جو ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء میں فوت ہوا ہے گزرا ہے۔ اس سے دیوان فارسی یادگار ہے جس میں بارہ ہزار شعر ہیں۔

سیف الدین لاچین امیر : قبیلۂ لاچین کا ایک ترک تھا۔ ۱۲۵۳ء مطابق ۶۵۱ھ میں ہندوستان آیا اور چند شاہان دہلی کی ملازمت میں رہا۔ اس کے بیٹے اعز الدین علی شاہ حسام الدین احمد اور ابوالحسن تھے۔ یہ ابوالحسن وہی ہیں جو امیر خسرو کہلاتے ہیں۔

سیف المظفر نو بہاری : مصنف دُرّ المجالس جس میں ابو سعید ابوالخیر کے زمانے تک جو ۱۰۴۸ء مطابق ۴۴۰ھ میں فوت ہوا مختلف اشخاص کی کہانیاں درج ہیں اور جنت اور دوزخ کا بیان ہے۔

سیف خاں بن ابراہیم خاں : ابراہیم خاں فتح جنگ حاکم بنگال کا لڑکا نور جہاں کی بہن ملکہ بانو بیگم کے بطن سے تھا۔ اس کی خالہ نور جہاں نے بوجہ لاولد ہونے کے اسے محل شاہی میں پرورش کیا تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے اس کے جوان ہونے پر اس کو حاکم بردوان مقرر کر دیا۔ شہنشاہ جہانگیر کی عدل گستری کی جو مثالیں مشہور ہیں ان میں سے ایک اس کی ہلاکت سے تعلق رکھتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس کے ہاتھی کے پیر کے نیچے ایک بچہ دب کر مر گیا۔ بچے کے والدین نے

فیلبان کو مثالی سزا دلانا چاہی لیکن سیف خاں نے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ جب یہ خبر شہنشاہ جہانگیر کے گوش زد ہوئی۔ اس نے حکم دیا کہ وہ متوفی بچے کے والدین کو بیش قرار رقم بطور خون بہا کے دے کر رضامند کرے۔ لیکن شہنشاہی حکم کی تعمیل کرنے کے بجائے اس نے ان غریبوں کو قید کر دیا۔ اس کی اطلاع شدہ شدہ جہانگیر کو ہوئی۔ اس نے سیف خاں کو لاہور طلب کیا اور اس نافرمانی کی پاداش میں متوفی بچے کے والدین کے سامنے اسے ہاتھی کے پیروں کے نیچے کچلوا کر مروا ڈالا۔

سیف خاں کوکہ : زین خاں کوکہ کا سب سے بڑا بیٹا تھا جس کو اکبر نے چار ہزاری منصب دار بنا دیا تھا۔ ۱۵۷۲ء مطابق ۹۸۰ھ میں وہ احمد آباد گجرات کے مقام پر محمد حسین مرزا کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا۔

سیگونہ بائی : ستارا کی رانی تھی۔ مہاراجہ چتری آپا صاحب راجہ ستارا کی بیوہ تھی۔ آپا صاحب ۱۸۷۴ء میں فوت ہوا تھا۔

سیمی نیشاپوری : نیشاپور کا مشہور شاعر تھا۔ رات دن میں تین ہزار اشعار روزانہ تصنیف کر لیتا تھا۔ شہزادہ علاء الدولہ کے عہد میں جو ۱۴۴۷ء میں گجرات کا بادشاہ تھا گزرا ہے۔

سیوا جی : بھونسلا خاندان کا مشہور سردار۔ دکن میں مرہٹہ ریاستوں کا بانی تھا۔ مئی ۱۶۲۷ء میں پہاڑی قلعہ شیوپری میں پیدا ہوا۔ اسی سنہ میں تین مسلمان لائق بادشاہ مر چکے تھے اور ان کے تخت نازک حالت میں تھے۔ یہ ساہ جی کا لڑکا تھا۔ ساہ جی ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کی ملازمت میں تھا۔ بادشاہ نے شاہ جی کو کرناٹک میں ایک جاگیر اور دس ہزار کا منصب عطا کیا تھا۔ اس کا باپ تین سلطنتوں کے معاملات صلح و جنگ میں شریک تھا اور ان سے مغلوب ہو چکا تھا۔ ساہ جی کی ماں بھی جو جادھوراؤ مرہٹہ کی لڑکی تھی ان راجپوتوں کی نسل سے تھی جن کی ریاستیں مسلمانوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو چکی تھیں۔ ساہ جی اپنی بی بی سے ناراض تھا۔ اس لیے وہ اس کو مع اپنے شیر خوار بچے (سیوا جی) کے اپنے سے جدا پونا میں رکھتا تھا۔ سیوا جی جب تعلیم کے قابل ہوا تو اس کی ماں نے اسے ایک برہمن دادا جی کندیو کو جو اس وقت پونا کی جاگیر کا ناظم بھی تھا سپرد کر دیا۔ اس نے اس استاد سے شہسواری، شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیر اندازی، تیراکی، پہاڑوں پر چڑھائی کی مشق، شیر کا شکار غرض تمام سپاہیانہ ہنر سترہ برس کی عمر ختم ہونے سے پہلے سیکھ لیے۔ لیکن لکھنے پڑھنے کے اعتبار سے کورا رہا۔ اس کو اپنا نام لکھنا بھی نہ آتا تھا۔ اس برہمن کی صحبت میں دیوتاؤں کی لڑائیاں، سورماؤں کی کہانیاں سننے کا اسے اکثر موقع ملتا تھا اور مسلمانوں کی طرف سے اس کو نفرت دلائی جاتی تھی جس کی وجہ سے وہ ایک متعصب ہندو ہو گیا تھا اور اس کی طبیعت میں لوٹ مار کا ولولہ جو مرہٹوں کا خاصہ ہے شروع ہی سے پیدا ہو گیا تھا۔ سیوا جی نے اپنے ارادے پورے کرنے کے لیے پونا کے مغربی حصے کے مرہٹوں کو جو اس دامن کوہ میں آباد تھے جس کا نام ماول تھا اپنا ساتھی بنایا۔ بیجاپور کی پہاڑی قلعوں پر جہاں دارالسلطنت کے دور ہونے کی وجہ سے اور آب و ہوا اچھی نہ ہونے کی باعث زیادہ فوج نہ رہتی تھی سیوا جی نے بادشاہ کی اجازت سے قبضہ کر لیا۔ قلعہ توڑنے میں اتفاق سے اس کو خزانہ ہاتھ لگا جس کے ذریعہ سے اس نے قلعہ کو اور سپاہ کو مضبوط کیا۔ اس کے بعد پونا کی آبائی جاگیر پر قبضہ کیا۔ اس کو وسعت دی۔ بعدہٗ بیجاپور کی سلطنت سے کھلم کھلا بغاوت اختیار کی۔ اس وقت تک

سیواجی مغلوں کی سلطنت کا بڑا ادب کرتا تھا۔ ان کی سرحد پر قدم نہ رکھتا تھا۔ بلکہ شاہی ملازمت کو اپنی عزت سمجھتا تھا۔ سیواجی نے کچھ دنوں کے لیے بادشاہ اورنگزیب کی ملازمت کی اور اس کے توسط سے اپنے مقبوضہ ملک کے لیے بادشاہی سند حاصل کی۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اس نے شاہی مقبوضات پر بھی لوٹ مار شروع کر دی۔ بیجاپور کے نئے بادشاہ نے عادل شاہ کے مرنے پر سیواجی کی سرکوبی کے لیے بارہ ہزار فوج افضل خاں نامی سپہ سالار کی سرکردگی میں روانہ کی۔ لیکن لڑائی شروع ہونے سے پہلے یہ یقین دلا کر کہ وہ تاب مقابلہ نہیں لاسکتا۔ سواجی نے افضل خاں کو قلعہ پرتاپ گڑھ میں بلایا اور دھوکہ دے کر معانقہ کرتے ہوئے خنجر سے ہلاک کر دیا۔ یہ واقعہ ہوتے ہی نفیر نواز نے فتح کی نفیری بجادی۔ جس کی آواز سن کر سیواجی کی فوج جیسا کہ پہلے طے ہو چکا تھا دامن کوہ سے باہر نکل آئی اور افضل خاں کے لشکر پر یکا یک حملہ کر دیا۔ لیکن اپنی چالاکی کو کام میں لا کر اس نے فوراً لڑائی روک دی اور افضل خاں کی فوج کو اپنا نوکر بنالیا اور اس کے تمام مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح سے اس نے ایک زبردست بادشاہ کا مرتبہ حاصل کر لیا اور روز بہ روز طاقتور ہوتا گیا۔ نئے نئے قلعے بنائے اور مستقل لوٹ مار دکن میں جاری کر دی۔ جب اس کے غلبہ کا حال شہنشاہ عالمگیر کے کان تک پہنچا تو عالمگیر نے امیر الامراء صوبہ دار دکن کو حکم دیا کہ سیواجی کا استیصال کرے۔ چنانچہ قلعۂ چاکنا پر مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ کے بعد امیر الامرا نے اس کو فتح کر کے اسلام آباد نام رکھا۔ سیواجی نے ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۳ء میں دغا اور فریب کے ساتھ شایستہ خاں کو رات کے وقت پونا میں زخمی کر دیا۔ یہ معرکہ سیواجی کا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۴ء میں سیواجی نے ناسک کے مندر کو جاترا کے لیے جانے کا بہانہ کر کے سورت کے شہر کو چھ روز تک لوٹا اور بہت سی دولت ہاتھ آئی۔ اسی سال میں بادشاہ نے راجہ جے سنگھ کو چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ سیواجی کی گوشمالی کو روانہ کیا۔ راجہ جے سنگھ کے ساتھ دلیر خاں سپہ سالار بھی تھا۔ مگر مصلحتاً چند شرائط کے ساتھ سیواجی نے صلح کر لی۔ دوران صلح میں بادشاہی فوج کے ساتھ سیواجی کی فوج نے مہم دکن میں ایسی جاں نثاری دکھائی کہ بادشاہ نے دو دفعہ اس کے پاس خوشنودی کا فرمان بھیجا۔ بادشاہ کے بلانے پر مارچ ۱۶۶۵ء مطابق ۱۰۷۶ھ میں دہلی کو روانہ ہوا۔ پانسو منتخب سوار اور ایک ہزار پیدل اس کے ساتھ تھے۔ جب وہ شہر دہلی کے اندر داخل ہونے کے قریب ہوا رام سنگھ پسر راجہ جے سنگھ اور مخلص خاں سردار نے بادشاہ کی طرف سے استقبال کیا۔ سیواجی نے اس استقبال کو اپنے درجے سے گرا ہوا سمجھا۔ لیکن اس ناگواری کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ بادشاہ کے حضور میں پندرہ سو اشرفی اور چھ ہزار روپیہ نذر گزرانا۔ پنج ہزاری منصب داروں میں بیٹھنے کی اجازت ملی۔ اس نے اس منصب کو بھی اپنے مرتبہ سے کم سمجھا۔ کیونکہ وہ ہفت ہزاری سے کم رتبے کا متوقع نہ تھا۔ بادشاہ نے اس کو شہر سے باہر رہنے کا حکم دیا اور اس کے جائے قیام پر پہرا بٹھا دیا اور راجہ جے سنگھ سے اس کے عہد و پیمان کے متعلق استفسار حال کیا۔ جواب آنے پر پہرا اٹھا دیا۔ لیکن سیواجی ایسا خوف زدہ تھا کہ ۲۷ رصفر ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۵ء کو بھیس بدل کر فرار ہو گیا اور فقیرانہ بھیس میں چند ہمراہیوں کے ساتھ چل دیا۔ شہر بنارس، بہار و پٹنہ و چاندا ہوتا ہوا حیدر آباد پہنچا۔ یہاں عبداللہ قطب الملک کی طرف سے چند قلعے فتح کیے پھر قلعہ

راج گڑھ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اور علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن بادشاہ سے صلح ہوگئی۔ اس کے بعد پھر بدعہدی کی اور دکن میں فساد برپا کیا۔ تب بادشاہ نے مہابت خاں کو آغر خاں کے ساتھ دکن بھیجا۔ آخر کو بیجاپور کے محاصرے میں سیواجی نے بادشاہ بیجاپور کا ساتھ دیا۔ بادشاہ بیجاپور نے سیواجی کو اس رفاقت کے بدلے میں اضلاع گوپال اور بلاری دے دیے۔ ۱۴/اپریل ۱۶۸۰ء مطابق ۲۴/ربیع الاول ۱۰۹۱ھ میں بعمر ۵۳ سال یکا یک بخار میں مبتلا ہو جانے سے سیواجی فوت ہوگیا۔

سیوجی : مشہور راجہ قنوج راجہ جے چند کا پوتا تھا۔ ۱۲۱۲ء میں قنوج سے ترک وطن کر کے مع اپنے خدم و حشم کے مارواڑ میں آ کر راٹھوروں کی حکومت قائم کی۔

سیوطی : (ملاحظہ ہو جلال الدین سیوطی)۔

☆☆☆

ضمیمہ

تنقید قاموس المشاہیر

مولانا نظام الدین حسین صاحب نظامی بدایونی

کی مشہور تالیف قاموس المشاہیر پر تنقیدی تبصرہ

اور اس کی اہم غلطیوں کی تصحیح

نوشتۂ

سید احمد اللہ قادری

ایڈیٹر "تاریخ"

مطبوعہ شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن

۱۹۳۴ء

آغاز

قاموس المشاہیر (جلد اول) مؤلفہ مولانا نظام الدین حسین نظامی بدایونی پر میرا تبصرہ رسالہ عالمگیر لاہور بابتہ ماہ جون ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اسی کا بقیہ اور ضمیمۂ عالمگیر بابتہ ماہ اگست ۱۹۳۱ء اور زمانہ کانپور ماہ اپریل ۱۹۳۲ء میں طبع ہوا۔ اور اس کی دوسری جلد کا مکمل تبصرہ زمانہ ماہ فروری و مارچ ۱۹۳۴ء کے دو پرچوں میں چھپا۔ میرا یہ مضمون نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ میں بھی بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا اور اکثر مشاہیر ملک اور مستشرقین مغرب نے اس کی نسبت حوصلہ افزاء رائیں دیں اور مشورہ دیا کہ اس کو بصورت کتاب چھپوا دیا جائے۔ اس بناء پر میں اپنے سابقہ مضمون کو کسی قدر اضافہ و ترمیم کے ساتھ شائع کر رہا ہوں۔ اور توقع ہے کہ جب قاموس المشاہیر کے دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئے گی تو اُس میں اس سے بڑی مدد ملے گی۔

موجودہ تصحیح میں کتاب کے تمام اغلاط کا ازالہ نہیں ہے۔ میری محدود معلومات نے جہاں تک رہبری کی ہے، میں نے حتیٰ الوسع اصلاح کردی ہے، اگر زیادہ کوشش کی جاتی تو اُمید تھی کہ ان کے علاوہ اور بہت سے اغلاط برآمد ہوتے لیکن دیگر مصروفیات کے باعث اس ارادے کو ترک کرنا پڑا۔ باوجود اس کے بھی اس مختصر مضمون نے ایک مستقل کتاب کی صورت اختیار کرلی ہے۔

اس موقع پر اس امر واقعہ کا اظہار ضروری ہے کہ میرا موجودہ علمی شغف ایک جلیل القدر، باعظمت، ذی حشم اور صاحب ثروت ہستی کا رہین منت ہے، یعنی جناب مستطاب معلّی القاب نواب لطف الدولہ بہادر مدظلہٗ العالی امیر پائیگاہ، جنہوں نے میرے خاندان کو اور خود مجھے عہد طفولیت سے اب تک اپنے سایۂ عاطفت میں پرورش فرمایا ہے۔ اگر میں اور میرا خاندان جناب ممدوح کے فیضان کرم سے بہرہ ور نہ ہوتے اور فکر معاش کی کشمکش دامنگیر رہتی تو علم و فن کی تحصیل کا ایسا موقعہ نہ ملتا اور نہ باطمینان خاطر موجودہ علمی شغف اور تحقیق و تجسس کا مشغلہ جاری رہ سکتا۔

سید احمد اللہ قادری
ایڈیٹر ''تاریخ''

۷ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ
عثمان شاہی حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی نظام الدین حسین صاحب نظامی بدایونی نے قاموس المشاہیر کے نام سے مشاہیر مشرق کی ایک بیاگرافیکل ڈکشنری دو جلدوں میں مرتب فرمائی ہے جس میں اُدبا، علما، شعرا، صوفیہ مصنفین، مہندسین اور ملوک وامراء کے سوانحات زندگی، قابل یادکارنامے اور تصنیفات وتالیفات وغیرہ کے تذکرے حروف تہجی کے لحاظ سے قلمبند کیے ہیں۔ پہلی جلد ''الف'' سے ''سین'' تک ۳۲۴ صفحات پر مشتمل ہے، دوسری جلد ''شین'' سے ''ی'' تک ۲۹۶ صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ کتاب میں کم وبیش چھ ہزار مشاہیر رجال کے تذکرے ہیں۔

قاموس المشاہیر کے وجود میں آنے سے قبل اُردو زبان میں اس نوعیت کی دو تین کتابیں شائع ہو چکی تھیں (۱)۔ مگر اُن کی حیثیت کوئی مستقل کتاب کی نہیں تھی اس سے ظاہر ہے کہ اُردو زبان میں اس قسم کی لغت کے تیار کرنے کا خیال ایک مدت سے پرورش پا رہا تھا۔ جسے مولوی نظام الدین حسین صاحب نے انجام دے کر اُردو کی بڑی خدمت کی اور اس اعتبار سے اُن کی یہ تصنیف ادب اُردو میں اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہے۔

قاموس المشاہیر کا اسلوب یورپین مورخین سے ملتا جلتا، اور کتاب کی ساخت بالکل ''تھامس ولیم'' کی اورینٹل بیاگرفیکل ڈکشنری کے انداز پر ہے۔

دیباچہ میں مؤلف نے کتاب کے ماخذات کی ایک طول وطویل فہرست درج کی ہے، جس میں اکثر و بیشتر عربی وفارسی کی معتبر ومستند کتابیں ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس قدر مآخذ ومصادر کا سرمایہ موجود ہونے کے بھی کتاب میں اعلام وسنین کی کثیر اغلاط رہ گئی ہیں اور یہ اس قابل نہیں ہیں کہ درگزر کی جائیں۔

اس کتاب میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اکثر تذکرے نہایت تشنہ اور نامکمل ہیں جس کے لیے بطور مثال حسب ذیل اسماء دیکھے جائیں۔

ابن خلکان، ابن عربی، ابن سبکی، ابن جوزی، ابوبکر شبلی، جنید بغدادی، زکریا رازی، تقی اوحدی، زلالی شیرازی، شاہ طاہر، عبدالباقی نہاوندی، عبدالرحمان سہیلی، (خواجہ) عبداللہ انصاری، عبداللہ بن زبیر علی بن حسین واعظ کاشفی فیرخی، قدوری، محمد عوفی، محمد علاء الدین وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱) مشاہیر رجال کے ایسے تذکرے جو حروف تہجی پر مرتب ہوئے ہیں اُردو زبان میں تقریباً نوے سال سے شائع ہو رہے ہیں ان میں سے شعرا کے تذکروں کو چھوڑ کر چند خاص خاص تذکروں کے نام یہ ہیں:

(الف) ابن خلکان کی وفیات الاعیان کا ترجمہ (ب) ابوالمنصور ثعلبی کی یتیمۃ الدھر کا ترجمہ (ج) جلال الدین سیوطی کی طبقات الفقہاء کا ترجمہ (د) مولوی محمد الدین لاہوری کی روضۃ الادبا (ہ) مولوی سدید الدین قریشی کی تذکرۃ المشاہیر۔

ایسی اور بہت سی کتابیں ہیں جن کے نام بخوف طوالت نظرانداز کیے جاتے ہیں پہلی تین کتابیں دہلی ورنیکلر سوسائٹی نے ڈاکٹر اسپرنگر کی نگرانی میں شائع کی ہیں۔ روضۃ الادبا لاہور میں اور تذکرۃ المشاہیر اجمیر میں چھپی ہے۔

بعض مصنفین کی مشہور تصانیف اس میں بالکل نظر انداز کر دی گئی ہیں۔
ابن تیمیہ کی تقریباً ۶۰ سے زائد کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن اس کی صرف دو کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
علامہ ابن جوزی کی صرف ایک کتاب تلبیس ابلیس کا ذکر کیا ہے حالانکہ ابن جوزی کی ۱۵ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان کی تصنیفات میں المنتظم اور المدہش سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ تقی اوحدی کے مشہور تذکرہ غرفات العارفین وعرصات العاشقین کو چھوڑ دیا ہے۔ زلالی کی مشہور مثنویات جو سبع سیارہ کہلاتی ہیں نظر انداز کر دی گئی ہیں۔ شاہ طاہر متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں تفسیر بیضاوی، اشارات مجسطی وشفا ومطول وغیرہ کے شروح وحواشی مشہور ہیں۔ مگر ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مقریزی اور یحییٰ بن اکثم کی بھی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ مقریزی کی دس سے زیادہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں الخطط والآثار دنیا کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ یحییٰ کی تصنیفات میں التنبیہ بہت مشہور ہے۔

تمام کتب استناد میں یہ طریقہ مروج ومتداول ہے کہ جو شخص جس نام سے زیادہ مشہور ہوتا ہے، عام سہولت کے مدنظر اس کا نام یا تخلص اسی ردیف میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اگر اس کے کسی اور نام کے بتانے کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسی صورت میں دوسری ردیف کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ نشاندادہ ردیف کے تحت مطلوبہ نام تلاش کر لیا جا سکے۔
اس کتاب میں جو نام اس طرح کے آ گئے ہیں، اس میں اکثر اسماء ایسے بھی ہیں جن کو باوجود تلاش کرنے کے ان کا دوسری ردیفوں میں پتہ نہیں چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تذکرے کتاب میں شریک ہونے سے رہ گئے۔ اس قسم کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔
ابن خردادبہ کے بیان (ج ۱ ص ۲۳) میں لکھا ہے کہ دیکھو خردابہ مگر ردیف ''خ'' میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہی حالت مندرجہ ذیل اسماء کی بھی ہے۔ ابوالفضل (ج ۱ ص ۷ ۳) خواجہ محمد باقی (ج ۱ ص ۲۱۷) روحی (ج ۱ ص ۲۵۳) جامہ باف (ج ۱ ص ۱۶۱) واقدی (ج ۲ ص ۲۴۴ وغیرہ)۔

کتاب میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ جس میں ایک ہی شخص کا تذکرہ دو، دو، تین تین مرتبہ علیحدہ علیحدہ اشخاص کی حیثیت سے آ گیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی شخص کے نام ہیں لیکن مصنف نے لاعلمی سے مختلف اشخاص کے نام تصور کیے ہیں۔

۱۔ حمد اللہ مستوفی ج ۱ ص ۶۵ مکرر ج ۱، ۲۰۲ سہ کرر ج ۱ ص ۲۱۳۔
۲۔ حکیم ابوالفتح گیلانی ج ۱ ص ۳۵ مکرر ج ۱ ص ۳۵۔
۳۔ اسمٰعیل بن حسن۔ ج ۱ ص ۸۰ مکرر ج ۱ ص ۸۰۔
۴۔ محمد معصوم بھکری ج ۲ ص ۱۸۱ مکرر ج ۲ ص ۲۴۷۔
۵۔ شافعی امام ج ۱ ص ۲ مکرر ج ۲ ص ۱۸۵۔
۶۔ حضرت سید محمد گیسودراز ج ۲ ص ۲ مکرر جلد ۲ ص ۱۷۰۔
۷۔ محمد عوفی ج ۲ ص ۳۷ مکرر ج ۲ ص ۱۹۷ سہ کرر ج ۲ ص ۲۴۰۔

۸- ضیاء الدین بخشی ج ۲، ص ۹۳ مکرر جلد ۲ ص ۲۶۶۔

۹- عبداللطیف قزوینی ج ۲، ص ۶۳ مکرر ج ۲، ص ۲۹۵۔

۱۰- علی ابراہیم خاں ج ۲، ص ۸۶ مکرر ج ۲، ص ۹۱۔

۱۱- مسعودی ج ۲، ص ۱۹۳ مکرر ج ۲، ص ۲۰۴۔

۱۲- علی قوشجی ج ۲، ص ۸۴ مکرر ج ۲، ص ۲۱۴

۱۳- لچھمی نارائن ج ۲، ص ۱۵۱ مکرر جلد ص ۱۶۷۔

۱۴- محمد صالح کنبوہ ج ۲، ص ۱۷۷ مکرر ج ۲ ص ۱۹۶۔

۱۵- مسعود سعد سلمان ج ۲، ص ۱۹۲ مکرر ج ۲، ص ۲۱۴۔

ہم نام اشخاص کے تذکرے تحریر کرنے میں مؤلف سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ مؤلف نے اکثر جگہ مختلف اشخاص کے حالات کو متحد الاسم ہونے کی وجہ سے مخلوط کر دیا ہے۔ اس قسم کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱- حکیم ارزقی مؤلف الفیہ وشلفیہ (ج ۱، ص ۷۸) اور مورخ ارزقی "صاحب اخبار مکہ" کے حالات باہم مخلوط کر دیئے گئے ہیں۔ اخبار مکہ کو مؤلف نے حکیم ارزقی مؤلف الفیہ وشلفیہ کی تصنیفات میں شامل کر دیا ہے۔

۲- عبدالقاہر ابونجیب (ج ۲، ص ۲۷) کے تذکرے میں مؤلف نے شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی اور شیخ شہاب الدین مقتول یعنے دو متحد الاسم اشخاص کے حالات یکجا کر دیئے ہیں۔ شہاب الدین ابوحفص کی مشہور تصنیف عوارف المعارف اور شہاب الدین مقتول کی کتاب حکمت الاشراق کو عبدالقاہر ابونجیب سے منسوب کر دیا ہے۔ عبدالقاہر ابونجیب کے حالات میں شیخ شہاب الدین ابوحفص کے سِنین نقل کیے گئے ہیں۔

۳- غیاث الدین خوندمیر (خلاصۃ الاخبار) ابن خاوندشاہ بلخی (مصنف روضۃ الصفا اور غیاث الدین خوندمیر (مصنف حبیب السیر) ابن ہمام الدین نبیرہ خاوندشاہ بلخی دونوں کو مؤلف نے ایک ہی شخص متصور کیا ہے۔ حالانکہ یہ دو علیٰحدہ علیٰحدہ مصنف ہیں۔

اکثر علماء اور بالخصوص خلفاء کے نام "الف۔ لام" کی زیادتی کے ساتھ لکھ کر اُن کو ردیف "الف" میں شامل کرلیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ مثلاً المقدسی، المتوکل، المامون، المستعصم (وغیرہ)۔ حالانکہ ان ناموں کو حرف "میم" کے تحت میں درج ہونا چاہیے تھا۔

بعض اسماء نہایت مجہول طریقے پر لکھے گئے ہیں، جن کا کتاب میں تلاش کرنا مشکل ہے۔

امام ابوحنیفہ کا تذکرہ حنیفہ (ردیف ح) کے تحت کیا گیا ہے۔ لیکن اس کو اصولاً ابوحنیفہ کے تحت ردیف "الف" میں بیان کرنا چاہیے تھا۔

دوسری مثال عمر بن راشد (ج ۲، ص ۹۶) اور ابن قائماز ذہبی (ج ۱، ص ۲۸) کی ہے عمر بن راشد کا تذکرہ

حرف ''میم'' میں معمری کے تحت اور ابن قائماز کا تذکرہ حرف ''ذ'' میں ذہبی کے تحت ہونا چاہیے تھا۔

املا وغیرہ کی معمولی اغلاط قصداً ترک کر دی گئی ہیں اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:

۱- ج ۱، ص ۲۱، کالم ۲، سطر ۲۱	موسل	غلط	موصل صحیح
۲- ج ۱، ص ۲۶، کالم ۱، سطر ۹	طونس	غلط	تونس صحیح
۳- ج ۱، ص ۲۶، کالم ۱، سطر ۱۷	اربلہ	غلط	اربل صحیح
۴- ج ۲، ص ۳۰، کالم ۱، سطر ۴	لودی	غلط	لودھی صحیح
۵- ج ۲، ص ۷۰، کالم ۲، سطر ۱۹	فیض	غلط	فاس صحیح
۶- ج ۲، ص ۷۴، کالم ۱، سطر ۲۸	نطوری	غلط	نسطوری صحیح

اس کتاب کے اکثر بیانات غلط ہیں اگر ان تمام کو تفصیل سے لکھا جائے تو تصحیح اغلاط کی اسی قدر ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے جس قدر کہ اصل کتاب ہے۔ لیکن ہم نے بڑی بڑی اور اہم غلطیوں کو لیا ہے۔ اور صفحہ و کالم کی صراحت کے ساتھ قابل اعتراض عبارتیں بالاختصار نقل کی ہیں۔ پھر اس کے مقابل معتبر و مستند کتابوں سے ان اغلاط کی تصحیح کو بیان کیا ہے اور ہر ایک تصحیح کی نسبت کتابوں کے حوالے صفحات کی صراحت کے ساتھ لکھے ہیں تاکہ رفع اشتباہ کے مواقع پر مصادر اصلی کی طرف رجوع کرنے میں دقت و دشواری نہ ہو۔

۲- صفحہ ۶ کالم ۲۔

آذری شیخ (اسفرایانی)..... سلطان احمد شاہ ولی بہمنی کے وقت ایک دفعہ ۱۴۳۲ء/ ۸۳۶ھ میں دکن آئے اور مختصر قیام کے بعد اپنے وطن کو واپس گئے۔ بہت سی تصنیفات چھوڑیں جن میں طغرائے ہمایوں ثمرات مشہور ہیں..... ان کا مقبرہ اسفرایان میں موجود ہے۔

اسفریانی غلط اسفرائنی صحیح۔ شیخ آذری احمد شاہ بہمنی (۸۲۵ھ، ۸۳۸ھ) کے ابتدائی عہد میں گلبرگہ تشریف لائے۔ آپ کا ۸۳۶ھ/ ۱۴۳۲ء میں دکن آنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ۸۳۲ھ میں احمد شاہ اور سلطان ہوشنگ والی مالوہ کے مابین جنگ ہوئی تھی اس میں آپ شریک تھے۔ چنانچہ طبقات اکبری کے مصنف نے احمد شاہ کے حالات میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ''شیخ آذری درآن یورش ہمراہ بود'' اس سے ظاہر ہے کہ شیخ ۸۳۲ھ سے قبل ہی دکن آچکے تھے۔ اس لحاظ سے ۸۳۶ھ غلط ہے۔ شیخ کی تصنیفات میں ثمرات کوئی کتاب نہیں ہے۔ البتہ آپ کی ایک تصنیف مرآت ہے۔ جس کا تذکرہ غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں کیا ہے۔ طبقات اکبری صفحہ ۴۱۶ خزانہ عامرہ صفحہ ۲۴ تاریخ مالوہ مصنفہ امیر احمد صفحہ ۴۱۔

۳-صفحہ ۸، کالم ۲۔

آصف جاہ اول ۔خواجہ عابد نام تھا۔ سمرقند سے شاہ جہاں بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان آئے۔ اورنگ زیب کے زمانے میں جب مکّے سے واپس آئے محکمہ صدارت کے صدر نشین ہوئے اور قلیج خان کے خطاب اور منصب پنج ہزاری سے سرفراز کیے گئے جب تاناشاہ اور عالمگیر میں لڑائی ہوئی اس وقت اُن کے زخم کاری لگا۔ فرخ سیر کے عہد میں مالوہ اور مراآباد کے ناظم رہے۔ سید عبداللہ اور سید حسین علی خاں بادشاہ گران کے دشمن ہوگئے تھے۔ اِس وجہ سے انہوں نے دکن کا رخ کیا... ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا۔ برہان پور میں دفن ہوئے۔

آصف جاہ اول کا نام خواجہ عابد نہیں تھا۔ خواجہ عابد نواب آصف جاہ کے دادا کا نام تھا۔ آصف جاہ کا نام نواب قمرالدین خاں تھا۔ عالمگیر کی تاناشاہ سے جو جنگ ہوئی اس میں خواجہ عابد شریک تھے۔ آپ کا مزار قلعہ گولکنڈہ کے جنوب میں تقریباً تین میل کے فاصلہ پر حمایت ساگر کے دامن میں موجود ہے۔ آصف جاہ کا مزار برہان پور میں نہیں بلکہ دولت آباد میں ہے مصنف نے عدم واقفیت کے باعث خواجہ عابد کے حالات آصف جاہ کے تحت بیان کیے ہیں۔ اِس کا آخری حصہ آصف جاہ سے متعلق ہے لیکن وہ بھی غیر معتبر ہے۔

۴-صفحہ ۹ کالم ۱۔

آصف جاہ ثانی... ۷۰ برس ۶ ماہ ۱۷ یوم کی عمر میں ۱۷ر ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ کو دنیا سے رحلت کی۔

نواب آصف جاہ ثانی نے ۱۲۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔ گلزار آصفیہ صفحہ ۲۷ تا ۹۴۔

۵-صفحہ ۹ کالم ۲۔

آصف جاہ ثالث... ۲۲ر ربیع الثانی ۱۱۱۷ھ کو تخت نشین ہوئے... نہایت وجیہہ اور خوش بیان تھے۔ مولوی عبدالکریم کے عہد میں مہدویوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

آصف جاہ ثالث کا سنہ تخت نشینی ۱۲۱۸ھ ہے۔ اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مولوی عبدالکریم کے عہد میں مہدویوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ لیکن اِس بیان کو اس طرح ہونا چاہیے۔ آپ کے عہد میں مولوی عبدالکریم کو مہدویوں نے شہید کردیا۔ تاریخ گلزار آصفیہ صفحہ ۹۵۔

۶-صفحہ ۱۷، کالم ۱۔

ابراہیم ۔الاشتر (کے بیان میں) خلیفہ عبدالملک اور معصب ابن زبیر کے درمیان جو لڑائی ہوئی تھی۔

معصب غلط مصعب صحیح۔

۷-صفحہ ۱۷، کالم ۲۔

ابراہیم بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بی بی مریم قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

بی بی مریم غلط ماریہ قبطیہ صحیح۔

۸-صفحہ ۱۷، کالم ۲۔

ابراہیم بن عیسیٰ (کے بیان میں) احمد بن تولون۔

احمد بن تولون غلط احمد بن طولون صحیح۔

۹-صفحہ ۱۷، کالم ۲۔

ابراہیم بن ولید ثانی۔ (کو)... معاویہ ثانی نے معزول

ابراہیم کو معاویہ ثانی نے نہیں بلکہ مروان بن محمدؒ ابن

کر کے قتل کر دیا۔

مروان نے معزول کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ زرکلی صفحہ ۲۶۔

۱۰۔ صفحہ ۲۰، کالم ۱۔
ابراہیم عادل شاہ ثانی۔ کمال خاں دکنی اور چاند بی بی اس کے ولی اور سرپرست رہے۔

کمال خاں دکنی غلط کامل خاں دکنی صحیح۔

۱۱۔ صفحہ ۲۰، کالم ۱۔
ابراہیم قطب شاہ۔ سلطان قلی قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کا چھٹا بیٹا تھا۔ ۹۳۷ھ میں پیدا ہوا... سلطان قلی کے مرنے پر اس کا بھائی جمشید علی تخت پر بیٹھا... ۲۱؍ ربیع الثانی ۹۸۹ھ میں (۵۱) سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی محمد قطب الدین شاہ بادشاہ ہوا۔

اس بادشاہ کا سنہ ولادت ۹۳۷ھ نہیں بلکہ ۹۳۶ھ ہے۔ سلطان قلی کی وفات کے بعد اس کا بھائی جمشید علی نہیں بلکہ اس کا بیٹا جمشید قلی تخت نشین ہوا۔ ابراہیم قلی قطب شاہ کا سنہ وفات ۹۸۹ھ نہیں بلکہ ۹۸۸ھ ہے۔ اس کے بیٹے کا نام محمد قلی قطب شاہ تھا۔ محمد قطب الدین شاہ غلط ہے۔

۱۲۔ صفحہ ۲۱، کالم ۱۔
ابن ابوعسیبا موفق الدین ابوالعباس احمد۔

صحیح ابن ابی اصیبعہ۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء اس کی تصنیف ہے۔

۱۳۔ صفحہ ۲۱، کالم ۲۔
ابن ابی طے۔ کتاب الروضتین کا مصنف۔

مصنف اور کتاب دونوں کا نام غلط ہے۔ مصنف کا نام عبدالرحمان بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ ابی شامہ کے لقب سے مشہور ہے۔ کتاب کا نام الروضتین فی اخبار الدولتین (النوریہ وصلاحیہ) ہے۔ فہرست دارالکتب مصریہ جز خامس صفحہ ۲۰۸۰ بغیتہ الوعاۃ صفحہ ۲۹۷۔ فوآت الوفیات جلد ۱، صفحہ ۲۵۲۔

۱۴۔ صفحہ ۲۲، کالم ۱۔
ابن الصالح۔ فتاوائے ابن الصالح اس کی تصنیف ہے۔ ۶۴۲ھ میں انتقال کیا۔

صحیح ابن الصلاح۔ اس کی کتاب کا نام "فتاویٰ ابن الصلاح" ہے۔ یہ ۶۴۳ھ میں مرا۔ کشف الظنون جلد دوم، صفحہ ۱۶۴۔

۱۵۔ صفحہ ۲۱، کالم ۲۔
ابن اثیر... ان کی دوسری کتاب اسد الغابہ ہے جس میں صحابہ کرام کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔ اس مضمون پر پانچ جلدوں میں ایک دوسری تصنیف چھوڑی ہے۔ ۶۰۳ھ میں بمقام موسل انتقال کیا۔

ابن اثیر نے اسد الغابہ کے علاوہ اس مضمون پر کوئی دوسری کتاب تصنیف نہیں کی۔ ابن اثیر نے ۶۰۳ھ میں نہیں بلکہ ۶۳۰ھ میں انتقال کیا۔ موسل غلط موصل صحیح۔ وفیات الاعیان طبع مصر جلد ۱، صفحہ ۴۳۸۔ حبیب السیر جلد دوم،

صفحہ ۷۷ مفتاح السعادۃ جلد ا صفحہ ۲۰۶۔

۱۶۔صفحہ ۲۲، کالم ۲۔

ابن النجار... (اس کی) تصنیفات میں کنزالامام فی معرفت السن الاحکام۔

ابن النجار کی تصنیف کا صحیح نام کنزالامام فی معرفت السیر والاحکام ہے۔

۱۷۔صفحہ ۱۹، کالم ا۔

ابن الہشم

صحیح ابن الہثیم

۱۸۔صفحہ ۲۲، کالم ۲۔

ابن الوردا۔عربی زبان میں مختصر جامع التواریخ کا مصنف ہے۔جس میں ۱۰۹۷ء سے ۱۵۴۳ء تک کے جامع حالات لکھے گئے ہیں۔

ابن الوردا غلط ابن الوردی صحیح جامع التواریخ کے نام سے اُس نے کوئی کتاب نہیں لکھی البتہ اس نے المختصر فی اخبار البشر کے نام سے تاریخ ابوالفدا کا اختصار کیا۔جس میں ۱۳۴۸ء تک واقعات ہیں۔معجم المطبوعات صفحہ ۲۸۳ و ۸۴۔

۱۹۔صفحہ ۲۴، کالم ۲۔

ابن تمیہ تقی الدین بن عبدالحلیم حرانی نام تھا۔

ابن تمیہ غلط ابن تیمیہ صحیح۔نام کے بیان کرنے میں بھی غلطی ہوئی ہے۔نام احمد بن عبدالحلیم حرانی اور لقب تقی الدین ہے۔حرانی منسوب ہے حران کی طرف۔حرانی غلط ہے۔معجم المطبوعات صفحہ ۵۵۔فوات الوفیات جلد ا صفحہ ۳۵۔

۲۰۔صفحہ ۲۴، کالم ۲۔

ابن جرار۔چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے مشہور طبیبوں میں ہے...اس کی بکثرت تالیفات ہیں۔کتاب فی الادویۃ المفردۃ کتاب فی الادویۃ المرکبہ۔وغیرہ۔

ابن جرار غلط ابن جزار صحیح اسکی کتابوں کے صحیح نام یہ ہیں۔
(ا) الاعتماد فی الادویۃ المفردۃ (۲) البغیۃ فی الادویۃ المرکبہ۔کشف الظنون جلد ا صفحہ ۱۲۰، ۲۰۱۔

۲۱۔صفحہ ۲۵، کالم ا۔

ابن جہان غلط۔

ابن حیان صحیح۔

۲۲۔صفحہ ۲۵، کالم ۲۔

ابن حجر ہیسمی۔صواعق محرقہ وغیرہ۔اِس کی تصنیف ہے۔ ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔

ہیسمی غلط ہیثمی صحیح۔ ۹۷۴ھ میں نہیں بلکہ بقول صاحب کشف الظنون ۹۷۳ھ میں مرا۔کشف الظنون جلد دوم، صفحہ ۸۱۔

۲۳۔صفحہ ۲۶، کالم ۲۔

ابن درید۔غریب القرآن اس کی بیش بہا تصنیف ہے۔

ابن درید کا نام محمد بن الحسن۔اس کی مشہور لغت ''الجمہرۃ''

جوایک قسم کی لغت ہے۔

ہے۔ کشف الظنون جلد ۱، صفحہ ۴۰۴۔

۲۴۔صفحہ ۲۶، کالم ۲۔

ابن رشید

ابن رشید غلط، ابن رشد صحیح۔

۲۵۔صفحہ ۲۷، کالم ۲۔

ابن ذکر رازی... اس کا رسوخ شاہان اسلام کے یہاں بڑھ گیا تھا۔ یہاں تک سلطان السلاطین منصور بن اسمٰعیل سامانی نے اپنے واسطے ایک کتاب المنصوری تصنیف کرائی۔

ابن زکریا نے المنصوری منصور بن اسمٰعیل سامانی کے واسطے نہیں لکھی بلکہ منصور بن اسحٰق بن احمد بن اسد کے نام پر تصنیف کی ہے۔ اس میں جس منصور بن اسمٰعیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اس زکریا کی وفات (۳۱۱ھ یا ۳۲۰ھ) کے بہت بعد ۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ابن زکریا نے المنصوری جس کے لیے تصنیف کی تھی وہ منصور سامانیوں کے دوسرے بادشاہ احمد بن اسمٰعیل بن احمد بن اسد کا چچا زاد بھائی تھا۔ احمد بن اسمٰعیل نے اس کو ۲۹۰ھ میں خراسان کا حاکم مقرر کیا اور ''رے'' اس کا مستقر حکومت تھا۔ ۲۹۶ھ تک یہ اس خدمت پر فائز رہا۔ اس کے بعد ۳۰۲ھ میں اُس نے نصر بن احمد بن اسمٰعیل پر خروج کیا۔

۲۶۔صفحہ ۲۸، کالم ۱۔

ابن صباغ الشافعی۔ ابونصر عبدالسعید بن محمدؒ نام ہے۔

ابونصر عبدالسعید غلط ابونصر عبدالسید صحیح۔ کشف الظنون جلد ۲، صفحہ ۱۰۹۔

۲۷۔صفحہ ۲۸، کالم ۱۔

ابن عربی۔۔ان میں خصوص الحکم مشہور ہے

ابن عربی کی کتاب کا نام فصوص الحکم ہے۔

۲۸۔صفحہ ۲۸، کالم ۲۔

ابن فورق۔

صحیح ابن فورک۔

۲۹۔صفحہ ۲۸، کالم ۲۔

ابن قائماز ذہبی ... تاریخ النبلا ... اختصار التذہیب (وغیرہ)۔

''ابن قائماز'' کا تذکرہ ذہبی کے تحت ہونا چاہیے۔ اس کی کتاب کا نام تاریخ النبلا نہیں بلکہ سیر النبلا ہے۔ اختصار التذہیب کا صحیح نام تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ہے۔ شذرات الذہب جلد ۳، صفحہ ۳۹۵۔ المنہل صافی صفحہ ۱۰۷

۳۰۔صفحہ ۲۹، کالم ۱۔

ابن قتیبہ۔ عیوان الاخبار کا مصنف ۲۶۷ھ میں انتقال کیا۔

عیوان الاخبار غلط عیون الاخبار صحیح۔ ان کا انتقال ۲۶۷ھ میں نہیں بلکہ ۲۷۶ھ میں ہوا۔ زرکلی صفحہ ۵۸۶۔

٣١- صفحہ ٢٥، کالم ٢۔
ابن ہوقل۔
صحیح ابن حوقل۔ (مصنف المسالک والممالک)

٣٢- صفحہ ٣١، کالم ٢۔
ابوالبرکات عبداللہ بن احمد۔ دیکھو نصفی۔
نصفی غلط۔ نسفی صحیح۔

٣٣- صفحہ ٣٢، کالم ١۔
ابوالحسن عبداللہ بن مقنع۔
مقنع غلط مقفع صحیح۔

٣٤- صفحہ ٣٢، کالم ١۔
ابوالحسن رضین بن معاویہ العبدری۔ آپ کی تصنیف سے جامع بین الصحیحین ہے۔ یہ کتاب مجموعہ احادیث ہے، اس میں بخاری مسلم موطی (وغیرہ) کی احادیث شامل ہیں۔ وفات ٥٢٠ھ۔
رضین بن معاویہ غلط رزین بن معاویہ بن عمار العبدری صحیح۔ کتاب کا نام جامع الصحیحین نہیں بلکہ "تجرید الصحاح الستہ" ہے۔ انہوں نے ٥٣٥ھ میں وفات پائی۔ زرکلی صفحہ ٣٢٠۔ کشف الظنون جلد ١ صفحہ ٣٤٩۔

٣٥- صفحہ ٣٣، کالم ١۔
ابوالحسین زرین۔ (دیکھو ابوحسین زرین)
زرین غلط۔ رزین صحیح۔ تفصیل کے لیے دیکھو تصحیح نمبر ٢١۔

٣٦- صفحہ ٣٢، کالم ٢۔
ابوالحسین احمد بن علی النجشی۔
النجشی غلط۔ النجاشی صحیح۔

٣٧- صفحہ ٣٢، کالم ٢۔
ابوالحسین ابوالعلی۔
ابوالعلی غلط۔ ابویعلی صحیح۔

٣٨- صفحہ ٣٤، کالم ١۔
ابوالعینا۔ ایک فقیہہ گزرے ہیں۔
ابوالعینا فقیہہ نہیں بلکہ شاعر و ادیب تھا اس کی بدیہہ گوئی اور ظرافت کے قصے ابن خلکان نے وضاحت سے لکھے ہیں۔ زرکلی صفحہ ٩٦٥۔

٣٩- صفحہ ٣٤، کالم ٢۔
ابوالفتح بسطی۔
ابوالفتح بستی۔ عربی زبان کا مشہور شاعر بست کا رہنے والا تھا۔ اسی نسبت سے بستی مشہور ہے۔ روضۃ الادباء صفحہ ١١٦۔

٤٠- صفحہ ٣٦، کالم ٢۔
ابوالفرج اصفہانی... ان کی متعدد تصنیفات ہیں... کتاب العلمان المغنین۔
کتاب العلمان المغنین غلط کتاب الغلمان صحیح کشف الظنون جلد ٢، صفحہ ٢٩٢۔

٤١- صفحہ ٣٨، کالم ٢۔
ابوالقاسم الصحر اوی
الصحر اوی غلط الزہراوی صحیح۔

۴۲۔صفحہ ۳۸،کالم ۲۔

ابوالفیض محمد بن احمد...سلطان رکن الدولہ بویوی کا وزیر تھا۔

بویوی غلط بویہ صحیح۔

۴۳۔صفحہ ۳۸،کالم ۲۔

ابوالقاسم بن عباد...فخر الدولہ بوئدی کا وزیر تھا۔

اس کا تذکرہ ابن عباد کے تحت صفحہ ۲۵۔پر آچکا ہے۔

۴۴۔صفحہ ۳۸،کالم ۲۔

ابوالقاسم عبید اللہ بن عبداللہ بن خوردابہ۔

خوردابہ نادرست خردابہ صحیح۔

۴۵۔صفحہ ۳۹،کالم ا و ۲۔

ابوالمحاسن منخل صافی کا مصنف ہے مزید حالات معلوم نہ ہوسکے۔

منخل صافی غلط منہل الصافی صحیح۔مصنف کا لقب ونام حسب ذیل ہے، الامیر کبیر جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغر بردی، یہ بہت مشہور ومعروف مصنف ہے۔اس نے متعدد کتب تصنیف کیے۔ ۸۱۳ھ میں پیدا ہوا ۸۷۴ھ میں مرا۔مزید حالات کے لیے دیکھو شذرات الذہب جلد ۳، صفحہ ۳۴۹ تاریخ مصر ابن الیاس جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ کشف الظنون جلد ۲، صفحہ ۵۵۷ زرکلی صفحہ ۱۱۷۸۔

۴۶۔صفحہ ۴۱،کالم ا۔

ابوبکر بن مسعود کاشانی۔مصنف بدائع وصنائع جو فقہ کا ایک رسالہ ہے۔

بدائع وصنائع فقہ کا رسالہ نہیں ہے بلکہ فقہ احناف کی مشہور و ضخیم کتاب ہے جو سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔کتاب کا پورا نام بدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع ہے۔مفتاح السعادۃ جلد ۲، صفحہ ۱۷۶ اعلام النبلا جلد ۴ صفحہ ۳۰۵۔

۴۷۔صفحہ ۴۱،کالم ۲۔

ابوبکر شبلی۔بمقام بغداد ۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے... ۹۴۶ھ میں وصال ہوا۔

ان کی ولادت ۲۶۷ھ میں نہیں بلکہ ۲۴۷ھ میں بمقام سامرہ ہوئی۔اور انتقال ۹۴۵ء/ ۳۳۴ھ میں بغداد میں ہوا۔ابوبکر شبلی مؤلفہ شرر صفحہ ۱۱ نفحات الانس صفحہ ۱۷۴۔ابن خلکان جلد ا، صفحہ ۲۲۵۔

۴۸۔ صفحہ ۴۲،کالم ۲۔

ابوتمام حبیب ابن اوس الطائی...مختلف تصانیف کیں۔مجموعہ کلام شعراء مسمی خمسہ اس کے مطالعہ کا خاص نتیجہ تھا... ۱۸۸ھ میں پیدا ہوا، اور ۲۳۱ھ میں فوت ہوا۔

ابوتمام کے مجموعہ انتخابات کا نام خمسہ نہیں بلکہ حماسہ ہے۔اس کا سنہ ولادت ووفات دونوں غیر معتبر ہیں۔یہ ۱۹۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۲۸ھ میں مرا۔آغانی جلد ۱۵، صفحہ ۹۶۔الفہرست صفحہ ۱۶۵، الانباری صفحہ ۲۱۳۔ابن خلکان جلد ا، صفحہ ۱۵۰ خزانۃ الادب جلد ۶، صفحہ ۱۷۲۔

٤٩-صفحہ ٤٣ و ٤٤، کالم ٢۔

ابوجعفر بن حسن... نحایہ اور محیط آپ کی تصنیف ہیں۔

نحایہ غلط۔ نہایہ صحیح۔

٥٠-صفحہ ٤٤ کالم ١۔

ابوجہل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔

ابوجہل کا اصلی نام عمرو بن ہشام ہے یہ قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ پہلے اس کی کنیت ابوالحکم تھی، اسلام میں ابوجہل ہوگئی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا نہیں تھا۔ زرکلی صفحہ ٤٠۔

٥١-صفحہ ٤٤ و ٤٥، کالم ٢۔

ابوحاتم سجستانی ... حدیث ابوعبیدہ بصری سے پڑھی ... ابوالعباس بردنحوی وغیرہ علماء آس کے شاگرد ہیں... کتاب یالحن بہ العابہ...المقصو رولمدور وغیرہ۔

ابوحاتم نے ابوعبیدہ سے حدیث نہیں بلکہ لغت پڑھی۔ ابوالعباس برد غلط ابوالعباس مبرد صحیح۔ کتابوں کے صحیح نام یہ ہیں۔ مایلحن فیہ العامۃ، کتاب المقصو روالممدود وغیرہ۔ زرکلی صفحہ ٣٦٦۔

٥٢-صفحہ ٤٥، کالم ٢۔

ابوحفص عمر بن احمد...سند بھی اس کی تصانیف سے ہے۔

سند غلط مسند صحیح۔

٥٣-صفحہ ٤٥، کالم ٢۔

ابوحمزہ بن نصر الانصاری۔ عرف عوس بن مالک آپ علم حدیث کے چھ مسلم الثبوت مصنفین سے مانے جاتے ہیں۔ ٩١ھ میں ایک سو تیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابو ثمامہ۔ انس بن مالک بن نصر بن ضمضم البخاری الانصاری، آپ کسی کتاب کے مصنف نہیں تھے بلکہ راوی حدیث تھے مسلم و بخاری کی ٢٢٨٦ احادیث آپ سے مروی ہیں، ہجرت سے دس سال قبل آپ پیدا ہوئے۔ اور ٩٣ھ میں بمقام بصرہ انتقال فرمایا۔ اس اعتبار سے تقریباً ایک سو تین سال کی عمر پائی تھی۔ مشہور صحابی رسول اللہ علیہ وسلم تھے۔ مؤلف نے نام، حالات، غرضکہ پورا بیان غلط لکھا ہے۔ زرکلی صفحہ ١٣٢۔

٥٤-صفحہ ٤٧، کالم ٢۔

ابوذر غقاری

صحیح ابوذر غفاری۔

٥٥-صفحہ ٤٨، کالم ١۔

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی...اس کے سواء آثار ماضیہ وقانون مسعودی جیسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ آثار ماضیہ میں مختلف اقوام کی تقاویم وتاریخی حالات درج ہیں۔

آثار ماضیہ غلط، ابوریحان البیرونی کی تصنیف کا نام آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ ہے یہ ١٨٧٨ء میں بمقام یورپ طبع ہوئی ہے۔ مولوی حکیم سید شمس اللہ قادری کی آثار الکرام صفحہ ٦١۔

۵٦۔صفحہ ٤٩ و ١٤٧، کالم ا۔

ابوسعید بیضاوی۔ابوسعید عبداللہ بیضاوی مصنف نظام التواریخ اس میں حضرت آدم سے لیکر تا تاریوں کے زمانہ تک جبکہ ہلاکوخان نے ١٢۵٨ء میں بغداد پر حملہ کیا۔یہ کتاب ١٢٧۵ھ میں تصنیف کی گئی۔

ابوسعید بیضاوی کے حالات مصنف نے ردیف ''الف'' وردیف ''ب'' میں دوالگ الگ مصنف خیال کر کے علیحدہ علیحدہ تحریر کئے ہیں لیکن یہ دونوں ایک ہی مصنف ہیں ان ہی صاحب نے تفسیر بھی لکھی ہے اور نظام التواریخ بھی۔

۵٧۔صفحہ ٤٩ و ١٤٧، کالم ا۔

بیضاوی قاضی...بعض لوگ کہتے ہیں کہ نظامت التواریخ کے بھی یہی مصنف ہیں۔لیکن بعض ابوسعید بیضاوی کو اس کا مصنف بتاتے ہیں۔

اخیر تذکرے میں مرتب نے نظام التواریخ کو نظامت التواریخ سہواً لکھا ہے۔نظام التواریخ کو زمانہ حال کے مشہور محقق میرے والد مولانا حکیم سید شمس اللہ قادری نے ایک مقدمہ کے ساتھ چھپوادیا ہے۔

۵٨۔صفحہ ۵٠، کالم ا۔

ابوسلیمان داؤد۔ ابوالفضل بن محمدؐ فخر بناقطی، تاریخ بناقطی کا مصنف تھا۔

مصنف کا صحیح نام فخرالدین بناکتی ہے۔یہ بناکت کا باشندہ تھا۔اس لیے بناکتی کی نسبت سے معروف ہے۔اسی وجہ سے اس کی تصنیف ''تاریخ بناکتی'' کہلاتی ہے۔لیکن اس کا نام روضۃ اولی الالباب فی تاریخ الاکابر والانساب ہے دولت شاہ طبع لاہور صفحہ ٤٩۔

۵٩۔صفحہ ۵١، کالم ٢۔

ابوطالب کلیم ہمدانی....بمقام لاہور انتقال کیا۔

کلیم کا انتقال لاہور میں نہیں بلکہ کشمیر میں ہوا۔ان کی قبر محمد قلی سلیم کی قبر کے متصل واقع ہے۔غنی کشمیری نے کیا خوب تاریخ وفات کہی ہے۔

گفت تاریخ وفات اوغنی
طور معنی بود روشن از کلیم
١٠٠١

سروِ آزاد صفحہ ٨٠ نتائج الافکار۔صفحہ ٣١۵۔

٦٠۔صفحہ ۵٢، کالم ا۔

ابوالعباس دیکھوصفاح۔

صفاح غلط سفاح صحیح۔

٦١۔صفحہ ۵٢، کالم ا۔

ابوعبداللہ محمد بن ادریس ملاحظہ ہوشافی امام۔

شافی امام غلط شافعی امام صحیح۔

٦٢۔صفحہ ۵٢، کالم ا۔

ابوعبداللہ۔معروف بہ ابن مالک مصنف صحیح بخاری۔

آپ کا صحیح نام محمد بن عبداللہ ہے۔آپ ابن مالک نحوی کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔آپ کی کتاب ''الفیہ فی النحو'' ہے۔کشف الظنون جلد ا صفحہ ١٣٩۔

۶۳-صفحہ ۵۳، کالم ۱۔

ابوعبداللہ محمد بن حسین الشیبانی۔

صحیح نام محمد بن حسن الشیبانی۔

۶۴-صفحہ ۵۳، کالم ۲۔

ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی... ۳۰۳ھ میں بمقام نسا جو خراسان کا ایک شہر ہے پیدا ہوئے۔

۳۰۳ھ میں آپ پیدا نہیں ہوئے بلکہ انتقال فرمایا۔ معجم المطبوعات صفحہ ۱۸۵۱۔

۶۵-صفحہ ۵۳، کالم ۱۔

ابوعبداللہ محمد بن عمر الواحدی۔

صحیح نام ابوعبداللہ محمد بن عمر الواقدی۔ عمر بن الواحدی غلط۔

۶۶-صفحہ ۵۴، کالم ۲۔

ابوعبیدہ لغوی... عمر بن شیبہ۔ ابوعمر صالح بن اسحاق۔ اصمعی آپ کے شاگرد تھے۔

عمر بن شیبہ غلط عمر بن شبہ صحیح۔ اصمعی اُن کے شاگرد نہیں تھے بلکہ معاصر تھے۔

۶۷-صفحہ ۵۷، کالم ۱۔

ابومحمد حشام بن الحکیم القندر۔

حشام بن الحکیم القندی غلط آپ کا صحیح نام ہشام بن الحکم الکندی ہے۔

۶۸-صفحہ ۵۷، کالم ۲۔

ابومخنف۔

ابومخنف غلط۔ ابومخنف صحیح۔

۶۹-صفحہ ۵۸، کالم ۱۔

ابومسعود... ۹۲۲ء میں وفات پائی۔

ابومسعودؔ غلط۔ السُّعود صحیح۔ بقول مصنف کشف الظنون۔ انہوں نے ۹۸۲ھ میں انتقال کیا۔ کشف الظنون جلد ۱، صفحہ ۸۴۔

۷۰-صفحہ ۵۹، کالم ۱ و ۲۔

ابومنصور جوالیقی... شرح ادب الکاتب اور کتاب المغر ب آپکی تصانیف سے ہیں۔

ابو منصور کی تصنیف کا نام کتاب المغر ب نہیں بلکہ المعَر ب ہے۔

۷۱-صفحہ ۵۹، کالم ۲۔

ابوموسیٰ العشر ی.....

العشر ی غلط۔ اشعری صحیح۔ نام عبداللہ بن قیس خاندان اشعری کی نسبت سے مشہور تھے۔

۷۲-صفحہ ۶۰، کالم ۱۔

ابوالفرا۔ اسمٰعیل بن حماد الجوہری..... صحیح اللغات تصنیف کی۔

ابوالفرا غلط۔ ابونصر صحیح۔ اسمٰعیل بن حماد الجوہری آپ کا نام ہے۔ کتاب کا نام بھی غلط بتایا گیا ہے اس کا صحیح نام ”صحاح فی اللغۃ“ ہے۔ کشف الظنون جلد ۲، صفحہ ۷۴۔

۷۳-صفحہ ۶۰، کالم ۲۔

ابونعیم بن عبداللہ ...علیاء کا مصنف ہے ۴۰۳ھ میں وفات پائی۔

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ کی کتاب کا نام علیا نہیں بلکہ حلیۃ الاولیاء ہے آپ نے بقول مصنف کشف الظنون ۴۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔ ۴۰۳ھ غلط ہے۔ کشف الظنون جلد ۱، صفحہ ۴۵۲۔

۷۴-صفحہ ۶۰، کالم ۲۔

ابونواس الحسن بن جانی۔ ایک مشہور عربی شاعر تھا۔

ابونواس الحسن بن ہانی۔ الشعروالشعراء۔ صفحہ ۵۰۱، عقدالفرید جلد ۳، صفحہ ۳۴۷۔

۷۵- صفحہ ۶۱، کالم ۲۔

ابو یوسف امام بن حبیب الکوفی...آپ کی تصنیفات میں آداب القاضی مشہور کتاب ہے۔

آپ کا صحیح نام یعقوب بن ابراہیم ہے۔ کتاب کا نام آداب القاضی نہیں بلکہ ادب القاضی ہے زرکلی صفحہ ۱۲۶۔

۷۶-صفحہ ۶۵، کالم ۱۔

احمد المکرّی.....

احمد المکرّی غلط۔ المقری صحیح۔ اندلس کا مشہور مورخ، نفح الطیب کا مصنف۔

۷۷-صفحہ ۶۵، کالم ۲۔

ایلقانی

صحیح ایلخانی

۷۸-صفحہ ۶۵، کالم ۲۔

احمد بن ابوبکر بن ناصر مصطفےٰ الکزونی حمید اللہ مستوفی دیکھو۔

صحیح نام حمد اللہ بن ابوبکر بن نصر المستوفی القزوینی ہے۔ قزوینی کو الکزونی لکھا ہے جو قابل اصلاح ہے حمید اللہ مستوفی کی بجائے حمد اللہ مستوفی ہونا چاہیے۔

۷۹-صفحہ ۶۶، کالم ۱۔

احمد بن علی رازی۔ المعروف بہ جساس

المعروف بہ جساس غلط المعروف بہ الجصاص صحیح۔ زرکلی صفحہ ۵۱۔

۸۰-صفحہ ۶۷، کالم ۱۔

احمد بن یحیٰی بن جابر البلادی۔

البلادی غلط البلاذری صحیح۔

۸۱-صفحہ ۸۰، کالم ۲۔

اسمٰعیل بن حسن۔ مصنف ذخیرۂ خوارزم شاہ، علاء الدین تاکش کے عہد میں ہوا ہے۔ ۵۹۶ھ میں فوت ہوا۔

یہ دو علیحدہ علیحدہ مصنف نہیں ہیں بلکہ ایک ہی شخص ہے۔ اس کا صحیح نام زین الدین اسمٰعیل بن حسین الجرجانی ہے۔ ۵۳۰ھ میں اس نے وفات پائی۔ یہ سلطان ابوالمظفر تکش کا معاصر نہیں تھا۔ تکش نے اس کی وفات کے اونسٹھ سال بعد ۵۸۹ھ سے ۵۹۵ھ تک حکومت کی۔

۸۲-صفحہ ۸۱ کالم ۱۔
اسمعیل سید بن حسین جرجانی فارسی زبان میں طب کی دو کتابوں اغراض الطب وخف علائی کا مصنف تھا۔ جوالپ ارسلان سلطان خوارزم کے نام سے معنون کیں۔

ذخیرہ خوارزم شاہی قطب الدین محمد بن انوشتگین خوارزم شاہ (۴۹۰ھ ۵۲۱ھ) کے نام پر لکھی گئی ہے اغراض الطب کا صحیح نام اغراض الطبیہ والمباحث العلائیہ ہے یہ کتاب اور خف علائی دونوں علاء الدین ایل ارسلان ابن ابوالمظفر آتسز خوارزم شاہ کے نام پر بزمانہ ولی عہدی (آتسز خوارزم شاہ ۵۲۱ھ-۵۵۱ھ کے عہد میں) تصنیف ہوئی ہیں۔

۸۳-صفحہ ۸۳، کالم ۱۔
اسمعیل عادل... یوسف عادل شاہ کا جانشین ۹۱۵ھ میں ہوا.... اور مقام کوکی میں اپنے باپ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔

یوسف عادل شاہ کا ۹۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ اس لحاظ سے اسمٰعیل عادل شاہ ۹۱۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ کوکی کوئی مقام نہیں البتہ گوگی ہے جو حیدرآباد کے صوبہ گلبرگہ کا ایک تعلقہ ہے۔

۸۴-صفحہ ۸۳، کالم ۲۔
اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی احمد نگر کا بادشاہ حسین نظام شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا۔ برہان نظام شاہ کی تخت نشینی پر قلعہ لاہ گڈھ میں قید ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کے بعد مرتضٰی نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ مرتضٰی کا جانشین اُس کا بیٹا میراں حسین نظام شاہ ہوا۔ میران حسین کے قتل کے بعد اسمٰعیل نظام شاہ کی باری آئی۔ لاہ گڈھ دکن میں کوئی قلعہ نہیں ہے۔ بقول فرشتہ یہ قلعہ لہاگر میں قید کیا گیا تھا۔

۸۵-صفحہ ۸۵ کالم ۱۔
اصمعہ نجاشی... حبش کا فرمانرواء۔

اصمعہ غلط۔ اصحمہ صحیح۔ عہد سعادت میں حبش کا فرمانرواء تھا۔ سیرۃ النبی از شبلی صفحہ ۲۱۷۔

۸۶-صفحہ ۸۸ کالم ۲۔
افسوس۔ میر علی نام مظفر علی خاں کے پسر تھے... ۱۸۰۶ء میں انتقال کیا۔

میر علی غلط۔ شیر علی صحیح۔ سنہ وفات بھی غلط لکھا ہے بقول گارسان ڈی تاسی انکا ۱۸۰۹ء میں انتقال ہوا۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر حصہ نثر صفحہ ۸۔

۸۷-صفحہ ۹۰ کالم ۱۔
اکبر اعظم... یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہمایوں سے شیر شاہ شکست کھا کر رانا پرشاد کے یہاں پناہ لی تھی۔

رانا پرشاد غلط۔ رانا پرتاب صحیح۔

۸۸-صفحہ ۹۲ کالم ۱۔
اکرام علی۔ اردو میں خوان الصفاء ان کی تصنیف ہے جس

خوان الصفاء غلط۔ اخوان الصفاء صحیح، فارسی سے نہیں بلکہ

کو اُس نے ۱۲۲۵ھ میں فارسی سے ترجمہ کیا۔

اس کا عربی سے ترجمہ کیا گیا۔ کشف الظنون جلد ۱، صفحہ ۶۸۔

۸۹۔ صفحہ ۹۲، کالم ۲۔

الپتگین امرائے بخارا میں سے تھا... اُس نے غزنین پہنچکر ایک علیحدہ سلطنت قائم کی غزنین کو جو ایک چھوٹا سا مقام تھا دارالسلطنت بنایا۔ ۳۳۶ھ/۹۷۶ء میں مرگیا اسکا بیٹا ابواسحٰق جانشین ہوا۔ لیکن وہ نہایت کمزور طبیعت اور مسرف تھا تھوڑے ہی دنوں بعد تمام ارا کین سلطنت اس سے ناراض ہوگئے۔ اور اُنھوں نے ۳۶۷ھ میں سبکتگین کو جوالپتگین کا ایک سردار تھا تخت پر بٹھایا۔

الپتگین ۳۳۶ھ میں نہیں بلکہ ۳۵۲ھ میں مرا۔ اس کا جانشین ابواسحٰق غلط بلکہ اسحاق ہوا جس نے تقریباً چار سال تک فرمانروائی کی اسحٰق کے بعد سبکتگین تخت نشین نہیں ہوا، اسحاق کا قائم مقام ۳۵۵ھ میں امیر سبکتگین قرار پایا۔ آٹھ برس سلطنت کرنے کے بعد جب اس نے وفات پائی تو غزنین کا تخت امیر پیری کو ملا۔ ۳۶۲ھ میں چند بدعنوانیوں سے امراء نے تنگ آ کر اس کو معزول کردیا۔ اور سبکتگین کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس واقعہ کا سنہ جیسا کہ مورخ فرشتہ نے ۳۶۷ھ تحریر کیا ہے عام طور پر صحیح تسلیم کیا جاتا ہے لیکن طبقات ناصری میں سبکتگین کی تاریخ تخت نشینی ۲۷ر شعبان ۳۶۶ھ مذکور ہے۔ الپتگین کی وفات اور اس کے جانشینوں کی سرگذشت وتصریح، مجمل فصیحی وطبقات ناصری اور اکثر قدیم تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ طبقات ناصری طبع کلکتہ صفحہ ۷۔ ریورٹی صفحہ ۷۲ و ۷۳۔

۹۰۔ صفحہ ۱۰۰، کالم ۱۔

المکرّی۔

المکرّی غلط۔ المقری صحیح۔

۹۱۔ صفحہ ۱۰۲، کالم ۱۔

امام ہروی... ۶۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

امام ہروی غلط۔ امامی ہروی صحیح۔ انہوں نے ۶۷۴ھ میں انتقال کیا۔ دولت شاہ طبع لاہور صفحہ ۱۰۶۔

۹۲۔ صفحہ ۱۰۳، کالم ۲۔

ام جمیل ہرب کی بیٹی تھی۔

ام جمیل حرب کی بیٹی تھی۔ حرب کا املا غلط ہے۔

۹۳۔ صفحہ ۱۰۴، کالم ۲۔

امر سنگھ خوش دل۔

خوش دل غلط، خوشدل صحیح۔

۹۴۔ صفحہ ۱۰۶، کالم ۱۔

امیر بریداول (کے ضمن میں) سلطان محمود شاہ بہمنی ۹۲۳ھ میں فوت ہوگیا۔

محمود شاہ بہمنی نے ۹۲۴ھ میں انتقال کیا۔

۹۵-صفحہ ۱۰۸،کالم ا۔

امیر خاں نواب لقب عمدۃ الملک انجام تخلص... ۱۱۵۱ھ کو قتل کردیئے گئے۔

عمدۃ الملک انجام کے قتل کی تاریخ ۱۱۵۹ھ ہے۔ چمنستان شعراء صفحہ ۳۰۰۔

۹۶-صفحہ ۱۱۱،کالم ا۔

انس بن مالک۔ان کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا۔

ام سلمہ غلط۔ام سُلیم صحیح۔

۹۷-صفحہ ۱۱۳،کالم ا۔

انوری۔ایک مشہور فارسی شاعر تھا۔اشہد الدین نام۔

اشہد الدین غلط، اوحد الدین صحیح۔ دولت شاہ طبع لاہور صفحہ ۵۰۔

۹۸-صفحہ ۱۱۵،کالم ۲۔

اورنگ آبادی بیگم۔شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی ایک بیگم تھی جس کا نام رابعہ دورانی ہے۔

شہنشاہ اورنگ زیب کی بیگم کا نام اورنگ آبادی بیگم نہیں تھا اور نہ اِس نام سے یہ تاریخ میں شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۴۷ کالم ا، پر رابعہ دورانی کے نام سے اِس ہی کا ذکر مکرر کیا گیا ہے۔

۹۹-صفحہ ۱۲۱،کالم ا۔

باسوس۔ایک عربی عورت کا نام ہے۔

اس کا نام بسوس ہے۔

۱۰۰-صفحہ ۱۲۳،کالم ا۔

بختری۔عرب کا ایک نہایت مشہور شاعر ہے۔

بختری غلط۔بحتری صحیح۔حماسہ کا مصنف عوفی نصف اول صفحہ ۹۶، روضۃ الادباء صفحہ ۱۹۹۔

۱۰۱-صفحہ ۱۲۹،کالم ا۔

بسام۔عربی کا مشہور شاعر ہے۔

بسام غلط۔ابن بسام صحیح۔

۱۰۲-صفحہ ۱۳۲،کالم ۲۔

بندرابن داس... ۴۰ھ جلوس عالمگیر مطابق ۱۱۱۵ھ میں اُس نے ''خلاصۃ التواریخ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں ہندوستان کی تاریخ آریوں کے قدیم زمانے سے عہد عالمگیری تک ترتیب دی ہے۔

خلاصۃ التواریخ کا مصنف بندرابن داس نہیں بلکہ سوجان رائے بٹالوی ہے جو عہد عالمگیر کا مشہور مورخ تھا۔ بندرابن داس کی تاریخ کا نام لب التواریخ ہے جو عالمگیر کے جلوس کے ۲۳ویں سال لکھی گئی۔ الیٹ جلد ۸ صفحہ ۵۔

۱۰۳-صفحہ ۱۳۴،کالم ا۔

بودلے (سید)...حضرت امین الدین علی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت حاصل کی۔

حضرت امین الدین علی نہیں بلکہ امین الدین اعلیٰ۔

۱۰۴-صفحہ ۱۳۶،کالم ۲۔

بہادر علی حسینی فورٹ ولیم کالج کے میرمنشی تھے اُنھوں نے

اخلاق ہنوی غلط۔اخلاق ہندی صحیح۔یہ کتاب ہتواپدیش کے

اخلاق بنوی کو فارسی سے ترجمہ کیا تھا۔

فارسی ترجمہ کا با محاورہ اور سلیس اردو ترجمہ ہے۔ اصل فارسی ترجمہ تاج الدین ملکی نے مفرح القلوب کے نام سے کیا تھا۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر صفحہ ۹۔

۱۰۵۔ صفحہ ۱۳۶، کالم ۲۔

بہادر نظام شاہ... میاں منجو اس وقت احمد نگر پر قابض تھا۔ اس نے بہادر نظام شاہ کو جو اس وقت شیر خوار بچہ تھا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ شیر خوار شہزادے کے مخالفین نے جو مدعیان سلطنت میں تھے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ میاں منجو نے سلطان مراد سے جو گجرات میں گورنر تھا اور شہنشاہ اکبر کا بیٹا تھا مدد طلب کی اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس کی مدد سے کامیابی ہوئی تو وہ سلطنت مغلیہ کا باج گزار ہو جائے گا۔ سلطان مراد نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور احمد نگر پر بڑی جمعیت کے ساتھ چڑھائی کی قبل اس کے کہ شاہی فوج مدد کو پہنچے وہ اپنے حریفوں کو مغلوب کر چکا تھا اس لیے وہ مراد سے مدد مانگنے پر پچھتایا۔ اب اس نے صرف اس غرض سے کہ اسے سلطنت مغلیہ کا باج گزار بننا پڑے شہزادہ مراد کے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی۔ شہر کو چاند بی بی کی جو سلطان بہادر کی پھوپی تھی عام نگرانی میں دیکر نصیر خاں کے سپرد کیا... شہزادہ نے چاند بی بی سے خراج قبول کر کے محاصرہ اُٹھا دیا اور کچھ روپیہ نقد ادا کیا گیا۔

یہ بیان شروع سے آخر تک اصلاح طلب ہے۔ میاں منجھو بہادر نظام کا طرفدار نہیں بلکہ ایک مجہول النسب شہزادہ احمد کا رفیق تھا۔ جس کو اُس نے عین عید الضحیٰ کے دن (۱۰۰۳ھ میں) احمد نگر میں تخت نشین کرایا جس کے باعث چاند بی بی اور اس میں شدید معرکے رہے، جب اُس کا زور ٹوٹنے لگا تو اس نے شہزادہ مراد کو حملہ آور ہونے کی ترغیب دی اور خود شہر حوالہ کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی دوران میں اُس کو احمد نگر پر قابو حاصل ہو گیا۔ چونکہ شہزادہ مراد بھی آ رہا تھا جس سے یہ پریشان ہو کر چاند بی بی اور انصار خان کو قلعہ حوالہ کر کے (مؤلف نے انصار خاں کو نصیر خاں لکھا ہے جو غلط ہے) خود عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے گیا۔ انصار خاں چونکہ میاں منجھو کا خاص آدمی تھا۔ چاند بی بی نے اس کو قتل کر کے قلعہ پر اپنا بالکلیہ قبضہ کر لیا۔ اور خود شہزادہ مراد سے صلح کر لی۔ اور اس کو برار کا علاقہ بطور پیشکش دیا۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا تاوان جنگ ادا نہیں کیا گیا۔

۱۰۶۔ صفحہ ۱۳۷، کالم ۲۔

بہاء الدین... ایران کے شہر عامل کا رہنے والا۔

عامل غلط۔ آمل صحیح

۱۰۷۔ صفحہ ۱۵۳، کالم ۱۔

تاج الدین عبدالوہاب بن آسکی۔ طبقات الشافعیات کا مصنف ہے۔

بن آسکی غلط۔ ابن سبکی صحیح۔ ابن سبکی کی کتاب کا نام طبقات الشافعیہ ہے۔

۱۰۸۔ صفحہ ۱۵۶، کالم ۱۔

تغلب (ردیف ت کے تحت)

ثعلب۔ اس کو ردیف ''ث'' میں ہونا چاہیے۔ یہ کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کی تصنیف الفصیح چھپ گئی ہے۔ زرکلی صفحہ ۸۴۔

۱۰۹۔ صفحہ ۱۵۹، کالم ۲۔

ٹیپو سلطان... سنگھا پٹن کے قلعہ کو۔

صحیح سری رنگا پٹن۔

۱۱۰-صفحہ ۱۶۰،کالم ۲۔	
ثقفی۔اصل نام ابوعیسیٰ تھا۔عربی صرف ونحو کا ماہر۔	ابوعیسی غلط۔عیسیٰ بن عمر صحیح۔اس کا تذکرہ اُصولاً عیسیٰ بن عمر کے تحت ہونا چاہیے۔زرکلی صفحہ ۷۵۲۔
۱۱۱-صفحہ ۱۶۱،کالم ۱۔	
جاراللہ۔زمخشری... ۵۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔	علامہ زمخشری نے ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔معجم المطبوعات صفحہ ۹۷۳۔
۱۱۲-صفحہ ۱۶۳،کالم ۱۔	
جبالی۔ابوعلی محمد بن عبدالوہاب۔	جبالی غلط جُبّائی صحیح۔یہ ائمہ معتزلہ سے تھے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔زرکلی صفحہ ۹۳۹۔
۱۱۳-صفحہ ۱۶۳،کالم ۲۔	
جریریا اخضرہ...عبدالفرح ابن جوزی نے	عبدالفرح غلط۔ابوالفرج صحیح،سنہ وفات ۱۰۱ھ نہیں بلکہ ۱۱۰ھ ہے۔
۱۱۴-صفحہ ۱۷۱،کالم ۱۔	
جمال الدین...بن مظہر بلّی۔	صحیح مطہّر حِلّی۔
۱۱۵-صفحہ ۱۷۲،کالم ۱۔	
جمیل ابن معمار۔ایک مشہور عربی شاعر	معمار غلط معمر صحیح۔زرکلی صفحہ ۱۹۲۔
۱۱۶-صفحہ ۱۷۴،کالم ۱۔	
جویریہ۔حارث بن جرار کی بیٹی۔	صحیح حارث بن ضرار۔
۱۱۷-صفحہ ۱۸۱،کالم ۲۔	
چاند بی بی یا چاند سلطانہ...وفات ۱۰۰۸ھ قاتل چیتہ خان حبشی۔	چاند بی بی کے متعلق مشہور ہے کہ اُسے چیتہ خان حبشی نے قتل کر دیا تھا، یہ روایت بالکل بے اصل وغلط ہے۔اصل واقعہ اِسطرح ہے کہ جب شہزادہ دانیال نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا،قلعہ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو چاند بی بی نے ایک کنویں کو تیزاب سے بھروا کر اس میں گر کر جاں بحق تسلیم ہوئی یہ واقعہ محرم ۱۰۰۹ھ کا ہے۔
۱۱۸۔صفحہ ۱۸۵۔کالم ۲۔	
حاجی خلفہ ...کشف الظنون سوانح مشاہیر کی ایک کتاب ہے۔	صحیح حاجی خلیفہ۔کشف الظنون عربی وفارسی کتابوں کی فہرست ہے جس میں کتاب کے نام کے تحت مصنف کا نام اور کتاب کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

۱۱۹-صفحہ ۱۹۲، کالم ا۔

حریری... اپنے زمانہ کا بہترین مورخ گزرا ہے۔ مقامات حریری اس کی تصنیف ہے۔

یہ بہت زبردست ادیب اور بے مثل انشا پرداز تھا۔

۱۲۰-صفحہ ۱۹۴، کالم ا۔

حسن میر غلام حسن... ۱۲۰۴ھ میں انتقال کیا۔

میر حسن کا انتقال ۱۲۰۱ھ میں ہوا۔ تاریخ ادب اردو سکسینہ صفحہ ۱۲۳۔

۱۲۱-صفحہ ۱۹۵، کالم ا۔

حسن بن سہیل۔ سہیل کے بیٹے تھے خلیفہ مامون رشید کے وزیر تھے۔

صحیح نام حسن بن سہل۔ المامون از شبلی جلد دوم، صفحہ ۱۱۲۔

۱۲۲-صفحہ ۲۰۱، کالم ا۔

حسین واعظ... لطائف الطوائف اسکی مشہور تصنیف ہے۔

مولانا حسین واعظ کاشفی کی کسی تصنیف کا نام لطائف الطوائف نہیں ہے۔ البتہ اُن کے فرزند صفی الدین علی بن حسین الکاشفی نے لطائف الظرائف ۹۳۴ھ میں لکھی ہے۔

۱۲۳-صفحہ ۲۰۱، کالم ۲۔

حفیظ الدین احمد نسفی بن احمد۔ مدارک التنزیل اور حقائق التناویل تفسیرین عربی میں لکھیں۔

صحیح حافظ الدین۔ کتاب کا نام مدارک التنزیل وحقائق التاویل ہے۔ کشف الظنون جلد ۲، صفحہ ۴۹۔

۱۲۴-صفحہ ۲۰۱، کالم ۲۔

حکیم الملک شمس الدین... ۹۸۹ھ میں اجازت لیکر حج کو گیا اور وہیں وفات پائی۔

۹۸۹ھ میں نہیں بلکہ ۹۸۸ھ میں حج سے مشرف ہوا۔ منتخب التواریخ صفحہ ۳۴۳۔

۱۲۵-صفحہ ۲۰۲، کالم ا۔

حکیم عین الملک۔

حکیم عین الملک کے حالات بالکل مختصر ہیں۔ اس لیے ہم اس میں صرف اس قدر اضافہ کرتے ہیں کہ انھوں نے دکن کا بھی سفر کیا تھا۔ خواجہ نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری اور ملا عبدالقادر بدایونی مصنف منتخب التواریخ سے اس کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔

۱۲۶-صفحہ ۲۰۲، کالم ۲۔

حمد اللہ مستوفی بن ابوبکر الخواجہ القزوینی اس کا نام حمیدالدین مستوفی بھی ہے۔

اس کا صحیح نام حمد اللہ بن ابی بکر بن نصر مستوفی ہے حمیدالدین مستوفی غلط۔

۱۲۷-صفحہ ۲۰۷، کالم ا۔

خاقانی، ایران کا مشہور شاعر، منوچہر بادشاہ ایران کے

اس بیان کا تمام تر حصہ غلط ہے۔ خاقانی کا تخلص ابتداء

زمانہ میں گزرا ہے۔ اس کو سلطان الشعراء کا خطاب ملا تھا۔ اِس کا نام افضل الدین ابراہیم بن علی شیروانی تھا۔ شیروان کا رہنے والا۔ فلکی کا شاگرد تھا۔ اسی نے اس کو خاقانی کا خطاب عطا کیا تھا۔ تحفتہ العراقین کا مصنف ہے۔ ایک دیوان فارسی اور ایک کتاب موسومہ ہفت اقلیم بھی اسی کی تصنیف سے مشہور ہے۔ بمقام تبریز ۵۸۲ھ میں وفات پائی۔

میں حقائقی تھا۔ خاقان کبیر منوچہر کے دربار میں جب یہ پہنچا تو سلطان نے اُسے خاقانی کے لقب سے ملقب کردیا اور بادشاہ کی مناسبت سے اُس نے اپنا تخلص بھی خاقانی اختیار کرلیا۔ خاقانی ابوالعلا گنجوی کا شاگرد تھا اور فلکی کو بھی اسی ابوالعلا سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ خاقانی رفعت تخیل اور پختگی کلام میں فلکی سے بہت سبقت و امتیاز رکھتا ہے یہ دونوں خاقان اکبر کے درباری رہے ہیں مولانا آزاد بلگرامی نے حبیب السیر کے مصنف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خاقانی ۵۹۰ھ تک بقید حیات تھا۔ خاقانی نے ہفت اقلیم نامی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ہفقت اقلیم بہت بعد کی کتاب ہے، جس کو امین احمد رازی نے ۱۰۰۲ھ میں بعہد شہنشاہ اکبر تصنیف کیا مجمع الفصحاء صفحہ ۲۰۰ خزانہ عامرہ صفحہ ۲۰۴۔

۱۲۸۔صفحہ ۲۱۵، کالم ۱۔

خالدون۔

خالدون غلط۔ خلدون صحیح۔

۱۲۹۔صفحہ ۲۱۰، کالم ۱۔

خانخانان، بیرم خاں وزیر شہنشاہ اکبر اور اس کے بیٹے عبدالرحمٰن خاں وزیر شہنشاہ مذکور تاریخ میں اسی خطاب سے مشہور ہیں۔

بیرم خاں کے بیٹے کا نام عبدالرحیم خانخانان ہے۔

۱۳۰۔صفحہ ۲۱۱، کالم ۲۔

خاوندشاہ۔ امیر... مصنف روضتہ الصفاء... مآثر الملوک۔ اخبار الاخیار۔ دستور الوزرا مکارم اخلاق۔ منتخب تاریخ وصاف غریب الاسرار اور جواہر الاخبار۔ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ انہی تصانیف کو مصنف نے (اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۰ کالم ۲ پر) خوند میر مصنف حبیب السیر سے منسوب کردیا ہے۔

۱۳۱۔صفحہ ۲۱۵، کالم ۱۔

خطیب بغدادی... تاریخ دمشق بھی آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ دمشق نہیں بلکہ تاریخ بغداد لکھی ہے۔ تاریخ دمشق کے مصنف کا نام ابن عساکر ہے۔

۱۳۲۔صفحہ ۲۱۴، کالم ۲۔

خطابی۔ ابوسلیمان حامد بن محمد کا لقب ہے۔ جو ایک

ابوسلیمان حامد غلط۔ ابوسلیمان حمد صحیح، اِن کے شروح

مصنف تھا۔

سنن ابوداؤد و صحیح بخاری مشہور ہیں۔ زرکلی صفحہ ۱۷۲۔

۱۳۳۔صفحہ ۲۱۶، کالم ۱۔

خنسار عمرو بن العاص

صحیح تماضر بنت عمرو بن الحارث۔ زرکلی صفحہ ۱۶۴۔

۱۳۴۔صفحہ ۲۱۶، کالم ۲۔

خواجہ پارسا۔ محمد بن حافظ بخاری کا لقب ہے۔ جو کتاب فضل الکتاب فی المحاضرات کا مصنف ہے۔

خواجہ محمد پارسا کی کتاب کا صحیح نام فصل الخطاب لوصل الاحباب ہے۔

۱۳۵۔صفحہ ۲۱۷، کالم ۱۔

خواجہ حسن صدر الدین نظامی کتاب تاج الماثر کا مصنف تھا جو اس نے سلطان قطب الدین ایبک بادشاہ دہلی کے نام ۶۰۵ھ میں معنون کی تھی۔

خواجہ حسن صدر الدین نظامی غلط نظام الدین نظامی صحیح۔ یہ نظامی عروضی سمرقندی کا فرزند تھا۔ (تاریخ گزیدہ طبع لیڈن صفحہ ۸۲۶) حسن نظامی کے نام کے تحقیق کرنے میں روضۃ الصفا اور کشف الظنون کے مصنفین کو بھی مغالطہ ہوا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں تاج الماثر کا جو مخطوطہ محفوظ ہے وہ ایک قدیم نسخہ سے جو صدر الملۃ والحق مولانا محمد بن محمد الحوبتی کا تھا۔ نقل کیا گیا ہے اس کے آخر میں خواجہ حسن صدر الدین کی تقریظ ہے جس میں مصنف کی تعریف ہے بقول سر ہنری الیٹ دیباچہ نگار کے ہمنام ہونے کی بنا پر مؤلف کا نام صدر الدین خیال کیا گیا۔ تاج الماثر سلطان قطب الدین ایبک کے نام پر معنون نہیں ہے بلکہ سلطان شمس الدین التمش کے نام پر لکھی گئی ہے۔ اس کے عام نسخوں میں قطب الدین کی وفات (۶۱۰ھ) کے بعد ۶۱۴ھ تک حالات ہیں لیکن الیٹ نے نواب ضیاء الدین خاں دہلوی کے کتبخانہ میں اس کا ایک نسخہ دیکھا تھا جس میں سلطان شمس الدین کے آخری عہد ۶۲۶ھ تک حالات تھے۔

۱۳۶۔صفحہ ۲۱۷، کالم ۲۔

خواجہ محمد مقیم ملاحظہ ہو نظام الدین احمد

خواجہ محمد مقیم۔ خواجہ نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری کے والد کا نام ہے۔

۱۳۷۔صفحہ ۲۱۹، کالم ۲۔

خوندامیر۔ مشہور امیر خاوندشاہ مصنف روضۃ الصفا کا بیٹا اس کا پورا نام غیاث الدین محمد بن حمید الدین خوندامیر ہے۔

خوندامیر خاوندشاہ کا بیٹا نہیں بلکہ نواسہ ہے اس کے والد کا نام ہمام الدین تھا۔ حمید الدین خوندامیر غلط ہے۔

۱۳۸۔صفحہ ۲۲۶، کالم ۱۔

دردمند محمد تقی دہلوی کا تخلص ہے جو مرزا جانجاناں کے مرید تھے اُنہوں نے ایک دیوان اور ساقی نامہ تصنیف کیا۔

محمد تقی غلط۔ محمد فقیہ صحیح۔ محمد فقیہ دردمند کے ساقی نامہ کا ذکر میر تقی میر، میر حسن دہلوی اور لالہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنے تذکروں میں کیا ہے۔ نکات الشعرا صفحہ ۱۲۰۔ تذکرہ میر حسن صفحہ ۲۴۔ چمنستان شعراء صفحہ ۷۰۔

۱۳۹۔صفحہ ۲۲۷، کالم ۱۔

دریا عماد شاہ... نے اپنی بہن ربیعہ کی شادی ابراہیم عادل شاہ کے ساتھ کی۔

دریا عماد شاہ کی بہن کا نام ربیعہ نہیں بلکہ رابعہ بی بی تھا۔

۱۴۰۔صفحہ ۲۳۰، کالم ۱۔

دولت شاہ بخت شاہ کا بیٹا تھا اور تذکرہ دولت شاہی کا مصنف ہے یہ سلطان حسین والی ہرات کے زمانہ میں گزرا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۹۸ء میں لکھی گئی تھی۔

دولت شاہ کے والد کا صحیح نام علاء الدین بختی شاہ تھا۔ تذکرہ دولت شاہ ۱۴۹۸ء میں نہیں بلکہ ۱۴۸۷ء میں تمام ہوا۔ دولت شاہ کا باپ شاہ رخ بن تیمور کے درباریوں سے تھا۔ اور اس کا چچا فیروز شاہ بیگ، شاہرخ مرزا کے اعیان علماء سے تھا اور اس کا بھائی امیر رضی الدین بڑا بہادر اور جید عالم تھا۔ تذکرہ دولت شاہ ایک مستند تذکرہ ہے جس کو تذکرۃ الشعراء بھی کہتے ہیں۔

۱۴۱۔صفحہ ۲۳۴، کالم ۱۔

رابعہ دورانی... اس کا مقبرہ اس کے بیٹے محمد اعظم نے بعینہ تاج محل کے نمونہ پر بنانا چاہا مگر اورنگ زیب کی روک ٹوک سے اس کی تکمیل نہ ہوسکی۔ صرف دروازے کی بنی پر یہ الفاظ کندہ ہیں۔ "ایں روضۂ منورہ درمعماری عطاء اللہ بعمل ہیبت رائے تیار شد ۱۰۷۱ھ"۔

رابعہ دورّانی کا مقبرہ نہایت مکمل حالت میں اب تک موجود ہے۔ اس کی بنی پر دو کتبے کندہ ہیں جنمیں سے ایک نقل کیا گیا ہے مگر کتبے کی تاریخ غلط لکھی ہے۔ ۱۰۷۱ھ کی بجائے ۱۰۷۲ھ پڑھی جائے۔

۱۴۲۔صفحہ ۲۵۲، کالم ۲۔

رنگین۔ ان کا خاندان روم سے ہندوستان میں آیا۔ رنگین تجارت پیشہ تھا۔ اُس نے تاجر کی حیثیت سے تمام ہندوستان کی سیاحت کی.... اردو میں ریختی اس کی ایجاد ہے۔

رنگین کا خاندان ابتداءً توران سے آکر چند دن لاہور میں مقیم ہوا۔ اس کے بعد دلی میں آیا۔ تجارت اُن کا آبائی پیشہ نہ تھا۔ کبھی کبھی کرلیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں یہ لکھنو آئے اور گئے لکھنؤ کے سوائے انہوں نے بہت کم شہروں کی سیر کی۔ رنگین ریختی کے موجد نہیں ہیں بلکہ ریختی بہت قدیم زمانہ کی ایجاد ہے۔ جس کا صحیح زمانہ

تاریکی میں ہے۔ دکن میں ایک شخص ہاشمی گزرا ہے جس نے علی عادل شاہ والی بیجاپور اور عالمگیر کا زمانہ پایا تھا۔ اس نے بھی ریختی میں بہت کچھ کہا ہے۔ اس کے علاوہ دکن میں اور بہت سے شعراء ہوئے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ رنگین نے ریختی کو ترقی دی صرف اس بناء پر اس کو ریختی کا موجد خیال کرنا سخت غلطی ہے۔ رنگین کی مثنویوں کا بہت بڑا حصہ انڈیا آفس لندن میں ہے۔ جس کی تعداد ۲۲ سے متجاوز ہے۔

۱۴۳۔صفحہ ۲۵۶، کالم ۲۔

زبری بن مسلم۔ ایک عربی مصنف تھا۔ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

زبری غلط زہری صحیح۔ پورا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب، الزہری۔ مشہور محدث و مورخ تابعی اور امام مالک کے اُستاد۔ زرکلی صفحہ ۹۸۸۔

۱۴۴۔صفحہ ۲۵۷، کالم ۲۔

زکریا بن محمد الکمونی۔ فروتنی۔ فروتن کا رہنے والا مشہور کتاب عجائب المخلوقات کا مصنف ہے جو ۶۴۷ھ میں لکھی گئی۔

الکمونی غلط قزوینی صحیح۔ چونکہ زکریا، قزوین کا باشندہ تھا۔ اس لیے قزوینی کہلاتا ہے۔ فروتنی و فروتن سہو ہے۔ زکریا نے ۶۸۲ھ میں وفات پائی۔ معجم المطبوعات صفحہ ۱۵۰۷۔

۱۴۵۔صفحہ ۲۶۰، کالم ۱۔

زین الدین بن احمد۔ زین رجب بھی کہے جاتے ہیں۔

زین رجب نہیں بلکہ آپ کو ابن رجب بھی کہتے ہیں۔

۱۴۶۔صفحہ ۲۶۰، کالم ۱۔

زین الدین علی السیلی۔ شاہد ثانی بھی کہلاتے ہیں۔ مسالک الافہام انہیں کی تصنیف سے ہے۔

السیلی غلط۔ آپ کا پورا اسم گرامی، زین الدین بن علی بن احمد بن محمدؒ ہے۔ آپ علماء شیعہ سے ہیں۔ مؤلف نے غلطی سے شہید ثانی کو شاہد ثانی لکھا ہے۔ آپ ۹۶۶ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ کشف الحجب و ۱۱۱ سار صفحہ ۵۰۲۔

۱۴۷۔صفحہ ۲۵۹، کالم ۱۔

زیب النساء بیگم... زیب التفاسیر اس کی تصنیف ہے مخفی تخلص تھا، ایک دیوان چھوڑا ہے۔

یہ بیان بہت کم صداقت پر مبنی ہے۔ زیب التفاسیر امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر کا ترجمہ ہے۔ جس کو ملا صفی الدین اردبیلی نے زیب النساء کے حکم سے کیا تھا۔ مخفی زیب النساء کا تخلص نہیں تھا بلکہ یہ مخفی ایک ایرانی شاعر تھا جو شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان وارد ہوا۔ عام طور پر

اسی کے دیوان کو شہزادی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ شہزادی کے زمانہ میں عالمگیرنامہ۔ ماثر الامراء۔ منتخب اللباب تصنیف ہوئے ہیں۔ اس میں شہزادی کے حالات ہیں۔لیکن کسی مقام پر بھی اس کے شعروسخن یا تخلص ودیوان کا ذکر نہیں ہے۔

۱۴۸-صفحہ ۲۸۸،کالم ۲۔

سامانی۔چھٹی صدی کا عربی مصنف تھا۔جس نے عربی مصنفین کے حالات کی ایک کتاب مسمی کتاب فی الانساب کے نام سے لکھی۔

سامانی غلط سمعانی صحیح۔اس کا پورا نام ابوسعد عبدالکریم بن سمعانی ہے۔اور اس کی تصنیف ''کتاب الانساب'' کہلاتی ہے۔تذکرۃ الحفاظ جلد ۴،صفحہ ۱۱۰۔

۱۴۹-صفحہ ۲۶۳،کالم ۱۔

سام مرزا...تحفہ سامانی اس کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۹۹۷ھ میں مرتب ہوئی۔

تحفہ سامانی غلط۔تحفہ سامی صحیح۔یہ کتاب ۹۵۷ھ میں زیر تالیف تھی۔۹۹۷ھ اس کی تاریخ تصنیف غلط ہے۔

۱۵۰-صفحہ ۲۶۶،کالم ۲۔

سجانی مولانا نجف اشرف کا باشندہ اپنے وطن سے کبھی نقل وحرکت نہیں کی۔

سجانی غلط سحابی صحیح،یہ نجف اشرف نہیں بلکہ اُستر آباد کے باشندے تھے لیکن نجف اشرف میں رہا کرتے تھے۔سرو آزاد صفحہ ۱۴۔

۱۵۱-صفحہ ۲۶۷،کالم ۱۔

سراج الدین حسین اورنگ آبادی کا تخلص ہے۔اس نے تذکرہ ودیوان منتخب ۱۱۶۹ھ میں تالیف کیا۔اس تذکرہ میں ۶۸۰ شعراء کا کلام جمع کیا گیا ہے۔

ان کا صحیح نام سید سراج الدین تھا۔انہوں نے اپنے دیوان کا انتخاب ۱۱۵۱ھ میں کیا۔۱۱۶۹ھ غلط ہے۔انہوں نے شعراء کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا۔اردوے قدیم صفحہ ۱۰۱۔

۱۵۲-صفحہ ۲۶۹،کالم ۲۔

سرخوش...نے اپنے ہمعصر شعراء کا ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا تاریخی نام کلامتہ الشعراء ہے۔

سرخوش کے تذکرے کا صحیح نام کلمات الشعراء ہے جس سے اس کا سنہ تصنیف ۱۰۹۳ھ برآمد ہوتا ہے۔کلامتہ الشعراء غلط ہے۔خزانہ عامرہ صفحہ ۲۶۳۔

۱۵۳-صفحہ ۲۷۵،کالم ۱۔

سعد بن وقاص۔مشہور صحابہ سے تھے۔ بنواسد مسلمان ہوجانے کے جرم میں ان کو تکلیفیں دیا کرتے تھے۔

صحیح سعد بن وقاص۔یہ کہ بنواسد آپ کو مسلمان ہوجانے کے جرم میں ایذا پہنچاتے تھے۔اس کا ثبوت کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔البتہ جب آپ گورنر ہوئے تو اہل کوفہ نے جو بنی اسد کے خاندان سے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آپکی شکایت کی تھی۔زرکلی ۳۶۶۔

۱۵۴۔صفحہ ۲۷۵،کالم ۱۔
سعدی دکنی۔دکن کا رہنے والا تھا۔کچھ ابیات کا مصنف ہے۔

اس جگہ صرف اس قدر اضافہ کیا جاتا ہے کہ سعدی دکنی کا مزار برہانپور میں واقع ہے۔غالبًا یہ برہان پور کے رہنے والے تھے۔چمنستان الشعراء صفحہ ۳۹۵۔

۱۵۵۔صفحہ ۲۷۵،کالم ۱۔
سعدی شیرازی...(تصنیفات کے تحت) دیوان ثالث موسوم بہ قوانین۔

قوانین غلط۔خواتیم صحیح۔

۱۵۶۔صفحہ ۲۷۶،کالم ۲۔
سکاکی..اسکی مشہور تصنیف مصباح العلوم ہے۔

اس کتاب کا صحیح نام مفتاح العلوم ہے۔

۱۵۷۔صفحہ ۲۸۲ کالم ۲۔
سلمان ساوجی...۷۷۹ھ میں فوت ہوا۔

بقول دولت شاہ سمرقندی سلمان نے ۷۶۹ھ میں وفات پائی۔دولت شاہ طبع لاہور صفحہ ۱۷۵۔

Qamoosul Mashaheer

Volume I

Nizami Badayuni

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna